

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

فلاح و بہبود

شرح اردو

ابوداؤد

ترجمہ مولانا محمد حنیف گنگوہی رفقہ اللہ علیہ

جس میں متن حدیث اور اس کا ترجمہ، حل لغات، فقہی مسائل پر
مبدل بحث اور قال ابوداؤد کا بالاستیعاب شافی حل پیش کیا گیا ہے

مکتبہ املا دیہہ ملتان (پاکستان)

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

فلاح و بہبود

شرح اردو

ابوداؤد

جلد دوم

از حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

جس میں متن حدیث اور اس کا ترجمہ، حل لغات، فقہی مسائل پر
مدلل بحث اور قال ابوداؤد کا بالاستیعاب شافی حل پیش کیا گیا ہے

مکتبہ املا اسلامیہ پاکستان

پیش کش: مولانا محمد حنیف گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست ابواب کتاب سنن ابی داؤد (جلد دوم)

صفحہ	باب	صفحہ	باب
۸۰	باب الصلوۃ يوم الجمعة قبل الزوال	۷	باب التامين وراء الامام
۸۲	باب الامام يحكم الرجل في خطبته	۱۵	باب الاشارة في الصلوة
۸۳	باب الرجل يحط بصلی قوس	۱۶	باب الرجل يصلي مختصراً
۸۶	باب الاعتبار بالامام يحط	۱۸	باب في صلوة القاعد
۸۷	باب استئذان المحدث للامام	۱۹	باب كيف يجلس في التشهد
۸۸	باب الامام يحكم بعد ما ينزل من المنبر	۲۰	باب من ذكر المترك في المراتبة
۸۹	باب الصلوة بعد الجمعة	۲۲	باب التشهد
۹۱	باب التكبير في العيدین	۲۵	باب الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد
۹۰	باب المجلس للخطبة	۲۷	باب في السلام
۱۰۲	جامع ابواب صلوة الاستسقاء وتغريها	۲۹	باب حذف السلام
۹۷	باب رفع اليدين في الاستسقاء	۳۰	باب في الرجل يتطوع في ركعة الذي صلى فيه المكتوبة
۱۰۹	باب من قال اربع ركعات	۳۲	باب السهو في السجدين
۱۱۳	باب صلوة المسافر	۳۴	باب اذا صلى خسا
۱۲۱	باب الجمع بين الصلوتين	۳۵	باب اذا شك في اثنتين والثلاث من قال
۱۳۲	باب متى تيمم المسافر	۳۷	باب متى شك
۱۳۵	باب اذا اقام باربعين العدد ويقصر	۴۰	باب من قال تيمم على اكثر ركعة
۱۳۶	باب صلوة الخوف	۵۰	باب من قام من ثنتين ولم يتشهد
۱۳۷	باب من قال يقوم صف مع الامام وصف	۵۱	باب من نسي ان يتشهد وهو جالس
-	دعاء العدد	۵۵	باب الاجابة آية ساعة هي في يوم الجمعة
۱۳۸	باب من قال اذا صلى ركعة وثبت قائماً اتوا	۵۶	باب فضل الجمعة
-	لانفسهم ركعة	۵۳	باب كفارة من تركها
۱۳۳	باب من قال يكبرون جميعاً وان كانوا	۵۵	باب من يجب عليه الجمعة
-	مستدبرين القبلة	۵۴	باب التحلف عن الجماعة في اهليلة الباروة
۱۳۵	باب من قال يصلي بكل طائفة ركعة ثم يسلم فيقوم	۷۷	باب الجمعة مملوك والمرأة
-	كل صف فيصلون لانفسهم ركعة	۷۸	باب العبس للجمعة

صفحہ	باب	صفحہ	باب
۳۶۶	باب القنوت فی الصلوة	۱۳۶	باب من قال یصلیٰ کل طائفۃ رکعة ثم یسلم
۳۶۸	باب الدعاء	۱۳۶	باب من قال یصلیٰ کل طائفۃ رکعة ولا یقفون
۳۶۳	باب ما یقول الرجل اذا سلم	۱۳۹	باب من قال یصلیٰ کل طائفۃ رکعتین
۰	باب فی الاستغفار	۱۵۱	باب فی تخفیفہا
۳۶۳	باب انہی ان یحوالا ان علی الہد والہ	۱۵۳	باب الاضطجاع بعدہا
۳۳۵	کتاب الزکوۃ	۱۵۴	باب من فاتتہ سنی یقفہا
۲۲۶	باب احب فیہ الزکوۃ	۱۵۵	باب الاربع قبل الظهر و بعدہا
۲۶۳	باب فی زکوۃ السائتہ	۱۵۷	باب الصلوة قبل المغرب
۳۹۱	باب رضی المصدق	۱۵۹	باب صلوة الضحیٰ
۳۶۳	باب تفسیر اسنان الاول	۱۶۲	باب صلوة التبع
۳۶۷	باب صدقة الزرع	۱۶۳	باب رکعتی المغرب ابن تھلیان
۳۷۰	باب فی خرص العنب	۱۶۶	باب قیام اللیل
۳۷۲	باب بالاجور من الشرة فی الصدقة	۱۶۷	باب افتتاح صلوة اللیل بکعتین
۲۷۳	باب کم یودی فی صدقة العطر	۱۶۸	باب رفع الصوت بالقرآۃ فی صلوة اللیل
۲۸۷	باب من روى نصف صاع من تمح	۱۷۰	باب فی صلوة اللیل
۲۹۱	باب فی تعیل الزکوۃ	۱۷۵	باب فی قیام شہر رمضان
۰	باب من عطی من الصدقة و حد الفی	۱۸۹	باب من قال لیلۃ احدى وعشرين
۳۶۲	باب من یجوز لہ اخذ الصدقة و یروغنی	۱۹۲	باب من قال ہی فی کل رمضان
۳۰۵	باب فی الاستغفار	۰	باب فی کم یقرأ القرآن
۳۶	باب الصدقة علی بنی ہاشم	۱۹۴	باب تحزیب القرآن
۳۰۷	باب فی المینتہ	۱۹۶	باب تفریح الہد اب السجود و کم سجدة
۳۰۹	باب المرأة تصدق من بیت نہجہا	۰	باب فی القرآن
۳۱۱	باب فی صلۃ الرحم	۲۰۰	باب من لم یر السجود فی الفصل
۳۱۲	باب فی الشح	۲۰۱	باب فی الرجل یسبح السجدة و یراکب
۰	کتاب القطة	۲۰۲	باب فی من یقرأ السجدة بعد الصبح
۳۱۵	کتاب المناسل	۲۰۳	باب القنوت فی الوتر
۰	باب فرض الحج	۲۱۵	باب فی وقت الوتر

صفحه	باب	صفحه	باب
۳۳۶	باب فی تزویج الاکابر	۳۳۸	باب فی المرأة تلح بغير محرم
۳۳۸	باب فی رضاعة الکبير	۳۳۲	باب فی الاشارة
۳۳۷	باب نکاح العبد بغير اذن مولاه	۳۳۴	باب تبديل الهدی
۳۳۹	باب فی الولی	۳۳۵	باب فی الهدی اذا عطب قبل ان یبلغ
۳۳۲	باب فی الاستیثار	۳۳۷	باب فی افراد الحج
۳۳۶	باب فی البکر فیدجها ابوها ولا یتامر بها	۳۳۸	باب فی الاقتران
۳۷۰	باب فی الثیاب	۳۳۹	باب متى یقطع العمر والتلبیة
۳۷۱	باب فی تزویج من لم یولد	۳۶۲	باب ما یلبس المحرم
۳۷۳	باب الصدق	۳۶۹	باب المحرم یتجسم
۳۷۶	باب قتلة المهر	۳۷۰	باب لحم الصيد للمحرم
۳۷۶	باب فممن تزوج ولم یرسم صداقا حتى مات	۳۷۱	باب الجراد للمحرم
۳۸۸	باب فی خطبة النکاح	۳۷۴	باب صفة حجة النبی صلی الله علیه وسلم
۳۸۹	باب فی الرجل یدخل بامرأته قبل ان یتقد بها	۳۸۰	باب الخطة بعرفة
~	شیئا	۳۸۱	باب التخیل من جمیع
۳۹۰	باب الرجل یتزوج المرأة فیحجبها حبلی	۳۸۲	باب الاشارة المحرم
۳۹۳	باب فی القسم بین النساء	۳۸۸	باب من لم یدرک عرفة
۳۹۳	باب فی حق المرأة علی زوجها	۳۹۱	باب ای یوم یخطب بنی
۳۹۶	باب فی ضرب النساء	۳۹۳	باب القصر لامل کمة
•	باب فی طی السبايا	۳۹۶	باب فی رمی الجمار
۳۹۹	باب فی جامع النکاح	۴۰۱	باب العمرة
•	باب ما جاء فی الغزل	۴۰۲	باب تحريم کمة
۴۰۴	باب ما یکره من ذکر الرجل ما یكون من	۴۰۴	باب زیارة القبور
	اصابة الهله		
		۴۰۱	کتاب النکاح

(۱۲۹) باب التامین و راء الامام

(۱۹) حدثنا الوليد بن عتبة الدمشقي ومحمد بن خالد قالنا الفريابي عن صبيح بن محرز الحمصي حدثني ابو مقبل المقرئ قال كنا نجلس الى ابي رهير الميثرقي وكان من الصحابة فيحدث احسن الحديث فاذا دعا الرجل متابدا عاء قال اخيه يا امين فان امين مثل الطابع على الصحيفة قال ابو رهير اخبركم عن ذلك خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فابينا على رجل فدا الخ في المسألة فوقف النبي صلى الله عليه وسلم يستمع منه فقال النبي صلى الله عليه وسلم اَوْجِبَ اِنْ خَمَّ فقال رجل من القوم ياى سئ عيختم فقال يا امين فانه اِنْ خَمَّ يا امين فقد اَوْجِبَ فانصرف الرجل الذي سأل النبي صلى الله عليه وسلم فأتى الرجل فقال اختم يا فلان يا امين واُبشِرْ وهذا لفظ محمود قال ابو داود والمقرئ قبيل من حمير

صل لغات

تأمين۔ آئین کہنا۔ لفظ آئین جمع زواہیات میں الف ممدودا ورمیم کی تخفیف کے ساتھ ہے جو فیل کے وزن پر ہے اور مد ہائے اشعار ہے (دلیل المدودا کم بھی لاء بڑے قابل و قابل) قال تیس المجنون بن الملوح

يا رب لا تسلبني جها ابدا : دیر رحم اللہ عبادا قال آمینا

الف کے قصر کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے قال الشاعر

تباعه عنى ففعل اذ دعوتہ : آمین فرزاد اللہ یا مینا بعدا

امام واحدی نے حمزہ اور کسائی سے آا بھی نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں اور بھی لغتیں ہیں مثلاً آئین بردزن ضامن، آئین بردزن ضالین۔ شیخ ابو نصر شیرازی نے حضرت حسن اور جعفر

سے ای کما ان الشیء العزیز تحفظ بالخم کہ تک اللفظ تحفظ بالخم وترفع عند اللہ تعالیٰ دہل، والطابع اسم لما يطبع به الصحيفة كما لحق اسم لما يختم به وزاد معنى دوجر كون آئین کا ختم علی الکتاب ان یخ الله عار من الفساد الذى يترتب عليه غيبة الداعی وجرانہ من الاجابة كما ان الختم علی الکتاب یمنع من الفساد المتعلق به و ہر ظہور یا فیہ علی غیر من کتب الیہ (شیخ زادہ) قال البردی قال ابو بکر صواء ان طابع اللہ مع عباده لانه یفزع الآفات والبلاء فان كان کما تم الکتاب الذى یصونه (جبل)

صادق سے یہی نقل کیا ہے اور یہی حسن بن فضل کا قول ہے جو بقول صاحبین جائز تو ہے مگر مست
ادانہ ہوگی۔ آمین، آمین، آمین۔ تمیز لغتیں ناجائز ہیں،

لفظ آمین آتم فعل ہے جس کے معنی جہود کے نزدیک انہم استجب ہیں۔ علامہ جوہری نے اس کے معنی لیکن گذرک ائمہ امام ترمذی نے لا یتخبط رجائاً بیان کئے ہیں وقیل منہاء۔ اقبل وقیل لا یقدر علی ہذا غیرک۔ وقیل ہو کثر من کثیر العرش لا یعلم تاویلہ الا اللہ۔
آتم قرطبی نے حضرت مجاہد، جعفر صادق اور بلال بن ریان سے نقل کیا ہے کہ آمین باری تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے ایک اسم ہے۔ فالتقیر یا آمین

جو میرے بواسطہ صغاک حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آمین کے معنی دریافت کئے آپ نے فرمایا رب اقل لیکن حافظ زبیری نے اس کی اسناد کو داہجی بتایا ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ "آمین درجۃ فی الجنة" مانظ ابو بکر کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آمین ایک ابا حرف ہے جس کی برکت سے کہنے والا جنت کا ایک درجہ حاصل کر سکتا ہے۔
حافظ دہب بن منبہ فرماتے ہیں۔ آمین اربعۃ احرف تخلیق اللہ من کل حرف یکا یقول اللہم اغفر لکل من قال آمین ۱۰ درار بھیجے۔ طالع میر محمدیہ کتاب الخ۔ فی السوال۔ الحاقا سوال میں اصرار کرنا۔ ترجمہ

۸ دلیہ بن عتبہ دمشقی اور محمود بن خالد نے ہند فرمایا: بواسطہ مسیح بن محرز حمصی، ابو مصعب مرقئی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ابو زہیر نیری کے پاس بیٹھا کرتے تھے جو صحابی تھے اور انھی اچھی حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ ایک بار ہم میں سے کسی نے دعا کی تو انھوں نے فرمایا: اس کو آمین پڑھ کر کیونکہ آمین ایسی ہے جیسے کتاب پر نھر۔

پھر انھوں نے کہا کہ میں تم کو اس کا حال سنا تا ہوں کہ ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ایک شخص کے پاس پہنچے جو نہایت عاجزی سے دعا کر رہا تھا۔ آپ کھڑے ہو کر سننے لگے اور فرمایا: اس کی دعا قبول ہوئی اگر اس نے اس کو ختم کیا۔ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کس چیز سے ختم کہے؟ آپ نے فرمایا: آمین سے، کیونکہ اگر یہ آمین پر ختم کرے گا تو اس کی دعا قبول ہوئی۔ سال۔ اس شخص کے پاس آیا جو دعا کر رہا تھا اور اس سے کہا کہ تو اپنی دعا کو آمین پر ختم کر اور خوشی منا اور جادو کہتے ہیں کہ مقررہ حیر میں سے ایک تبدیل ہے۔۔۔ (تشریح)

قول میں باب النہی بالجمہر و آئین بالسرکاسلہ بھی اہم ترین مسائل میں سے ہے جس پر کئی رسائل ہمارے نظر سے گزرے ہیں۔ مثلاً مولوی محمد ایوب صاحب کا رسالہ "القول المسین فی اخفاء التامین"

وضعف البهار ، وچین اوردی ازان کوکان کذک لکان شینخی ان بنی علی اضم لانه منادی مفرد ومرتبه
الثانی ان اسرار الشریقی فی توضیحیه دوجیم الفارسی قول من جمله اسال الله تعالی علی سخی ان فیه ضمیمه وچند
علی الله تعالی حکانه اک فعل وچین من نقله صاحب المغرب ۱۲ جلد

اور حافظ امیر الدین صاحب کا رسالہ اقوال المسنین فی اثبات الاسرار بالآئینا اور علامہ مظہر بن شوق نمبر کا رسالہ الجمل المسنین فی الاخفاء بالآئینا وغیرہ۔ اس لئے ہم اس کی پوری تحقیق پیش کرتے ہیں واللہ الموفق۔

لفظ آمین کے متعلق اس پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن کا جزء نہیں ہے کیونکہ نہ تو یہ صحابہ اور تابعین سے منقول ہے اور نہ مصنف عثمانی میں مکتوب ہے۔ اسی لئے علماء نے آمین کو جزء قرآن خیال کرنے والے کے ارتداد کا قول کہلایا ہے۔ البتہ سورۃ فاتحہ کو لفظ آمین کہہ کر ختم کرنا مسنون ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "علمنی جبرئیل آمین عند فرائی من قرأۃ الفاتحۃ وقال ان کاظم علیہ الکتاب" اور ادا کمال، کچھ کہ حضرت جبرئیل نے سورۃ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہونے کے بعد لفظ آمین کی تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ آمین کی حیثیت وہی ہے جو خطہ برہر کی ہے۔

ہر نماز کی حالت میں بھی قراءت فاتحہ کے بعد آمین کہنا مسنون ہے یا نہیں؟ اور مسنون ہو نیکی صورت میں منفرد، مقتدی اور امام سب کے لئے مسنون ہے یا کسی ایک کے لئے؟

نیز آمین آباد از بلند کبھی جائے یا آہستہ؟ یہ چند اختلافی پہلو ہیں جن کی بابت ہم کچھ عرض کرنا ہے۔ سورۃ افضل حضرات کے یہاں آمین کہنا بدعت ہے بلکہ ان کے نزدیک اس سے نماز ہی فاسد ہو جا گی جس کی وجہ غالباً یہی ہو گی کہ آمین جزو قرآن نہیں ہے۔ لیکن یہ نظریہ بالکل غلط ہے اسکاٹے کہ نماز میں قراءت فاتحہ کے بعد آمین کہنا صریح صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث صحیح مسلم میں ہے اس میں: "اذا قال احکم فی الصلوۃ آمین اھ" اور حضرت عائشہ کی حدیث جو منہ احمد، ابوداؤد و طحاوی، ابویعلیٰ و ابی داؤد، ابی نعیم طبرانی، سنن دارقطنی و مستدرک حاکم میں ہے اس میں: "ان ابی علی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فلان یغیر المنضوب علیہم ولا الضالین"۔ قال آمین کی تصریح موجود ہے۔

اس کے برعکس اصحاب ظواہر کے یہاں ہر نماز پر اور بعض اہل علم کے نزدیک مقتدی پر آمین کہنا واجب ہے کیونکہ کتب سنہ میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث: "اذا امن الامام فامنا اھ" اور صحیح مسلم میں: "اذا قال ولا الضالین فقلوا آمین اھ" بصیغہ امر ہے۔ لیکن جہور علماء کے نزدیک آمین کہنا مسنون ہے اور جن روایات میں صیغہ امر وارد ہے وہ مذہب پر محمول ہے۔ پھر امام صاحب سے من کی روایت تو یہ ہے کہ امام آمین نہ کہے لیکن ظاہر المراد یہ ہے کہ منفرد، مقتدی اور امام سب کو آمین کہنا چاہئے۔ امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور امام مالک سے اس سلسلہ میں امتیر مختلف ہیں۔

مذہبیت کی روایت تو یہ ہے کہ امام بھی آمین کہے اور ابن القاسم کی روایت یہ ہے کہ جہری نماز میں امام آمین نہ کہے۔ امام مالک سے یہی روایت شہور ہے۔ تیسری روایت یہ بھی ہے کہ امام آمین نہ کہے نہ جہری نمازوں میں نہ سنی نمازوں میں۔

امام اہلک سے مشہور روایت کی وجہ یہ ہے کہ موصوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: اذ قال الامام ولا
الضامین نقول آمین اہتے تقیم کچھ ہے جس کہ امام کے حقد میں اہم قرات ہے اور مقتدی کے حقد میں
آمین۔ جواب یہ ہے کہ امام نسائی، امام احمد، دارمی اور عبدالرزاق وغیرہ کی روایات میں اسی حدیث کے
آخر میں: فان الامام يقول آمین کی تصریح موجود ہے معلوم ہوا کہ اس حد سے تقیم مراد نہیں بلکہ آمین کہنا سب
کا وظیفہ ہے۔

آپ رہی یہ بات کہ آمین آہستہ کہنا افضل ہے یا آواز کے ساتھ سوہارے نزدیک مطلقاً آہستہ کہنا سنت
ہے۔ مقتدی کے حق میں امام شافعی کا بھی قول یہ ہے۔ اور قول قدیم جو شوافع کا مذہب ہے یہ ہے
کہ امام و مقتدی سب آمین بالجہر کہیں یہی امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔ دلیل زیر بحث باب کی پہلی حدیث
ہے جو حضرت وائل بن حجر سے بایں الفاظ مروی ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ القرآن
قال آمین ورنج بہا صوته۔ امام احمد اور امام ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: تدبہا صوته۔

جواب یہ ہے کہ حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ سفیان ثوری نے بواسطہ سلم بن کہیل روایت کئے ہیں اور
یہی حدیث حافظ شعبہ نے بھی روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: دغض بہا صوته۔ اور امام احمد
ابوداؤد طحاہی، دارقطنی اور حاکم وغیرہ نے جو شعبہ کے طریق پر روایت کیا ہے اس میں غنی بہا صوته
ہے۔ پس رنج و غصہ میں دونوں روایتیں متعارض ہیں۔ اب یا تو دونوں میں تطبیق دی جائے
اور یہ کہا جائے کہ تو آپ بہت زور سے چلائے اور نہ آپ نے آواز بالکل پست کی بلکہ قدرے
آواز سے کہی جس کو صف اول کے لوگوں نے سن لیا۔

ابو یعلیٰ موصلی کی روایت کے الفاظ صمی یسمع الصف الاول سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ اس حدیث
میں دونوں روایتوں کا مفہوم متحد ہو جائے گا۔ یا پھر اذاتار صافات قطعاً کی رو سے کوئی دوسری قوی
حدیث تلاش کی جائے۔ قائلین بالجہر کے پاس کوئی قوی روایت نہیں ہے ہمارے پاس قوی
احادیث موجود ہیں۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت کے الفاظ ہیں: اذ قال داعی الامام، ولا الضامین
نقول آمین۔ اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ امام جبراً آمین کہنا شروع ہوتا تو بمقتضی
سابق یوں کہا جاتا۔ اذ قال آمین نقول آمین۔ اسی طرح امام نسائی، امام احمد اور دارقطنی کی
روایت کے الفاظ: فان الامام يقول آمین سے بھی یہی معلوم ہے کیونکہ اس میں آپ نے امام کے
آمین کہنے کی مستقل خبر دی ہے۔ اگر امام کے لئے جبراً آمین کہنا شروع ہوتا تو آپ اس کی مستقل خبر
نہ دیتے بلکہ یوں فرما دیتے: اذ قال الامام آمین نقول آمین۔

نیز امام احمد اور دارقطنی نے حضرت سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے: ان کان فاعلی بہم سکت
سکتین اذا فتح الصلوة واذ قال دلائل الفالین سکت ایضاً فہیۃ فاکر واذ لک علیہ فکتب الی ابی

عہ قال فی کتاب الام قالہ الشافعی فاذا خرج من قراۃ ام القرآن قال آمین ورنج بہا صوته بقتدی بن
ان خلفہ فاذا قالوا ہو اسما انفسہم ولا ینبجہ ان یجروا بہا فان خلفہ فلا شیء علیہم ہذا قول الجہر ۱۲

بن کعب فکتب الیہم ان الامر کما سمع سمرۃؓ یعنی حضرت سمرہ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو دہکتے کہتے تھے ایک افتتاح صلوٰۃ کے وقت اور ایک اس وقت جب آپ دلائل مضامین کہتے تو لوگوں نے اس سے انکار کیا تو آپ نے حضرت ابی بن کعب کے پاس کوٹکھا۔ آپ نے حضرت سمرہ کی تائید کی اور فرمایا: ان الامر کما سمع سمرۃؓ۔

پھر قرین قیاس بھی یہی ہے کہ آمین کو آہستہ کہا جائے کیونکہ آمین بقول حضرت عطار دعا ہے اور شریعت کی نظر میں دعا کا پند یہ طریقہ ہی ہے کہ آہستگی کے ساتھ کی جائے لقولہ تعالیٰ اذ عوارکم تعرفوا دخفۃ: حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعہ سے بھی ہم کو اسی کی تعلیم دی گئی ہے قال تدر اذ نادى ربه ناعزفيا۔

علاوہ ازیں مصنف عبد الرزاق میں ابراہیم نخعی جیسے جلیل القدر تابعی کا قول موجود ہے: اریخی یخفین الامام التوٰذ وسمیٰ الشہد الرحمن الرحیم والقیہم ربنا لک الحمد و آمین: پس ان تمام شواہد سے صحت ثابت ہوگئی کہ آمین کا بجز نہیں ہے۔

سوال۔ آپ کا کہنا کہ قائلین ابھر کے پاس جبر آمین کے سلسلہ میں کوئی قوی حدیث نہیں ہے غلط ہے کیونکہ سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت موجود ہے: قال کان ابنی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من قرآۃ ام القرآن رفع صوته وقال آمین: حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور یحییٰ کی شرط پسماندہ ہے۔

جواب۔ جی ہاں حاکم کی تصحیح ہے صرف آپ ہی نے نہیں بلکہ اعلام الموقعین میں ابن اقیم صیوں نے بھی دھوکہ کھایا ہے اور تنہا حاکم کی تصحیح کا جو وزن ہے اس سے اہل علم حضرات اچھی طرح واقف ہیں۔ چنانچہ آپ بھی اندازہ کرتے تھے کہ اس کی سند میں اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی ابن الزبیری ہیں جس سے یحییٰ نے تو کیا ائمہ اربعہ نے بھی سنن میں کسی روایت کی تخریج نہیں کی بلکہ امام ابو داؤد اور امام زہبی نے اس کی تضعیف کی ہے چنانچہ امام نسائی کھلے الفاظ میں فرماتے ہیں لیس بشئہ اور امام ابو داؤد فرماتے ہیں لیس بشئہ حتیٰ کہ محدث محض محمد بن عوف طائی نے اس کی تکذیب کی ہے جس کو حافظ نے تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے اور تقریب میں جہاں یہ ہے کہ یہ صدق ہے وہیں یہ بھی ہے کہ ہم کثیر بڑا دہی ہے۔

سوال۔ اگر یہ حدیث ضعیف ہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ جبر آمین کی بابت اور بھی احادیث ہیں چنانچہ سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کے الفاظ ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلا غیر المصنوب علیہم ولا الغالبین قال آمین حتیٰ یسبح من یلیہ من الصف الاول فیرتج بہا السجۃ۔

جواب۔ اس حدیث کو ابو الاسباط بشر بن رافع نے حضرت ابو ہریرہ کے چچا زاد بھائی ابو عبد اللہ سے روایت کیا ہے اور ابو عبد اللہ کے متعلق حافظ ابن القحطان لکھتے ہیں: وابو عبد اللہ الشہد الاول فیرتج بہا السجۃ لا مال ولا ردی عن غیر بشر کہ: ابو عبد اللہ کا حال معلوم ہے اور نہ ان سے بشر کے علاوہ کسی نے کوئی روایت کی ہے اور خود بشر بن رافع کا حال یہ ہے کہ امام احمد نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ کجی بن عیین فرماتے ہیں حدیث بمن کیر۔ امام نسائی فرماتے ہیں لیس بالقوی، ابن حبان کہتے ہیں کہ

یہ موضوع ہائیں روایت کرتا ہے اور گویا قصد کرتا ہے۔ پھر سنن ابوداؤد اور مسند ابوالیسی میں یہ حدیث بشر بن رافع ہی کے طریق سے مروی ہے مگر فریج بہا السنۃ۔ الفاظ نہیں ہیں اور ہونے بھی نہیں چاہئیں کیونکہ یہ جتنی صیح نصف الادل کے بالکل خلاف ہیں۔

سوال۔ ابن راہویہ نے سند میں اور حافظ طبرانی نے بخاری میں حضرت ام المصنین سے روایت کیا ہے انہا صلت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال ولا الضالین قال آمین فسمعتہ وہی نصف النار۔ جواب۔ اس کی سند میں اسماعیل بن مسلم کی ہے نہایت ہے۔

بہر کیف قائلین بالخبر کے پاس جہر آئین کی بابت کوئی قوی حدیث نہیں ہے اس لئے انہوں نے اپنی کامیابی اسی میں سمجھی کہ روایت سفیان کو دجے ہم شروع بحث میں ذکر کر کے آئے ہیں، ترجیح دی جائے چنانچہ انہوں نے بڑی کاوش کے بعد روایت سفیان کو چند وجوہ سے ترجیح دی ہے۔

۱۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ روایت شعبہ کے مقابلہ میں روایت سفیان صحیح ہے۔ کیونکہ شعبہ نے اس حدیث میں کئی جگہ غلطی کی ہے۔ ادل یہ کہ انہوں نے کہا ہے عن جہر ابی العنبر۔ حالانکہ یہ حجر بن العنبر ہیں اور ان کی کنیت ابواسکن ہے۔

جواب یہ ہے کہ حجر بن العنبر حضری کی کنیت ابواسکن بھی ہے اور ابوالعنبر بھی۔ چنانچہ ابن جوزی بہا التہذیب میں لکھتے ہیں۔ حجر بن العنبر الحضری ابوالعنبر و یقال ابواسکن مکوئی۔ حافظ ابن حبان کتابہ اشقیات میں فرماتے ہیں۔ حجر بن العنبر ابوالعنبر مکوئی دہر الذی یقال لہ حجر ابوالعنبر بروی عن علی و دائل بن حجر روى عن سلمة بن كهيل۔

پس امام بخاری کے اس قول سے کہ ان کی کنیت ابواسکن ہے ابوالعنبر کنیت کی نفی نہیں ہوتی بالخصوص جبکہ امام ابوداؤد نے سفیان ثوری سے بھی یہی کنیت (ابوالعنبر) ذکر کی ہے۔ چنانچہ حافظ ہیثمی سنن کبریٰ میں لکھتے ہیں۔ واما قول جہر ابوالعنبر فلذلك ذکرہ محمد بن کثیر عن الثدی۔ حافظ دہر قطنی باب التائبین۔ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ حدثننا عبد اللہ بن ابی داؤد المسجستانی حدثننا عبد اللہ بن سعید الکندی ثنا کعب و الحارثی قالہ حدثننا سفیان عن سلمة بن كهيل عن جہر ابی العنبر و ہر ابن العنبر عن دائل بن جہر الحدیث قال الدارقطنی ہذا صحیح۔ معلوم ہوا کہ ابوالعنبر کنیت ذکر کرنے میں شیعہ متفرق نہیں بلکہ محمد بن کثیر، دیکھ اور محارب نے سفیان ثوری سے بھی یہی کنیت ذکر کی ہے۔

دوم یہ کہ شعبہ نے عن علقمہ بن دائل کا واسطہ ذکر کیا ہے حالانکہ اس میں واسطہ نہیں ہے بلکہ یوں ہے۔ حجر بن عنبر عن دائل بن جہر۔

جواب یہ ہے کہ اول تو ثقہ راوی کا زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے حجر بن عنبر نے یہ حدیث مقرر بن دائل کے واسطہ سے بھی سنی ہو اور براہ راست حضرت دائل سے بھی سنی ہو اس میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ مسند امام احمد، مسند ابوداؤد طیالسی اور سنن ابوسلم الکجی میں اس کی تصریح

عن قلت ردایہ ابن کثیر ہذہ عند الدارمی حدیث ۱۳۷ عند ابی داؤد فی باب التائبین حدیث ۱۲۹۹ تکلیف بر نصب الراية۔

موجود ہے۔

(۲) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ ابو زرہ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں سفیان ثوری کی حدیث اچھی ہے۔ پھر موصوف نے اس پر اس کو استدلال کیا ہے کہ اس کو علامہ بن صالح اسدی نے سلسلہ بن کبیل سے اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح سفیان ثوری نے روایت کیا ہے۔ پس علامہ بن صالح کی روایت سے روایت سفیان کی تائید ہو گئی لہذا روایت شعبہ پر روایت سفیان راجح ہو گئی۔

جواب۔ اول تو حدیث سفیان اور حدیث شعبہ دو صحیح حدیثیں ہیں جو اخبار آحاد سے ہیں اور اخبار آحاد جب تک مرتبہ آحاد میں ہوں اس وقت تک کسی ایک کو دوسری حدیث پر کثرت رواۃ کی وجہ سے ترجیح نہیں ہوتی۔

دوسرے یہ کہ علامہ بن صالح اس درجہ کا ہے جیسا کہ اس کی متابعت سے حدیث سفیان راجح ہو جائے۔ تو بقول ابوقحافہ کثر شیعہ، بقول ابن المدینی منکر احادیث روایت کرنے والا اور بقول حافظ ابن حجر بڑا دجی تھا۔

(۳) حافظ بیہقی فرماتے ہیں کہ اہل علم بالحدیث حضرات کے یہاں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب کسی حدیث میں سفیان اور شعبہ کا اختلاف ہو تو سفیان کا قول راجح ہوتا ہے۔ پھر بخاری بن سعید فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب حضرت شعبہ ہیں ان کے برابر کوئی نہیں لیکن جب سفیان ان کے خلاف ہوں تو میں سفیان کا قول لیتا ہوں۔

جواب۔ حافظ بیہقی کا دعویٰ اجماع غلط ہے کیونکہ یہ چیز صحیح علیہ نہیں بلکہ صرف حافظ قطان کا قول ہے دوسرے ائمہ اور حفاظ کی رائے شعبہ کے حق میں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ابوطالب کا قول نقل کیا ہے وہ امام احمد سے نقل ہیں کہ حضرت شعبہ، سفیان ثوری کے مقابلہ میں احسن الحدیث ہیں ان کے زمانے میں کوئی ان جیسا نہیں تھا۔

محمد بن السہاسی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ شعبہ اور سفیان میں سے کون اہم ہے شعبہ یا سفیان؟ آپ نے فرمایا کہ سفیان حافظ اور صالح شخص ہیں لیکن شعبہ ان سے اہم اور اعلیٰ ہیں۔ علی بن المدینی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے پوچھا کہ احادیث طوال کو محفوظ رکھنے میں سفیان زیادہ ہیں یا شعبہ؟ آپ نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں شعبہ زیادہ بخیر ہیں (۴) حضرت شعبہ خود فرماتے ہیں کہ سفیان مجھ سے زیادہ حافظ ہیں۔ جواب یہ مسائل فقہ پر محمول ہیں جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ میں علی بن المدینی کا قول ہے کہ شعبہ حافظ لثام و سفیان حافظ

۵۔ اخرج الامام احمد فی منہ بندہ عن حمزہ بن العباس قال سمعت علقمہ بن داکل یحدث عن داکل و سمعت عن داکل قال صلی بنا اھد داخرج ابو داؤد الطیالسی فی منہ بندہ عن شاذبہ قال اخبرنی سلمۃ بن کبیل قال سمعت حمزہ بن العباس قال سمعت علقمہ بن داکل یحدث عن داکل و قد سمعت من داکل اھ داخرج ابو سلمۃ الکھمی فی سننہ بندہ عن حمزہ بن علقمہ بن داکل قال داکل سمعت من داکل اھ داخرج

للاواب۔ درند حدیث کے بارے میں تو ابن جہری خود سفیان ثوری سے یہ اقرار نقل کرتے ہیں۔ "کان الثوری یقول شعبة امیر المؤمنین فی الی بیث۔"

(۵) سفیان ثوری کی روایت کو حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے تقویت حاصل ہے جس کو حاکم نے باندھ کر صحیح روایت کیا ہے۔ "قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من قراءة ام القرآن رفع صوته بآمین۔ اسی طرح حافظ سیوطی نے حضرت علی سے روایت کیا ہے۔ "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ ولا الضالین رفع صوته بآمین۔"

جواب۔ اس سے ترجیح ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ ہم کو اس سے تو انکار نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آمین بھی پڑھ کر کہا ہے کہ آپ نے اس پر مدادت نہیں فرمائی پس آپ کا بلند آواز سے آمین کہنا بطریق تعلیم تھا نہ کہ بغیر سنت مسترہ۔ قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی میری نازدلی میں ایک آدھ آیت زور سے پڑھ دیتے تھے جیسا کہ وارث ہے۔ "وکان یسبح الآیۃ احیاناً۔" دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے جلیل القدر اصحاب اہل بیت پر ہی عمل پیرا رہے ہیں۔ چنانچہ حافظ طبرانی نے تہذیب الآثار میں اور امام طحاوی نے حضرت ابو داؤد میں روایت کیا ہے۔ "قال لم یکن عمر و علی یحبران بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی عدم جہری مروی ہے۔"

(۶) روایت شعبہ بطریق علقہ منقطع ہے۔ کیونکہ علقہ کو ان کے والد داؤد بن جبر سے سماع حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے علل کبیر میں ذکر کیا ہے کہ میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ علقہ نے اپنے والد سے سنا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ تو اپنے والد کے انتقال سے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے۔

جواب۔ یہ بات سراسر غلط ہے اول تو اس لئے کہ یہ خود جامع ترمذی کی کتاب الحدود میں امام ترمذی کی صریح عبارت کے خلاف ہے جامع ترمذی میں ہے۔ "علقہ بن داؤد بن جبر صحیح من ابیہ و ابو اکبر بن عبد الجبار بن داؤد و عبد الجبار لم یسمع من ابیہ۔"

دوسرے اس لئے کہ یسنن فی میں باب رفع الیدین عند الفرج من اگر کوغ کے قول میں ہے۔ "حدثنی علقہ بن داؤد حدیثی ابی اہ۔" اور امام بخاری کے جہز رفع الیدین میں ہے "قال سمعت علقہ بن داؤد بن جبر حدیثی ابی اہ۔ اسی طرح صحیح مسلم میں بطریق ساک بن حرب ہے۔ "عن علقہ بن داؤد حدیثی ابی اہ حدیث اہ۔"

ان سب روایات میں علقہ کے سماع کی تصریح موجود ہے۔ تیسرے اس لئے کہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے۔ "قال ابو داؤد عن ابن مسعود مات ابوہ (یہودای عبد الجبار) حل۔" ان اب سمعی میں ہے۔ ابو محمد عبد الجبار بن داؤد بن جبر الکندی یروی عن اہ و عن ابیہ و عن ابو علقہ و عن زعم انہ سمع اباہ فقدیم لان داؤد بن جبر مات و اہ حال بہ و دھنہ بعدہ بستہ و غیرہ ان عبارات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ داؤد بن جبر کی موت کے بعد جو پیدا ہوئے وہ عبد الجبار بن جبر کہ علقہ۔"

10

[illegible]

قول باب الخ۔ بحالہ نماز اگر کوئی ضرورت پیش سے مثلاً کسی نے سلام کیا اور نمازی نے مثلاً سے اس کا جواب دے دیا تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟ صاحب مراقی الفلاح نے اشارہ کے ساتھ سلام کے جواب کو مکروہات نماز میں شمار کیا ہے کیونکہ یہ بھی معنی سلام ہے۔ یہ میں بھی اس کے مکروہ تزیہی ہونے کی تصریح ہے۔ لیکن ذخیرہ میں ہے کہ اگر نمازی اپنے سر سے اشارہ کر کے جواب دیدے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت عائشہ سے شرواح ہے۔ علامہ طحاوی نے اپنے مائشہ میں صاحب ذخیرہ کے قول "بابا من لم یصلی ان یجیب پر لکھتے ہوئے شیخ حلوانی کا قول نقل کیا ہے کہ نمازی کے ساتھ کلام کرے اور نمازی کا اپنے سر یا ہاتھ سے اشارہ سے جواب دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر کوئی شخص نمازی کو سلام کرے تو وہ امام صاحب کے نزدیک دل ہی دل میں جواب دے سکتا ہے۔ امام محمد کے نزدیک نماز کے بعد جواب دینا چاہیے۔ لیکن امام ابو یوسف کے یہاں اس کی قطعاً اجانت نہیں۔ علامہ خطابی اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو ان کے سلام کا جواب نماز سے فراغت کے بعد ہی دیا ہے جس سے امام محمد کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

بہر حال سر یا ہاتھ ذخیرہ سے اس طرح اشارہ کرنا جواب کی طرف شیعہ و مقلد نماز نہیں ہے۔ قال فی رد المحتار: لا یفید بار السلام بیدہ اھ۔ کیونکہ حضرت انس وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سلام کا جواب اشارہ سے دیتے تھے۔

۱۷ **قوله قال ابو داود والخ** (۲۳۳) یعنی حضرت ابو غطفان کی زیر بحث حدیث وجم ہے کیونکہ اس میں بحالہ نماز مغفہ جواب اشارہ کے بعد اعادہ صلوٰۃ کا حکم ہے حالانکہ حضرت ام سلمہ، عائشہ اور حضرت جابر وغیرہ کی صحیح روایات سے اشارہ کا ثبوت ہے۔

حافظ داؤد قطنی نے اس حدیث کی تحریک کے بعد ابن ابی داؤد کا قول نقل کیا ہے کہ ابو غطفان مجہول اور آخر حدیث میں "من اشار فی صلوٰۃ اشارۃ فہم عنہ فلیسید بہا" کی زیادتی غالباً محمد بن اسحاق کے قول سے ہے۔ لیکن ابو غطفان کو مجہول کہنا صحیح نہیں۔ تو سہرورد سرور شخص ہے۔ امام مسلم نے صحیح میں اور محدثین کی ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔

پس اس حدیث میں جو اعادہ صلوٰۃ کا حکم ہے اس کو استحباب پر مجہول کیا جائے گا یا اشارہ سے مراد وہ اشارہ ہوگا جو مغفہ صلوٰۃ ہو فلا یفقر انما الی الامام۔

(۱۳۱) باب الرجل یصتی مختصراً

(۱۹۹) حد ثنا یعقوب بن کعب ثنا محمد بن سلمۃ عن هشام عن محمد عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الاختصار فی الصلوٰۃ قال ابو داؤد یجوز یصح یدہ علی تختہ صریحہ

ترجمہ

یعقوب بن کعب نے بن محمد بن سلمہ بطریق ہشام بواسطہ محمد حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یعنی اس نے کہ نمازی اپنے ہاتھوں کو کمر پر رکھے۔۔۔ تشبیہ ہے

قول باب الخ۔ مکر یا کو کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنا حضرت ابن عباس، عائشہ، ابراہیم غنی، عمار، ابو جہلز اور دیگر حضرات کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام اوزاعی بھی اسی کے قائل ہیں۔ کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ اہل ظاہر کے یہاں اختلاف فی الصلوۃ حرام ہے علماً بظاہر الحدیث۔

پھر حدیث میں جو اس کی ممانعت آئی ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ ابلیس لعین کا بہوڑ اسی حالت میں ہوا تھا یا یہ یہود کا فعل ہے۔ پس یہ تشبیہ یا یہود سے بچانے کے لئے اس سے منع کر دیا گیا۔ بعض حضرات نے وجہ ممانعت یہ قرار دی ہے کہ یہ منکبرین کا فعل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شکل اہل معاصب کی ہے کہ جب وہ نام کے لئے اُٹھتے ہیں تو کو کمر پر ہاتھ رکھتے ہیں۔۔۔

قوله قال ابو داؤد الخ (۲۶۷) بخاری کی روایت یوں۔ نہی عن الاختصار فی الصلوۃ۔ اور بخاری کی ایک

دوسری روایت میں اور سلم، ترمذی، ابن ابی اور داری کی روایت میں یوں ہے۔ نہی ان یصلی الیہ جل مقفراً۔ اور بخاری کی روایت میں یہ ہے۔ نہی عن التحفر۔

اب تحفہ اختصار کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ علامہ خطابی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ہاتھ میں چھری وغیرہ کر اس سے سہا سہا لینا اختصار کہلاتا ہے لیکن حافظ ابن العربی نے اس کا انکار کیا ہے۔ ابن الاثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہے کہ سورۃ کو مختصر کر کے آخر کی ایک دو آیتیں پڑھے۔ علامہ ہر دی کہتے ہیں کہ اختصار کا مطلب تخفیف صلوۃ ہے کہ اس کے قیام کو صحیح معنی میں دراز کرے اور نہ رکوع و سجود کو بعض حضرات نے اس کی تفسیروں کی ہے کہ چننا یا میں عہد تلامذت والی آیت ہے ان کو مختصر کر کے پڑھنا تاکہ عہد تلامذت کی نوبت نہ آئے اختصار کہلاتا ہے۔

لیکن اختصار کی شہد تفسیر وہ ہے جس کو ابن ابی شیبہ نے معنی میں محمد بن سیرین سے اور حافظ بخاری نے سنن میں ہشام سے نقل کیا ہے یعنی اپنے ہاتھ کو کمر پر رکھ لینا۔ صاحب کتاب نے بھلا س قول میں یہی تفسیر کی ہے۔۔۔

(۱۳۲) باب فی صلوۃ العتاع

(۲۰۰) حدثنا القعنقی عن مالک عن عبد اللہ بن یزید و ابی النضر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان النبی صلی اللہ

ترجمہ

عثمان بن ابی شیبہ نے بسند جبریحی سے ان کی اسناد کے ساتھ اسی کے مثل روایت کیا ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ حاد بن زید نے بھی کجی سے روایت کرتے ہوئے لفظ من السنہ ذکر کیا ہے۔ جیسے جبریحی نے ذکر کیا ہے۔ تشریح

قول باب النحر تشہد کے لئے کس طرح بیٹھا جائیے؟ اس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔ احناف کے یہاں دونوں قیوں میں افراش یعنی داہنا پاؤں کھڑا کرنا اور بائیں کچھا کرنا اس پر بیٹھا سنون ہے۔ حضرت ابو حمید کی روایت میں قعدہ اولیٰ میں افراش اور قعدہ ثانیہ میں تورک آیا ہے جو امام شافعی کا مسلک ہے۔ امام مالک کے یہاں دونوں قعدوں میں تورک سنون ہے۔ امام احمد کے اقوال مختلف ہیں بشہور یہ ہے کہ دو رکعت والی نماز میں افراش اور چار رکعت والی نماز کے پہلے آئمہ میں افراش اور دوسرے میں تورک سنون ہے۔ احناف نے افراش کو اس سے اختیار کیا ہے کہ حضرت وائل بن حجر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی متعدد احادیث میں یہی وارد ہے اور اس کو تشہد میں سنت کہا گیا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور دوسرے قعدہ کی کیفیت میں کوئی فرق منقول نہیں جن احادیث میں آپ سے تورک منقول ہے وہ آپ کے سنت دیکر سنی کا زمانہ تھا۔ تورک کی باقی تفصیل اگلے باب کے ذیل میں آئے گی۔

اس سے صرف یہی بتانا ہے کہ جس طرح جبر بن عبد الحمید نے بھی ۲۰ قولہ قال ابوداؤد النحر ابن سعید انصاری سے حدیث میں لفظ من سنہ الصلوۃ کو تواتر کیا ہے اس طرح کجی سے حاد بن زید نے بھی یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔

(۱۳۴) باب مَنْ ذَكَرَ التَّوَرَّكَ فِي الرَّابِعَةِ

(۲۰۲) حدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ ابْنِ أَبِيهِمْ نَا ابُو بَدْرٍ نَا رُحَيْمَةُ ابُو خَيْثَمَةَ نَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَرَّانَا عِيسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَّاسٍ أَوْ عِيَّاشِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ ابْرُهُ فَذَكَرَ فِيهِ قَالَ فَتَجَدَّ فَأَنْتَضَبَ عَلَى كَفِيهِ وَرَكَبْتِيهِ وَصَدَّوْهُ قَدْ مَيَّهَ وَهُوَ جَالِسٌ فَتَوَرَّكَ وَنَضَبَ قَدَمَهُ الْأُخْرَى

۱۔ صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما تعدد تشہد فرش رجل البصري داخرم سعيد بن منصور ۱۲۔ قال من سنہ الصلوۃ ان تضجع رجلک البصري وتضرب اليمنی ورواه انسائی ۱۳۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفرش رجله البصري، ویضرب اليمنی ۱۴۔ للعلی کحدیث السنی صلوۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا جلست فاجلس علی فیک البصري داخرم احمد ورواه

نہ کبیر فحشہ شرکرتہ فقام ولم یثوڑک شرعاً د فرکع الركعة الاخری فکبر کذلک
ثم جلس بعد الركعتین حتی اذا هو ازا ان یتکھض للقیام فقام بتکبیر شر
کع الركعتین الاخرتین لهما سلم سلم عن یمینہ وعن مثمالہ قال ابی
داؤد ولم ینکڑ فی حدیثہ ہا ذکر عبد الحمید فی الثوڑک والرفع اذا قام
من ینتین

ترجمہ

علی بن حسین بن ابراہیم نے اپنے ابو بدر بن عبد بن زہیر ابو خثیمہ ہر دایت حسن بن علی بن عباس
عباس دما عیاش بن سہل ساعدی سے روایت کیا ہے کہ وہ اس مجلس میں تھے جس میں ان کے
والد تشریف لے گئے تھے دیکھ کر یہی حدیث بیان کی، اور کہا کہ آپ نے سجدہ کیا تو دونوں تھیلیوں پر ادا
کھڑکیں پر ادا پاؤں کے سروں پر اٹھا دیا۔ جب آپ بیٹھے تو سرین پر بیٹھے اور دوسرے قدم کو
کھڑکیا پھر تکبیر کی اور سجدہ کیا پھر تکبیر کی اور کھڑے ہو گئے۔ پھر دوسری رکعت میں اسی طرح کیا
اور تکبیر کی پھر دوسری رکعتیں پڑھ کر بیٹھے اور جب اٹھنے لگے تو تکبیر کہہ کر اٹھے پھر کھلی دوسری رکعتیں پڑھ
کر دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن عبد اللہ نے اس حدیث میں سرین پر بیٹھے اور دوسری رکعت پڑھ
کر اٹھتے وقت ہاتھ اٹھانے کو ذکر نہیں کیا جیسا کہ عبد الحمید نے ذکر کیا ہے۔۔۔ تشریح
قول ابی النجیہ کیفیت جلوس کی بابت احادیث میں جو فرق آیا ہے اس کی کیفیت
بھی مختلف ہے۔ پہلی صورت وہ ہے جو زبرجست باب کی تیسری روایت ابن لہیعہ من بنی یمن
ابن حبیب میں مذکور ہے۔ فاذا كانت الرابعة انفضی جردک البسری الی الارض و اخرج قدیمیہ من
ناحیة واحدة کہ جب چوتھی رکعت پڑھ کر بیٹھے تو اپنی بائیں سرین زمین سے لگاتے اور دونوں
پاؤں کو ایک طرف نکال لیتے تھے۔

امام شافعی کے یہاں تو رک کی یہی کیفیت معمول بہا ہے۔ قال فی کتاب الام۔ فاذا جلس
فی الرابعة اخرج رجله معاً من تحتہ و انفضی بالبتیہ الی الارض۔ اس ہیئت پر داہنا پاؤں بھی
بائیں پاؤں کی طرح زمین پر رکھ دیتے گئے۔

تو رک کی دوسری کیفیت باب کی چوتھی روایت عیسیٰ بن عبد اللہ بن مالک عن عباس بن یحییٰ
زبرجست حدیث میں مذکور ہے۔ فتوڑک و نسب قد مر الاخری کہ آپ سرین پر بیٹھے اور دوسری
قدم کو کھڑا کیا۔ دوسرے دوں کے درمیان دائیں جہہ میں ہی تو رک آیا ہے۔ مگر امام شافعی اس
کے قائل نہیں بلکہ اس کو امام مالک نے اختیار کیا ہے اور آپ کے یہاں تمام جلسوں میں تو رک
کی یہی کیفیت معمول بہا ہے۔

تیسری کیفیت وہ ہے جس کو امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابن الزبیر سے قدہ اخیرہ کمتعلق روایت

کیا ہے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان قبل قدمہ السری بن مخذہ ذی ساقہ و یفرش قدرہ
 کہ آپ بائیں پاؤں کو ران اور ہنڈی کے درمیان رکھتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے۔
قوله قال ابو داؤد (۲۴۰) باب کی پہلی حدیث عبد الحمید بن جعفر سے مروی ہے اور زیر بحث
 حدیث عیسیٰ بن عبد اللہ بن مالک سے ان دونوں کی روایات میں
 کچھ فرق ہے صاحب کتاب اسی فرق کو بیان کر رہے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ عبد الحمید بن
 جعفر کی حدیث میں دو چیزیں زائد نہ کور ہیں۔ ایک قدمہ اخیرہ میں تورک دوسرے قدمہ
 ادنیٰ سے اٹھتے وقت رفع یدین، کیونکہ ان کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ ثم اذا قام من
 الرکعتین کبر و رفع یدیه حتی یجاذی بہما منکبہ اھ و قال، حتی اذا کانت المسجدة التي فیہا
 التسليم اخر جلد السری و قدمہ تورک کا علی شقہ الایسرۃ عیسیٰ بن عبد اللہ کی روایت میں
 یہ دونوں بائیں نہیں۔

(۱۳۵) باب التمشید

(۲۰۳) حدثنا عاصم بن النضر بن المعتمر قال سمعت ابي فاختادة عن ابي غلاب فيجته ثمة
 عن جطان بن عبد الله الرقاسي بهذا الحديث زاد قالاً قراءاً فانصتوا و قال
 في التمشيد بعد استشهد ان لا اله الا الله زاد وحده لا شريك له، قال ابو
 داؤد قوله فانصتوا ليس بحفظ ولا روي به الا سليمان النعمي في
 هذا الحديث

ترجمہ

عاصم بن نضر بن المعتمر بسامع دالہ (سلیمان) بردایت قتادہ بواسطہ ابو غلاب جطان
 بن عبد اللہ رقاسی سے اسی حدیث کو روایت کیا ہے اس میں اتنا اضافہ ہے کہ جب امام
 قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور تشہد میں اشہد ان لا اله الا اللہ کے بعد دعوہ لا شریک لہ
 زیادہ ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ لفظ فانصتوا محفوظ نہیں ہے اور اس کو صرف سلیمان بن
 نے اس حدیث میں ذکر کیا ہے۔ تشریح

قول باب الخ۔ احادیث تشہد مختلف الفاظ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت عبد اللہ
 بن مسود، ابن عباس، جابر بن عبد اللہ، عمر، ابن عمر، علی، ابو موسیٰ الاشعری، عائشہ، سمرہ
 بن جندب، ابن الزبیر، سلمان، ابو حمید، ابو بکر، حسین بن علی، طلحہ بن عبید اللہ، انس، ابو
 سعید خدری، فضل بن عباس، ابیہریرہ، ام کلثوم، مدنیہ مطلب بن ریحہ اور ابن ابی ادنیٰ وغیرہ سے
 مروی ہیں۔

علامہ عینی نے تو تشہدوں کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے امام شافعی کے یہاں حضرت ابن عباس

کا تشہد ادنیٰ ہے مسلم (ابوداؤد) امام صاحب کہ یہاں تشہد ابن مسعود ادنیٰ ہے جواب کی پہلی حدیث میں مذکور ہے اور صحاح ستہ میں مروی ہے۔ چہور نے اسی کو راجع قرار دیا جو پہلی حدیث سے ہے کہ اس کو امام ترمذی، علامہ خطابی، شیخ ابن المنذر، امام زہری اور حافظ ابن عبد البر وغیرہ نے اس باب میں جمع قرار دیا ہے۔ حافظ ابو بکر نزار فرماتے ہیں کہ تشہد کے سلسلہ میں سب سے زیادہ صحیح حدیث ابن مسعود ہے جو تقریباً بیس طرق سے مروی ہے۔ علامہ بنوئی نے بھی شرح السنہ میں اسی پر جزم کیا ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں: "انما اجمع الناس علی تشہد ابن مسعود لان اصحابہ لا یختلفون بغيره فذا اختلف اصحابہ نیز تشہد ابن مسعود متفق علیہ ہے بخلاف دیگر تشہدات کے کہ وہ تفق علیہ نہیں ہیں علاوہ ازیں اس میں عین امر ہے جو کم از کم استصحاب کے لئے ہوتا ہے۔ نیز اس میں الف لام استفہائی، درداؤ کی زیادتی ہے جسے کلام کے لئے آئندہ اور اس تشہد میں تعلیم کی تاکید بھی موجود ہے۔

پھر احاث کے یہاں خابر الردیہ کے لحاظ سے قعدہ ادنیٰ اور قعدہ ثانیہ ہر دو میں تشہد پڑھنا واجب ہے قال النجاشی فی شرح المنیۃ: "دنبہا قراءۃ التشہد فانہا واجبة فی القعدین الاولی والاخیرۃ۔"

باب سجود السہو: میں صاحب ہدایہ بھی اسی طرف مائل ہیں۔ کیونکہ موصوف نے قعدہ اخیرہ کی طرح قعدہ ادنیٰ میں ترک تشہد پر سجدہ ہو کر واجب قرار دیا ہے۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں امام مالک سے دونوں تشہدوں کا سنت ہونا نقل کیا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ صرف قعدہ اخیرہ کا تشہد واجب ہے احاث سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ باب صفۃ الصلوۃ ۲۳ میں صاحب ہدایہ اسی طرف گئے ہیں حیث قال: "وقراءۃ التشہد فی القعدۃ الاخیرۃ۔" لیکن خابر الردیہ ہی اخیر ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہدایت فرمائی ہے۔ پھر ابن مسعود سے آپ کے ورشاد: قل التحیات احدہ میں اول و ثانی کی کوئی قید نہیں اس لئے دونوں میں واجب ہو گا۔

قوله قال ابو داؤد الخ یعنی اس حدیث میں جملہ فاذا قرار فافتوا بحفظ نہیں اس کو صرف سلیمان یمنی نے ذکر کیا ہے ہم اسکی تضعیف پر قراءۃ خلف الامام کے ذیل میں غفلت سے کر کے چلے آئے۔

(۲۰۳) حدیثنا محمد بن داؤد بن سفیان نا یحییٰ بن حسان نا سلیمان بن موسیٰ ابو داؤد نا جعفر بن سعد بن سمرۃ بن جندب قال حدثنی یحییٰ بن سلیمان بن سمرۃ عن ابیہ سلیمان بن سمرۃ بن جندب اما بعد اکثرتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان فی وسط الصلوۃ اوحین انقضا تھا کما یبدوا قبل التسليم فقولوا التحیات الطیبات والصلوات والملك لله ثم سلموا عن الیمن ثم سلموا علی قادیکم وعلی انفسکم قال ابو داؤد سلیمان بن موسیٰ کو فی الاصل کان بد مشق قال ابو داؤد وکلت هذه

حدیثنا محمد بن داؤد بن سفیان نا یحییٰ بن حسان نا سلیمان بن موسیٰ ابو داؤد نا جعفر بن سعد بن سمرۃ بن جندب قال حدثنی یحییٰ بن سلیمان بن سمرۃ عن ابیہ سلیمان بن سمرۃ بن جندب اما بعد اکثرتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان فی وسط الصلوۃ اوحین انقضا تھا کما یبدوا قبل التسليم فقولوا التحیات الطیبات والصلوات والملك لله ثم سلموا عن الیمن ثم سلموا علی قادیکم وعلی انفسکم قال ابو داؤد سلیمان بن موسیٰ کو فی الاصل کان بد مشق قال ابو داؤد وکلت هذه



محدثین داؤد بن سفیان نے ہند کی محبت بن حسان بن سیرت سلیمان بن موسیٰ ابو داؤد بردایت جعفر بن
سمرہ بن عمرو بن جذب بطریق حبیب بن سلیمان بن عمرو بواسطہ الدرد سلیمان بن عمرو (سمرہ) جعفر
سمرہ بن جذب سے روایت کیا ہے کہ ہم کو حفصہ رضی اللہ عنہا نے حکم کیا کہ جب ہم نماز کے
درمیان یا اس کے اخیر میں بھیجیں تو سلام سے پہلے یہ کہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْغَیْبَاتِ ۱۷۔ پھر اپنے
ادب اور اپنے امام پر سلام کریں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ کو فی الاصل ہے دمشق میں
رہتا تھا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ صیغہ اس پر دالی ہے کہ حضرت حسن نے حضرت عمرو سے سنا
ہے: تشریح

قولہ قال ابو داؤد سلیمان الخ | اس میں صرف یہی بتانا ہے کہ کبھی بن حسان کے شیخ ابو داؤد
 سلیمان بن موسیٰ اصل میں کوفی ہیں بعد میں دمشق منتقل ہو گئے
 تھے اور وہیں کی سکونت اختیار کر لی تھی۔

(۳۲) قولہ قال الجوداؤد دلت الخ
 صاحب کتاب نے سنن ابوداؤد میں باب اتحاد الما جد فی
 الدؤد کے ذیل میں حضرت سمرہ بن جندب سے نقل کیا ہے۔

۲۴

ان یصلح یدہ فقال اھن حد ثنا سمرۃ اھ سے بھی یہی مسلم ہوتا ہے کہ حضرت سمرہؓ کے مخرج کا ساتھ ثابت ہے۔
لیکن بعض حضرات کا خیال ہے کہ انھوں نے حضرت سمرہؓ سے صرف حدیث عقیقہ سنائی ہوگی۔
باقی روایت بلا سماع صرف شخص سے روایت کرتے ہیں یہی بن سعید القطان و غیرہ کا بیان ہے
ہے فافہم و تذکرہ سن اسامیہ مشکوٰۃ۔

(۱۳۷) بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

(۲۰۵) حد ثنا محمد بن العلاء بن ابن بشر عن مسعر عن الحكم بن اسامہ بھذا
قال اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم انك حميد
مجيد، اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على آل ابراهيم انك
حميد مجيد، قال ابو داود و رواه الزبير بن عدي عن ابن ابي ليلى كما
رواه مشعر الا انه قال كما صليت على آل ابراهيم انك حميد مجيد بارك
على محمد و ساق مثله

۲۵

ترجمہ
محمد بن العلاء نے بند ابن بشر پر واسطہ مسعر، حکم سے ان کی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہوئے
کہا ہے: "اللهم صل على محمد وعلى آل محمد اھ" ابو داؤد دیکھتے ہیں کہ اسے زبیر بن عدی نے ابن ابی
لیلی سے اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح مسر نے، مگر ان کے الفاظ یہ ہیں: "کما صليت على آل ابراهيم
اھ"۔۔۔ تشریح

قول باب النذر نمازیں تشہد کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا فرض ہے یا
واجب یا سنت؟ امام شافعی فرغت کی طرف گئے ہیں چنانچہ ان کے یہاں اللهم صل على محمد کے
بغیر نذر ہوگی قال ابن حجر بافضل المحرمی فی محقرہ: "الحادی عشر (ای من الارکان) الصلوة علی
النبي صلی اللہ علیہ وسلم بعد قاعدہ ادا قلہا اللهم صل على محمد اھ رسولہ او علی النبی

عہدہ الصلوة علیہ فی غیر حالات الصلوة فقد کان الکفر فی یقول انہا فریضۃ علی کل بائع عاقل فی العمر
مرة واحدة ترد قال الحادی کلما ذکرہ ادسج اھم تجب وجہ قول الکفری ان الامر المطلق لا یقتضی التکرار
فاذا امتثل مرة فی الصلوة اذ فی غیرہا سقط الغرض عندہ کما یسقط فرض الحج بائع مرة واحدة و وجہ ما ذکرہ
الحادی ان سبب وجوب الصلوة ہوا ذکرہ اسماع و الحکم بتکرار التکرار السبب کما یکرر وجوب الصلوة
والصوم و غیرہا من العبادات بتکرار اسبابہا۔ انتہی کنزانی المبداء ۱۲ بذل

کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یا ایہذا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" اس میں "صلوا" امر مطلق ہے اور "صلوا" امر فرضیت کے لئے ہوتا ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لا صلوة من لم یصل علی فی صلوة"۔ حضرت جابر بن زید، شعی، محمد بن کعب قرظی، ابو جعفر باقر، امام احمد، ابن المبارک اور اسحاق کے یہاں واجب ہے۔ قاضی ابو بکر بن العربی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ہمارے یہاں اور امام مالک، ثوری اور ادزاعی وغیرہ حضرات کے یہاں نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ سنت ہے۔ کیونکہ باب التہجد کے ذیل میں حضرت ابن مسعود کی حدیث گذر چکی جس میں یہ ہے: "و اذا قلت ہذا وقتہ فقلت ہذا وقتہ فقلت ہذا وقتہ فقلت ہذا وقتہ"۔ کجب تو یہ (تہجد) پڑھ چکا تو تیری نماز پوری ہوگئی اب چاہے اٹھ کھڑا ہو اور چاہے بیٹھا رہے۔ بعض حضرات نے ان الفاظ کے درج ہونے کا دعویٰ کیا ہے مگر یہ بلا دلیل ہے۔

آیت کا جواب یہ ہے کہ اس میں امر برائے مذہب ہے کیونکہ حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے: "انہما قالہ الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنت فی الصلوۃ"۔ نیز یہ قاعدہ ہے کہ امر متعلق مقتضی تکرار نہیں ہوتا بلکہ صرف ایک بار کر لینے سے اس کا مقتضی پورا ہو جاتا ہے اور امام کرخی فرماتے ہیں کہ حج کی طرح صلوۃ علی النبی بھی فریضہ عمر ہے۔ یعنی عمر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔ پھر آیت میں حالت صلوۃ کی تعیین بھی نہیں۔ رہی حدیث مروی "نفی کمال پر محمول ہے۔ جیسے آپ کا ارشاد ہے: "لا صلوة لجماع المسجی الا فی المسجد"۔

قولہ "علی آل محمد الخ"۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کون کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں مختلف اقوال ہیں (۱) جن لوگوں پر زکوٰۃ حرام ہے جیسے بنو ہاشم اور بنو مطلب (مرقاۃ) (۲) اولاد فاطمہ اور آپ کی نسل (۳) آپ کی ازدواج مطہرات اور ذریت (۴) ہر مسلمان سنتی آپ کی آل میں داخل ہے (ذکرہ بطبیعی)

امام مالک کا میلان اسی طرف ہے اور زہری وغیرہ حضرات نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ سفیان ثوری وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام نووی نے شرح مسلم میں اسی کو ترجیح دی ہے۔

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو تمام نے فوائد میں اور حافظ دیلمی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے: "قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من آل محمد فقال کل نفعی من آل محمد"۔ زاد المعاد بھی تم قرأ: "ان اولیاءہ الا المتقون"۔ اور آل ابراہیم سے مراد حضرت اسماعیل حضرت اسحاق اور ان کی اولاد ہے۔

عہدہ قال فی المرقاة العلم ان العلماء اختلفوا فی ان الامر فی قولہ تعالیٰ: "یا ایہذا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" ہل ہو للذہب۔ والذہب ثم ہل الصلوۃ علیہ فرض عین اور فرض کفایہ ثم ہل تنکرہ کما سمع ذکرہ ام لا و اذا انکرہ ہل تنکرہ فی المجلس ام لا مذہب الشافعی الی ان الصلوۃ فی القعدۃ الا خیرۃ فرض واجب والجماع علی انہا سنۃ واستمر عندنا الوجوب والسنۃ اعلیٰ والکلام فی ہذہ المسئلۃ طویل وقد اجابہ دواؤہ حسن الخافعی شیخ العلامة الخفاجی فی نسیم امرباض شرح شفاء القاضی عیاض والامام ابن تیمیہ فی جلاء الامم فہام ۱۲۰۰ عن المصنف

قولہ کا حلیت علی ابراہیم الخ، اس تشبیہ پر ایک مستور اشکال ہے۔ درود یہ کہ شبہ اربعہ
میں شبہ بہ سے کم ہوتا ہے اور یہاں اس کا عکس ہے کیونکہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل ازہ
ہیں۔ جواب (۱) آپ کا یہ ارشاد اپنی افضلیت کے علم سے پیشتر ہے (۲) آپ نے تواضعا یا
فرمایا (۳) تشبیہ لمجاذاصل ہے نہ کہ لمجاذا قدر جیسے۔ کما کتب علی الذین من قبلکم۔ اذا دھینا
ایک کما دھینا فی فوح۔ احسن کما احسن اللہ ایک دغیرہ آیات میں تشبیہ لمجاذاصل ہے
(۴) کاف برائے قلیل ہے نہ کہ برائے تشبیہ کما فی قولہ تعالیٰ لنگبرہ اللہ علی ہر اکما (۵) تشبیہ
حدت۔ دعلی آل محمد سے خصلت ہے (۶) شبہ کا مشبہ بہ سے کم رتبہ ہونا کلیہ نہیں بلکہ تشبیہ کبھی
برابر اور کم رتبہ والی شئی کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ کما فی قولہ تعالیٰ مثل نورہ مشکوٰۃ اور ہ۔

(۲۴) قولہ قال ابو داؤد یعنی ابن ابی یسلی سے (بلا واسطہ) زبیر بن عدی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح مسعر نے ابن ابی یسلی سے بلا واسطہ حکم کیا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ زبیر بن عدی نے لفظ آل اور لفظ ہار کے بھی محمد زائر ذکر کیا ہے اور لفظ اللہم ذکر نہیں کیا۔

(دعاء) بَابُ فِي السَّلَامِ

(٢٠٦) حدثنا محمد بن كثير نا سفيان ح ونا احمد بن يوسف نا زائدة
ح ونا مسدد نا ابو الاخوص ح ونا محمد بن عبيد المجاري وزياد بن ايرب
قالا نا عمر بن عبيد الطام فسي ح ونا تميم بن المنتصر نا اسحق يعني ابن
يوسف عن شريك ح وحدثنا احمد بن منيع نا حسين بن محمد نا اسرائيل
كلهم عن ابي اسحق عن ابي الاخوص عن عبد الله وقال اسرائيل عن
ابي الاخوص والاسود عن عبد الله ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقيم
عن يمينه وعن شماله حتى يمضي بياض خثره السلام عليكم ورحمة الله
السلام عليكم ورحمة الله، قال ابو داود و هذا اللفظ حديث سفيان
و حديث اسرائيل له يفسره، قال ابو داود و رواه زهير عن ابي اسحق
و يحيى بن ادم عن اسرائيل عن ابي اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود
عن ابيه و علقمة عن عبد الله، قال ابو داود و شعبة كان ينكر هذا الحديث
حديث ابي اسحق

محمد بن کثیر نے باخبر سفیان (پہلی سند) احمد بن یونس نے بقرہ میں زائید (دوسری سند) سے

نے بخدیث ابو الاحوص دوسری سند، محمد بن عبید مجاہلی اور زیاد بن ابوب نے بخدیث عمر بن عبیدطناسی دجو تھی نہ، تمیم بن المستھر نے باخبر اسحق بن یوسف عن شریک دیا بخدیث سند اور احمد بن یونس نے بسند حسین بن محمد بخدیث اسراعیل دجھٹی سند، ان سب نے بطریق ابو اسحاق ابو الاحوص حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ادا بیک طرف سلام چیتے تھے یہاں تک کہ آپ کے رخسارے کی سفیدی نظر آتی تھی اسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم درجۃ اللہ

ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ الفاظ سفیان کی حدیث کے ہیں۔ اسرائیل نے اپنی حدیث میں اس کی تفسیر نہیں کی۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو نہ ہیر نے ابو اسحاق سے اور یحییٰ بن آدم نے ابو اسحاق سے روایت کیا ہے عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیہ وعلقۃ عن عبد اللہ ابوداؤد کہتے ہیں کہ حافظ شعبہ ابو اسحاق کی اس حدیث کا انکار کرتے تھے۔ ۱۰۔ نقش میجر قوس باب الخ۔ نمازی نماز سے فارغ ہوتے وقت ایک سلام کے ساتھ نماز سے خارج ہو جائے گا ساتھ بائیں کے ساتھ ۹ مسجد جمہور کا مذہب یہ ہے کہ دائیں بائیں دو سلام پھرے ابن المنذر نے صحابہ میں سے حضرت ابوبکر صدیق، علی، ابن مسعود، عمار بن یاسر، نافع بن عبد الحارث سے اور تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح، علقمہ شیبی اور ابو عبد الرحمن سلمیٰ سے اور ائمہ میں سے امام احمد، اسحاق، ابو ثور و احناف سے یہی حکایت کیا ہے۔ امام شافعی بھی اسی طرف گئے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر۔ انس بن مالک، سلی بن الاکوع، عائشہ حسن، ابن سیرین، عمر بن عبد العزیز، امام مالک اور امام اوزاعی کے یہاں صرف ایک ہی سلام مشروع ہے۔ امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ عبد اللہ بن موسیٰ بن جعفر کے نزدیک تین سلام ہیں۔ ایک دین تین ایک بائیں جانب، ایک سامنے کی جانب۔ صاحب بحر نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اگرچہ صغیر ہو تو صرف ایک سلام مشروع ہے اور کچھ کبیر ہو تو دو پھر جو لوگ دو سلاموں کے قائل ہیں ان کے یہاں اختلاف ہے کہ دو سر اسلام واجب ہے یا نہیں؟ سو جمہور اس کے دجو کے قائل نہیں بلکہ ان کے یہاں سبب ہے۔

علامہ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص صرف ایک سلام پر اکتفا کرے اس کی نماز صحیح ہے۔ علامہ نووی نے بھی شرح مسلم میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ صرف ایک ہی سلام واجب ہے۔ چونکہ اکثر احادیث صحیحہ میں دو ہی سلام وارد ہیں اس لئے جمہور نے اسی کو دیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ سفیان ثوری کی روایت میں صغیر یعنی قولہ قال ابوداؤد و هذا لفظ اصح اسکان البیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن یحییٰ عن شالہ و ابو یوسف یعنی اسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیکم درجۃ اللہ دونوں مذکور ہیں اور اسرائیل نے اپنی روایت میں صغیر کو ذکر نہیں کیا۔

اور اسرائیل نے ابو الاحوص اور ابوداؤد کا واسطہ ذکر کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ سے

لیکن امام طحاوی نے اس حدیث کو بطریق سفیان عن ابی اسحاق عن الاسود عن عبد اللہ روایت کیا ہے وہ بالکل روایت سفیان کے مثل ہے۔ (۲۶۹)

قوله قال ابو داود ودرودہ زہیر الخ میں لفظ علقمہ بظاہر عبد الرحمن پر معطوف ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ لفظ ابیر یہ معطوف ہو۔ پہلی حدیث میں علقمہ سے ابواسحاق کی روایت بلا واسطہ عبد الرحمن ہوگا اور دوسری صورت میں بلا واسطہ یحییٰ بن امد دار لفظی کی روایت جہین بن داؤد ثنا ابواسحاق ابہدانی حدیثی علقمہ بن قیس و الاسود بن یزید و ابوالاحوص قالوا ثنا عبد الرحمن مسودہ سے پہلے احتمال کی ترجیح نکلتی ہے۔ قول کا مائل حدیث ابواسحاق کی سند میں اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس کو سفیان، زائید، ابوالاحوص، عمر بن عبید طنافسی اور شریک نے تو عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ روایت کیا ہے اور اسرائیل نے عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص۔ و الاسود عن عبد اللہ روایت کیا ہے پس اسرائیل نے اسود کا اضافہ کیا ہے اور زہیر نے عن ابی اسحاق عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیر و علقمہ عن عبد اللہ روایت کیا ہے۔ و حدیث زہیر بڑا وصلہ انسانی و احمد والی لفظی۔ (۲۷۰)

قوله قال ابو داود ودرودہ زہیر الخ میں ابواسحاق پر اختلاف واقع ہوا ہے لیکن امام ترمذی نے اس حدیث کو بطریق سفیان عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ روایت کرنے کے بعد کہا کہ حدیث ابن مسودہ حدیث حسن صحیح۔ گویا موصوف کے نزدیک شعبہ کا انکار لائق التفات نہیں۔ اسی لئے علامہ عینی فرماتے ہیں۔ "والا سانیہ صحاح ثابۃ فی حدیث ابن مسودہ فی تسلیم تین دلائل فی تیسرے داعدہ شئی"۔ پس یہ بھی شعبہ کے انکار سے متفق نہیں۔

(۱۳۸) باب حذف السلام

(۲۷۰) حدثنا احمد بن حنبل حدثني محمد بن يوسف الفريابي قال الرازي عن قرة بن عبد الرحمن عن الزهري عن ابی سلمة عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حذف السلام من خلف عيسى بن أبي يونس عن رفع هذا الحديث قال ابو داود سمعت ابا حمير عيسى بن يونس الفارسي قال لما رجعت الفريابي من مكة تركت رفع هذا الحديث وقال كناه احمد بن حنبل عن رفعه

۱۳ ای المؤلف ابو داود ودرودہ زہیر الخ (الضمیر المنسوب الی ابی داود ای نبی احمد بن حنبل ابی داود ودرودہ زہیر الخ)

الما ہریرۃ مرفوعاً ۱۳ عن

الْأَوَّلَى مِنَ الصَّلَاةِ فَصَلَّى بَيْنَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ
بِأَمْرِهِ حَتَّى بَرَأَ مِنْهَا بِأَمْرِهِ ثُمَّ اسْتَسْقَلَ كَمَا نَفِثَ إِلَى رِثْمَةٍ يَعْنِي نَفْسَهُ فَقَامَ
الرَّجُلُ الَّذِي آذَرَكَ مَعَهُ التَّكْبِيرَ الْأَوَّلَى مِنَ الصَّلَاةِ يَشْفَعُ فَوَكَّبَ إِلَيْهِ عُمَرُ فَخَذَ
بِتَكْبِيرِهِ فَمَرَّ ثُمَّ قَالَ اجْلِسْ فَإِنَّ لَكَ هَذَا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا أَنْتَ لَمْ تَكُنْ مِنْهُمْ
صَلُّوا بِكُمْ فَصَلَّ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ فَقَالَ أَصَابَ اللَّهُ بَلْكَ
يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَدْ قِيلَ يَا أَمِيَّةُ
مَكَانَ ابْنِ مِرَاثَةَ

حمل لغات

میں سے نقل نماز پڑھنا۔ خدیجہ کا تشریح ہے اور یہ تفسیر ہے جس پر رخسار۔ نقل اور
یہ ہے کہ ابی اسحق نے اس کی شہادت دی تھی جفت بنانا یعنی تمام اہل بصرہ سے شفعہ اٹھانے کے لیے
دو تہا جلدی سے اٹھنا۔ منکب کا تشریح ہے شانہ، کمرہ۔ ہذا اہلانا، حرکت دینا۔ ترجمہ
عبدالہباب بن نجدہ نے اسناد اشعث بن شعبہ بطریق منہال بن خلیفہ، ازرق بن نیس سے
روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے امام نے نماز پڑھانی جس کی کنیت ابو رثمہ تھی
ان کا بیان ہے کہ میں نے یہی یا اسی جیسی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ کہتے ہیں کہ
حضرت ابو بکر دہر پہلی صف میں داہنی طرف کھڑے ہوئے تھے۔ ایک شخص تکبیر ادلی پا چکا تھا۔
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے، آپ نے دائیں بائیں سلام پھرایا یہاں تک کہ پہنچے
آپ کے رخسار کی سفیدی دیکھی۔ پھر آپ کچھ کھڑے ہوئے جیسے ابو رثمہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اب دہر
جس نے تکبیر ادلی پائی تھی دو گانہ پڑھنے لگا حضرت عمر نے کوہ کر اس کے منہ سے کھڑے اور اس کو
حرکت دے کر بٹھا دیا اور کہا کہ اہل کتاب اسی لئے تباہ ہوئے کہ انھوں نے ایک نماز کو دوسری
سے جدا کیا۔ اتنے میں آپ نے اُدھر نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: اللہ نے مجھے ٹھیک بات کہنے کی
توفیق دی اسے خطاب کے بیٹے!

ابو داؤد کہتے ہیں کہ بعض نے ابو رثمہ کی جگہ ابو امیر کہا ہے۔ تشریح
قول میں ابی الخ۔ جس جگہ پر فرض نماز پڑھی ہے اس جگہ نقل نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
برائے میں احادیث کا مذہب یوں مذکور ہے کہ اگر وہ نماز ایسی ہے کہ اس کے بدست یا نقل نماز
قوانین صحت میں امام کے لئے ہیں بیٹھے رہنا مکروہ ہے اور یہ کراہت صحابہ کی ایک جماعت سے
منقول ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر دہر سے مروی ہے کہ یہ حضرات نماز سے فارغ ہوتے ہی اٹھ کھڑے
ہوتے تھے۔ اس لئے اگر فرض نماز کے بعد نقل پڑھنا چاہے تو آگے یا پیچھے یا دائیں بائیں ہٹ کر پڑھے
کیونکہ اب کی پہلی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے۔
آپ نے فرمایا، کیا تم میں سے کوئی اس سے عاجز ہے کہ نقل پڑھنے کے لئے آگے بڑھ جائے

یا بچھیے ہٹ جائے یا ادائیں طرف یا بائیں طرف چلا جائے؟ اسی طرح حضرت مغیرہ سے مروی ہے کہ حضور سلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یا امام اس جگہ نماز نہ پڑھے جہاں اس نے فرض نماز ادا کی ہے یہاں تک کہ وہاں سے دوسری جگہ نہٹ جائے ابو داؤد حضرت ابن عمر سے بھی یہی مروی ہے کہ امام کے لئے وہاں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے جہاں اس نے فرض نماز ادا کی ہے۔ اور یہ اس کی یہ ہے کہ امام کے وہیں بیٹھ رہنے کی ضرورت میں آنے والے کو اشتباہ ہوگا کہ عدم میں فرض نماز ہو چکی یا نہیں۔ یہ تو امام کے حق میں ہے اب رہے مقتدی لوگ جو بعض مشائخ کے نزدیک ان کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ امام کی جگہ ظاہری دیکھ کر آنے والے کے لئے اشتباہ ہوگا کہ احوال نہیں ہے۔ لیکن امام سے منقول ہے کہ مقتدیوں کے لئے بھی مستحب یہی ہے کہ وہ مغفوں کو توڑ کر سفر و ہجرت میں نہ لائیں کیونکہ وہ اہل بیت ہیں۔ ان مکان المصلیٰ شہد کہ یوم النیامۃ کہ قیامت کے روز نمازی کے لئے اس کی جائے نماز کو اجازت دے گی۔

۱۲۹۹
قواء قال ابو داؤد
حدیث میں جس صحابی کا تذکرہ ہے کہ انھوں نے ہم کو نماز پڑھائی ان کی کیفیت بعض نے ابو ریشہ ذکر کی ہے اور بعض نے ابو امیہ شیخ بذل میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے کتب اسماء صحابہ میں ابو ریشہ اور ابو امیہ دونوں کے تراجم تلاش کئے مگر ان تراجم میں کہیں اس سند کا تذکرہ نہیں پایا جس کے ساتھ زیر بحث حدیث مروی ہے، اس کے بعد میں نے ابن الاثیر کی اسہ الغابہ اور عافہ ابن حجر کی الاصابہ اور تہذیب التہذیب دیکھی تو ان حضرات نے اس حدیث کو ابو امیہ کے تراجم میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر مکتبے میں ابو زید کبیر اول و سکون التختانیۃ المنشأۃ بعد ہائیم ذکرہ ابن حبان فی الصحابۃ دلم یسمہ دلم یعرف سن حالہ بشی عدادہ فی البصریین اخرج ابن مندہ و ابوالنعمین من طریق المنہالی بن خلیفہ عن الارزق بن نیس قال صلی بنا امام لنا کینی ابارمہ اھہ لیکن سن ابو داؤد کے جو نسخے بخط خطیب بنہ فضل طاہر اور بطریق ابن الاعرابی و ابن ابی ذئب اور بطریق رثی دیکھے میں آئے ان سب میں ابو ریشہ ہی ہے اور عالم نے سند رک میں اور طبرانی نے بحکم کبیر میں بھی اس حدیث کی تخریج ابو ریشہ ہی کو کی ہوا اشد عالم

(۱۳۰) باب السَّهْوِ فِي الْمَسْجِدِ يَمِين

(۶۹۹) حدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ مُحَمَّدٍ بِإِسْنَادِهِ وَحَدِيثُ
حَمَّادٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَعِلَ بِنَاءً وَلَمْ يَنْعَلْ فَاذْمَوْا
قَالَ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ قَالَ ثُمَّ رَجَعَ وَلَمْ يَنْعَلْ وَكَثُرَ تَعَبُهُ وَسَجَدَ مِثْلَ سَجْدَتِهِ أَوْ
أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ وَتَوَّعَّدَ يَشْهُدُ وَلَمْ يَدْكُرْ مَا بَعْدَهُ وَلَمْ يَدْكُرْ قُرْآنًا وَهُوَ الْإِحْمَامُ مِنْ
زَيْدٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكُلُّ مَنْ تَرَدَّى هَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَنْعَلْ فَكَيْفَ وَلَا ذَكَرَ مَجْعَ

ترجمہ

عبداللہ بن مسلم نے بروایت مالک بواسطہ ایوب، محمد بن سیرین سے ان کی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ نے نماز پڑھی۔ مالک نے لفظ بنا نہیں کہا اور نہ لفظ فادوا بلکہ اس کی جگہ یہ کہا ہے فقال الناس نعم۔ پھر آپ نے سر اٹھایا۔ یہاں مالک نے ذکر کرتے نہیں کہا۔ پھر آپ نے انشاء کبر کہا اور سجدہ کیا مانتہا در سجدہ دل کے یا کچھ لمبا، پھر آپ نے سر اٹھایا۔ یہاں تک ان کی حدیث پوری ہو گئی اس کے بعد کا مضمون بیان نہیں کیا اور اشارہ کا ذکر حاد بن زید کے علاوہ اور کسی نے نہیں کیا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ جن حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی فقیر اور ترجیح نہیں کہا۔ تفسیر

قول میں باب الخ۔ اگر نماز میں سہوا کسی واجب کے ترک کے سبب سے نقصان آجائے خواہ ترک واجب بصورت تقدیم ہو یا بصورت تاخیر سجدہ سہو کے ذریعہ سے اس نقصان کو پورا کرنا ضروری ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل کیونکہ احادیث میں اس کا حکم بعینہ امر ہے جس کا مقتضی وجوب ہے۔ پھر محل سجدہ سہو سلام سے پہلے یا سلام کے بعد؟ حافظ زین الدین العزازی نے شرح ترمذی میں اس کی بابت آٹھ مذاہب ذکر کئے ہیں ہم ان میں سے شہید مذاہب نقل کرتے ہیں۔

۳۳

ہمارے نزدیک اس کا محل سلام کے بعد ہے خواہ سہو زیادتی کے ساتھ ہو یا نقصان کے ساتھ صحابہ میں سے حضرت علی، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن الزبیر اور تابعین میں سے حسن، ابراہیم، سفیان، ابن ابی لیلیٰ، کوری اور حسن بن صالح اسی کے قائل ہیں ذکرہ الحازمی فی الشاخ والمسنون۔ امام شافعی کے یہاں بہر دو صورت سلام سے پہلے ہے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ سجدہ سہو کا علی الاطلاق سلام سے پہلے ہونا حضرت ابوہریرہ، زہری، بخاری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید انصاری، سائب قدی، ازہجی اور لیث بن سعد سے مروی ہے۔ امام مالک اور امام زہری کے نزدیک بصورت نقصان سلام سے قبل اور بصورت زیادتی سلام کے بعد ہے۔ امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے اور ظاہر صنیع امام بخاری بھی اسی کا مقتضی ہے۔ امام شافعی کا ایک قول قدیم یہ بھی ہے کہ اختیار ہے چاہے سلام سے پہلے کرے چاہے سلام کے بعد۔ حافظ بیہقی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جن صورتوں میں حدیث مکمل سجدہ سہو قبل از سلام وارد ہے ان میں سلام سے پہلے کرے اور جن میں بعد از سلام وارد ہے ان میں سلام کے بعد اور جن صورتوں میں حدیث وارد نہیں ان میں سلام سے قبل کرے (ذکرہ النقطاتی فی شرح البخاری) لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بقول قاضی عیاض یہ اختلاف صرف انصافیت میں ہے ورنہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی بیشی کی صورت میں سلام سے پہلے یا اس کے بعد کرے تو کافی ہے نماز اسد نہ ہوگی امام شافعی کی دلیل یہاں یہ ہے

۴

(۱) حدیث عبد اللہ بن حبیبہ جس کو امام محمد نے روایت کیا ہے، امام بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ ان ابی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم فی الرکعتین الاولیین ولم یجلس نقام الناس سوختی اذا فُضَّ الصَّلَاةُ وَانْظَرُوا نَاسًا تَسْبِيحًا كَبُرَ بِهِ جَالِسٌ فَجَدَّ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَسْلُمَ

(۲) حدیث ابو سعید خدری جس کو امام مسلم اور ابن ماجہ و دیگر نے روایت کیا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا شُكَّ احدکم فی صلوٰۃ فلم یدرکم صلی ثلاثا امام اربعا فلیطرح الشک ویسجد علی ما استیقن ثم سجد سجدتین قبل ان یسلم۔

(۳) حدیث ابو ہریرہ جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان احدکم اذا قام یصلی جائہ الشیطان فلیس حتی لا یدری کم صلی فاذا رجا احدکم ذلک فلیسجد سجدتین دہو جالس (دو دفعہ ابوداؤد، ابن ماجہ والدارقطنی) دہو قبل التیمم

(۴) حدیث ابو سعید خدری جس کو ابو داؤد اور امام شافعی نے روایت کیا ہے۔ عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کنت فی صلاۃ ففکرت فی غلث او اربع ذکیر طنگ علی اربعی شہدت ثم سجدت سجدتین دان تجمعا قبل ان یسلم ثم شہدت ایضا ثم سلم۔

(۵) حدیث عبد الرحمن بن عوف جس کو امام ترمذی، ابن ماجہ، احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ قال سمعت ابی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سہا احدکم فی صلوٰۃ فلم یدر احدثہ صلی ام ثنتین فلیس علی احدہ فان لم یر ثنتین صلی او غلطا فلیس علی ثنتین فان لم یر غلطا فلیس علی ثلاث ولسجد سجدتین قبل ان یسلم

امام مالک زیادتی کی صورت میں حدیث ذوالیدین پر عمل کرتے ہیں جس کی مفصل بحث عنقریب آ رہی ہے، اور نقصان کی صورت میں حدیث ابن جبینہ پر۔ سنقول ہے کہ امام ابو یوسف نے خلیفہ کے سامنے امام مالک پر الزام قائم کیا کہ اگر کسی کو کسی دینی پر دو طرح سے سہو ہو تو کیا کرے؟ امام مالک تحریر فرماتے۔

امام احمد کے یہاں ترک تعدہ ادنیٰ کی صورت میں حدیث ابن جبینہ پر عمل ہے کہ سلام سے پہلے کہے اسی طرح اگر شک کے بعد یقین کی طرف آئے تو حدیث ابو سعید پر عمل ہے۔ اھمگر چار رکعات والی نماز میں دو پر سلام پھیر دیا تو حدیث ابو ہریرہ پر عمل ہے کہ سلام کے بعد کہے اسی طرح اگر شک کے بعد تحریر پر عمل کیا ہے تو حدیث ابن مسعود پر عمل ہے (دوسری بات) اختلاف کا استدلال احادیث ذیل سے ہے۔

(۱) حدیث ثوبان جس کو ابو داؤد، ابن ماجہ، احمد، ابو داؤد طحاوی، عبد المزیق اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کل سہو سجدتان بعد السلام۔

(۲) حدیث عبد اللہ بن مسعود جس کو امام ترمذی کے علاوہ باقی ائمہ صحاح نے روایت کیا ہے اس میں یہ ہے۔ اذا شک احدکم فی صلاۃ فلیتحر العوَاب فلیتم علیہ ثم یسلم ثم یسجد سجدتین۔

(۳) حدیث عبد اللہ بن جعفر جس کو امام ابو داؤد، شافعی، احمد، بیہقی اور ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من شک فی صلاۃ فلیسجد سجدتین بعد ایلیم۔

(۴) حدیث بخیر بن شعبہ بن کو امام ابو داؤد اور ترمذی کا ہے زیاد بن علاقہ سے روایت کیا ہے
قال صلی بن الحنفیہ بن شہزہ فہنض فی الرکعتین فی سجۃ بن خلف فاشاد الیہم تو موافقا دروغ من صلوتہ
و سلم سجۃ بن شہزہ فہنض فی الرکعتین فی سجۃ بن خلف فاشاد الیہم تو موافقا دروغ من صلوتہ
(۵) اسی سے مثل حضرت سعد بن ابی وقاص کی حدیث ہے جس کو حاکم، ابویعلیٰ، بزار اور امام
طحاوی نے روایت کیلئے (در حال رجال الصیح)

(۶) اسی طرح حاکم نے حضرت عقبہ سے حدیث کی تخریج کی ہے۔

(۷) حدیث انس بن مالک جس کو طبرانی نے معجم صغیر میں روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہاں فی صلوتہ فہنض لکھا ہے
ثم التفت الینا وقال اما الی لم اہن الا کما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع :-

(۸) حدیث ابن الزبیر جس کی تخریج امام طحاوی، بیہقی، احمد، بزار، طبرانی اور ابن سعد نے
کی ہے۔ جن علماء بن ابی رباح قال صلیت مع ابن الزبیر المغرب فسلم فی رکعتین ثم قام فوجہ بہ القوم
ثم قام فسلم الیہم الیہم الیہم قال فانیث ابن عباس من ذری فاجبرہ فقال لہ
ابوک اما انا من سنتہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم (در حال احمد رجال الصیح)

(۹) حدیث ذوالیدین جس کو ائمہ نے روایت کیا ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال صلی بنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم العصر فسلم فی رکعتین فقام ذوالیدین فقال انقرفت الصلوۃ یا رسول اللہ
نسبت دالی ان قال، فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقی من الصلوۃ ثم سجۃ بن شہزہ
جالس بعد التسلیم :-

(۱۰) حدیث عمران بن حصین جس کو امام مسلم اور ابن جارد نے روایت کیا ہے۔ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم العصر فسلم فی ثلاث رکعات فقام رجل یقال لہ الخزائی (دوفیہ) فسلم رکۃ
ثم سلم ثم سجۃ بن شہزہ فسلم :-

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل متواتر
ہے اور قولی روایات غیر متواتر ہیں لہذا یہی راجح ہوں گی۔

سوال۔ حضرت ثوبان دالی قولی حدیث تو ضعیف ہے۔ حافظ زین الدین عراقی نے
اس کو حدیث مضطرب اور حافظ نے بلوغ المرام میں اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ حافظ بیہقی
نے کتاب المعتمد میں اس کی وجہ بھی بیان کی ہے کہ اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش ہے
جس کی روایت میں منفرہ ہے اور عبد اللہ بن ابی جریج کہتے ہیں۔ اسماعیل بن عیاش مقدوح فیہ :-

جواب۔ خدا بھلا کرے حافظ بیہقی و امام بخاری کا کہ انہوں نے اس بات کو صاف کر دیا۔ فرماتے
ہیں کہ جب یہ اپنے اہل شہر یعنی شامیوں سے روایت کرے تو اس کی حدیث صحیح ہے اور یہ
حدیث اس نے اپنے شیخ عبید اللہ بن عبیدہ الکلاعی سے روایت کی ہے جو شامی ہے۔ وہ قاضی
عند ابو داؤد و قاضی و حاکم ان یکمن حنا عند۔

پھر حدیث بالا میں سے حدیث حضرت ذوالیدین جس کو صاحب کتاب نے شروع باب میں لکھا ہے

تقصیر کے ساتھ روایت کیا ہے، کچھ تفصیل طلب ہے کیونکہ یہ فقہانی مسائل ہر دکانی ہے جن میں کہ
بعض متحمل بہا ہیں اور بعض منوع اس لئے ہم اس کو بقدر ضرورت تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں
واللہ اعلم.

زیر بحث حدیث امور ذیل پر حال ہے (۱) اگر نماز میں بھول چوک کی وجہ سے نقصان آجائے تو کسی
سہو سلام کے ذریعہ سے اس کا مذاکرہ ضروری ہے (۲) اسباب سہو کے بعد سے سجدہ سہو میں تھوڑا
نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح بھول کے لئے دو سجدے کافی ہیں اسی طرح متعدد سہو کے لئے بھی کافی ہیں
رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ اگر سہو کر رہو تو سب کی طرف سے دو ہی سجدے کافی ہیں۔ لیکن امام اوزار
سے منقول ہے کہ اگر سہو دو جنسوں سے ہو جیسے لمبی اور پیشی تو ہر سہو کے لئے دو سجدے واجب
ہیں اور ابن ابی لیلیٰ سے علی الاطلاق ہر سہو کے لئے دو سجدے دل کا وجوب منقول ہے کیونکہ
حدیث ثوبان میں ہے: "کل سہو سجدتان" جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر سہو
سے سجدہ سہو کر رہو جائیں گے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سہو کی صورت میں ہر بار زیادتی
کی صورت میں بہرہ صورت دو سجدے ہیں کقولہم: "کل ذنب قوتہ" حدیث کو اسی پر محمول
کرنا بہتر ہے تاکہ دیگر احادیث سے متعارض نہ ہو یا مخصوص جبکہ حضرت عائشہ کی حدیث: "قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدتا السہو تجزئان عن کل زیادة و نقصان" میں اسی معنی کی تصریح
بھی موجود ہے کما ذکرہ البیہقی فی باب من کثر علیہ السہو: (۳) محل سجدہ سہو سلام کے بعد ہے
کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مانند دو رکعتیں ادا کیں پھر سلام پھیرا اور
مجیکر کہ کر دو سجدے کئے۔ احناف اسی کے قائل ہیں اور مذکورہ بالا قواعد پر مشتمل بھی یہی ثابت ہوتا
ہے (۴) بھول کر یا نماز تمام ہو جانے کے گمان سے بولنا مطلق صلوٰۃ نہیں۔ امام شافعی و امام احمد
اسی کے قائل ہیں لیکن احناف کے یہاں تکمیل فی الصلوٰۃ بہر حال مطلق صلوٰۃ ہے۔ عمدہ ہو یا سہو
عمداً ہو یا جہلاً کیونکہ تکمیل فی الصلوٰۃ ابتداء اسلام میں جائز تھا بعد میں منوع ہو گیا جس کی تصریح
حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ارقم کی احادیث میں موجود ہے اور حضرت ذوالعیدین کا فقہ
اسی زمانہ کا ہے جس میں تکمیل فی الصلوٰۃ کی اباحت تھی۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث ذوالعیدین کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں جو یہ فرماتے
ہیں صلی اللہ علیہ وسلم: "انہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اس موقع
پر حاضر تھے اور حضرت ابو ہریرہ سجدہ میں ایمان لائے ہیں۔ پس حدیث ذوالعیدین کے نسخ
کا دعویٰ کرنا غلط ہے۔

۱۔ حدیث ابن مسعود آخریم الشان دا بود اود قال فیہ: ان فی الصلوٰۃ شغلًا و اخرہ ابو داؤد و انسائی و الطحاوی
عن ابی داؤد عن ذوالعیدین فیہ: ان اللہ یحب من امر ما یثابہ و داؤد قد احدث ان لا تکمل فی الصلوٰۃ۔ حکمہ مک رواہ
ابن حبان فی معجم و حدیث زید بن ارقم آخریم الشان قال کنا نکمل فی الصلوٰۃ حکم الرجل صاحبہ و ہوالی مجتہد الصلوٰۃ
مخی ترتلت رتقوا کثر قاتین فامرنا بالاسکوت و نہینا عن الکلام ۱۲

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا یقول ذوالبیدین قالوا صدق اھ۔ اس کی سند بالکل صحیح اور متصل ہے۔ بنا
اسی کے موافق سند بزار اور طبرانی کی سیم کسیر میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ قال صلی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لئن لم یثابتم فقال لہ ذوالشمالین انقصت الصلوۃ یا رسول اللہ قال
کذلک یا ذوالبیدین؟ قال ہم اے رکعتہ وسجدتہ میں۔

نیز سنن ترمذی اور امام لمحادی کی شرح آثار میں امام زہری کے متابع عمران بن ابی انس موطا
میں قال انسائی۔ آخر ترمذی بن حماد بنہ عن عمران بن ابی انس عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رکعتین ثم انصرف فادرك ذوالشمالین فقال یا رسول اللہ انقص
الصلوۃ ام نسيت فقال لم تنقص الصلوۃ ولم انس فقال لمی والذی بعثک بالحق قال سئل
صلی اللہ علیہ وسلم اصدق ذوالبیدین قالوا نعم فصلی باناس رکعتین۔

اس کی سند بھی بالکل صحیح اور امام مسلم کی شرط پر ہے۔ امام لمحادی نے ربیع مؤذن سے بھی اسی
کے مثل روایت کی تخریج کی ہے۔ امام احمد نے سند میں عن عبد الرزاق عن سمر عن ایوب عن ابن
سیرین عن ابی ہریرۃ روایت کی ہے جس میں یہ ہے۔ فقال ذوالشمالین انقصت الصلوۃ ام
نسيت یا رسول اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا یقول ذوالبیدین اھ۔

اور ابن وہب سے بھی امام زہری کے قول کے موافق سنقول ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الزکائی جب
فقہ میں فرماتے ہیں۔ ذکر عن ابن وہب انہ قال انما کان حدیث ذی البیدین فی ہذا الاسلام
بیس اس تشریح سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ امام زہری کا دہم ہے اور نہ اس میں متغیر ہیں
درجہ دوم۔ حضرت ذوالبیدین کا نام خرباق ہے جس کی تصریح صحیح مسلم کی حدیث عمران بن موحجر
نقام رجل یقال لہ الخرباق وکان فی یدہ طول اھ۔ ابن الاثیر جزری اسہ الغابہ میں لکھتے ہیں۔
ذوالبیدین واسمہ الخرباق اھ۔ اور ذوالشمالین کا نام عمیر ہے۔

جواب۔ صاحب قصہ کا لقب خرباق ہے اور نام عمیر ان کو ذوالبیدین بھی کہتے ہیں اور ذوالشمالین
بھی چنانچہ علامہ ابن الاثیر جامع الاصول میں لکھتے ہیں۔ الخرباق السبی اسمہ عمیر بن عمرو دکنی
ابا محمد ویقل لہ ذوالبیدین و ذوالشمالین والخرباق لقب وقیل ہما اثنان۔ شیخ محمد طاہر المنفی میں
فرماتے ہیں۔ الخرباق بکسر فاء دسکون راء یوحدة وبقاف اسمہ عمیر بن عبد عمرو ویقال لہ
ذوالبیدین و ذوالشمالین وقیل ہما اثنان۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔ ذوالبیدین ویقال
ذوالشمالین اسمہ عمیر بن عمرو بن نضلة من خزاعة۔ ابن حبان کی کتاب الثقات میں ہے ذوالبیدین
ویقال لہ ذوالشمالین ایضا ابن عبد عمرو بن نضلة الخزامی۔ مبرد کی کتاب الکامل میں ہے ذوالبیدین
ہو ذوالشمالین کان سبی ہما جمیعا۔ امام نووی نے خلاصہ میں ذوالبیدین کی کنیت ابو العزیز بن ابی
ان نقول سے ثابت ہو گیا کہ خرباق، عمیر، ذوالبیدین اور ذوالشمالین سب کا مصداق شخص
واحد ہے بلکہ ان کا نام علیہ السلام بتایا گیا ہے۔ چنانچہ ان سب کا معنی میں ہے۔ ذوالشمالین بذات
عبد اللہ بن عمرو بن نضلة الخزامی المکی لہ وجہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقیل لہ ذوالشمالین علامہ
کان یقل بیدہ۔ اس کی تصریح دارمی کی روایت کے ان الفاظ میں بھی موجود ہے۔ فقال لہ ذوالشمالین

عبداللہ بن عمرو بن فضالہ الخزامی دہو حلیف بنی زہرہ -

وجہ سوم - ذوالیدین سلمیٰ ہیں جیسا کہ صحیح مسلم اور منہاج امام احمد کے الفاظ - فاما رجل من بنی سلمیٰ
الرجح الجواہر میں حافظ سیوطی اور کنز العمال میں علی متقی کے الفاظ - فادرك ذوالیدین اخو بنی سلمیٰ
ماطن ہیں اور حضرت ذوالشمالین خزامی ہیں -

ح. اب - حضرت ذوالیدین دراصل آئی ہیں جس کی تصریح طبقات ابن سعد اور ابن حبان کی کتاب
الانساب میں موجود ہے جن کی عبارتیں ہم نقل کر چکے - نیز ابو محمد الخزامی کا قول - ذوالیدین احد اجدادنا
دہو ذوالشمالین - جس کو ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ مدنی نے اپنے سنن میں ذکر کیا ہے اس کا بین ثبوت
ہے - اور چونکہ ان کے اجداد میں ایک سلمیٰ نامی شخص ہیں جیسا کہ ابن ہشام نے اپنی سیرۃ میں ذکر کیا ہے
جیث قال - قال ابن اسحاق ذوالشمالین ابن عبد عمرو بن فضالہ بن فہشان بن سلیم بن ملک
بن قحطی بن عارض بن عمرو بن عامر بن خزاعة - اس لئے بعض نے رجل من بنی سلمیٰ سے تعبیر کیا
جس میں سلمیٰ سے مراد سلیم بن ملک ہے جو خزامی ہے (لا سلیم بن منصور الذی لم یس خزامی)

د. حضرت ذوالشمالین غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت ذوالیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد ایک زمانہ تک زندہ رہے ہیں چنانچہ عبداللہ بن احمد نے زیادات المنہ میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں
بطریق مدی بن سلیمان روایت کیا ہے قال ثنا شیب بن مطیر عن ایہ مطیر مطیر حاضر لصدقا فقال قال
کیف کنت اخبرک قال یا ابتاہ اخبرنی ایک لقیہ ذوالیدین بذی شخب فاخبرک ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم صلی ہم احدى صلواتی اللہ علیہم العصر المحدث -

۳۹

جواب - یہ روایت انتہائی ضعیف ہے کیونکہ اس کے تقریباً تمام رواۃ ضعیف ہیں - مدی بن سلیمان
کے متعلق حافظ ذہبی نے میزان میں ابوزرہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ بالکل داہی المحدث ہے - امام نسائی
فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے -

ابن حبان کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج صحیح نہیں - حافظ نے بھی اس کو تقریب میں ضعیف ہی لایا
ہے اور شیب بن مطیر بالکل غیر معروف ہے اور مطیر کے بارے میں حافظ ذہبی نے میزان میں امام بخاری
کا قول نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث صحیح نہیں - حافظ نے اس کو تقریب میں مجہول الحال بتایا ہے -
پس قوی احادیث کے مقابلہ میں اتنی ضعیف الاسناد حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا پھر
یہ بھی عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ذوالیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد ایک زمانہ تک زندہ رہے اور دوسری طرف یہ ہے کہ ان سے مطیر کے علاوہ کہ جو خود بھی مجہول
الحال ہے اور کوئی راوی نہیں ہے -

ع. تابعین میں ابی سلمیٰ دکل من یفرق بین ذی الیدین و ذی الشمالین انہم یعمدون فیہ علی روایت مدی بن
سلیمان عن شیب بن مطیر دیم صنفار دیم اولہم مند افیرا لیرددون بہا روایت الزہری عن ابی سلمیٰ دابی بکر بن
سلیمان دابن المسیب و عبداللہ بن عمار عن ابی ہریرۃ و روایت عمران بن ابی انس عن ابی سلمیٰ دابی
ہریرۃ و روایت ابوبکر عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ ۱۲ تعلیق

آلہا علی خرقا، غیر عبد اللہ، ابو محمد۔ ابو العروان ذوالبدین اور ذوالشالین مجاہدین میں بلکہ یہ شخص واحد ہی کے اسماء والقباب میں جن کی شہادت خزوہ بدر میں واقع ہوئی ہے اور حضرت ابو ہریرہ کا اسلام سے پہلے میں چنانچہ امام طحاوی نے شرح آثار میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر کے سامنے حدیث ذوالبدین کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا: کان اسلام ابی ہریرۃ بعد تہل ذوالبدین۔
 معلوم ہوا کہ حضرت ذوالبدین کا قصہ اسی وقت کا ہے جب نماز میں حکم مبارک تھا بعد میں سرخ ہو گیا، جس کی اطلاع دہل پہنچے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر کو بھی اسی قسم کا حادثہ پیش آیا اور آپ نے اس کے خلاف عمل کیا مالاںکہ حضرت عمر خود بھی حضرت ذوالبدین کے قصہ میں حاضر تھے۔ اخراج الطحاوی فی معانی الآثار باسناد من علماء قال صلی عمر بن الخطاب با صحابہ مسلم فی الرکتین ثم انصرف فقیل فقال انی جرت میرا من العراق با حالہا دا حقہا بہا حتی دردت المدینۃ فصلی ہم اربع رکعات۔

قولہ قال ابو داؤد الخ کا پوری نسخوں میں۔ البتہ یہ بعض قدیم قلمی نسخوں کے حاشیہ پر مکتوب ہے جس سے دہلوی نسخوں میں نقل کی گئی ہے۔ عبارت کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ سجدہ اول سے رفع راس کے وقت لفظ: کبر۔ اور الفاظ: رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی مقامہ ذکر آپ اس جگہ داہیں ہوئے جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی، اس حدیث کے رواد میں سے ابوب خنیانی سے صرف حماد بن زید نے ذکر کئے ہیں اور کسی نے ذکر نہیں کئے۔

حاصل یہ کہ امام مالک کی روایت میں محدثین کے مابین اختلاف ہے۔ امام مالک نے ٹوٹا میں ابوب خنیانی سے روایت کی ہے اس میں یہ ہے: فقیل رکتین اخیرین ثم سلم ثم کبر فجلس سجودہ ادا طول ثم رفع ثم کبر فجلس سجودہ ادا طول ثم رفع اھ۔ پس امام مالک نے رفع اول کے بعد لفظ: کبر۔ ذکر نہیں کیا بخلاف حماد کے کہ انھوں نے اس حدیث کو ابوب خنیانی سے روایت کرتے ہوئے لفظ: کبر۔ کو ذکر کیا ہے۔

صاحب عون السجود نے اس قول کا مقصد یہ بتایا ہے کہ اس حدیث کو حماد بن سلمہ اور امام مالک نے عن ابوب عن ابن سیرین روایت کیا ہے۔ اسی طرح یحییٰ بن یسین، ابن عون، حمید، یونس اور عاصم وغیرہ نے عن ابن سیرین روایت کیا ہے۔ مگر ان حضرات میں سے کسی نے لفظ: کبر۔ ذکر نہیں کیا بلکہ اس کو صرف حماد بن زید نے ہشام بن حسان سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

شیخ بذل میں تحریر فرماتے ہیں کہ صاحب عون کا یہ قول بے محل ہے اس واسطے کہ یہاں تو ابوب خنیانی سے امام مالک اور حماد بن زید کی روایت کا اختلاف بیان کرنا ہے۔ مبادہ اختلاف جو حدیث حماد بن زید عن ہشام بن حسان عن حماد اور حدیث حماد بن زید عن ابوب دحییٰ بن یسین داہن عون عن محمد اور حدیث حبیب بن شہید و حمید یونس و عاصم داہول عن حماد اور حدیث حماد بن سلمہ دابو بکر بن حمیش عن ہشام کے مابین ہے سو۔ ایک اور اختلاف منہ ہے جس کا تذکرہ قول ۲۸۱ کے ذیل میں آ رہا ہے۔

آئی بھی ہوتی ہے کیونکہ اس میں یہ ہے کہ کبر تم کبر دیکھو کہ آپ نے تکبر (تکبر) کیا، کبھی پھر تکبر کیا کہ کبر دیکھو کیا
سین مجبور کے یہاں تکبر تکبر کی ضرورت نہیں بلکہ تکبر خود ہی کافی ہے۔ کیونکہ اکثر احادیث میں یہی
دار ہے اور حاد بن زید کی یہ زیادتی شاذ ہے جیسا کہ صاحب کتاب نے ثابت کیا ہے۔

یعنی اس حدیث کہ صلیب بن الشہید، حمید بن ابی اسلمہ اور عامر بن ابی اسلمہ نے عن
قولہ قال ابو داؤد الخ (۲۸۱) محمد بن ابی ہریرہ اور حاد بن سلمہ و ابوبکر بن عیاش نے عن ہشام بن عیسیٰ
عن محمد بن ابی ہریرہ روایت کیا ہے لیکن ان حضرات نے کبر تم کبر نہیں کہا جیسا کہ حاد بن زید نے
کہا ہے اس حاد بن زید کی یہ زیادتی شاذ ہے۔

(۲۸۱) حدثنا حجاج بن ابی یعقوب یقیناً ابن ابراہیم فابی عیسیٰ صالح عن ابن
شہاب ان ابان بن یسار بن سلیمان بن ابی حاتم اخبرہ انہ بلغہ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بعد الخبر قال ولم یجد السجدین اللتین لتجد انی ادا شک
حتى لقاء الناس قال ابن شہاب واخبرنی بهذا الخبر سعید بن المسیب عن
ابی ہریرہ قال واخبرنی ابو سلمہ بن عبد الرحمن و ابو بکر بن الحارث بن
ہشام و عبید اللہ بن عبد اللہ، قال ابو داؤد و رواہ یحییٰ بن ابی شیبہ و عمران
بن ابی انس عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن عن ابی ہریرہ بهذا النص و لم یأکر
انہ سجد السجدین، قال ابو داؤد و رواہ الزبیدی عن الزہری عن ابی بکر بن
سلیمان بن ابی حاتم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیہ ولم یجد سجد فی السجد

ترجمہ

حجاج بن ابی یعقوب نے اسناد یعقوب بن ابراہیم بن محمد بن ابی اسلمہ بن سلیمان بن ابی حاتم
ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ان کو ابوبکر بن سلیمان بن ابی حاتم نے خبر دی کہ مجھے کوہ حدیث
اس طرح پہنچی ہے کہ آپ نے مجھ کو نہیں لے یہاں تک کہ لوگوں نے آپ سے بیان کیا۔ ابن
شہاب کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بواسطہ سعید بن المسیب حضرت ابو ہریرہ سے پہنچی ہے اور ابوسلمہ
بن عبد الرحمن، ابوبکر بن الحارث بن ہشام اور عبید اللہ بن عبد اللہ نے مجھے اس کی خبر دی ہے۔
ابو داؤد کہتے ہیں کہ اسے یحییٰ بن ابی کثیر اور عمران بن ابی انس نے بواسطہ ابوسلمہ بن عبد الرحمن
حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے کئے
ابو داؤد کہتے ہیں کہ اسے زبیدی نے بطریق زہری بواسطہ ابوبکر بن سلیمان بن ابی حاتم حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ نے مجھ کو نہیں لے۔۔۔ تشریح

یہی نہایت کثرت کی طرح خارج ہوتا ہے شیبان کے طریق پر اس
قولہ قال ابو داؤد و رواہ الخ (۲۵۲) طرح کی ہے عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمہ بن ابی ہریرہ قال

بنیانا اصل صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنی آخرہ، نفسی بہم رکنین، خرمین، صحیح مسلم میں
بھی اسی سند کے ساتھ ہے مگر مختصراً اور حدیث عمران بن ابی النضر کی تخریج امام شافعی نے بیٹ
کے طریق پر یوں کی ہے۔ عن یزید بن ابی حبیب عن عمران بن ابی النضر عن ابی سائہ عن ابی
ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الدنیا فی الخضر، فصل بالناس رکعتین :-

(۲۱۳) حدثنا اسماعیل بن اسید ان شیباً بن ابی ذئب عن سعید بن ابی سعید
المطیر عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انصرفت من الركعتین من صلوۃ
المکتوبۃ فقال لہ وجہاً أقصرت الصلوۃ یا رسول اللہ ام نسیئت قال کل ذلک
لہ افعَلُ فقال الناس فذلک یا رسول اللہ فزکع رکعتین آخرتین ثم
انصرفت ولم یسجد سجدة فی السجود، قال ابو داؤد ودرہمہ داؤد بن الحصین عن ابی
سفیان مولی ابی احمد عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہذہ القصوۃ
قال ثم سجد سجدة ثانی وھو جائس بعد التسلیم

ترجمہ

اسماعیل بن اسید نے ہند شیبہ تجدیث ابن ابی ذئب بواسطہ سعید بن ابی سعید مقبری حضرت ابی
ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض کی دو رکعتیں پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک
شخص بولا، کیا نماز گھٹ گئی یا رسول اللہ! آپ بھول گئے۔ آپ نے فرمایا: میں نے کوئی بات نہیں کی
لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے یہ کیا ہے۔ پس آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور اٹھ کھڑے ہوئے سجدہ
سہو نہیں کیا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ داؤد بن الحصین نے طریق ابوسفیان مولیٰ ابی احمد بواسطہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے یہی قصہ روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ نے سلام کے بعد بیٹھے بیٹھے وہ سجدہ کر کے، تشریح
قولہ قال ابوداؤد (۲۱۳) یعنی زیر بحث حدیث کو داؤد بن الحصین نے ابوسفیان سے روایت کیا ہے
سعید عن مالک بن انس عن داؤد بن الحصین کی ہے۔ دارقطنی نے ابوسفیان اسدی کا نام دہب
اور بعض نے قزمان اور بعض نے عطار بتلایا ہے۔

۱۔ کذا فی اکثر نسخ ابی داؤد و فی المصرۃ و نسخۃ العون مولیٰ ابن ابی احمد و کذا فی البخاری و مالک و فی ابی
وسلم و انسائی فی السہو و کذا فی تہذیب التہذیب و التقریب و المحلاۃ و الطبقات لابن سعد و قل
الکلباؤذی فی کتاب التبع بن رجال و ابن ابی عمیر و ابوسفیان مولیٰ ابن احمد و مولیٰ ابن ابی احمد و فی ابی
مولیٰ یعنی عبدالاشہل و یقال کان لا انفطاع الی ابن ابی احمد فنبی الیہم دھکی صاحب العون علی انفطاع
و یقال فیہ مولیٰ ابی احمد و مولیٰ ابن احمد و مولیٰ عبداللہ بن ابی احمد بن عیسیٰ و نقاب بن سعد و الدارقطنی
ابن عبدالبر فیہل اسمہ قزمان و لا یصح لہ اسم فیرکنیہ ۳ ہزل

(۱۴۱) باب اذا صلى خمسا

(۲۱۳) حد ثنا محمد بن عبد الله بن مسير نا ي نا الا عمش عن ابراهيم عن علقمة
عن عبد الله بهد اقال فاذا نسى احدكم فليستجد سجدة ثنتين ثم تحول فليجهد
سجدة ثنتين، قال ابو داود ودرم اخصين نحو الا عمش

Figure 1

محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے ہند والد عبد اللہ بن نمیر، تجدیث آتش بطریق ابراہیم بواسطہ علقہ حضرت
عبد اللہ سے اسی حدیث کو روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تم میرے کوئی بھول
جائے تو دوسرے کرے پھر آپ ہٹ گئے اور دوسرے کئے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اسے حصین نے
آتش کی طرح روایت کیا ہے۔ ۱۔ تشریح

قولی باب الخ۔ اگر کسی شخص کو آخر نماز میں سہو ہو جائے اور وہ بھول کر درہامی نماز میں، پانچویں رکعت ثانی میں چوتھی اور ثانی میں تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔
 قعدہ اخیرہ کو دیا ہوگا یا نہیں۔ اگر اس نے قعدہ اخیرہ نہیں کیا تو پھر دو صورتیں ہیں۔ پانچویں رکعت کو مقید باسجدہ کیا ہوگا یا نہیں۔

اگر پانچویں رکعت کو مقید بالسجدہ نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں اس کو لوٹ جانا چاہیے اور تعدہ کے ساتھ سجدہ سہو کر کے نماز پوری کر لینی چاہیے۔ نو: اگر اس لئے ہے کہ یہ برے اصلاح نہانتہ اور سجدہ سہو اس لئے ہے کہ اس نے واجب قطعی (تہ اخیرہ) میں تاخیر کی ہے۔ اور اگر پانچویں کا سجدہ بھی کر چکا تو ہمارے نزدیک، فرضیت باطل ہو گئی حضرت علقمہ بن بصری، عطاء، اسلام غنی، زہری، مالک، اور احناف، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ اس کے خلاف ہیں ان کی دلیل زیر بحث باب کی حدیث ابن مسعود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں اور پھر سہو کے در سجدے کر لئے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس نے اتمام فرض سے قبل نفل قطعی شروع کر کے سجدہ سے مستحکم کر دیا اور تکمیل فرض سے قبل فرض سے نفل باطل کر کے بطلان کے لئے لازم ہے۔ پس فرضیت ختم ہو جانے اور اس نماز کے پاس جانے کی وجہ سے تحقیق کے نزدیک، وہ نماز نفل ہو گئی لہذا اس نماز کو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملائے تاکہ نفل جفت ہو جائے۔ رہی حدیث ابن مسعود وہ اس پر محمول ہے کہ کہنے تعدہ اخیرہ کر دیا تھا کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان میں سورہ کا نام پڑھیں تو اخیرہ بھی ہے۔ صحیح بات کہ آپ نے بھی رکعت نہیں ملائی سو اس کے ہم بھی قائل ہیں کہ اگر چہ یہ رکعت نہ ملے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اس نے اس کو قصداً شروع نہیں کیا بلکہ ہوں غفلتوں و بلا غفلتوں میں غفلتوں میں۔

نقل ہو جائیں گے اور اگر اس کی نماز پوری نہیں ہوئی تھی تو اس رکعت سے پوری ہو جائے گی اور دوسرے شیطان کی رسوائی کا سبب ہو گئے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اسکو ہشام بن سعد اور محمد بن مطرف نے بطریق زید بردایت عطار بن یسار بواسطہ ابوسعید خدری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابو خالد کی حدیث مکمل ہے۔۔۔ تشریح

قولس باب الحج۔ اگر نمازی کو قعدہ رکعات میں شک پیدا ہو جائے کہ وہ پڑھی ہیں یا نہیں یا چار تو اس صورت میں وہ کیا کرے؟ امام نووی نے حسن بھری اور سلف کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ وہ صرف دو بچھٹے کرے یہی کافی ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ کی مرفوع حدیث ہے۔ اذما صلی احدکم فلم یدر انشا صلی ام ابیہا فلیجد یجدین دہو جالس۔ ان حضرات نے صرف حضرت ابو ہریرہ کی حدیث پر عمل کیا اور دیگر احادیث جن میں استیناف، تحری اور بناء علی الاقل وارد ہے ان سب کو چھوڑ دیا۔ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں اقل کو اختیار کرے یعنی ایک اور دو میں شک ہو تو ایک سمجھے اور دو تین میں شک ہو تو دو اختیار کرے اور تین چار میں شک ہو تو تین فرض کرے۔ ان کا منہا حضرت ابوسعید خدری کی زیر بحث حدیث ہے تو امام شافعی نے حدیث استیناف کو ترک کیا اور حدیث تحری میں تاویل کی کہ تحری بمعنی قصد ہے اور مطلب یہ ہے کہ یقین والی صورت کا قصد کرے یعنی اقل کی اختیار کرے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر نماز میں شک پیدا ہو اور وہ اس کا عادی نہ ہو بلکہ ایسا کبھی کبھی ہوتا ہو تو اسے نماز پڑھے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے۔ اذا شک احدکم فی صلوۃ کم یصلی فلیستقبل الصلوۃ۔ حضرت ابن عباس، ابن عمر اور عبداللہ بن عمر بن العاص سے بھی یہی مروی ہے۔ انہم قالوا لکذا اور اسی طرح سعید بن جبیر، شریح اور ابن الحنفیہ سے منقول ہے۔ اور اگر اکثر اوقات ایسا ہوتا ہو تو تحری کر کے غلبہ ظن پر عمل کرے۔ دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے جو بطریق منصور عن ابراہیم عن علقمہ۔ باب اذا صلی خاصۃ کے ذیل میں گذر چکی جس میں یہی اذا شک احدکم فی صلوۃ فلیکر الصواب فلیتم علیہ اھ۔ اور غلبہ ظن حاصل نہ ہو تو کم کو اختیار کرے جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری کی زیر بحث حدیث میں ہے۔ اذا شک احدکم فی صلوۃ فلیلق الشک ولین علی الیقین۔۔۔

قولہ قال ابو داؤد رواہ ہشام (۲۸۵) ابن زبیر بحث حدیث کو زید بن اسلم سے محمد بن عثمان نے روایت کیا ہے۔ صاحب کتاب یہاں دو تعلیقات کا حوالہ دے رہے ہیں کہ اس حدیث کو زید بن اسلم سے ہشام بن سعد اور محمد بن مطرف نے بھی روایت کیا ہے

وذهب احمد بن حنبل الی ان کل حدیث منہا تالی صفة فی موضعہ دلائل علی الخلاف مکان بقول ترک الشک علی جبہین احدہما الی الیقین والاخر الی التحری فمن رجح الی الیقین فهو ان یقی الشک و یسجد سجدة فی السہو قبل السلام علی حدیث الی سید الخدری داذا رجح الی التحری و بواکثر لہم سجد سجدة فی السہو بعد السلام علی حدیث عبداللہ بن مسعود ۱۲ عون المعبود۔

روایت ہشام کی تخریج امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اور ابی ہاشم محمد بن مطرف کی تخریج امام احمد نے مسند میں کی ہے الفاظ یہ ہیں: حدثنا عبد اللہ بن ابی اسحاق عن عیاش بن تناحی بن مطرف بن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فک احدکم فی صلوۃ فلیقل الشک ونبین علی الیقین ویصل سجدتین فان کان من خاشعین بہادان کان من صلی اور بعد اکتا ترغیا للشیطان یا روایت ہشام کے الفاظ اچھے قول کے ذیل میں ملاحظہ ہوں:-

(۲۸۶) **قوله قال ابو داود و حدیث النخ** یعنی حدیث ہشام بن سعد کی یہ نسبت حدیث ابو خالد (لاحق) سلیمان بن حبان، عن محمد بن عجلان الشیخ اور ائمہ داکل ہے۔ لیکن امام طحاوی کی تخریج ہر حدیث ابن عجلان کی یہ نسبت حدیث ہشام بن سعد الشیخ ہے کیونکہ وہ روایت نے تخریج حدیث ابن عجلان کے بعد اسی کے مثل ہشام بن سعد سے روایت کیا ہے جس میں یہ بھی ذکر ہے سجدتین قبل التسليم۔

(۳۱۵) حدثنا قتیبۃ بن یعقوب بن عبد الرحمن القاری عن زید بن اسلم باسناد مالم قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سئل احدکم فی صلوۃ فان استیقن ان قد صلی ثلاثا فلیتم رکعتہ بسجودھا ثم یجلس فیتشهد فاذا فرغ فلم یبق الا ان یتسلم فلیسجد سجدتین دھو جانس ثم یسلم ثم ذکرہ عن مالک، قال ابو داود وکذا لک سداہ بن دھب عن مالک و حفص بن قیس و داؤد بن قیس و ہشام بن سعد الا ان حفصا ما یبلغ بہ اباسعید الخدری

۴۷

ترجمہ

قتیبہ نے بن یعقوب بن عبد الرحمن القاری بطریق زید بن اسلم باسناد مالک کہہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شک کرے پس اگر یقین ہو جائے کہ میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں تو کھڑا ہو جائے اور ایک رکعت سجدے کے ساتھ پڑھ کر بیٹھ جائے اور شہدہ پڑھے پھر جب فارغ ہو جائے اور سلام کے علاوہ کچھ باقی نہ رہے تو سجدے کرے اور سلام پھیر دے۔ پھر حدیث مالک کی طرح بیان کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اسی طرح ابن دھب نے مالک، حفص بن قیس، داؤد بن قیس اور ہشام بن سعد سے روایت کیا ہے مگر ہشام نے اس کو ابوسعید تک پہنچایا ہے:-

(۲۸۷) **قوله قال ابو داود و حدیث النخ** زیر بحث حدیث کے ارسال و اتساع کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح اس کو یعقوب بن عبد الرحمن نے مرسل روایت کیا ہے۔

اسی طرح اس کو ابن دھب نے امام مالک سے اور حفص بن قیس نے داؤد بن قیس سے اور زید بن اسلم سے بھی مرسل ہی روایت کیا ہے۔ ہاں ہشام بن سعد نے بخاری و مسلم سے روایت کرتے ہوئے حضرت ابوسعید خدری کو ذکر کر کے موصول روایت کیا ہے۔ ان سب روایات کی تخریج حافظ سیوطی نے کتاب المعرفہ میں کی ہے۔ ارسال حدیث میں سفیان ثوری، محمد بن جعفر اور ایک روایت کے لحاظ سے داؤد بن قیس امام مالک کے مناج ہیں۔ اور

ولید بن مسلم اور یحییٰ بن راشد المازنی نے عن مالک عن زید عن عطاء عن ابی سعید الخدری .
(موصولاً) روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام مسلم نے بطریق یحییٰ بن خالد و داؤد بن تیس عن زید عن عطاء عن ابی سعید الخدری
موصولاً روایت کیا ہے۔ سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں بھی چند طرق سے موصولاً ہی
مردی ہے۔

(۱۴۳) بَابُ مَنْ قَالَ مَيِّمٌ عَلَى كَثْرَتِهِ

(۲۱۳) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ نَا مُحَمَّدَ بْنَ سُلَيْمٍ عَنْ خُصَيْفِ بْنِ ابْنِ عَمِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كُنْتَ فِي صَلَاةٍ فَشَكَكْتَ فِي
ثَلَاثٍ أَوْ أَرْبَعٍ وَأكْبَرُ ظَنِّكَ عَلَى أَرْبَعٍ تَشْهَدُ بِكَ ثُمَّ سَجَدْتَ سَجْدَتَيْنِ وَأَنْتَ
جَالِسٌ لَبِلَ أَنْ نَسِيتَ ثُمَّ تَشَهَّدْتَ أَيُّهَا ثُمَّ نَسِيتَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَاهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ
خُصَيْفٍ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَوَأَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ أَيْضًا سَفِيَانُ وَشَرِيكُ وَاسْرَائِيلُ اخْتَلَفُوا
فِي الْكَلَامِ فِي مَتْنِ الْحَدِيثِ وَلَمْ يُسَيِّدْهُ

۳۸

ترجمہ

نفیلی نے بند محمد بن مسلم بطریق خصیف بن عبد اللہ بن ابی عمیر بن عبد اللہ بن ابی سعید الخدری
عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: جب تو نماز میں ہو اور شک کرے
کہ تین رکعتیں ہوئی ہیں یا چار اور غالب گمان چار کا ہو تو تشهد پڑھ پھر دو سجدے کر مگر سلام سے پہلے
اس کے بعد تشهد پڑھ کر سلام پھیر۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ عبد الواحد نے یہ حدیث خصیف سے موقوفاً روایت کی اور سفیان و شریک اور
اسرائیل نے عبد الواحد کی موافقت کی ہے اور متن حدیث میں اختلاف کیا ہے اور اسکو منہ
نہیں کیا۔ تشریح

اس کا حاصل یہ ہے کہ زیر بحث حدیث کو مرفوع روایت کرنے میں محمد
بن مسلم مستفرد ہے۔ عبد الواحد نے بھی اس کو خصیف بن عبد الرحمن

(۲۸۸)

قوله قال ابو داود

ہی سے روایت کیا ہے مگر اس نے مرفوع نہیں کیا، سفیان و شریک اور اسرائیل نے عبد الواحد
کی موافقت کی ہے۔ یعنی انھوں نے بھی مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

صاحب عون نے بحوالہ غلامہ امام احمد سے خصیف کی تضعیف نقل کر کے کہا ہے کہ حدیث غیر
متعلی الاثنا دہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہے لہذا اس حدیث سے ظن غالب پر عمل کرنے

داؤوں کا احتجاج صحیح نہیں۔

جواب یہ ہے کہ گو امام احمد نے خضیف کی تصنیف کی ہے مگر شیخ ابن معین اور حافظ ابو زرعم نے اس کی توثیق کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں شیخ ابن معین کا قول نقل کیا ہے "ان قال یسیر باس وقال مرة ثقة" حافظ ابن عدی کہتے ہیں کہ خضیف کے پاس احادیث و نسخ کثیرہ ہیں جب اس سے کوئی نقد راوی روایت کرے تو اس کی حدیث در قایات میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آلایہ کہ علیہ السلام ابن الحرمین روایت کرے کہ اس کی روایات بالکل باطل ہیں اور یہ بلا۔ عبد العزیز کی طرف سے ہے نہ کہ خضیف کی طرف سے۔ اسی طرح امام بخاری اور ابن سعد نے اس کو ثقہ اور علامہ ساجی نے صدوق کہا ہے :-

(۳۱) حدثنا محمد بن العلاء ثنا اسماعیل بن ابراہیم نا هشام الدستوائی نا یحیی بن ابی کثیر نا عیاض بن حماد ثنا موسی بن اسماعیل نا لیث نا یحیی عن ہلال بن عیاض عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا ضلی احدکم فلم یدر ذاد ام نقص فلیسجد مہربین و هو قائم فاذا اناہ الشیطان فقال انک قد احدثت فلیقل کذبت الا ما وجد ریحاً یا نفع او صوتاً یا ذینہ و هذا لفظ حدیث ابان، قال ابو داؤد وقال معمر و علی بن مبارک عیاض بن ہلال قال ابو داؤد وقال الروضی عیاض بن ابی ذحیرہ

محمد بن العلاء نے بند اسماعیل بن ابراہیم تجریدت ہشام دستوائی بطریق یحیی بن ابی کثیر اور موسی بن اسماعیل نے بند ابان تجریدت یحیی بواسطہ ہلال بن عیاض حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے اور یہ یاد نہ رہے کہ زیادہ پڑھی ہے یا کم تو دو سجد کرے بٹھ کر اور جب شیطان آکر کہے کہ تیرا نور ٹوٹ گیا تھا تو توبہ کرے کہ توجھوٹا ہے مگر جب ناک سے بوسنگھ یا کان سے آواز سے۔ یہ لفظ حدیث ابان کا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ معمر اور علی بن مبارک نے عیاض بن ہلال کہا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ آواز عیاض بن ہلال کہتا ہے :- کثیر ہے

قولہ قال ابو داؤد وقال معمر الخ (۳۸۹) یحیی بن ابی کثیر کے شیخ کی بابت اختلاف ہے کہ یہ ہلال بن عیاض بن ہلال؟ سو ہشام دستوائی نے تو صرف عیاض ذکر کیا ہے ان کے باپ کا نام ذکر نہیں کیا اور ابان نے ہلال بن عیاض ذکر کیا ہے۔ شروع کتاب میں باقی اسے الکلام عند الخلفاء کے ذیل میں مکرر بن عمار نے بھی یحیی بن ابی کثیر سے روایت کرتے ہوئے ہی کہا تھا لیکن معمر اور علی بن مبارک نے عیاض بن ہلال ذکر کیا ہے۔

(۲۹۰)

قولہ قال ابو داؤد تعلق الامور اعلیٰ

اور امام اوزاعی نے ان سب کے برخلاف عیاض بن

ابی زہیر کہا ہے اور بعض نے عیاض بن عبد اللہ بھی کہا ہے

اب ان میں سے کس کو صحیح کہا جائے؟ امام ذہبی اور حافظ ابو حاتم نے ہال بن عیاض کو اشبہ تلباوی

لیکن حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ راجح عیاض بن ہال ہے۔ ابن حبان کی کتاب الثعلب سے بھی بھی

معلوم ہوتا ہے کیونکہ موصوف نے ہال بن عیاض کے متعلق تصریح کی ہے کہ یہ وہم ہے۔

(۲۱۵) حدثنا القعنبي عن مالك عن ابي سفيان عن ابن سلمة بن عبد الرحمن

عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان احداكم اقام فصلى

جاؤ الشيطان فقبس عليه حق لا يقدرى كره صلى فاذا وجد احدا كره لك فليست

بمجدتين وهو جالس قال ابو داؤد وكنى امرأه ابن عيينة معمر والدي

ترجمہ

قبضی نے ہند مالک بردایت ابن شہاب بواسطہ ابوسلمہ بن عبد الرحمن حضرت ابو ہریرہ

سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے

کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پاس آکر اس کو بھلا دیتا ہے یہاں تک کہ اس کو یاد

نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں۔ سو جب تم میں سے کسی کو ایسا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھے بیٹھے

دو رکعت کرے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابن عیینہ ہمراہ درلبث نے بھی اسی طرح روایت

۵۰

کیا ہے :-

(۲۹۱)

قولہ قال ابو داؤد

یعنی جس طرح اس حدیث کو امام مالک نے (ابن شہاب سے روایت

کرتے ہوئے دہر جالس کے بعد قبل ان یسلم۔ الفاظ ذکر نہیں کئے۔ اسی

طرح زہری کے اصحاب میں سے حافظ حدیث ابن عیینہ، سمراد لبث نے بھی ذکر نہیں کئے بلکہ یہ

الفاظ عبد بن اسحاق اور ابن ابی الزہری (محمد بن عبد اللہ بن مسلم) نے روایت کئے ہیں جیسا کہ

زیر بحث حدیث کی بعد دلی روایتوں میں مذکور ہے :-

(۱۳۳) باب مَنْ قَامَ مِنْ ثَلَاثِينَ وَلَمْ يَتَّخِذْ

(۲۱۶) حدثنا عمر بن عثمان نا ابي و ثقيف قال نا شيب عن الزهري بمعنى

اسنادہ وحدیث زاذ وکان مثلاً المتشرد فی قیامہ۔ قال ابو داؤد و

کذلک سجدہما ابن الزبیر و قام من ثلاثین قبل التسليم وهو قول الزهري

ترجمہ

عمر بن قحان نے بندہ الد و عثمان بن سعید، و بقیہ محدث شعبہ امام زہری کے اسی سے اور ان کی حدیث کے ہم معنی روایت کیا ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ ہم میں سے بعض نے کھڑے کھڑے قہر ڈرھا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابن الزبیر نے بھی دو سجدے کئے جبکہ وہ دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے تھے سنا م سے پہلے۔ اور یہی زہری کا قول ہے۔۔۔ تشریح

یعنی جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے ہو کے دو سجدے کئے اسی طرح حضرت عبد اللہ بن الزبیر نے بھی سلام سے پہلے

قوله قال ابوداؤد الخ (۲۹۳)

ہی کئے جبکہ آپ زہری کی پہلی دو رکعتوں کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

لفظ قبل التیمم میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ سجدہ کا ظرف ہو ای سجدہ سجدتی السہو قبل السلام دیکھ بعد ہوا دیکھ کہ قائم کا ظرف ہو ای قائم قبل التیمم علی عہد اللہ العالیین والمراد بہ التشہد ان میں سے پہلا احتمال ظاہر تر ہے لیکن لحادی کی روایت سے دوسرے احتمال کی تائید ملتی ہے۔ لحادی میں یوسف بن مالک کی سند سے مروی ہے۔ قال صلی بنا ابن الزبیر تعام فی الركعتین الاولین من انظر فینما قال سبحان اللہ دلم یلتفت الیہم فقصی ما علیہ ثم سجد سجدین بعدا سلمت اس روایت میں تصریح ہے کہ آپ نے سجدہ سہو سلام کے بعد کئے۔ اس کی مفصل بحث باب السہو فی التحدیث کے ذیل میں گذر چکی۔

۵۱

(۳۵) بَابُ مَنْ قَسَىٰ أَنْ يَتَشَدَّدَ وَهُوَ جَالِسٌ

(۲۱۷) حدثنا الحسن بن عمر عن عبد الله بن الوليد عن سفيان عن جابر بن الخضر بن شبيب عن الأحمسي عن قيس بن أبي حازم عن المغيرة بن شعبه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قام الإمام في الركعتين فإن ذكره قبل أن يستوي قائماً فليجلس فإن استوى قائماً فلا يجلس ويسجد سجدتي السهو قال ابوداؤد وليس في كتابي عن جابر النجفي إلا هذا المحدث

ترجمہ

حسن بن عمر نے بندہ عبد اللہ بن الولید بروایت سفیان جابر بن خضر بن شبیب عن احمسی عن قیس بن ابی حازم حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو جائے پھر اس کو سیدھا کھڑا ہونے قبل یاد آ جائے تو بیٹھ جائے اور اگر سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد یاد آئے تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کرے ابوداؤد کہتے ہیں کہ میری کتاب میں جابر بن جعفر ہی ایک حدیث ہے۔۔۔ تشریح

قولس باب الخ۔ باب سابق میں اس شخص کا حکم مذکور تھا جس کو دو رکعتیں پڑھ کر بالکل کھڑا

ہو جانے کے بعد شہید یا آئے۔ اس باب اس شخص کا حکم ذکر کر رہے ہیں جس کو بیٹھ جانے کے بعد یاد آئے۔ سو زیر بحث حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہونے لگے اور یہ ہاکھڑا ہونے سے پہلے اس کو شہید یاد آجائے تو بیٹھ جانا چاہیے خواہ وہ اقرب الی القیام ہو یا اقرب الی القعود۔ اخاف کے یہاں ظاہر الروایہ یہی ہے۔ اسی کو شیخ ابن الہمام نے اختیار کیا ہے اور حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے (رقالہ علی القاری)۔

پھر اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہیں؟ سو اس میں مشائخ حنفیہ کا اختلاف ہے۔ لیکن صیح یہ ہے کہ واجب نہ ہو گا کیونکہ فعل قیام میں شمار نہیں ہے (کذا فی غنیۃ المستمل) درختی میں ہے۔ سہو علیہ فی الاصحح مالم یستقم قائمائی ظاہر المذہب دہو الامح۔ حافظ ابن حجر کی نے ذکر کیا ہے کہ حدیث کے الفاظ۔ وسجد سجد فی السہو۔ قسم ثانی کے ساتھ مخصوص ہیں یعنی جب بالکل سدا کھڑا ہو جائے، پس اس صورت میں سجدہ سہو نہ کرے اگرچہ وہ اقرب الی القیام ہو جہذا صاحب شافعی کے نزدیک بھی صیح ہے اور امام نووی نے بھی اپنی بعض کتابوں میں اسی کی تشریح کی ہے اور اگر وہ سدا کھڑا ہو چکا ہو تو نہ بیٹھے۔ درختی میں ہے کہ اگر اس صورت میں بیٹھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی (دقیل و قفل) اور اس صورت میں تاخیر واجب کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوا اللہ کما حقہ الکمال (ہوا الحق دجہر)۔

جابر جعفی کی تصنیف کی طرف اشارہ ہے کہ میں نے اپنی پوری کتاب میں (۲۹۳) قولہ قال ابو داؤد الخ اس مقام کے علاوہ اور کہیں جابر جعفی سے روایت نہیں لی۔ امام شافعی نے بھی اس کی صرف یہی ایک روایت لی ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ جابر جعفی کی جرح و تعدیل میں مختلف ہیں۔

حافظ ابن حجر نے تہذیب میں مہدی سے سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے حدیث کے سلسلہ میں اس سے زیادہ اور ع نہیں دیکھا۔ ابن علیہ نے شعبہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ صدوق ہے۔ یحییٰ بن کبیر نے شعبہ ہی سے نقل کیا ہے کہ جب جابر حد ثنایا سمعت کہے تو اوثق الناس ہے۔ اور زہیر بن ابی صادہ سے نقل کیا ہے کہ جب یسمعت یا سألت کہے تو اصدق الناس ہے۔ شیخ دیکھ فرماتے ہیں کہ جابر کے بارے میں شک مت کرو یہ ثقہ ہے کیونکہ اس سے مسعر، سفیان، شعبہ اور حسن بن صالح نے روایت کی ہے۔

ابن عبدالحکم نے بسامع امام شافعی سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے شعبہ سے کہا: اگر آپ جابر کے بارے میں لب کشائی کریں گے تو میں آپ کے متعلق کلام کرونگا۔ یہ تو جابر کے بارے میں محدثین کی آراء ہیں اس کے برخلاف جابر عین کا فیصلہ سنئے۔

وہذا عند النبیۃ وقال الما لکۃ رجح تارک المجلس الاول ان لم یفارق الارض مبدیہ و رکبۃ و لا سجود الا غلا ولا تبطل ان رجح (کذا فی مختصر الخلیل) ۱۲۸

شیخ ایوب، لیث بن ابی سلیم، جوز جانی، ابن معین نے کذاب، اسماعیل بن خالد نے ستم باللہ
امام نسائی نے متروک الحدیث، ابواحمد حاکم نے ذائب الحدیث، امام ابوداؤد نے غیر قوی کہا
ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان اور سفیان بن عیینہ نے بھی اس کو بالکل متروک سمجھا ہے۔ یحییٰ بن
یعقوب کہتے ہیں کہ حضرت زائدہ سے سوال ہوا کہ آپ ابن ابی لیلیٰ کبھی اور جابر جعفی سے روایت
کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کہ جعفی تو بخدا کذاب اور حضرت علی کی رجعت پر ایمان رکھتا تھا،
ابو یحییٰ احمال نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے جابر جعفی سے زیادہ عجیب کسی کو نہیں پایا
میں جو قیاسی مسئلہ ذکر کرتا ہوں یہ فوراً اس کی بابت اثر پیش کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس
تیس ہزار روایت تو ایسی ہیں جن کو میں نے ابھی تک ظاہر ہی نہیں کیا۔ سلام بن ابی مطیع کا بیان
ہے کہ نجم سے جابر جعفی نے کہا: میرے پاس علم کے پچاس ہزار ابواب ہیں جن کو میں ابھی تک بیان نہیں
کر سکا۔ میں نے شیخ ایوب سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا ابواب تو یقین ہو گیا کہ بالکل جھوٹا ہے۔
جریر بن عبد الحمید ثعلبی سے ناقل ہیں کہ میں نے جابر جعفی کا قصد کیا تو مجھے لیث بن ابی سلیم نے منع
کر دیا اور فرمایا کہ یہ تو کذاب ہے۔ جریر کہتے ہیں کہ میں اس سے روایت کرنا حلال نہیں سمجھتا:-

(۲۱۸) حدثنا حمید بن عبد اللہ بن عمر الجبیشی نا یزید بن ہارون انما للسعدی عن زیاد بن علاقۃ
قال صلی بن المخریۃ بن شعبۃ فہم فی الرکعتین قلنا سبحان اللہ قال سبحان
اللہ ومضی فلما اتوا صلوۃ وسلم سجداً سجداً فی السہو فلما انصرفت قال رأیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمنع کما صنعت، قال ابوداؤد وکذ لک رواہ
ابن ابی لیلی عن الشّعبی عن المخریۃ بن شعبۃ ورواہ ابو یحییٰ عن ثابت بن عبید قال
صلی بن المخریۃ بن شعبۃ مثل حدیث زیاد بن علاقۃ، قال ابوداؤد ابو یحییٰ
اخو السعدی وفعل سعد بن ابی وقاص مثل ما فعل المخریۃ وعمران بن حصین
والضحاك بن قیس ومعاویہ بن ابی سفیان، وابن عباس آتقی بذلك وعمر
بن عبد العزیز قال ابوداؤد وهذا فی من قام من ثلثین ثم سجد وابعد
ما سلموا

ترجمہ

عہ قل الشّیخ فی ابذل قلت عنہ ان لما ثبت ان کان رافضیا شدید الرغز یشتم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ولیسیم نکاح من مذہبہ التقیۃ فی ابتدائہ امرہ کان یظہر منہ الصلاح وحسن حالہ تقیۃ لیغتر منہ الناس
فاغتر بہ بعض المحدثین ولما ظہر من امرہ ما ظہر ترک الناس وجوہہ بخرج مغر فلا یغتر بردایۃ شعبۃ وسفیان
و غیرہا فانہم ردوا بنا علی النہی ہم من حسن السمۃ والصلاح ثم لما اطلعوا علی حقیقۃ امرہ ترکوا ابذل

محبہ اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بندہ نیرید بن ہارون باخبار مسودی، زیاد بن علاقہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم کو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے نماز پڑھائی تو دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہم نے سبحان اللہ کہا تو انھوں نے بھی کہا سبحان اللہ اور نماز پڑھتے رہے۔ جب نماز پوری کر لی اور سلام پھیرا تو سہو کے درجہ کے ادر جب واپس ہوئے تو کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے جیسے میں نے کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابن ابی لیلیٰ نے بھی بواسطہ شعبی حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور ابو عیسیٰ نے اس کو ثابت بن عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو مغیرہ بن شعبہ نے نماز پڑھائی زیاد بن علاقہ کی حدیث کی طرح۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابو عیسیٰ، مسودی کا بھائی ہے اور سعد بن ابی وقاص نے بھی ایسا ہی کیا ہے جیسے مغیرہ، عمران بن حصین، یحیٰی بن قیس اور معاذ بن ابی سفیان نے کیا اور ابن عباس دھرم بن عبد العزیز نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ ان کے ہارے ہیں ہے جو دوسری رکعت پر بیٹھے نہیں پھر سجدہ کیا سلام کے بعد:- کثرت پر

۲۹۴) قولہ قال ابو داؤد کذا الخ کیا ہے کہ جو دسہو سلام کے بعد ہیں۔ ابن ابی لیلیٰ نے بھی بواسطہ شعبی حضرت مغیرہ سے اسی طرح روایت کیا ہے جسکی تخریج امام ترمذی نے بطریق شیم اور امام طحاوی نے بطریق علی بن مالک الرواسی کی ہے۔ پس اس سے دو رکعتوں کے بعد تارک جلوس کے حق میں سجدہ سہر کے بعد السلام ہونے کی تقویت مقصود ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ جابر جعفی کی روایت پر روایت مسودی کی ترجیح و تقویت مقصود ہو کیونکہ جابر جعفی نے حضرت مغیرہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول روایت کیا ہے اور مسودی کی روایت میں حضرت مغیرہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مروی ہے۔ پس صاحب کتاب نے ابن ابی لیلیٰ اور ابو عیسیٰ کی روایت سے حدیث مسودی کو ترجیح دیدی کہ اس سلسلہ میں راجح یہی ہے کہ یہ حضرت مغیرہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے۔

لیکن یہ احتمال قیس بن الربیع اور ابراہیم بن لہمان کی روایات سے ضعیف ہو جاتا ہے جو طحاوی شریف میں موجود ہیں جن میں ان حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور فعل دونوں بتائے ہیں، تو جن حضرات نے صرف قول روایت کیا ہے انھوں نے حدیث کو مختصر کر کے صرف قول پر اکتفاء کیا اور جن حضرات نے صرف فعل روایت کیا ہے انھوں نے فعل پر اکتفاء کیا لامضائقہ

۲۹۵) قولہ قال ابو داؤد ابو عیسیٰ الخ کے بھائی ہیں کیونکہ ابو عیسیٰ، عقبہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن عبد اللہ بن مسعود ہیں اور حضرت مسودی، عبد الرحمن بن عبد اللہ، فہما شقیان :-

۲۹۶) قولہ قال ابو داؤد ہذا الخ اس کا مقصد اس بات کو بتانا ہے کہ حدیث مغیرہ میں دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ جو شخص دو رکعتوں پر نہ بیٹھے اس پر سجدہ سہو لازم نہیں

ترجمہ

احمد بن صالح نے بسنا بن وہب باخبار مخمر بن بکیر بواسطہ والد رکیر حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبد اللہ بن عمر نے پوچھا: تم نے اپنے باپ کے جمہ کی ساعت کے بارے میں کئی کچھ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرتے ہوئے سنا ہے میں نے کہا: ہاں، میں نے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جمہ کی ساعت امام کے بیٹھنے سے نماز کے ختم ہونے تک ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ جلوس سے مراد امام کا منبر پر ٹھہرنا ہے۔ ۱۔ تشریح

قول باب الحج۔ باب کی پہلی حدیث جو حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جمہ بارہ ساعات کا ہوتا ہے ان میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ وہ حق تعالیٰ سے کچھ مانگے اور حق تعالیٰ اس کو نہ دیں۔ زیر بحث حدیث بھی اسی ساعت کی بابت ہے۔ :-

لیکن وہ کون سی ساعت ہے اور کس وقت ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں جنکو مانظ ابن حجر نے فتح الباری میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شیخ نے بھی بذیل میں اس کا خلاصہ نقل کیا ہے ہم بھی اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ حافظ موصوف کہتے ہیں کہ اس ساعت کی بابت اہل علم صحابہ و تابعین حقرات کا اختلاف ہے کہ وہ ساعت باقی ہے یا اٹھائی گئی۔ بر تقدیر بقا۔ ہر جمعہ میں ہوتی ہے یا پورے سال کے کسی ایک جمعہ میں۔ بر تقدیر ادول اسکا کوئی وقت سوین ہے یا مبہم۔ بر صورت تعیین پورے وقت میں دائر رہتی ہے یا مبہم ہوتی ہے یا مبہم کی صورت میں اس کی ابتداء دانہتہا کیا ہے۔ بر تقدیر وہ ساعت سمر رہتی ہے یا منتقل ہو جاتی ہے۔ بغرض انتقال پورے دن کو محیط ہوتی ہے یا بعض کو؟ اس سے متعلق اقوال حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وہ ساعت اٹھائی گئی۔ یہ حافظ ابن عبد البر نے ایک قوم سے نقل کیا ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ سلف نے اس کو مردود قرار دیا ہے۔

صاحب البہدی کہتے ہیں کہ اگر اس سے قائل کا مقصد یہ ہے کہ اس کا علم اٹھایا گیا، تو یہ ایک حد تک صحیح ہے۔ اور اگر مقصد یہ ہے کہ درحقیقت وہ ساعت ہی اٹھا لی گئی تو مردود ہے۔

۲۔ موجود تو ہے لیکن پورے سال کے کسی ایک جمعہ میں ہوتی ہے۔ کتب اخبار نے حضرت ابو ہریرہ سے یہی فرمایا تھا۔

۳۔ ردی عبد الرزاق عن ابن جریر اخباری ابو داؤد بن ابی عاصم عن عبد اللہ بن نخس مولیٰ معاویہ، قال قلت لابی ہریرۃ انہم زعموا ان ابیہ الہی فی یوم الجمعة یتجاب فیہا الدمار رفعت فقال کذب من قال ذلک قلت نہیں فی کل حیۃ قال نعم۔ اسنادہ قوی ۱۲ فتح الباری۔

(۳) پورے دن میں مختفی ہوتی ہے جیسے عشرہ رمضان میں لیلة القدر اور اسمائے حسنی میں امّ اعظم علیہا
 رافعی و صاحب معنی وغیرہ علماء کی ایک جماعت کے کلام سے بھی نکلتا ہے۔
 (۴) یہ ساعت جمعہ کے دن میں منتقل ہوتی رہتی ہے کسی عین ساعت کے ساتھ لازم نہیں۔ اسکو
 امام غزالی نے اشنبہ اور محب طبری نے انظر کہا ہے اور ابن عساکر وغیرہ نے بھی اسی پر جزم ظاہر کیا ہے
 (۵) یہ ساعت اس وقت ہوتی ہے جب مؤذن صبح کی اذان دے۔ اس کو شیخ ابو الفضل نے شرب
 ترمذی میں اور شیخ سراج الدین ابن الملقن نے شرح بخاری میں ذکر کر کے تخریج ابن ابی شیبہ میں عائشہ
 کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کو حضرت عائشہ سے روایاتی اور ابن المنذر نے بھی روایت کیا ہے مگر
 روایاتی کی روایت میں نماز مطلق ہے اور ابن المنذر کی روایت میں نماز بنو کے ساتھ مقید۔
 (۶) طلوع فجر سے طلوع شمس تک (۷) اور عصر سے غروب تک (۸) اور منبر سے امام کے اترنے وقت
 تکیر ہونے تک (۹) طلوع شمس کے بعد پہلی ساعت ہے۔ اس کو حلی نے شرح تنبیہ میں حکایت کیا ہے۔
 اور محب طبری نے اپنی شرح میں انھیں کی اتباع کی ہے۔ (۱۰) طلوع شمس کے وقت۔ اس کو امام غزالی
 نے احبار میں نقل کیا ہے (۱۱) سہ پہر کی آخری ساعت ہے (۱۲) زوال شمس سے نصف ذراع سایہ ہونے
 تک۔ اس کو محب طبری نے الاحکام میں نقل کیا ہے جس کو زکی منذری نے بھی قبول کیا ہے (۱۳) زوال
 شمس سے ایک ذراع سایہ تک۔ اس کو قاضی عیاض، قرطبی و نور فودی نے نقل کیا ہے اور ابن المنذر و
 ابن عبد البر نے اسناد قوی کے ساتھ حضرت ابو ذر غفاری سے یہی روایت کیا ہے۔

۵۷

۱۔ ردی ابن خزیمہ دالجا کم سن طریق سعید بن الحرث عن ابی سلمہ سالت ابی سعید عن ساعۃ الحجۃ فقال سالت ابی
 صلی اللہ علیہ وسلم عنہا فقال قد علمتہا ثم استبہا کما انبت لیلۃ القدر ردی عبد الرزاق عن معمر بن سہران عن ابی ہریرۃ
 فقال لم یسمع فیہا بشیء الا ان کتبا کان یقول وان انما تم حجۃ فی جمعۃ فلی علی تک و ساعۃ۔ قال ابن المنذر
 معناه ان یسیر فیہ عن حجۃ من الحجۃ بن ادل النہار الی وقت معلوم ثم فی حجۃ آخری یتبدی من ذلک الوقت
 الی وقت آخر حتی یأتی علی آخر النہار ۱۲ فتح الباری ۵ ردی ابن عساکر عن طریق ابی جعفر السہازی عن لیث بن
 ابی سلیم عن مجاہد عن ابی ہریرۃ و حکاہ القاضی ابی الطیب الطبری و ابی نصر بن العصبی و عیاض و القسطلی و غیرہم
 ۲ ردی سعید بن منصور عن خلف بن خلیفہ عن لیث بن ابی سلیم عن مجاہد عن ابی ہریرۃ و تابعہ فضیل بن عیاض
 عن لیث عن ابن المنذر و لیث ضعیف ۱۲ فتح ۵ ردی حمید بن زنجوی فی الترفیہ لم عن طریق عطارد بن قرق
 عن عبد اللہ بن حمزہ عن ابی ہریرۃ قال التمسوا ساعۃ النہی یجاب فیہا لعلہ یوم الحجۃ فی ہذہ الاوقات الثلاثۃ
 فذكرہا ۱۲ فتح
 ۳ حکاہ صاحب المغنی و ہونی منذ الامام احمد عن طریق علی بن ابی طلحہ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً یوم الحجۃ
 فیہ طبعۃ طینۃ آدم و فی آخر ثلاث ساعات من ساعۃ من دعا اللہ فیہا استجب لہ۔ و فی اسنادہ فرج
 بن فضالہ و ہو ضعیف و علی لم یسمع من ابی ہریرۃ۔ قال المحب الطبری قولہ فی آخر ثلاث ساعات
 یستعمل ہرین احدہا ان یکون المراد ساعۃ الاخرۃ من الثلاثۃ الاولی ثانیہا ان یکون المراد ان فی آخر
 کل ساعۃ من الثلاثۃ ساعۃ حاجۃ فیکون فیہ تجوز لاطلاق ساعۃ علی بعض ساعۃ ۱۲ فتح ابی ہریرۃ

۱۳۴) ایک بالشت زوال ہونے کے بعد ایک ذراع ہونے تک (۱۵۵) جب زوال خمس ہو جائے
 ۱۳۵) جب مؤذن جمعہ کی اذان کہے۔ بقول زین بن المنیر اذان سے مراد اذان ثانی ہے (۱۵۶) زوال
 سے لیکر نماز میں داخل ہونے تک۔ اس کو ابن المنذر نے ابوالسوار عدوی سے۔ ان یفعل الامام الفاعل
 کے ساتھ ذکر کیا ہے (۱۵۷) زوال سے لے کر خطبہ کے لئے امام کے نکلنے تک۔ اس کو قاضی ابوالطیب
 طبری نے نقل کیا ہے (۱۵۸) زوال سے غروب شمس تک (۱۵۹) خطبہ کے لئے امام کے نکلنے اور اقامت
 صلوة کے درمیان تک (۱۶۰) امام کے نکلنے کے وقت۔ اس کو حمید بن زنجویہ نے کتاب الترفیب میں
 حضرت حسن سے نقل کیا ہے (۱۶۱) امام کے نکلنے اور نماز کے تمام ہونے کے درمیان (۱۶۲) خرید و
 فروخت کی حرمت کے زمانہ سے اس کی حلت کے زمانہ تک (۱۶۳) اذان ہونے کے وقت سے انقضاء
 صلوة تک (۱۶۴) امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت سے نماز تمام ہونے تک۔ اس کو امام مسلم اور امام ابو
 داؤد نے بطریق محرمہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے (۱۶۵) تاؤذین مؤذن، تذکیر امام اور
 اقامت کے وقت۔ اس کو حمید بن زنجویہ نے بطریق سلیم بن عامر حضرت عوف بن مالک انجمی صحابی
 سے روایت کیا ہے (۱۶۶) مؤذن کے اذان کہنے، منبر پر امام کے آنے اور نماز کے قائم ہونے کے وقت

۵۸
 رواہ ابن المنذر وابن عبد البر بإسناد قوی الی البخاری عن یزید الحضرمی عن عبد الرحمن بن حمزة عن ابی ذر ان
 امرأتہ سألت عنہا فقال ذلک ۱۲ نوح ۵۵ حکاہ ابن المنذر عن ابی العالیة ورواه فی الشام حدیث عن علی بن
 رومی عبد الرزاق عن طریق الحسن ان کان یحجر ابا عبدہ زوال الشمس بسبب قفہ وقوت یسجد فی الصلوة فی ذلک
 رومی ابن سعد فی الطبقات عن عبید اللہ بن زید بن نوح القعقعة وروی ابن عباس عن طریق سعید بن ابی حمزة
 عن قتادة قال کان یزیدون الساعۃ المستجاب فیہا ان عام اذانت الشمس ان کان ما فیم فی ذلک انما وقتا جازما
 الملائکۃ ما بتداء دخول وقت الجمعة وابتداء الاذان ونحو ذلک ۱۲ نوح ۵۵ ورواہ ابن المنذر عن ماکشہ قانت
 يوم الجمعة مثل یوم عرفة تفتح فیہ ابواب السماء و فیہ ساعة لا یأل سأل فیہا العبد فی الا اعطاه قبل ان یسجد
 قالت اذا اذان المؤذن لصلوة الجمعة و هذا یفترق الذی قبل من حیث ان الاذان قد یأتی آخر عن الزوال
 ۱۲ نوح ۵۵ حکاہ ابن العباس احمد بن علی بن کثائب الدرمی عن الحسن و نقلہ عن شیخنا سراج الدین عن
 الملقن فی شرح البخاری وکان الدرمی المذکور فی غصن ابن الصلاح ۱۲ نوح ۵۵ رواہ ابن المنذر عن
 الحسن وروی ابو بکر المرزوق فی کتاب الجمعة بإسناد صحیح الی الشیخی عن عوف بن حمیر جلیل من اهل الشام منہ
 ۱۲ نوح ۵۵ رواہ ابن جریر عن طریق اسماعیل بن سالم عن الشیخی قولہ ومن طریق معاوية بن قرة عن ابی بردہ
 عن ابی موسیٰ قولہ و فیہ ان ابن عمر استحب ذلک ۱۲ نوح ۵۵ رواہ سعید بن منصور وابن المنذر عن الشیخی
 قولہ ایضا قال الزین بن المنیر و جبہ الخس احکام الجمعة لان العبد باطل عند اکثر فلا یقضی ذلک فی غیر
 ہذہ الساعۃ بحیث ضاق الوقت فقتل من اتان بعقد البیع فخرج وقامت تلك الصلاة لا تأثم
 یبطل البیع ۱۲ نوح۔

۵۹ رواہ حمید بن زنجویہ عن ابن عباس و حکاہ البخاری فی شرح السنۃ عنہ ۱۲ نوح۔

۶۰ رواہ ابن شیبہ وابن المنذر عن ابی امامۃ الصحابی قولہ ۱۲ نوح المبارک۔

۲۸) آغاز خطبہ سے فراغت تک۔ اس کو ابن عبد البر نے بطریق محمد بن عبد الرحمن عن ابیہ حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے مگر اس کی اسناد ضعیف ہے (۲۹) منبر پر امام کے پہنچنے اور خطبہ شروع کرنے کے وقت۔ اس کو امام خزانہ نے اخیار میں نقل کیا ہے (۳۰) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے کے وقت۔ اس کو طبری نے بعض شراح مصابیح سے نقل کیا ہے (۳۱) منبر سے اترتے وقت (۳۲) اقامت صلوٰۃ سے امام کے اپنے مقام پر کھڑا ہونے تک (۳۳) اقامت صفوف سے تمام صلوٰۃ تک (۳۴) وہ ساعت جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجہاد افرماتے تھے (۳۵) عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک (۳۶) نماز عصر میں (۳۷) عصر کے بعد سے عجب وقت تک۔ حکماء الغزالی فی الاحیاء (۳۸) علی الاطلاق عصر کے بعد (۳۹) وسط نہار سے آخر نہار کے قریب تک (۴۰) اصفر اشمس سے غروب تک (۴۱) قال فی المرقاة .. ہذا مختار فاطمہ (۴۲) عصر کے بعد آخری ساعت۔ اس کو امام ابو داؤد، نسائی اور حاکم نے حضرت جابر سے مرفوعاً اور امام مالک، اصحاب سنن، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بطریق محمد بن ابراہیم حضرت عبد اللہ بن سلام سے ان کا قول روایت کیا ہے (۴۳) آغاز غروب شمس سے کمال غروب تک (۴۴) امام کی قرأت فاتحہ سے آئین کہنے تک۔ یہ قول حافظ شمس الدین جزیری کا ہے

میں انہوں نے حصین بن زکریا سے

۵۹

رواہ ابن ابی شیبہ و حمید و ابن الجوزی المنذر باسناد صحیح الی ابی اسحاق عن ابی بردۃ قولہ و حکماء الغزالی قولہ بلفظ اذا قام الناس الی الصلوٰۃ ۱۲ فتح ۵۵ حکماء ابن المنذر عن الحسن ایضاً دروی الطبرانی سن حدیث سیوۃ بنت سعد بن مرفوعاً باسناد ضعیف ۱۲ فتح ۵۵ رواہ الترمذی و ابن ماجہ من طریق کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً قد ضعف کثیر روایت کثیر در رواہ البیهقی فی الشعب در رواہ ابن ابی شیبہ من طریق یحییٰ عن داود الاصبغ عن ابی بردۃ قولہ و اسنادہ قوی دروی ابن جریر دسید بن منصور عن ابن سیرین نحوہ ۱۲ فتح ۵۵ رواہ ابن عساکر باسناد صحیح عن ابن سیرین و کانہ اجدہ من جہۃ ان صلاۃ الجُمُعۃ افضل صلوات ذلک الیوم و ان الوقت الذی یتصلی فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الاوقات و ان جمیع ما تقدم من الاذان و الخطبۃ و غیرہا و سال ۱۲ فتح ۵۵ رواہ ابن جریر من طریق سید بن جبیر عن ابن عباس مرفوعاً و من طریق صفوان بن سلیم عن ابی سلمۃ عن ابی سید مرفوعاً بلفظ فالتسبیح بعد العصر و ذکر ابن عبد البر ان قولہ فالتسبیح الی آخرہ مدرج فی الجرح من قول ابی سلمۃ در رواہ ابن منذر من ہذا الوجه و زاد غلط ما یقول الناس . در رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ من طریق الشیبانی عن عون بن عبد اللہ بن عتبہ عن اخیه عبید اللہ عن قول ابن عباس در رواہ الترمذی من طریق موسیٰ بن دردا عن انس مرفوعاً بلفظ بعد العصر الی غیبۃ الشمس و اسنادہ ضعیف ۱۲ فتح ۵۵ رواہ عبد الرزاق عن عمر بن ذر عن یحییٰ بن اسحق بن ابی طلحہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلًا و فیہ قصۃ ۱۲ فتح ۵۵ رواہ ابن عساکر من طریق محمد بن سلیمان الانصاری عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ و ابی سید مرفوعاً بلفظ و فی بعد العصر و ابن المنذر عن مجاہد مثله و ابن جریر من طریق ابیہم بن مسرۃ عن رجل ارسلہ عمر بن ابی الدہلی الی ہریرۃ مثله و ابوبکر المروزی من طریق الثوری و شبۃ جمیعاً عن یونس بن خباب قال الثوری عن عطاء و قال شبۃ عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ۱۲ فتح

۵۵ رواہ عبد الرزاق عن ابن جریر عن اسماعیل بن کسان عن یونس قولہ ۱۲ فتح ۵۹ رواہ الطبرانی فی الاوسط و الدارقطنی فی المعانی و البیهقی فی الشعب و فضائل الاوقات من طریق زبیر بن علی بن الحسین بن علی عن فاطمہ مرفوعاً ۱۲ فتح الباری .

ایسی حالت ساحت اجماعت کی بابت جو احادیث وارد ہیں ان میں راجح تر حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے جو قول ۲۷ کے ذیل میں مذکور ہے اس کو امام مسلم نے اس باب میں اجماعاً مانا ہے۔
عجب طبری نے بھی اسکا کوامح کہا ہے اور امام نووی کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے۔ حافظ سیوطی اور ابن العربی وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

امام ترمذی نے امام احمد سے حضرت عبداللہ بن سلام کے قول متعلق (جو قول ۲۷ کے ذیل میں مذکور ہے) نقل کیا ہے کہ اکثر احادیث اسی پر ہیں۔ ابن عبدالبر نے اس کو اثبت شی فی ذالالباب کہا ہے۔ اسحاق، طریطشی مالکی اور ابن الزمکانی شافعی وغیرہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

سوال حضرت ابوسعیدؓ کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پہلے مجھے اس کا علم تھا پھر بھلا دیا گیا۔ تو یہ احادیث اس کے معارض ہیں۔ جواب نہیں کیونکہ ممکن ہے ان حضرات نے نیاں سے قبل سنا ہو۔

یعنی حدیث کے الفاظ: "ما بین ان مجلس الامام" میں جلوس سے مراد امام کا
قولہ قال ابو داؤد الخ (۲۹۸)
 خطبہ کے لئے منبر پر یا دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھا ہے جو مذکور بالا
 اقوال میں سے انتیواں اور تیواں قول ہے۔

(۱۴۷) باب فضل الجمعة

(۲۲۱) حدثنا ابراہیم بن موسیٰ انا عیسیٰ نا عبد الرحمن بن یزید بن جابر حدیثی
 عطاء الخراسانی عن مولیٰ امرأۃ ارقم عثمان قال سمعت علیاً رضی اللہ عنہ علی
 منبر الکوفة یقول اذا کان یوم الجمعة غدت الشیاطین برایا یھا الى الاسواق
 فیکتسبون الناس بالترابیت او الریاض ویکتسبون عن الجمعة وتخذو المملکة
 فیکسب باب المسجد فیکتسبون الرجل من ساعۃ والرجل من ساعتین حتی
 یخرج الامام فاذا جلس الرجل مجلساً یمکن فیہ من الاستماع والنظر
 فانصت ولم یبلغ کان له کفلا من اجر وان جلس مجلساً یمکن فیہ من
 الاستماع والنظر فلغاً ولم یصت کان له کفل من وزیر ومن قال یوم الجمعة
 لصاحبه صۃ فقد لغاً ومن لغاً فلیس له فی جمعة تلك شئ ثم یقول فی الآخر
 ذلك سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذلك قال ابو داؤد درہام
 الولید بن مسلم عن ابن جابر قال بالریاض وقال مولیٰ امرأۃ ارقم
 عثمان بن عطاء

ابو داؤد بن سعید بن المنصور بائنا صحیح الی ابی سلمۃ بن عبد الرحمن ان اسام بن الصوابۃ اجماعاً امتد اکر داسام
 اجماعاً ثم انتر قرا فلم یختلفوا انہا آخر ساعۃ من یوم الجمعة ۱۲ نوح المبارکی

حل لغات

فصل فضیلت، جبکہ اس میں بقول واحدی و فراہیم کا منہ دفعتاً اور سکون تینوں جائز ہیں۔ مگر سیم کے منہ کے ساتھ (جہت) فصیح لغت ہے۔ فرد کہتے ہیں کہ یہ آتش کے نزدیک بالتحقیف ہے اور علیہم کے نزدیک بالتثقیل۔ موعب میں ہے کہ جو لوگ اس کو بالتحقیف کہتے ہیں ان کے یہاں اس کی جمع جمع ہے اور جو لوگ تثقیل کے قائل ہیں ان کے یہاں جماعت۔ حافظ ابن حجر نے سیم کا کسرہ بھی نقل کیا ہے مگر یہ موصوف کی بھول ہے فنی القاموس: الجملة بضم الجیم دیکھو اھ۔ یہ اجتماع سے ہے جیسے فرقۃ اقران سے ہے اور تار برائے مبالغہ ہے جیسے ضخمة میں ہے جن سبحانہ و تعالیٰ نے اس میں خصال خیر کثرت جمع فرمائے ہیں اس لئے اس کو جمعہ کہتے ہیں۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس کا نام جمعہ اس لئے پڑا کہ اس کے اندر عظیم الشان باتیں واقع ہوئیں یا ہوں گی۔

تفسیر منطہری میں ہے: سخی بالجملة لان الخلائق یجمع فیہ کذا ذکر ابو حذیفہ البخاری فی المبتداء عن ابن عباس و اسنادہ ضعیف: یعنی اس دن کا نام جمعہ اس لئے رکھا گیا کہ اس میں تمام مخلوق خدا کے سامنے جمع کی جائے گی۔ ابو حذیفہ بخاری نے کتاب المبتداء میں حضرت ابن عباس سے اسی طرح روایت کیا ہے مگر اس کی اسناد ضعیف ہے۔ مرقاة میں ہے کہ کچھ پڑنے کے بعد زمین پر حضرت جو اسے آدم علیہ السلام کی ملاقات اسی روز ہوئی اور دونوں یکجا جمع ہوئے اس لئے اس کو جمعہ کہتے ہیں۔ ابن کثیر میں ہے: انما سمیت الجملة لانہا مستقاة من الجمع فان اهل الاسلام یجمعون فی کل اسبوع مرة بالمعالم الکبیر یعنی یہ لفظ جمع سے نکلا ہے جس کے معنی اکٹھا ہونے کے ہیں۔ مسلمان ہر ہفتہ ایک مرتبہ اپنی بڑی عبادت گاہ میں جمع ہوتے ہیں اس لئے اس کو جمعہ کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ، ارباب تعالیٰ نے اس روز خلقت آدم کی تکمیل فرمائی اس لئے اس کو جمعہ کہتے ہیں۔ ابن خزیمہ نے حضرت سلمان سے ادا امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ سے بھی اسی طرح مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ابی ثعلب میں ہے کہ اس دن قریش تھکی کے پاس دارالنداء میں جمع ہوتے تھے اس لئے اس کو جمعہ کہتے ہیں۔ زجاج، فراء، ابو حنبلہ اور ابو عمر نے ذکر کیا ہے کہ اہل عرب بنجر کو شمار، آثار کو ادل، پیر کو اہول، مشکل کو جبار، بدھ کو دبار، جموات کو مونس اور جمعہ کو عردہ کہتے تھے سب سے پہلے اس کا نام جمعہ کعب بن لؤی نے رکھا۔

غدۃ دن، غدۃ صبح کے وقت جانا۔ روایات جمع راہ۔ جھنڈا (دھچکیل) ان کیوں منہا (اخل والطرق)، اسواق جمع سوق۔ بازار، رہائش جمع رہیث۔ اخی، رکاوٹ، بیٹھو ہم دن، شبلا۔ بروکنا، باز رکھنا، فافست بات سننے کے لئے خاموش رہنا، لم یلغ (دن)، لغوا۔ یہودہ بات بولنا۔ کفلان کفل کا شنیہ حصہ دو چند، دزر بوجھ، گناہ، قہ بمعنی اسکت۔ ترجمہ

ابراہیم بن موسیٰ نے باخبار عیسیٰ تجدیث حدیث الحسن بن زید بن جابر بواسطہ علماء خراسانی مولیٰ ام عثمان سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت علی کو کوثر کے منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو شیطان اپنے جھنڈے لے کر بازاروں میں جلتے ہیں اور لوگوں کو جمعہ کا حاضری سے ضرور قائل اور حاجتوں میں روکتے ہیں اور فرشتے سویرے سے مسجدوں کے دروازے پر آ بیٹھتے ہیں اور لکھتے جاتے ہیں کہ

یہ پہلی ساعت میں آیا یہ دوسری ساعت میں آیا یہاں تک کہ امام نکلتا ہے پھر جو آدمی
ایسی جگہ ٹھہرتا ہے جہاں سے خطبہ سن سکے اور امام کو دیکھ سکے اور خاموش رہتا ہے کوئی یہودہ
بات نہیں بولتا تو اس کو دوسرا ثواب ملتا ہے اور اگر ایسی جگہ ٹھہرا جہاں سے خطبہ سن سکتا ہے
اور امام کو دیکھ سکتا ہے لیکن اس نے یہودہ بات کی اور خاموش نہیں رہا تو اس پر گناہ کا ایک حصہ
لاد جاتا ہے اور جس شخص نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا چپ رہ، اس نے بھی یہودہ بکا اور
جس نے یہودہ بکا اس کو جمعہ کا کچھ ثواب نہ ملے گا۔ یہ کہہ کر اخیر میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو ایسا ہی کہتے سنا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اسے ولید بن مسلم نے ابن جابر سے روایت
کرتے ہوئے بالرباث کہہا ہے اور مولیٰ امراتہ ام عثمان بن عطاء کہہا ہے :- تشریح

قول باب الخ: جس طرح احادیث میں نماز جمعہ کی فضیلت اور اس کی تاکید ہے اسی طرح جمعہ
کے دن کی بابت پچاس سے زائد فضائل احادیث سے ثابت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت
”شاهد مشہود“ کی تفسیر ہے کہ شاہد روز جمعہ ہے اور مشہود یوم عرفہ ”یہی عن ابی ہریرۃ“ جامع صغیر
حضرت ابن عباس سے مرفوعاً منقول ہے۔ الحجۃ حج المساکین و فی روایۃ حج الفقراء:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے بہتر دن جس پر آفتاب طلوع ہوا جمعہ ہے۔ اسی
روز آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی روز جنت میں داخل ہوئے اسی روز جنت سے زمین پر اتارے گئے
اسی روز قیامت قائم ہوگی اسی روز آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اسی روز دنیا سے انتقال ہوا۔ کوئی
جاندار ایسا نہیں ہے جو جمعہ کے روز صبح سے طلوع آفتاب تک قیامت کے ڈر سے خائف نہ رہتا ہو علاؤ
جن دانس کے (ابو داؤد، مالک عن ابی ہریرۃ) زیر بحث باب میں نماز جمعہ کی فضیلت مذکور ہے، جو
حدیث کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔

پھر جمعہ کی نماز حنفیہ وشافیہ کے نزدیک ہی نہیں بلکہ جمیع مسلمین کے نزدیک فرض ہے جس کی فرضیت
کتاب التشریعت رسول اور اجماع امت سب سے ثابت ہے حتیٰ کہ اس کا منکر کا فرض ہے بلکہ ہمارے امام
نے تو تصریح کی ہے کہ جمعہ فرض ظہر سے بھی زیادہ نواہ ہے بعض جہلاء مذہب حنفیہ کی طرف جمعہ کی
عام فرضیت منسوب کرتے ہیں جس کا منشاء قدوری کی یہ عبارت ہے: ”ان صلی الفطر فی ستر لیل یوم
الحجۃ ولا عند لکرمۃ“ حالانکہ اس سے قدوری کی مراد حرمت ہے۔

زیر بحث حدیث کو عیسیٰ بن یونس نے ابن جابر سے روایت کرتے ہوئے
قولہ قال ابو داؤد الخ (۲۹۹) بالترابث اذ الرباث شک کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ صاحب کتاب
کہتے ہیں کہ اس کو ولید بن مسلم نے ابن جابر سے بلا شک روایت کیا ہے اور بول کہا ہے: خیر من اننا
بالرباث: علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ رباط ہی ہے جو ربتیہ کی جمع ہے امرانہ کہتے ہیں اور ربتیہ
کوئی شئی نہیں۔

و قال فی النہایۃ یجزان صحت الروایۃ ان یکون جمع تربتیۃ وہی المرۃ الواحدۃ من التربث ینقال
ربث عن الامر تربثیا و تربتیۃ واحدۃ اذا حبست و شبہ ۱۲ بذل

نیز عیسیٰ بن یونس نے۔ ام عثمان کے بعد لفظ ابن عطاء ذکر نہیں کیا۔ یہ بن مسلم نے ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عطاء خراسانی اپنی بیوی کے مولیٰ سے روایت کرتے ہیں جس کا ترجمہ کتب رجال سے معلوم نہیں ہو سکا، اور عطاء خراسانی کی بیوی ام عثمان ہے اور عثمان عطاء کا بیٹا ہے فالہاد ان عثمان ابن العطاء کما انہ ابن لامرأۃ ام عثمان دیس انہا من غیرہ :-

(۱۴۸) مَابَ کَعَّارَۃٍ مِّنْ تَرَکِہَا

(۲۲۴) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ نَازِیْدُ بْنُ هَارُونَ أَنَا هَمَّامٌ نَاقِدًا عَنْ قَدَامَةَ بْنِ وَثْرَةَ الْعَجِیْفِيِّ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ مُجَنْدَبٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجَمْعَةَ مِنْ غَيْرِ عِنْدِ قَلْبِهِ تَصَدَّقَ بِدِينَارٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِنِصْفِ دِينَارٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَكَذَا رَوَاهُ خَالِدُ بْنُ قَبِيصٍ وَخَالَفَهُ فِي الْأَسْنَادِ دَوْدُ فَقَهُ فِي الْمَتْنِ

ترجمہ

حسن بن علی نے بنزید بن ہارون باخبر ہمام تجدید قنادہ بطریق قدامہ بن دبرہ عجبی بواسطہ سمروہ بن جبند بن کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: جو شخص بلا عذر جمعہ ترک کر دے اس کو ایک دینار صدقہ کرنا چاہئے اگر یہ نہ پائے تو نصف دینار۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو خالد بن قیس نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے مگر اختلاف سند اتفاق متن کے ساتھ :- کشریح

۴۳ قول باب الخ۔ شرائط وجوب پائے جانے کے بعد جمعہ ترک کرنا گناہ کبیرہ اور انتہائی بدعتی کی بات ہے۔ باب التثبید فی ترک الجمعة کے ذیل میں حضرت ابوالجعدہ ضمیر بنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ازراہ سستی تین جمعے چھوڑ دے تو حق تعالیٰ اس کے دل پر پھر لگا دے گا:-

لیکن اگر کسی سے جمعہ چھوٹ جائے تو کیا اس کے لئے توبہ کے علاوہ کوئی اور کفارہ ہے؟ زیر بحث حدیث میں ہے کہ اس کو ایک دینار خیرات کرنا چاہئے اگر یہ نہ ہو سکے تو نصف دینار۔ اظہار بھی ہے کہ امر برائے استحباب ہے۔ اسی لئے اس حدیث میں دینار و نصف دینار میں اور اس سے اعلیٰ حدیث میں درہم و نصف درہم اور صاع و نصف صاع میں اختیار دیا ہے۔

پھر حافظ ابن حجر کی فرمائے ہیں کہ اس تصدق کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ بالکل بے رافع اتم ہے۔ یہاں تک کہ یہ حدیث من ترک الجمعة من غیر عذر لم یکن بہا کفارة دون یوم القیامة کے مخالف ہو بلکہ اس تصدق سے تخفیف اتم کی توقع ہے۔ وقال العلامة السندی الحکم للتصدق لان المحنات فیہا من السیات (تدبر) :-

قوله قال ابو داؤد الخ | زیر بحث حدیث کو ہمام نے قنادہ سے روایت کیا ہے۔ صاحب کتاب

کہتے ہیں کہ اس کو خالد بن قیس نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے لیکن اس نے اسناد میں ہمام کی لغت کی ہے اور تن میں موافقت، چنانچہ خالد بن قیس کی حدیث کو امام نسائی نے یوں روایت کیا ہے: "أخبرنا نصر بن علی أنبأنا نوح عن خالد بن قتادة عن الحسن بن مسرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من ترك الحجة مستغفرا فعليه دينار فان لم يجد فنصف دينار" پس خالد بن قیس کی روایت میں قتادہ بن دبرہ بھیجی کی جگہ الحسن ہے پھر اس سیاق سے ظاہر ہے کہ خالد بن قیس تن حدیث میں بھی ہمام کے خلاف ہے۔

(۲۲۳) حدثنا محمد بن سليمان الأندلسي نا محمد بن يزيد واسحق بن يوسف عن ايوب بن الحلاء عن قتادة عن قدامة بن ميمونة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فاته الحججة من غير عذر فليتبصّر حتى يدرهم او نصف درهم او صاع حنطة او نصف صاع، قال ابو داود سمعناه سعيد بن بشير هكذا الا انه قال متدا او نصف قد وقال عن سمرة، قال ابو داود سمعت احمد بن حنبل يسأل عن اختلاف هذا الحديث فقال همهم عندى ا جفط من ايوب يعني ابا الحلاء

ترجمہ

محمد بن سلیمان انباری نے ہند محمد بن یزید اسحاق بن یوسف بردایت ایوب بن الحلاء بواسطہ قتادہ حضرت قتادہ بن دبرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص بلا عذر حجہ قضا کرے تو اس کو ایک درہم یا نصف درہم یا ایک صاع یا نصف صاع گیہوں صدقہ کرنا چاہئے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو سعید بن بشیر نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ مگر ان کی روایت میں یہ ہے کہ ایک یا ادھام، اور انھوں نے حضرت سمیرہ سے روایت کیا ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سنا ہے کہ ان سے اس حدیث کے اختلاف کی بابت سوال ہوا آپ نے کہا کہ اگر میرے نزدیک ابو الحلاء ایوب سے احفظ ہیں :- فلتشریحو

۶۴

(۳۰۱) یعنی جس طرح اس حدیث کو قتادہ سے ابو الحلاء ایوب نے روایت کیا ہے۔ مگر اس کی حدیث کے متن اور سند دونوں میں قدرے اختلاف ہے۔ اختلاف سند تو ہے کہ اس نے "عن سمرة" ذکر کر کے حدیث کو موصول کیا ہے۔ ابو الحلاء ایوب نے "عن سمرة" ذکر نہیں کیا بلکہ "رسالة" روایت کیا ہے۔ اور اختلاف متن یہ ہے کہ اس نے "صاع حنطة او نصف صاع" کے بعد "مد او نصف مد" کا اضافہ کیا ہے جو ایوب کی روایت میں نہیں ہے۔

(۳۰۲) یہاں تین روایتیں ہیں ایک روایت ہمام یعنی باب کی پہلی حدیث "دم ردت" ایوب یعنی زیر بحث حدیث سوم روایت سعید بن بشیر از دی جو قطعاً مذکور ہے اب امام احمد کا قول نقل کر کے ان میں سے روایت ہمام کو ترجیح دے رہے ہیں کہ ہمام احفظ ہے اور انکی روایت میں دینار کا ذکر ہے اور ایوب کی روایت میں ذکر درہم، اور ذکر دینار ہی محفوظ ہے :-

(۱۴۹) باب من یجب علیہ الجمعة

(۲۲۴) حدیثنا محمد بن یحییٰ بن فارس نا قَبِيصَةَ نَاسِيفِيَان عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ يَحْيَى الطَّائِفِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ بُنَيْيَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هَارُونَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلَى كُلِّ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَدُرَيْ هَذَا الْحَدِيثُ جَمَاعَةٌ عَنْ سَفِيَانَ مَقْصُودًا عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَرْفَعُوهُ وَأَمَّا اسْنَدُهُ قَبِيصَةُ

ترجمہ

محمد بن یحییٰ بن فارس نے بسند قبیسہ بن سفیان بردایت محمد بن سعید طائفی بطریق ابوسلمہ بن نبیہ بواسطہ عبد اللہ بن ہارون عن عبد اللہ بن عمرو بن حفصہ رضی اللہ عنہ وسلم سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا جو ہر اس شخص پر ہے جو اذان سنے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو سفیان سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور سب نے حضرت عبد اللہ بن عمرو پر بخوف کیلئے صرف قبیسہ نے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ - تشریح

۴۵

قول باب الخ: مسائل جمع بھی اہم مسائل میں سے ہیں اور اس موضوع پر علماء کی مستقل تصانیف موجود ہیں جیسے حافظ عبد الرحمن بقا غازی پوری کی کتاب "سُرمین پری فی بحث الجمعة فی القریٰ" اور عبد الرحمن غلام دستگیر راشمی کی کتاب "فہر الامتہ فی ظہر الجمعة" اور مولوی فیض الدین کی کتاب "حزب الجمعة" اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی کتاب "ادثن العری فی تحقیق الجمعة فی القریٰ" اور حضرت شیخ الہند صاحب کی کتاب "احسن القریٰ فی توضیح ادثن العری" اور علامہ ظہیر حسن شوق نیوی کی کتاب "جامع الآثار فی اختصائص الجمعة بالامصار" وغیرہ اس لئے ہم مسائل جمعہ کو شرح طویل پر پیش کرتے ہیں داھذا الموقن۔

جمعہ کے سلسلے میں چند وجوہ سے کلام ہے۔ اول یہ کہ جمعہ فرض میں ہے یا فرض کفایہ؟ دوم یہ کہ جمعہ کن لوگوں پر واجب ہے؟ سوم یہ کہ صحت اداء جمعہ کے لئے کیا شرائط ہیں؟

قاضی شاکانی کہتے ہیں کہ علامہ خطابی نے جمعہ کے فرض عین و فرض کفایہ ہونے کی بابت اختلاف نقل کرتے ہوئے کہلے کہ اکثر فقہاء کے نزدیک جمعہ فردن کفایہ میں سے ہے اور امام شافعی سے بھی کچھ ایسا ہی ذکر کیا ہے جس سے اس کا فرض کفایہ ہونا مسلم ہوتا ہے اور علامہ عینی نے اس کو امام شافعی کا قول قدیم بتایا ہے۔

لیکن علامہ دارجی کہتے ہیں کہ یہ حکایت بالکل غلط ہے۔ شیخ ابوالحاق مردزی فرماتے ہیں کہ اس کو امام شافعی سے حکایت کرنا جائز ہی نہیں۔ ملاحظہ عراقی فرماتے ہیں کہ علامہ خطابی کا یہ دعویٰ کہ اکثر فقہاء کے نزدیک جمہور فرض کفایہ ہے محل نظر ہے کیونکہ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جمہور فرض عین ہے۔ یہ اور بات ہے کہ شرائط فرضیت داداء ہر ایک کے یہاں جدا لگانے ہیں۔ قال فی کتاب التبعہ فی اختلاف الامم: "اتفق العلماء علی ان الجنبہ فرض علی الاعیان و غنطوا من قال ہی فرض کفایہ۔" ہمارے یہاں شرائط وجوب چھ ہیں عقل، بلوغ، حریت، عا، ذکوۃ، عا، اقامت، عا، صحت، بدن، جن کو ہم باب الجنبہ للمملوک ذالمراۃ کے ذیل میں قدرے تشریح کے ساتھ بیان کریں گے۔ اور شرائط صحت ادا جمہور بھی چھ ہیں عا، شہر ہونا، عا، سلطان یا اس کے نائب کا ہونا، عا، وقت کا ہونا، عا، جماعت، عا، خطبہ، عا، اجازت عامہ۔ یہ کل بارہ شرطیں اس شعر میں منظم ہیں۔

وحرصیح بالبلوغ ذکرہ مقیم ذوق عقل بشرط وجوبہا

دوسرے سلطان وقت و خطبہ و اذن کنا جمع شرط اولہا

اور فارسی کے اس قطع میں بھی جمع ہیں۔

شرط وجوب عقل و اقامت بلوغ و اداں پہلے عددی است۔ مردی و آزادی بعد ازاں سلطان وقت و خطبہ جماعت ہم اذن و شہرہ یا دشرابے اداکن و گذارہ اینگان صحت ادا جمہور کی پہلی شرط یہ ہے کہ مصر جامع اور شہر ہو یا جو اسکے قوا میں ہو جیسے فناء شہر جو مصالح شہر دگھور و تیر اندازی، نماز عید۔ مرد دل کی تدنیں اور چراگاہ و غیرہ کے لئے بنائی جاتی ہے۔ غرض مصر جامع اور اس سے باہر فناء مصر تک جمہور جائز ہے۔ اس سے خارج میں جائز نہیں۔ پس جنگل میں اور گاؤں میں جمہور ادا نہ ہوگا۔ حضرت علی، مجاہد، ابن سیرین ثوری اور عبید اللہ بن الحکم اسی کے قائل ہیں اور قاضی ابوبکر بن العربی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ یہی اثبات کامل ہے جس کی تصریح مفید اسپجانی، تحفہ، جوامع الفقہ، مینا بیج، بدائع اور در مختار وغیرہ کتب فقہ میں موجود ہے۔

پھر مصر جامع کی تعریف میں احناف کی عبارتیں مختلف ہیں عا تحفہ میں امام صاحب سے روایت ہے کہ مصر جامع وہ مقام ہے جس میں گلیاں، بازار، اندم حاکم ہو جو ظالم و مظلوم کا انصاف کرے عالم میں جو اوقات میں قوی دے عا مصر جامع ہر ایسا مقام ہے جس میں امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود قائم کرتا ہو یعنی احکام جاری کرنے اور شرعی سزاؤں کو قائم کرنے پر قادر ہو۔ یہ تعریف امام ابوالوسف سے مردی و امام کرخی نے ایک اختیار کیا ہے شرح منیہ میں اسکی تصحیح ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے۔

عن طارق بن شہاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجنبہ حق واجب علی کل مسلم فی جائزہ (ابوداؤد) و فی ردایہ ابی ہریرۃ مرفوعاً۔ ثم ہذا یومہم الذی فرض علیہم فاختلوا فیہ فہذا اللہ اھـ (بخاری) قال الحافظان التقدیر فرض علیہم وعلینا ففعلوا ہدینا قد وقع فی ردایہ سفیان عن ابی الزناد عند مسلم لم یفعل کتب علینا اھـ ۱۲

۱۲ مصر جامع ہر وہ مقام ہے کہ اگر وہاں کے تمام لوگ جن پر جمود واجب ہے اس کی سب سے بڑی مسجد میں مجتمع ہوں تو اس میں سب کی سمائی نہ ہو سکتی، یہ بھی امام ابو یوسف ہی سے مروی ہے۔ ابو شامہ غنوی نے اس کا اختیار کیا ہے اور دلوابعہ میں اس کی تصحیح ہے۔

تبرکیت احناف کے نزدیک شہر کے علاوہ اور کسی مقام پر جمود پڑھنا جائز نہیں اور نہ وہاں کے باشندوں پر جمود واجب ہے۔ البتہ نصب اور اتنا بڑا گاؤں جس کی آبادی عین ہزار کی ہوا اور زمین کی تمام اشیاء مل جاتی ہوں اس میں بھی جائز ہے۔ چنانچہ شامی میں قہستانی سے منقول ہے: "و تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرۃ الی فیہا اسواق اھ"۔

جمود فی القری کے جواز عدم جواز کا مسئلہ بھی اہم مسئلہ میں سے ہے بالخصوص آج کے دور میں تو یہ بہت ہی معرکہ الادراہ بن گیا ہے۔ صاحب کتاب نے بھی اس کے لئے ایک مستقل باب الحجۃ فی القری قائم کیا ہے اور اس کی گفتگو کا صحیح محل در حقیقت وہی باب ہے مگر اس کے ذیل میں صاحب کتاب کا کوئی قول نہ ہونے کی بنا پر گفتگو کرنا ہمارے موضوع سے خارج تھا اس لئے ہم زیر بحث باب کے ذیل میں اس کی تحقیق پیش کرتے ہیں دانش الموفق۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ جو لوگ شہر سے باہر رہتے ہوں اور امام کے ساتھ جمعہ کی ادائیگی کے بعد سات آنے سے چھپے چھپے اپنے گھر میں تک پہنچ سکتے ہوں ان پر بھی جمعہ واجب ہے اور یہ حضرت ابو ہریرہ، انس، ابن عمر اور معاویہ سے مروی ہے اور تاغ حسن حکومہ حکم بخنی ابو عبد الرحمن سلیمی، عطار، اذہائی اور ابو ذر کا یہی قول ہے۔ کیونکہ ابو ہریرہ کی مرفوع ۶۷ حدیث ہے: "الحجۃ علی من آداه الفیل الی اہلہ (ترمذی، بیہقی) یعنی جمعہ اس پر ہے جو اپنے اہل میں رات گزار سکے۔

جواب یہ ہے کہ اول تو خود امام ترمذی اور حافظ بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے کیونکہ اسکی سند میں مبارک بن عبد ضعیف ہے۔ امام احمد سے منقول ہے کہ وہ اس کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ بل نقل میں ذکر لہ استغفر ربک۔ دوسرے یہ کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں معنی مذکور پر یہ اشکال کیا ہے کہ اس حدیث کے پیش نظر لازم آتا ہے کہ اول ہمارے ہی سے سنی الی الجمود ضروری جو اور یہ بات آیت کے مقصد کے خلاف ہے۔ تیسرے یہ کہ بر تقدیر محبت اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سفر سے واپس ہو کر اپنے اہل و عیال میں واپس پہنچ جائے اس پر جمود واجب ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ مسافر پر جمود نہیں ہے اور اس کے ہم بھی منکر نہیں۔

امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کہتے ہیں کہ یہ ایسا گاؤں جس میں کم از کم چالیس آدمی بالغ سمجھدار ہوں جو وہاں رہتے ہوں اور کسی خاص ضرورت کے بغیر وہاں سے باہر نہ جاتے ہوں اور ان چالیس آدمیوں میں کوئی نہ ہو کہ باہر کا آدمی نہ ہو جو دفعتی طور پر نماز میں شریک ہو گیا ہو ایسے گاؤں کے باشندوں پر جمود واجب ہے خواہ ان کے مکانات گھری کے ہوں یا پھر کے پامٹی کے یا پھونس وغیرہ کے بشرطیکہ مکانات متفرق نہ ہوں مجتمع ہوں۔ رہے اہل خیام (خانہ بدوش) سو اگر وہ سردی اور گرمی کے موسم میں منتقل ہو جاتے ہوں تو ان پر جمود نہیں اور اگر ہر موسم میں وہیں رہتے ہوں تو ان کی بابت دو قول ہیں، اول یہ ہے کہ ان پر جمود نہیں ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ جس گاؤں میں مکانات بالترتیب پاس پاس بنے ہوئے ہوں اور اس میں مسجد اور بازار بھی ہو اس میں جمعہ پڑھنا واجب ہے۔ ان حضرات کے استدلال یہ ہے (۱) آیت۔ یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ فاسمعوا لعلکم تحذرون (۲) ذکر اللہ و ذرا لیس (۳) وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں حق تعالیٰ نے عام طور پر ہر مسلمان کو جمعہ کے دن اذان کے بعد حاضری کا حکم فرمایا ہے معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے کسی خاص سببی کی ضرورت نہیں بلکہ ہر گاؤں میں ہو سکتا ہے چھوٹا ہو یا بڑا۔

جواب۔ آیت مذکورہ اپنے عموم پر تو کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے خود یہ حضرات بھی حدیث طارق بن شہاب سے (جو ابو داؤد میں روکا ہے) آیت کی تفسیر کر کے مریض و ملوک اور مرأۃ و صبی کو اس سے خارج مانتے ہیں۔ نیز مکیم داری کی حدیث سے مافر بھی اس سے خارج ہے اور صحرا و ادانہ پر جمعہ کا فرض نہ ہونا علماء مجتہدین کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ پس آیت اپنے عموم پر نہ رہی بلکہ اہل مکہ کی خاص صفت پر مخصوص مومنین ہیں جن کی تفسیر احادیث میں مصرح ہے

(۲) حدیث عائشہ یعنی زیر بحث باب کی پہلی حدیث جس کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ انتہائی کان الناس یتتابون الحجۃ من منا ذلہم ومن اللہالی: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ لوگ جمعہ کے لئے اپنے اپنے مکانات سے اور عوالی سے نوبت بنوت حاضر ہوتے تھے۔

عوالی عالیہ کی جمع ہے مدینہ سے مشرق کی جانب میں وہیل سے آٹھ میل تک تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چند دیہات ہیں۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اہل کوثر پر رد ہوتا ہے جو گاؤں میں (جوب جمعہ کے قائل نہیں) حالانکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے دیہات سے مدینہ میں آتے تھے معلوم ہوا کہ دیہات والوں پر بھی جمعہ واجب ہے۔

جواب۔ بقول کرانی و قسطلانی اور صاحب توضیح اس سے تو عدم وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر اہل عوالی پر جمعہ واجب ہوتا تو وہ لوگ نوبت بنوت نہ آتے بلکہ نسب حاضر ہو کر تے یا باقیہ اندگان عوالی اپنے قریہ میں جمعہ ادا کرتے درنہ ظاہر ہے کہ جمعہ کی فضیلت اور کثرت ثواب جو ان کے دلوں میں رچا ہوا تھا اس سے وہ تمام عمر کی محرومی کیلئے گوارہ کر سکتے تھے۔ حافظ ابن حجر جیہ شخص بھی کہ جو مذہب پرستی اور تعصب میں مشہور ہے فتح الباری میں یہ بات ماننے پر مجبور ہے کہ اس حدیث سے اہل قریہ پر جمعہ کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ قرطبی کو غلط فہمی ہوئی ہے بلکہ اس سے عدم فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ موصوف علامہ قرطبی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ و فیہ نظر لانہ لو کان داجبا علی اہل اللہالی یا تینا دلواد لکانوا یحضر دن جمیعاً۔ پس ان کا نوبت بنوت آنا فرضیت جمعہ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ بغرض تحصیل برکات و تعلم مسائل دینیہ تھا کہ ہر جماعت اپنی اپنی نوبت میں شرف زیارت سے مشرف ہوا در مسائل دینیہ سیکھ کر پس اندگان کو تعلیم دے۔

دوسرے حدیث عبد اللہ بن عمر یعنی زیر بحث حدیث۔ الحجۃ علی کل من سمع اذانہ: اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو اذان سننے خواہ داخل شہر ہو یا اس سے خارج ہو۔

جواب ساول تو اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کلام ہے جیسا کہ صاحب کتاب خود ذکر کرتے ہیں کہ اس کو صرف قبضہ نے مرفوع روایت کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ حافظ ابن حجر نے اسکو صحیفہ کہا ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن اسعید طائفی ہے جس کے متعلق محمد حذین نے کلام کیا ہے میرے یہ کہ اس سے خود ان کا بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا اس واسطے کہ اس میں وجوب جمعہ کو سماع مذاہم متعلق کیا ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بڑے شہر میں ہو اور اذان نہ سنے تو اس پر جمعہ واجب نہیں، حالانکہ اس کا کوئی قابل نہیں۔ حافظ ابن حجر نے جواب دینے کی کوشش کی جو فرماتے ہیں کہ یہ حسب تصریح امام شافعی اس وقت ہے جب مؤذن بلند آواز ہو، فضا خاموش ہو اور وہ شخص سنے والا ہو۔ مگر صرف اتنی بات سے اعتراض در نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ قسطنطنیہ، بمبئی، کلکتہ وغیرہ جیسے بڑے بڑے شہروں کے متعلق کون ناداقت ہے کہ ان کے اطراف و جانب میں مؤذن کی آواز نہیں پہنچ سکتی خواہ وہ کتنا ہی بلند آواز ہو پس ان کے باشندگان پر جمعہ نہیں ہونا چاہئے حالانکہ یہ آیت کے صریح خلاف ہے۔ اسی لئے قاضی ابوبکر بن ابی العری نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ اہل قریہ پر جمعہ واجب نہیں اور کہا ہے کہ اس سلسلہ میں ظاہر امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہے۔

(۴) حدیث ابن عباس جس کو صاحب کتاب نے باب الحجۃ فی القری کے ذیل میں روایت کیا ہے۔ ان اہل جمعہ جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدينة فجاءت بجواثی قریہ، من قری البجرین۔ قال عثمان قریہ من قری عبدالقیس۔ ۶۹ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں جمعہ قائم ہونے کے بعد اسلام میں سب سے پہلا جمعہ صوبہ بکرن کے قریہ جواثا میں ہوا ہے اور جواثا بکرن کا ایک قریہ ہے۔ عثمان نے کہا ہے کہ وہ قریہ عبدالقیس میں سے ایک قریہ ہے۔

جواب یہ استدلال اس بات پر موقوف ہے کہ جواثا گاؤں تھا اور یہ ثابت نہیں۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ علامہ ابن النین نے شیخ ابوالحسن نخعی سے نقل کیا ہے کہ یہ شہر ہے۔ ابن الاعرابی سے بھی یہی منقول ہے اور یہی ہبوط میں مذکور ہے۔ ابو حمید بکری کہتے ہیں کہ یہ بکرن میں عبدالقیس کا ایک مشہور شہر ہے۔ امرأی القیس شاعر کہتا ہے ۵

ورحنا کائنا من جواثی عشیۃ ۵ تعالیٰ النعاج بین عدل و محق

میں کثرت صید و کثرت سازد سامان کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم شہر جواثا کے نجد میں سے ہیں۔ علامہ جوہری نے صحاح میں، ابن الاثیر نے نہایہ میں اور علامہ زعزعی نے لکھا ہے کہ یہ بکرن میں عبدالقیس کا ایک قریہ ہے۔ صاحب تحفہ البلدان نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں اس کو علامہ ابن الحنفی نے ۱۳ھ میں فتح کیا تھا۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس میں چار ہزار سے زائد آدمی رہتے تھے۔

رہی یہ بات کہ حضرت دکیج نے جو اس حدیث کے راوی ہیں قریہ کہا ہے سو یہ کچھ مفہوم نہیں ہوا

کہ عربی زبان میں قریہ کا اطلاق کھادوں اور شہروں پر ہوتا ہے۔ صاحب مطالع کہتے ہیں۔ القریۃ المدنیۃ دکل مدینۃ قریۃ لاجتماع الناس فیہا من قریۃ الماء فی الخوض۔ چنانچہ آیت۔ و قالوا لولا نزل ہذا القرآن علی رجل من القرینین عظیم۔ میں کہ اور طائف کو اور آیت۔ و اسئل القریۃ النبی کنا فیہا۔ میں مصر کو اور آیات تلک القری نقص علیک من انبائہا، تلک القری المکناہم لما ظلموا، دکائین من قریۃ ہی اشد قرة من قرینک الی آخر تک۔ میں قوم ہود، قوم صالح، قوم لوط اور قوم فرعون کی آبادیوں کو قریہ سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ یہ سب اہل شہر تھے۔

بہر کیفیت جو انا چونکہ شہر تھا اور چار ہزار سے زائد مردم شماری پر مشتمل تھا اس لئے وہاں جمعہ ہوا اور جو نا بھی چاہئے۔ اور اگر ہم جو انا کو کھادوں ہی تسلیم کر لیں تب بھی اس سے جمعہ فی القریۃ نامعنا نہیں ہوتا اس واسطے کہ اس میں یہ کہاں ہے کہ اہل جو انا ملنے وہاں آپ کی اجازت سے جمعہ کیا تھا اور اس پر مطلع ہونے کے بعد آپ نے برقرار رکھا تھا۔ اگر کسی کو یہ دعوی ہو تو کسی صحیح حدیث سے ثابت کرے۔ اور یہ خیال کرنا کہ صحابہ کرام جو کچھ کرتے تھے وہ سب آپ کی اجازت ہی سے کرتے تھے جیسا کہ علاؤ کانی وغیرہ نے خیال کیا ہے صحیح نہیں کیونکہ صحابہ سے بہت سے افعال بلا اذن صریح واقع ہوئے ہیں۔ مثلاً جمعہ ہی کی بابت داؤد شریف کی حدیث کعب بن مالک میں ہے کہ اسد بن زرارہ نے آپ کے حکم کے بغیر جمعہ قائم کیا تھا۔ امام ابو حنیفہ کے دلائل یہ ہیں۔

۱) حدیث علی جس کو حافظ عبد الرزاق اور ابن شیبہ نے روایت کیا ہے۔ ابن شیبہ کے الفاظ یہ ہیں۔ لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اتمی الا فی مصر حاج او مدینۃ عظیمۃ۔ نہیں ہے جمعہ تشریق نماز عید بقرعید مگر مصر حاج یا بڑے شہر میں۔

سوال امام نووی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے کیونکہ عبد الرزاق کی روایت میں حارث ہی اور ابن شیبہ کی روایت میں حجاج بن ارطاة اور یہ دونوں متکلم فیہ ہیں۔ جواب۔ غالباً امام نووی کے سامنے حدیث کے یہی طرق ہیں ان کے علاوہ دیگر طرق پر مطلع نہیں ہو سکے درجہ تضعیف کرتے کیونکہ یہ حدیث بطریق منصور عن طلحہ عن سعد بن عبیدہ عن ابی عبد الرحمن بھی مروی ہے جو بالکل صحیح سند ہے۔ نیز مصنف عبد الرزاق میں ہے۔ انبا الثوری عن زبید الایامی عن سعد بن عبیدہ عن ابی عبد الرحمن السلی عن علی اعدۃ حافظ ابن حجر اس کے متعلق درایہ میں فرماتے ہیں اسناد صحیح۔ اسی طرح حافظ بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں عن شعبۃ عن زبید الایامی اور الیام لمحادی نے شکل الاثر میں عبد ثنا ابراہیم ثنا دہب بن جریر ثنا شعبۃ عن زبید اعدۃ عن ابراہیم بن مردوق ثنا ابوالولید الطیالسی ثنا شعبۃ عن زبید السامی اعدۃ۔ روایت کیا ہے۔ یہ اسانید بھی بالکل صحیح ہیں۔ اسی لئے حافظ ابن حزم محلی میں لکھتے ہیں۔ فقد صح عن علی لاجمۃ ولا تشریق الا فی مصر حاج۔ موصوف کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ سے کبھی یہی مروی ہے۔

سوال۔ مان لیا کہ روایت صحیح ہے مگر یہ مرفوع تو نہیں ہے موقوف ہے۔ جواب ادل توثیح ابو زید نے
الاسرار میں امام محمد بن الحسن کا قول نقل کیا ہے کہ اس کو حضرت معاذا اور سراقہ بن مالک نے مرفوعاً
بھی روایت کیا ہے دوسرے یہ کہ جن امور میں قیاس کو دخل نہ ہو ان میں حدیث موقوف حدیث مرفوع
کے حکم میں ہوتی ہے اور یہ حدیث اسی قسم سے ہے کیونکہ شرط طہارت عبادات رائے اور قیاس سے ثابت
نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے فصل نہیں ہو سکتا ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آیت جمعہ اولہ دیگر احادیث
عام جوں اور حضرت علی بن ابی طالب کو جانتے جوں پھر بھی وہ لصوص قطعہ کو اپنی رائے سے مخصوص کر دیں
جبکہ قدر مخصوص میں تخصیص راسخ ہوتی ورنہ کوئی عامی آدمی بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ حضرت علی ایسا کرے
پس اثر علی موقوف نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کا مرفوع ہے۔

(۲) روایات صحیحہ معتبرہ سے یہ امر ثابت ہے کہ نماز جمعہ کی فرضیت قبل از ہجرت کہ معظمہ ہی میں
ہو چکی تھی جیسا کہ علامہ سیوطی نے اتفاقاً اور ضرراً شمس میں شیخ ابن حجر کیلئے شرح منہاج
میں شوکانی نے نیل الاوطار میں اور شیخ لولہ حامد وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ مگر غلبہ کفار کی وجہ سے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اقامتہ جمعہ سے عاجز رہے۔ ہاں اہل مدینہ کو اپنے اقامتہ جمعہ کا حکم
فرمایا۔ آپ کے حسب الحکم مدینہ میں جمعہ ہوا اور آپ کی تشریف آوری تک ہوتا رہا۔ چنانچہ
نیل الاوطار میں ہے۔ وذلک ان النجۃ فرضت علی البنی صلی اللہ علیہ وسلم وہو بمکہ قبل الهجرة کما
اخرجه الطبرانی عن ابن عباس فلم یتمکن من اقامتها ہنا لک من اجل الکفار فلما ہاجر من اصحابہ الی المدینۃ
کتب الیہم یا مرہم ان کتبوا بجمعنا اور نواب صدیق حق خاں عوالم الہادی میں اور علامہ قسطلانی و
حسقلانی شرح بخاری میں۔ فہذا انما لشدہ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ ہاں لصوص لنا علیہ وسلم سکھایا
الی اجتہادنا لا قتال ان یكون صلی اللہ علیہ وسلم علمہ بالوحی وہو بمکہ فلم یتمکن من اقامتها بہا و
فیہ حدیث ابن عباس عند الدارقطنی وذلک لک جمع لہم ادل ما تقدم المدینہ کما ذکرہ ابن احمق
وغیرہ۔

الحاصل نماز جمعہ کی فرضیت مکہ میں ہو چکی تھی لیکن وہاں غلبہ کفار کی وجہ سے جمعہ قائم نہیں ہوا اور
مدینہ طیبہ میں چونکہ مسلمانوں کو اقامت جمعہ پر ممکن حاصل تھا اور یہ شہر بھی تھا اس لئے وہاں آپ
کے حکم سے جمعہ قائم ہوا اور جمعہ واقع اقامت جمعہ کے محل نہیں تھے جیسے حوالی مدینہ اور قباہ وغیرہ
وہاں نہ جمعہ قائم ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد پڑھا گیا حالانکہ ان جگہوں میں بھی مسلمان بکثرت آباد تھے
پس اگر ہر تہریہ میں جمعہ ہو سکتا تھا اور ہر بستی والے پر فرض تھا تو کیا وجہ تھی کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے اہل مدینہ کی طرح ان لوگوں کو حکم نہیں فرمایا۔ ظاہر ہے کہ وجہ صرف یہی تھی کہ اہل قریہ پر
جمعہ نہیں ہے۔

(۳) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو پہلے آپ نے قباہ میں قیام کیا (جو مدینہ
کے قریب ایک قریہ ہے جس میں بنو عمر بن عوف کے مکانات تھے) اور یہاں چودہ روز اقامت
فرمائی (ایام اقامت کے عدد میں اختلاف ہے۔ مگر بخاری میں جو چودہ روز مذکور ہیں یہ سب سے
راستہ ہے) یہاں آپ کو دس عیش آئے۔ کیونکہ آپ قباہ میں ہر کے روز فردکش ہوئے اور

ص مرفوعاً شیخ درکار ہے کہ حضرت علی کا صفت جمعہ کے لئے ہر روز نماز ادا فرماتے تھے

پندرہ صوفیوں نے پیر ہی کے روز مدینہ تشریف لے گئے۔ لیکن اس اثناء میں آپ نے قبا میں جمعہ نہیں پڑھا اور نہ اہل قبا کو اس کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ نہ اہل قرینہ پر جمعہ واجب ہے اور نہ قرینہ اقامت جمعہ کا محل ہے۔ دین اعلیٰ علیہ البیان۔

سوال۔ حافظ ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور، ابن خزیمہ اور حافظ بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ انہم کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے حجۃ الوداع میں جمعہ کو اہل قبا کو اس کا حکم فرمایا۔ جواب۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ لیکن اس کے مثل جتنی احادیث موقوفہ یا مرفوعہ بلفظ عموم وارد ہیں وہ سب مخصوص ہیں اور ان میں عموم مدن مراد ہے نہ کہ عموم قری۔ ورنہ ظاہر ہے کہ علی الاطلاق عموم تو شوافع کے یہاں بھی نہیں ہے۔ وہ بھی کم از کم جالیس تادیبوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

سوال۔ حافظ دارقطنی نے اسناد زہری۔ ام عبد اللہ دوسیع سے مرفوعہ روایت کی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحجۃ واجبہ علی اہل کل قرینہ دان لم یکنوا الا ثلاثہ درابعم اماہم۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ ہر اس بستی کے لئے واجب ہے جس میں امام ہو اگرچہ وہ چارہ ہی آدمی ہوں۔ جواب۔ اس میں امام زہری تک تمام رواۃ متروک ہیں۔ خود حافظ دارقطنی فرماتے ہیں۔ ہولاء متروکون دکل سن ردی ہذا عن الزہری متروک ولا یصح ہذا عن الزہری۔

سننے۔ تین طرق سے مروی ہے اول طریق ابو روح معادیہ بن یحییٰ دشتی۔ حافظ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی تمام روایات میں نظر ہے۔ حافظ ابو ذر نے اس کو یسبشی اور ابو حاتم، نسائی اور امام ابو داؤد نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ دوم طریق دبید بن محمد موقری جس کو دارقطنی نے متروک ابو حاتم نے ضعیف الحدیث، یحییٰ بن معین نے کذاب اور امام نسائی نے متروک الحدیث کہا ہے طریق سوم۔ حکم بن عبد اللہ بن سعد، اس کو دارقطنی، امام نسائی اور ایک جامع نے متروک، ابن معین نے یسبشی، سعدی اور ابو حاتم نے کذاب کہا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی کل احادیث موضوع ہیں۔ حافظ ذہبی نے میزان میں لکھا ہے کان ابن المبارک شدید اکل علیہ۔ پھر ان سب کا مدار امام زہری پر ہے اور امام عبد اللہ دوسیع سے امام زہری کا سماع ثابت نہیں۔ پس یہ روایت ضعیف رواۃ کے ساتھ منقطع ہونے کی بنا پر قابل احتجاج نہیں۔

سوال۔ امام ابو داؤد اور حافظ بیہقی نے حضرت کعب بن مالک سے روایت کیا ہے۔ انہ کان اذا سمع النداء یوم الحجۃ ترحم لاسعد بن زرارۃ فقلت لہ اذا سمعت النداء ترحم لاسعد بن زرارۃ قال لانه اول من حج بنائی ہزم النبیت من حرمہ بنی یاسقۃ فی نقع یقال لہ نفعی الخضات قلت کہنتم یومئذ قلل ما یقولون۔

یعنی حضرت کعب بن مالک جب جمعہ کے دن اذان سننے تو اسعد بن زرارہ کے واسطے دعا مانگتے۔ ان کے بیٹے عبد الرحمن نے کہا، کیا وجہ ہے کہ جب آپ اذان سننے ہیں تو اسعد بن زرارہ کے واسطے دعا مانگتے ہیں؟ انھوں نے کہا، وجہ یہ ہے کہ ہزم النبیت بھی نفعی خضات میں سب سے پہلے انھوں نے

ہی نے ہم کو جمعہ پڑھایا تھا۔ میں نے پوچھا کہ اس دن آپ حضرات کتنے آدمی تھے؟ انھوں نے کہا: چالیس آدمی۔

جواب۔ حضرت اسد بن زرارہ کا جمعہ قائم کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور آپ کے حکم کے بغیر اپنی طرف سے تھا جس کی دلیل حضرت ابن سیرین کی مرسل روایت ہے جو حافظ عبد الرزاق نے اسناد صحیح روایت کیا ہے الفاظ یہ ہیں۔

جمع اہل المدینہ قبل ان یقدمہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان تنزل الحجۃ نقابت الانصار ان لیسہود یوماً یجتہون فیہ کل سبتۃ ایام وللنصارى کذلک فہلم فاجعل یوماً یجتہ فیہ فخذ کرا اللہ تعالیٰ ونفعلی ذلک ففعلوہ یوم العرۃ واجتہوا الی اسد بن زرارۃ ففعلی بہم یومئذ وانزل اللہ عز وجل بعد ذلک اذا نودی للصلوۃ من یوم الحجۃ اھ

یعنی ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں رونق افروز نہیں ہوئے تھے اور نہ جمعہ کا حکم نازل ہوا تھا کہ صحابہ کرام جو مدینہ میں تھے اکٹھے ہوئے اور انصار نے کہا کہ یہ دن ہفتہ میں ایک دن مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ سب جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح انصار نے بھی ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔ پس آدھم بھی ایک دن مقرر کر لیں جس میں ہم سب جمع ہو کر اللہ کو یاد کریں۔ نماز پڑھیں اور اس کا شکر ادا کریں۔ پس انھوں نے یوم عرہ کو مقرر کیا اور اسد بن زرارہ کے پاس جمع ہوئے اور اس روز انھوں نے ان کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد بن حنفی نے آیت جمعہ نازل فرمائی۔

اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ ان کا جمعہ پڑھنا بحکم نبی علیہ السلام تھا تب بھی کوئی اشکال نہیں کیونکہ ہرم البیت جس کو یقیناً الحفصات کہتے ہیں یہ مدینہ سے خارج نہیں بلکہ مدینہ میں داخل ہے۔

مافظ طبرانی کی سیم میں، حافظ ابو نعیم کی کتاب الصحابہ میں، ابن مندہ کی کتاب معرفۃ الصحابہ میں، حافظ ابن عبد البر کی کتاب الاستیعاب میں یہ روایت مع قصہ پوری تفصیل کے ساتھ مذکور ہے جس سے یہ چیز بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ہرم البیت داخل مدینہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مونا دحمہ الزہالی جو غیر مقلد ہیں وہ بھی اس بات کو ماننے پر مجبور ہیں۔ فرماتے ہیں کہ۔ اس دریت سے یہ امر اچھی طرح ثابت نہیں ہو سکتا کہ جمعہ گاؤں میں درست ہے کیونکہ ہرم البیت مستلماً مدینہ میں سے تھا نہ کہ خارج مدینہ سے۔

یعنی زیر بحث حدیث کو سفیان ثوری سے ایک جماعت نے روایت کیا (۳۰۳)
قوله قال ابو داؤد الخ ہے لیکن سب نے عبد اللہ بن عمرو پر سو قوت کیا ہے مرفوع نہیں کیا مرفوع صرف قبیلہ نے کیا ہے۔ گویا حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے اس کو ضعیف ہی مانا ہے۔

حافظ سیوطی نے حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کو اس کے لئے شاید بنا کر ضعف دور کرنے کی کوشش کی ہے مگر کوشش بے سود ہے۔ سنئے ما نکد از قطنی نے جو حدیث عمرو بن شعیب کو

ردایت کیا ہے وہ زہیر بن محمد کے طریق سے کیا ہے جس کے متعلق حافظ عراقی کہتے ہیں کہ :-
اہل شام سے منکر احادیث ردایت کرتا ہے اور ولید بن مسلم جو زہیر سے راوی ہے یہ دس ہے جس
نے اس حدیث کو معضن ردایت کیا ہے۔

حافظ دارقطنی کے یہاں اس کا دوسرا طریق طریق حجاج بن ارطاة ہے جس سے محمد بن فضل بن
عطیہ راوی ہے اور یہ دونوں مشکم فیہ ہیں۔ چنانچہ محمد بن فضل کو کذب کی طرف منسوب کیا
گیا ہے اور حجاج بن ارطاة دس ہے جس کے قابل احتجاج ہونے میں اختلاف ہے۔ اور صاحب
کتاب کی ردایت میں محمد بن سعید طائفی ہے جس کے متعلق حافظ منذری کہتے ہیں وہ ذیہ مقال نیز
بقول شوکانی :- اپنے شیخ ابوسلمہ سے ردایت میں متفرد ہے اور ابوسلمہ اپنے شیخ عبداللہ بن
ہارون سے ردایت میں متفرد ہے۔ پس اس تفصیل سے یہ ثابت ہو گیا کہ حدیث کے تمام
طریق مشکم فیہ ہیں :-

(۱۵۰) بَابُ التَّخْلُفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ

(۲۲۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ نَا سَمَاعِيلَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ نَادَى
(بَنِي سَعْدٍ) بِالصَّلَاةِ بِضُجَّانَ ثَرَادَى أَنْ صَلُّوا فِي رَحَا لَكُمْ قَالَ فِيهِ ثُمَّ حَدَّثَ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ الْمَنَادِيَ فَيَنَادِي بِالصَّلَاةِ تَعْرِ
يَنَادِي أَنْ صَلُّوا فِي رَحَا لَكُمْ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ وَفِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ فِي السَّفَرِ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ وَعَبِيدُ اللَّهِ قَالَ فِيهِ فِي السَّفَرِ فِي اللَّيْلَةِ
الْقَرَّةِ أَوِ الْمَطِيرَةِ

حَلُّ لَفَاتِ

تخلف یعنی رہنا، اللیلة الباردة سردرات۔ ضجنان بفتح ضاد سکون جیم کسکران غیر منفرد ہے دُحج
یہ مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے (قاموس) صاحب نجم البلدان کہتے ہیں کہ یہ مکہ سے ایک برید فاصلہ
پر ہے۔ یہیں غیم ہے جس کے نیچے ایک سجا ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔ امام
داقذی اور زحشری نے ذکر کیا ہے کہ اس کے اور مکہ کے درمیان پچیس میل کا فاصلہ ہے۔
رحال جمع رحل۔ کچادہ، منزل، تبا مکاہ، المطيرة بروزن فمیلہ بمعنی فاعلہ۔ لیلۃ مطيرة بارش آلی
رات۔ اللیلة القرة ٹھنڈی رات (منہاج) ترجمہ

مؤمل بن ہشام نے تجدیث اسماعیل جو اسط ابوب حضرت نافع سے ردایت کیا ہے کہ حضرت ابن
عمر نے مقام ضجنان میں اذان دی پھر پکارا کہ نماز پڑھ لو اپنے اپنے ٹھکانوں میں، پھر حدیث بیان کی
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم کرتے مؤذن کو پس وہ پہلے اذان دیتا پھر پکارا کہ نماز پڑھ لو اپنے اپنے
ٹھکانوں میں سردی کی رات یا بارش کی رات کو سفر میں۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اسے حماد بن

سلی نے ایوب اور عبیدہ اللہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ سفر میں سردی یا بارش کی بنا میں :- تشریح

قولس باب النحر: شریعت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی بڑی تاکید ہے جمعہ ہوا بیچگانہ احادیث میں اس کے فضائل بھی وارد ہیں اور ترک جماعت پر وعید بھی ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر سے مروی روایت ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس سے مروی روایت کیا ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جلتے (دہیں پڑھ لے) وہ نماز مقبول نہیں ہوتی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔

مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے مروی روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوافوں سے کہوں کہ بہت سا بندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر کے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو ہلا دوں۔

اسی تاکید و اہتمام کے پیش نظر امام احمد نے جماعت کو فرض میں اور امام شافعی اور ان کے جہود اصحاب نے فرض کفایہ کہا ہے۔ ہمارے عام مشائخ کے نزدیک واجب ہے اور چونکہ اس کا ثبوت سے ہے اس لئے اس واجب کو سنت بھی کہتے ہیں، بعض مشائخ احناف نے اس کو اختیار کیا ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔

بہر کیف شریعت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی بڑی تاکید ہے لہذا پورے اہتمام کے ساتھ جماعت میں حاضر ہونا چاہئے۔ ہاں اگر کوئی واقعی عذر ہو مثلاً بیمار ہو یا کوئی خوف ہو یا سخت سردی ہو یا تیز بارش ہو یا تند ہوا ہو اس لئے حاضر نہ ہو سکے تو کوئی مضافتہ نہیں جہود اسی کے قائل ہیں چنانچہ ابن بطلال نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

قولس ثم نیادی ان یصلوا النحر: حضرت ابن عمر کی کل احادیث جو اس باب میں مذکور ہیں وہ سب اسی پر وال ہیں کہ جملہ صلواتی رکعات "اذان کے بعد" ہیں بلکہ زیر بحث روایت سے بعد دان روایت میں اس کی تصریح ہے کہ "فقال فی آخرہ" الاصلواتی الرمال: کیونکہ آخر نماز سے مراد ظہر ہی ہے کہ آپ نے یہ کلمات اذان سے فراغت کے بعد کہے۔ بخاری میں ہے: ثم یقول علی اثرہ یعنی اثر الاذان، الاصلواتی الرمال۔

لیکن حضرت ابن عباس کی حدیث جو باب کی آخری حدیث ہے اس میں یہ ہے: "ان قال فی یوم مطیر اذا قلت اشہدان محمد رسول اللہ نقل حی علی الصلوۃ قل صلواتی برکک اللہ" اس کا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ اثناء اذان میں ہونا چاہئے۔ اسی لئے علماء کے یہاں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ اثناء اذان میں کلمات اذان کے علاوہ دیگر الفاظ جائز ہیں یا نہیں؟ حافظ ابن اللہ نے حضرت عروہ، عطاء، حسن اور قتادہ سے علی الاطلاق جواز نقل کیا ہے امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔ ابن زہب، نخعی، ابن سیرین اور امام داؤد اعمی سے کراہت مروی ہے۔ سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ نے منع

اولیٰ اے وہ لیکن مرا فی الفلاح میں ہے کہ اثنار اذان میں کلام کرنا مکروہ ہے گو سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو۔ امام مالک اور امام شافعی کا کلام بھی اسی پر دال ہے۔ چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں کہ کلمہ مذکورہ نفس اذان میں کہاجائے یا اس کے بعد یہاں دونوں امر جائز ہیں لیکن بہین کہنا افضل ہے۔
قولہ قال ابو داؤد یعنی زیر بحث حدیث کو جس طرح ابوب سے اسماعیل بن علیہ ذی روایت کیا ہے اسی طرح حماد بن سلمہ نے بھی روایت کیا ہے مگر روایت حماد و روایت اسماعیل میں کچھ لفظی اختلاف ہے۔ اور وہ یہ کہ اسماعیل کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:
 فی اللیلة الباردة و فی اللیلة المطيرة فی السفر:

اس کے برخلاف حماد کی روایت میں لفظ فی السفر مقدم ہے اور الباردة کے بجائے القردة لفظہ اذ کے بجائے کلمہ اذ ہے۔

(۲۶۷) حد ثنا عبد اللہ بن محمد الثقفی نا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحق عن نافع عن ابن عمر قال نادى منادى رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك في المدينة في الليلة المطيرة والغداة القرية قال ابو داؤد وروى هذا الخبر يحيى بن سعيد الانصاري عن القاسم عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال فيه في السفر

ترجمہ

عبد اللہ بن محمد ثقفی نے بتحدیث محمد بن سلمہ بروایت محمد بن اسحاق بواسطہ نافع حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے مینے میں ایسی ہی ندا دی

۷۶

سبحان وعلیٰ ابن خزیمہ حدیث ابن عباس علی ظاہرہ وقال انہ یقال ذلک بلا من المحیلة نظرنا فی المعنی لان معنی حی علی الصلوة لم یأمر بالصلاة فی الرجال تأخروا عن الحجی فلا یأمر بالصلاة ای ادا لنقلین معالانہ احدہما نقض الآخر قال الخافضہ یکن الجمع بینہما ولا یلزم من اذکر ان یكون معنی الصلاة فی الرجال خاصة من اراد ان یرخص و معنی لم یأمر الی الصلوة تدبیر لمن اراد ان یسکّل الغضیبة و یجعل المشقة و یؤید ذلک حدیث جابر عند مسلم قال خبرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فہمنا فقال لیصل من شاء منکم فی رحلہ دعون ، و الذی عندی الحدیث ابن عمر صریح فی ان ہذا الکلام بنادی بہا فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ان یفرغ من الاذان ہذا لفظ کما تہد لی علیہ الروایات و احادیث ابن عباس نفیس بصریح فی ہذا الباب و انما فیہ ان ابن عباس قال بدل حی علی الصلوة صلوا فی بیوتکم ثم قال فصل فاس من جوہر معنی لا یقتضی ان تكون المأثمۃ و الا اتحاد فی جمیع الامور و لعلہ لیکن ان یكون المأثمۃ فی اثناء بہذا القول و اما ادخالہ فی اثنار الاذان بدل المحیلتین فلفظہ یكون ناشئ من رأی علی ہذا لا یبدل بذلک علی ادخالہ فی اثنار الاذان کیفہ و قد اجمعا علی ان فی الاذان ینادی بہا و اختلافنا فی ادخال ہذہ اکلمۃ فی الاذان بل یدخل فی اثنتا عشر و ینادی بہا بعدہ و لم یقل احدہم ان یرک المحیلتین و یدخل بہما فی اثنتا بہا بدلہما ۱۲ بذل۔

حدیث ابن عباس

باش دالی رات اور سردی دالی صبح میں۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو یحییٰ بن سعید انصاری نے
بردايت قائم بواسطہ ابن عمر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ردايت کرتے ہوئے۔ فی السفر کہا ہوا۔ تشریح
قوله قال ابوداؤد (۳۰۵) یعنی محمد بن اسحاق نے حضرت نافع سے ردايت کرتے ہوئے لفظ فی
المدینۃ ذکر کیا ہے جس سے یہ مسلم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حالت اقامت
کا ہے۔ اس کے برخلاف حضرت نافع کے دیگر اصحاب حفاظ نے فی السفر کہا ہے۔ نیز یحییٰ بن سعید
انصاری نے بھی بردايت قائم بواسطہ ابن عمر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ردايت کرتے ہوئے
فی السفر کہا ہے۔

(۱۵۱) باب الجمعة للمملوك والمرأة

(۲۲۷) حدثنا عباس بن عبد العظيم حدثني اسحق بن منصور نا هرقم
عن ابراهيم بن محمد بن المنكسر عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب
عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة
الا اربعة عبداً مملوكاً او امرأة او صبي او مريضاً. قال ابوداؤد طارق بن
شهاب قد راي النبي صلى الله عليه وسلم وهو يعد من اصحاب النبي
صلى الله عليه وسلم ولم يسمع منه شيئاً

ترجمہ

عباس بن عبد العظیم نے ہذا اسحاق بن منصور بن ہرقم سے روایت ابراہیم بن محمد بن منکسر بطریق
قیس بن مسلم بواسطہ طارق بن شہاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ردايت کی ہے کہ جمعہ فرض ہے ہر مسلمان
پر جماعت کے ساتھ مگر چار آدمیوں پر غلام، عورت، بڑے اور بیمار۔
ابوداؤد کہتے ہیں کہ طارق بن شہاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور یہ صحابہ میں
شہر ہوتے ہیں لیکن انھوں نے آپ سے کچھ سنا نہیں۔۔۔ تشریح

۱۵۱ بکہ فی النسخ بصورة المرفوع قال السيوطي وقيل يشكّل بان المذكورات عطف بيان لاربعة وهو منصوب
لانه استثناء من موجب واجوب انها منصوبة لامرفوعة وكانت عادة المتقدمين ان يكتبوا المنصوب
بغير الف ويكتبوا عليه تنوين النصب ذكره النودى في شرح سلم قال السيوطي وراية انما في كثير من كتب المتقدمين
المعتارة وراية في خط الذهبي في عمق المندرک وعلی تقدیر ان تكون مرفوعة قرب خبر متباد ۱۲ عون۔

قول باب الخ۔ اخاف کے یہاں وجوب جمعہ کے لئے چھ شرطیں ہیں۔ ۱۔ حریت یعنی آزاد ہونا
۲۔ ذکر و رتہ یعنی مرد ہونا ۳۔ بلوغ ۴۔ صحت بدن۔ ۵۔ پس عبد مملوک، عورت، بچہ اور بیمار پر جمعہ واجب
نہیں کیونکہ زیر بحث باب کی حدیث طارق بن شہاب میں مملوک، دمرأۃ اور صبی درمغنی چاروں
کا استثناء موجود ہے جس کو حاکم، بیہقی اور دارقطنی نے بھی ردایت کیا ہے۔

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱

عقل پس انہوں پر بھی جمعہ واجب نہیں کیونکہ مجنون صبح کے ساتھ ملحق ہے کہ یہ دونوں اہل توحید میں سے نہیں ہیں اور امام صاحب کے یہاں تاجینا آدمی مریض کے ساتھ ملحق ہے اس پر بھی جمعہ واجب نہیں خواہ اس کو کوئی ساتھ لے جائے والا لے جائے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر کوئی دوسرا آدمی لے جائے دالال جائے تو جمعہ واجب ہے۔ کیونکہ وہ قدرت غیر کی وجہ سے ادا جمعہ پر قادر ہو گیا۔ غلام کی بابت بعض علماء نے اختلاف کیا ہے، چنانچہ علامہ خطابی کہتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت قتادہ غلام پر دو جمعہ کے قائل تھے امام اوزاعی بھی بھوکے ہیں۔

حضرت طارق بن شہاب بن عبد شمس البجلی الاحمسی کی بابت اختلاف
 قولہ قال ابو داؤد انہ
 ہے کہ صحابی ہیں یا نہیں؟ اور ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
 سماع حاصل ہے یا نہیں؟ حافظ ابو حاتم کہتے ہیں کہ ان کو صحبت کا شرف حاصل نہیں اور انکی
 حدیث مرسل ہے۔

لیکن امام ابو داؤد و طیالسی نے بطریق شعبہ بواسطہ قیس بن مسلم حضرت طارق بن شہاب کو روایت لیا ہے۔ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم دغزوت فی خلافة ابی بکرؓ حانظا ابن حجر نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔ اسی اسناد سے یہ بھی مروی ہے۔ قال قدم وفد بحلیۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو داؤد الاحمسی: دعاہم!

حافظ ابن حجر اور حافظ زین العزاقی فرماتے ہیں کہ جب ان کی روایت اور صحبت ثابت ہو گئی تو یہ صحابی ہیں اور ان کی حدیث صحیح ہے اور بقول صاحب کتاب ان کا سماع ثابت نہیں تو ان کی حدیث مرسل ہوئی اور مرسل صحابی بالیقین حجت ہے۔ وقال الشيخ ابن الہمام وليس هذا قول أبي ادرؤد قد عانى محنة ذلك المحدث بل كان موافقاً۔

(۲۳۸) حدیثنا احمد بن صالح نا ابن وهب اخبرني يونس وعمر بن الحارث عن ابن شهاب عن سالم عن ابيه قال وجدته عمر بن الخطاب حلة اشتريتها تباع بالسوق فاخذتها فأتيت بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابتع هذه فتمثل بها للعبد لئلا يفرط ثم ساق الحديث قال ابو داود والاول انت

حل لغات

لبس لباس کے ساتھ زینت چل کرنا۔ حلت پوشاک، جوڑا، استبرق کبیرہ، مٹا ریشمی کپڑا۔ ستوق بازار، اتباع ای اشترا، تجمل ای تزیین، دود و جمع دند دو لوگ جو کسی مشترک غرض کیلئے کسی بادشاہ یا حاکم کے پاس جائیں۔ ترجمہ

احمد بن صالح نے ابن ہشام بن دہب باخبر یونس وعمر بن الحارث بروایت ابن شہاب بطریق سالم ان کے والد عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے بازار میں ایک ریشمی کپڑا لکھا ہوا پایا تو وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہا اس کو خرید لیجئے اور عید کے موقع پر یا جب باہر کے لوگ آپ کے پاس آئیں اس وقت زیب تن فرمایا لیجئے۔ پھر حدیث کو آخر تک بیان کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ پہلی حدیث تم واکمل ہے۔ نشریح

قولہ باب النجۃ جمع کے روز غسل کرنا۔ مسواک کرنا، خوشبو لگانا، اچھے کپڑے پہننا وغیرہ امور حسن اور پسندیدہ ہیں۔ مابا ریشمی کپڑے کا جواز و عدم جواز اس کی بحث کتاب اللباس ۷۹ میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۰۰) یعنی پیش نظر باب کی پہلی حدیث جو امام مالک نے حضرت نانخ سے روایت کی ہے وہ زیر بحث حدیث ابن شہاب کی نسبت تم واکمل ہے۔

(۲۳۹) حدیثنا احمد بن صالح نا ابن وهب اخبرني يونس وعمر بن الحارث عن ابن شهاب عن سالم عن ابيه قال وجدته عمر بن الخطاب حلة اشتريتها تباع بالسوق فاخذتها فأتيت بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابتع هذه فتمثل بها للعبد لئلا يفرط ثم ساق الحديث قال ابو داود والاول انت

۴ ان هذا ما على الحكم

عليه وسلم

ترجمہ

احمد بن صالح نے بند ابن وہب باخبار یونس و عمرو و تجد بن یحییٰ بن سعید بردایت محمد بن حنفی بن حبان روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کو یہ ہو جائے گا اگر کپڑے ان کے کام کاج کے کپڑوں کے سوا دیکھو گے جو کہ لئے بنا رکھو۔ عمرو نے باخبار ابن ابی حبیب بردایت موسیٰ بن سعید بواسطہ ابن حبان حضرت ابن سلام سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر ہی کہتے ہوئے سنا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اسے وہب بن جریر نے بند الد جریر، بردایت یحییٰ بن ایوب بطریق یزید بن ابی حبیب بواسطہ موسیٰ بن سعد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ تشریح

قول میں قبی مہنتہ الخ یعنی جن کپڑوں کو بہن کر محنت اور کام کاج کرتا ہے ان کے سوا دیکھو جو میں پہننے کے لئے بنا رکھے تو بہتر ہے اس میں کچھ نقصان نہیں۔ معلوم ہوا کہ جو کہ لئے کپڑے بنانا بہتر ہے۔ اس کا مقصد اختلاف اسانید کو بیان کرنا ہے کہ زیر بحث حدیث کی

قوله قال ابو داؤد الخ مرسل ہے۔ کیونکہ محمد بن یحییٰ بن حبان ضغارتا بعین میں سے ہیں اور دوسری سند جو "قال عمرو داؤد خبرنی ابن حبیب" سے ذکر کی ہے۔ اگر اس میں ابن سلام سے مراد عبد اللہ بن سلام ہیں تو سند منقطع ہے۔ کیونکہ محمد بن یحییٰ بن حبان نے حضرت عبد اللہ بن سلام کو نہیں پایا۔ ان کا سن پیدائش شک ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن سلام ان کی ولادت سے قبل ۳۳ھ میں وفات پا چکے تھے۔ اور اگر ابن سلام سے مراد یوسف بن عبد اللہ بن سلام ہوں تو سند موصول ہے اور تیسری سند جو "رواہ وہب بن جریر" سے ذکر کی ہے کہ یہ بھی موصول ہے اس کو صرف اس لئے ذکر کر رہے ہیں تاکہ سند ثانی میں جو ابن سلام بہیم ہے اس کی تصحیح ہو جائے کہ یہ یوسف بن عبد اللہ بن سلام ہیں۔

(۱۵۳) باب الصلوة یوم الجمعة قبل الزوال

(۷۳۰) حدثنا محمد بن عیسیٰ ناخستان بن ابراہیم عن لیث عن مجاہد عن ابی الخلیل عن ابی قتادة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ذکر الصلوة نصف النهار الا یوم الجمعة وقال ان جمعتکم شجرة الا یوم الجمعة قال ابو داؤد وهو مرسل

مجاء هذا اکبر من ابی الخلیل و ابو الخلیل
لم یسمع من ابی قتادة

ترجمہ

محمد بن عیسیٰ نے بند حسان بن ابراہیم بردایت لیث بن مجاہد بواسطہ ابو الخلیل دصاح بن ابی مریم، عن قتادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے دوپہر کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے مگر جمعہ کے روز اور فرمایا کہ دوزخ ہر روز دہکائی جاتی ہے مگر جمعہ کے روز۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے مجاہد، ابوالخلیل سے بڑے ہیں اور ابوالخلیل نے حضرت قتادہ سے نہیں سنا۔ تشریح
قول باب الخ۔ صحت اور جمع کی تیسری شرط وقت ظہر ہے۔ پس زوال شمس سے پہلے جو ادا ہوگا۔ جمہور علماء صحابہ و تابعین اور ائمہ مذاہب اسی کے فائل ہیں بلکہ شیخ ابن العزہی نے تو یہاں تک نقل کیا ہے کہ جو واجب ہی نہیں ہوتا جب تک کہ آفتاب ڈھل نہ جائے۔ کیونکہ بخاری اور سنن ابوداؤد میں حضرت انس سے روایت ہے۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الجمعة عین تمیل الشمس (و لفظ ابی داؤد: اذا زالت الشمس) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اس وقت پڑھاتے تھے جب آفتاب ڈھل جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت سلمیٰ بن اکوع صحیح مسلم میں روایت ہو کہنا جمع مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زالت الشمس ثم ترجع تنیع الطی۔
البتہ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ سے اس کا جواز منقول ہے اور ابن قتادہ وغیرہ ذہنف کی ایک جماعت سے بھی یہی نقل کیا ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس کی بابت بعض صحابہ سے بھی کچھ روایات وارد ہیں مگر وہ مقام صحت سے دور ہیں۔ مثلاً ابونعیم اور ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن سیدان سے روایت کیا ہے قال شہدت الجمعة مع ابی بکر فکانت صلیتہ وخطبۃ قبل نصف النہار و شہد تہامع عمر کانت صلیتہ وخطبۃ الی ان اقول قد انصف النہار یعنی میں حضرت ابوبکر کے ساتھ جمعہ میں حاضر ہوا تو آپ کی نماز اور آپ کا خطبہ نصف النہار سے قبل تھا۔ اور حضرت عمر کے ساتھ جمعہ میں حاضر ہوا تو آپ کی نماز اور آپ کا خطبہ ایسے وقت میں ہوا کہ میں کہہ رہا تھا کہ نصف النہار ہو گیا۔

۸۱

اس روایت میں عبداللہ بن سیدان غیر معروف الحدالہ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ مجاہدین کے مشابہ ہے۔ امام نووی نے خلاصہ میں ذکر کیا ہے۔ اتفقوا علی ضعف ابن سیدان۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث کا کوئی حجاج نہیں بلکہ اس سے قوی تر حدیث اس کے معارض ہے چنانچہ ابی شیبہ نے حضرت سید بن غفلہ سے روایت کیا ہے۔ انہ صلی مع ابی بکر و عمر ہیں زالت الشمس۔ اس کی اسناد خوب قوی ہے۔

اسی طرح ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن سلمہ کے طریق پر روایت کیا۔ قال صلی بنا عبد اللہ یعنی ابن مسعود الجمعة صلی وقال خنیف علیکم التحری۔ اور سعید بن سوید کے طریق پر روایت ہے۔ قال صلی بنا معاویۃ الجمعة صلی۔ ان میں سے پہلی روایت میں عبداللہ کو صدوق میں مگر آخر عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور سعید بن سوید کو ابن عدی نے ضعیف میں ذکر کیا ہے۔

اور جن روایات میں کچھ صحت ہے جیسے حضرت سہل بن سعد کا اثر۔ کنا نقبل و تنقذی بعد الجمعة وغیرہ تو یہ جمہور کے یہاں تعمیل و تکبیر پر محمول ہیں جس کی تصریح صحیح بخاری میں حضرت انس سے وجود ہے۔ لکن تکبیر الجمعة و تقیل بعد الجمعة۔

اب رہا بعض حناہ کا حدیث۔ ان ہذا یوم جملہ المسلمین سے استدلال کرنا کہ یوم جمعہ کر عید کہا گیا ہے تو جیسے عید کی نماز قبل از زوال ہوتی ہے ایسے ہی جو بھی جائز ہوگا۔ سو یہ اس لئے

صحیح نہیں کہ عید کو عید سے تعبیر کرنا اس کو مستلزم نہیں کہ اس میں صحیح احکام عید ملحوظ ہوں چنانچہ عید کے دن روزہ رکھنا مطلقاً حرام ہے خواہ اس کے ساتھ ایک اور دن ملائے یا نہ ملائے عید کے دن میں یہ بات نہیں ہے۔

سوال۔ حضرت سلمہ بن اکوع کی حدیث ہے: کن نفسی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتمع ثم تصرف وليس للحيطان نفی: کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید پڑھ کر واپس آئے اس حال میں کہ دیواروں کا سایہ نہ ہوتا تھا۔ جواب۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ کی چھوٹی دیواروں کا سایہ اس قدر نہیں ہوتا تھا کہ اس میں چل سکیں۔ چنانچہ بخاری کے الفاظ ہیں: ثم تصرف ليس للحيطان على شغل: اور سلم کی روایت میں ہے: وما نجد شيئاً تشغل به: شیعین کی روایت میں روایت میں یہ بھی ہے: اذا زالت الشمس ثم نزع نقيض النقيض: معلوم ہوا کہ مطلق سایہ کی نفی مقصود نہیں بلکہ اتنے سایہ کی نفی ہے جس میں آدمی چل سکے۔

پھر اختلاف فرض عید کے بارے میں ہے۔ رہا اس کی سنتیں اور نفیس سوا عطاء بن حمر فرماتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ اور جمہور علماء کے نزدیک نصف النہار کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ احادیث میں استواء الشمس کے وقت نماز پڑھنے کی صریح ممانعت موجود ہے۔ اور زیر بحث حدیث منقطع مرسل اور غریب ہے۔ پس اس سے احادیث مشہورہ کی تخصیص جائز نہ ہوگی۔ ایام مالک اس کے خلاف ہیں۔ احناف میں سے امام ابو یوسف سے بھی جواز منقول ہے اور ابن تیمیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

۸۲ قولہ قال ابو داؤد واخر (۳۹) یعنی زیر بحث حدیث مرسل ہے کیونکہ ابو الخلیل نے حضرت قتادہ سے نہیں سنا۔ اور عاقلہ بیہقی نے جو اس کے ثواب پیش کئے ہیں وہ سب ضعیف ہیں دسنی قولہ: محابہ اکبر بن ابی الخلیل: انہ من باب ردایۃ الاکابر عن الاماخذ:

۵۳ باب الامام یحکم الرجل فی خطبۃ

(۲۳۱) حدثنا یعقوب بن کعب الرضا عن یزید بن یزید نا بن جریر عن عطاء عن جابر قال لما استوی رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة قال اجلسوا فبيع ذلك ابن مسعود فجلس على المسجد فراه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال تعال يا عبد الله بن مسعود قال ابو داؤد هذا ايضاً فمرسل
انما رواه الناس عن عطاء عن النبي صلى الله عليه وسلم وتخلد هو شيخ

ترجمہ
یعقوب بن کعب الرضا کی نے یزید بن یزید بن جریر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزِ جمعہ پہنچے اور لوگوں سے فرمایا بیٹھا جاؤ۔ حضرت عبد اللہ

ابن مسعودؓ سے منکر مسجد کے دروازہ ہی پر بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا، عجب اللہ بن مسعود
ادھر آؤ۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اس کو لوگوں نے عن عطاء عن ابنی صلی اللہ علیہ وسلم
روایت کیا ہے اور غلط بیج ہیں۔۔۔ بشر ہے

قول باب النخ۔ غلبہ کے وقت امام کے لئے کسی سے بات کرنا درست ہے یا نہیں؟ عطاء
طبی فرماتے ہیں کہ حدیث باب اس بات کی دلیل ہے کہ امام کے لئے نکل جائز ہے۔ اخاف
کے یہاں اشار غلبہ میں امر بالمعروف کے علاوہ کلام کرنا مکروہ ہے اور حدیث باب کا محل تعلق
حافظ ابن حجرؒ ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو نماز کے لئے کھڑا دیکھ کر فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ
امام جب منبر پر بیٹھ چکے اس وقت حرمت صلوٰۃ جمع علیہ ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن
مسعود کو آپ نے اس لئے بلایا کہ یہ فقہار صحابہ میں سے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے۔ یلبسینی منکم اولوا الاحلام والنبی۔

قولہ قال ابو داؤد النخ۔ یعنی زیر بحث حدیث مرسل ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس کو دیگر تواتر
مخلف بن یزید کے اس لئے موصول ذکر کیا ہے اور غلبہ بن یزید جزیری گو قابل احتجاج ہے تاہم اس
کی روایت میں خود ذکر ضروری ہے (ذکرہ ابن الصلاح) اسی لئے صاحب کتاب نے۔ وغلبہ
ہو شیخ یہ کہہ کر کلمہ کی توثیق کی ہے۔ اور امام احمد نے فرمایا ہے کہ یہ کبھی کبھی دہم کا شکار
ہو جاتا ہے۔

۸۳

(۵۵) باب الرجل یخطب علی قوس

(۲۳۲) حدثنا سعید بن منصور نا شہاب بن خزامی حد ثنا شعیب بن سراقہ
المطاطنی قال جلسنا الی رجل له صحبة من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقال
لہ الحکم بن حزن الکوفی فانشأ یحییٰ ثنا قال وحدثنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سابع سبعة او قاسع سبعة فدخلنا علیہ فقلنا یا رسول اللہ ذرناک فادع
اللہ لنا یحییٰ فامرنا بنا و امر لنا بشیء من التمر والنان اذ ذاک دون فاقنا بها
ایما ما سئلنا فیہا الجمعة مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام متوکیثا علی
عصا او قوس فحمد اللہ واثنی علیہ کلمای خفیفات طیبات مبارکات ثم قال
ایہما الناس انکم لن تطیعوا ولئن تفعلوا کما امرتم بہ ولكن سددوا وابشروا
سمعت ابا داؤد قال ثبتنی فی شیء منہ

بعض اصحابی

ترجمہ

سعید بن منصور نے بند شہاب بن خراش تجدید شعیب بن رزین طائفی روایت کیا ہے کہ
میں ایک شخص کے پاس بیٹھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتا تھا اور اس کے علم پر یقین
کھلی کہا جاتا تھا وہ ہم سے حدیث بیان کرنے لگا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آیا ہم سات یا نو آدمی تھے۔ جب آپ سے ملے تو عرض کی یا رسول اللہ! ہم آپ کی زیارت
سے مشرف ہوئے سو آپ ہمارے لئے دعا فرمائیجئے۔ آپ نے ہم کو کچھ بھجوریں دیں (اس وقت
مسلمانوں کی حالت کمزور تھی، پھر ہم چند روز دینہ میں رہے اور بعد ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ پڑھا۔ آپ ایک چھڑی یا کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور چند کچے، پاکیزہ اور مبارک
کھات میں حق تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا: لوگو! تم کہہ رہے ہو کہ بجالانے کی طاقت نہیں،
لیکن مضبوط رہو اور خوشخبری سناؤ۔ (ابو علی نوکوکی کہتے ہیں کہ) میں نے ابو داؤد سے سنا ہے
وہ کہتے تھے کہ مجھے میرے بعض اصحاب نے اس حدیث کے کچھ کلمات بتائے۔

(۳۱۱)

اس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کتاب اس حدیث کے
قولہ سمعت ابا داؤد قال الخ بعض کلمات اپنے شیخ سے اچھی طرح نہیں سن پائے اسلئے وہ

کہنے سے رہ گئے تھے بعد میں شرکار درس میں سے کسی نے آپ کو وہ کلمات بتائے تب آپ نے کہے۔
(۳۳۳) حدیثنا محمد بن بشارنا محمد بن جعفرنا شعبۃ عن جُبَیْن عن عبد اللہ

۸۴

بن محمد بن معن عن بنت الحارث بن النعمان قالت ما حَفِظْتُ قَاتِ الْآمِنِ
فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ مُبَاهَا كُلَّ جُمُعَةٍ قَالَتْ وَكَانَ تَقُورُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُورُنَا وَاحِدًا قَالَ لَبِوَاؤُ قَالَ مَرْحُحُ بْنُ عِبَادَةَ عَنْ
شُعْبَةَ قَالَ بِنْتُ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ أُمُّ هِشَامِ بِنْتُ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ

ترجمہ

محمد بن بشار نے بند محمد بن جعفر تجدید شعبہ بروایت خدیجہ بواسطہ عبد اللہ بن محمد بن معن دام
ہشام، بنت حارث بن النعمان سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے سورہ تاف نہیں یاد کی
مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنتے سنتے کہ آپ ہر جمعہ کو خطبہ میں پڑھتے تھے۔
ام ہشام کہتی ہیں کہ ہمارا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تور ایک تھا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ روح بن
عبادہ نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے بنت حارثہ بن النعمان کہا ہے اور ابن اسحاق نے ام
ہشام بنت حارثہ بن النعمان کہا ہے۔

(۳۱۲)

اس کا حاصل یہ ہے کہ محمد بن جعفر نے جو شعبہ سے روایت کرتے ہوئے
قولہ قال ابو داؤد الخ بنت الحارث: بتا کر ذکر کیا ہے، خلاف جواب ہے۔ کیونکہ شعبہ
سے روح بن عبادہ کی روایت میں۔ بنت حارثہ: بتا کر کے ساتھ ہے۔ اور محمد بن اسحاق نے بھی تا
کر کے ساتھ ہی ذکر کیا ہے۔ حدیث محمد بن اسحاق کی تحریک امام سلم، امام احمد اور حافظ ابویسی نے کی ہے۔

لیکن صحیح مسلم میں جو شعبہ سے محمد بن جعفر کی روایت ہے اس میں عن بنت حارثہ بن النعمان۔
 ہمارے ساتھ ہے اور سند امام احمد میں عن ابنت حارثہ بن النعمان۔ بلاتار ہے تو ممکن ہے محمد بن
 جعفر اسکو دونوں طرح روایت کرتے ہوں اور صاحب کتاب کو روایت بلاتار پہنچی ہو۔

(۳۳۳) حدثنا محمود بن خالد نا مردان نا سليمان بن بلال عن يحيى بن سعيد عن
 عمره عن ابيها قالت ما اخذت قات الا من في رسول الله صلى الله عليه و
 سلم كان يقرئوها في كل جمعة قال ابو داود كذا رواه يحيى بن ايوب وابن ابى
 الوجال عن يحيى بن سعيد عن عمره عن أم هشام بنت حارثة بن النعمان
 ترجمہ

محمود بن خالد نے ہند مردان بخدیث سلیمان بن بلال بروایت یحییٰ بن سعید بواسطہ عمرہ ان کی
 بہن سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے سورۃ قاف یاد نہیں کی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 علیہ وسلم کے دہن مبارک سے کہ آپ اس کو ہر جمعہ میں پڑھتے تھے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو یحییٰ
 بن ایوب اور ابن ابی الرجال نے بروایت یحییٰ بن سعید بواسطہ عمرہ ام ہشام بنت حارثہ بن
 نعمان سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۸۵ قولہ قال ابو داؤد نا (۳۱۳) قول کا مقصد تو ترجمہ ہی سے ظاہر ہے کہ جس طرح اس کو یحییٰ بن سعید

ابن ابی الرجال (عبدالرحمن بن ابی رجا) نے روایت کی ہے۔ روایت یحییٰ بن ایوب اور
 تخریج امام مسلم نے صحیح میں اور خدا صاحب کتاب نے زیر بحث حدیث کے بعد کی ہے اور ابن
 ابی الرجال کی روایت مند امام احمد میں ہے۔

لیکن صاحب کتاب کی تمثیل۔ دکنارواہ احدی محل اشکال ہے۔ اس واسطے کہ مند امام
 احمد میں جو روایت ابن ابی الرجال ہے۔ اس میں قرأہ سورۃ ق کا تذکرہ صلوٰۃ صبح سے متعلق
 ہے۔ اور سلیمان بن بلال کی حدیث میں اس کا تعلق خطبہ جمعہ سے ہے۔

فقول ابی داؤد کذا رواہ ابن ابی الرجال تمثیل حدیث ابن ابی الرجال بخدیث یحییٰ بن
 ایوب و سلیمان بن بلال غیر مستقیم و لورڈ انٹیل ابی النضر ایضا بعید عن الغم لا یس
 فیہ شائبۃ الاختلاف (ذیل)۔

عبدالرحمن بن سعید بن زرارۃ الانصاری تکلیف نکون اختہا و بحباب بان المراد اختہا من الرضا و اد
 من القرۃ البعیدۃ ۱۲ عن۔

(۱۵۶) باب الإحتباء والامام یخطب

(۲۳۵) حدثنا داؤد بن رشیدنا خالد بن حیان الرقی فیما سلیمان بن عبد اللہ بن الزبیر قال عن یحییٰ بن شداد بن اؤس قال شهدت مع معاویہ بیت المقدس فجمع بنا فنکرت فاداء اجل من فی المسجد اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرأیتهم یخطبون والامام یخطب، قال ابو داؤد وکان ابن عمر یمشی والامام یخطب والنس بن مالک وشریح وصعصعہ بن صوحان وسعد بن المسیب وابراہیم النخعی وکھول و اسماعیل بن محمد بن سعد و نعیم بن سلامہ قال لا بأس بما قال ابو داؤد و لم یبلغنی ان احدا کرہها الا عبادة بن نسیت

ترجمہ

داؤد بن رشید نے بسند خالد بن حیان رقی تجدیش سلیمان بن عبد اللہ بن الزبیر قال - یحییٰ بن شداد بن اؤس سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں معاویہ کے ساتھ بیت المقدس میں آیا اور انھوں نے جمع پڑھا۔ میں نے دیکھا تو اکثر لوگ مسجد میں صلا تھے میں نے ان کو گٹ مار کر بیٹھے ہوئے دیکھا جبکہ امام خطبہ پڑھ رہا تھا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی خطبہ کے وقت اسی طرح بیٹھے تھے اور حضرت انس بن مالک، شریح، صعصعہ بن صوحان، سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، کھول، اسماعیل بن محمد بن سعد اور نعیم بن سلامہ نے کہا ہے کہ اس میں کوئی قیامت نہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ مجھے نہیں پہنچا کسی سے کہ مکروہ جانا ہو اس کو مگر عبادہ بن نسیت نے۔ - تشریح

قولی باب الخ۔ اعتبار کی صورت یہ ہے کہ دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے پیٹ سے ملا کر سرین پر بیٹھ جائے اور کپڑے سے دونوں گھٹنوں اور پیٹ کو بندھ لے یا ہاتھوں سے حلقہ بنائے۔ حدیث میں اس نشست کی علی الاطلاق ممانعت آئی ہے جس کی وجہ بقول علامہ خطابؒ یہ ہے کہ اکثر اوقات اس نشست میں نیند آ جاتی ہے اور دنور ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے نیز اس میں سر کھل جانے کا بھی امکان ہے۔

پھر خطبہ سنتے وقت غیبی ہو کر بیٹھنے کی کراہت و عدم کراہت میں اختلاف ہے۔ حضرت حماد بن نسیت اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ حضرت کھول، عطاء اور حضرت حسن سے کراہت و عدم کراہت دونوں مروی ہیں۔

لیکن اکثر اہل علم حضرات انس بن مالک، شریح، صعصعہ بن صوحان، سعید بن المسیب، ابراہیم

بخاری، اسماعیل بن محمد بن سعد، نعیم بن سلامہ، دبر وایت ابوداؤد، عبد اللہ بن عمر (دبر وایت ابوداؤد و ترمذی)، سالم بن عبد اللہ، قاسم بن محمد، ابن سیرین، عمر بن دینار، ابو الزہریر، ابو ہریرہ بن خالد، بخاری، دبر وایت ابن ابی شیبہ، عدم کراہت کے قائل ہیں۔ امام احمد اور اسکا تابع بھی یہی قول ہے اور احادیث باب کی جانب سے ان حضرات کا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں۔ صاحب کتاب کا رجحان بھی عدم کراہت کی طرف ہے۔ پس موصوف کے نزدیک یا قرۃ احادیث ثابت نہیں یا پھر جماعت صحابہ کے فعل سے منسوخ ہیں۔

حضرت ابن عمر کا یہ الزام طحاوی نے شکل الاثر میں اور (۳۱۴) قولہ قال ابوداؤد و کان ابن عمر انہ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ردایت کیا ہے۔ امام طحاوی کے الفاظ یہ ہیں۔ ان ابن عمر کان یجتنب یوم الحجۃ والا امام یخطب و ربانفس حتی یغرب بحبیۃ موت۔

یعنی ہم کہ حضرت عبادہ بن ضمی کے علاوہ اور کسی سے کراہت (۳۱۵) قولہ قال ابوداؤد و یمنی انہ احتیاط کا قول نہیں پہنچا۔ لیکن جامع ترمذی میں ہے کہ اہل علم کا ایک جماعت نے بوقت خطبہ احتیاط کو مکروہ کہا ہے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں تجدید محمد بن مصعب بواسطہ امام اور امامی حضرت کول، عطاء اللہ حضرت من سے ردایت کیا ہے کہ یہ حضرات بوقت خطبہ احتیاط کو مکروہ سمجھتے تھے۔

۸۷

(۱۵۷) باب استیذان المحدثین للامام

(۳۳۶) حدثنا ابراہیم بن الحسن المصنفون نا حجاج نا ابن جریم نا خبرنا هشام بن عمار عن عروۃ عن عائشۃ قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اخذتہ احدکم فی صلوتہ فلیأخذ بائفئذہ لینصرع، قال ابوداؤد و رواہ حماد بن سلمۃ و ابواساتہ عن هشام عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل والامام یخطب لہ یلکرا عائشۃ

ترجمہ

ابراہیم بن حسن مصنفی نے بند حجاج تجدید ابن جریج ناخبار هشام بن عروہ بواسطہ عروہ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کا حضور ٹوٹ جائے

۱۵۷ لیس فی نسخۃ انکا نفوریۃ۔ اذا دخل والامام یخطب۔ و ہوا لصواب فان لاسنی۔ والذی اظن ان قولہ اذا دخل یہو من الکتاب والصواب اذا حدث والامام یخطب ۱۲ بدل۔

تو وہ اپنی ناک پکڑ کر چلا جائے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو حماد اور ابو اسامہ نے بطریق ہشام بواسطہ عروہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ حضرت عائشہ کو ذکر نہیں کیا۔۔۔ تشریح

قول باب انہ سنن ابوداؤد کے اکثر نسخوں میں: اللہ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ لیکن مصری نسخے میں اودلی نسخے کے حاشیہ پر الامام بلام ہے اور بھی صحیح ہے۔ کیونکہ لفظ استیذان مستند ہی بنفسہ پر ہے۔ قال تہجہ بیتا ذنوبہ۔ پیش نظر حدیث میں ایک خاص ادب کا تعلیم دیا گئی ہے کہ اگر کسی شخص کا حضور ٹوٹ جائے تو اسے چاہئے کہ اپنی ناک پکڑ کر چلا جائے اس سے امام کو گلے لگا کہ اس کا حضور ٹوٹ گیا اور لوگوں کو یہ خیال ہو گا کہ اس کا ٹھیکر پھوٹ گئی اور یہ از قبیل گذر بار نہیں بلکہ از قبیل توریہ اور اخفاء قبیح داخدا دلب کے قبیل سے ہے کہ شرم کی بات کو چھپانا بہتر ہے۔

سوال آیت اذا کا فاما علی امر جامع لم یذہبوا حتی بیتا ذنوبہ سے تو استیذان کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔ پس یہ حدیث آیت کے خلاف ہے۔

جواب۔ اگر آیت میں امر جامع سے مراد وہ امر ہے جس کا نفع و ضرر عام ہو اور امام کو تجربہ کار اور اچھا رائے لوگوں کے مشورے کی اور ان سے اعانت کی ضرورت ہو تب وجہ اس میں داخل ہی نہیں بلکہ مواقع حرب کے ساتھ مخصوص ہے لہذا جواب کی ضرورت ہی نہیں اور اگر امر سے مراد عام ہو جو جمود اور عید وغیرہ سب کو شامل ہو تو جواب یہ ہے کہ حدیث کا در نماز کی حالت میں ہے جس میں استیذان ناممکن ہے اس لئے اظہار عذر کو استیذان کے قائم مقام کر دیا گیا۔

۸۸

زیر بحث حدیث کے اصل دار سال کو بتانا ہے کہ اس کو ابن جریر (۳۶۶) نے موصول روایت کیا ہے اور حماد بن سلمہ اور ابو اسامہ نے موصول

سنن بیہقی میں یہ حدیث بطریق فضل بن موسیٰ عن ہشام اور سنن ابن ماجہ میں بطریق عمر بن علی المقدمی اور بطریق عمر بن قیس عن ہشام موصول آمدی ہے اور بقول حافظ بیہقی اسفیان ثوری، شعبہ، زائدہ، ابن المبارک، شعب بن اسحق اور عبیدہ بن سلیمان نے عن ہشام بن عروہ عن ابی موسیٰ اللہ علیہ وسلم موصول روایت کیا ہے پس حدیث مرسل و موصول دونوں طریق سے مروی ہے۔

(۱۵۸) باب الامام یعلم بعد ما ینزل من المنبر

(۲۳۷) حدثنا مسلم بن ابراہیم عن جریر وھو ابن حازم لا ادری کیف قالہ مسلم و لا عن ثابت عن انس قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل من المنبر فیعرض لہ الرجل فی الحاجۃ فیقوم معہ حتی یقضى حاجتہ ثم یقوم فیصلی، قال ابوداؤد والحدیث لیس بمعروف عن ثابت وھو مما تقر بہ جریر بن حازم

ترجمہ

مسلم بن ابراہیم نے بروایت جریر اور وہ ابن حازم ہے۔ میں نہیں جانتا کہ معاملہ کیسے ہے مسلم نے یہ کہا ہے یا نہیں، بواسطہ ثابت حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ جب منبر سے اترتے اور کوئی شخص آپ سے اپنا کام بیان کرتا تو آپ اس سے دبا نہیں کرتے ہوئے، کھڑے رہتے یہاں تک کہ اس کا مطلب پورا ہو جاتا پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت سے معروف نہیں اور اس میں جریر بن حازم مفرد ہے۔۔۔

قول باب الخ۔ جب امام خطبہ پڑھ کر منبر سے اتر آئے تو بات کر سکتا ہے یا نہیں؟ پیش نظر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ سے فراغت کے بعد کلام کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ابن قدامہ نے المنہی میں حضرت عطاء، طاؤس، زہری، بکر مزنی، ابراہیم نخعی، امام مالک اور امام شافعی سے یہی نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابن عمر سے بھی یہی مروی ہے۔ احناف میں سے صاحبین کی رائے بھی یہی ہے کہ اس وقت میں کلام کرنا مکروہ نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ حالت خطبہ پر محمول کرتے ہوئے اس وقت میں بھی کلام کو مکروہ کہتے ہیں۔ یہی حدیث سوا اس کی گفتگو ذیل میں آ رہی ہے۔۔۔

قول من قال سلم ادلا الخ۔ فتح ابودرد میں ہے کہ قالہ کی ضمیر۔ دہو ابن حازم کی طرف راجع ہے اور۔۔۔ ادلا۔۔۔ میں کلمہ اد بکون داؤد عاطف ہے اور لانا فیہ اور قالہ کے شروع میں ہمزہ استغناء ۸۹ مقدر ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔ لا ادری کیف الامر قال سلم ادلا۔ پس اقال سلم ادو جو کیف الامر کی ضمیر ہے۔ شیخ عبد اللہ بن سالم کے نسخے میں اصل عبارت بکون داؤد ہے اور اس کے حاشیہ پر ادلا کے بجائے ام لا ہے۔ بعض حضرات نے اس کو ادلا بشہید داؤد ضبط کیا ہے، علامنی لا ادری کیف قالہ سلم اول ما حدثنی بہ۔۔۔

قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۶) یعنی زیر بحث حدیث ثابت سے معروف نہیں اور اس کی روایت میں جریر بن حازم مفرد ہے اور بقول امام بخاری اس میں دہم جریر کا ہے اور حضرت انس سے ثابت کی صحیح روایت یوں ہے۔ قال اقمنا الصلوۃ فاخذ رجل بيد النبي صلى الله عليه وسلم فمال يكله حتى نفس بعض القوم۔۔۔

(۱۵۹) باب الصلوۃ بعد الجمعة

(۳۳۸) حدثنا الحسن بن علي نا عبد الرزاق عن معمر بن الزهري عن سالم عن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بعد الجمعة ركعتين في بيته، قال ابو داود وكن لك سوا عبد الله بن دينار عن ابن عمر

ترجمہ

حسن بن علی نے بعد عہد الزہد بروایت سمر بطریق زہری بواسطہ سالم حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

ابوداؤد کہتے ہیں ابوسعید الخدری نے دینار سے بھی حضرت ابن عمر سے اسی طرح روایت کیا ہے بشرط قولہں باب النہی عن جہد کی بابت دو باتوں میں اختلاف ہے اول یہ کہ جہد سے قبل سنت نماز مشروع ہے یا مکروہ ؟ دوم یہ کہ جہد کے بعد کتنی رکعتیں مسنون ہیں ؟ سوم حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں امام مالک کا دہل، مذہب اور امام احمد کا مشہور مذہب نقل کیا ہے کہ جہد کو قبل کوئی نماز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ جب آپ مکان کو گھر پہنچا لاکر منبر پر رونق افروز ہوتے تو حضرت بلال اذان دیتے اور اذان ختم ہوتے ہی آپ خطبہ شروع فرما دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ جہد سے قبل کوئی نماز نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ زہری بحث باب کی دوسری حدیث ابن عمر میں تصریح ہے: کان ابن عمر یطیل الصلوۃ قبل الحجۃ۔ وحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یفعل ذلک۔ کہ آپ جہد سے پہلے دیر تک نماز پڑھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی بیان کرتے کہ آپ ایسا ہی کرتے تھے۔ قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جہد سے قبل مشروعیت صلوۃ پر دال ہے۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باسناد وجہ ثابت ہے کہ آپ جہد سے قبل اور جہد کے بعد چار رکعات پڑھتے تھے۔ رداء الطبرانی فی الواسطہ،

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود جہد سے قبل اور جہد کے بعد چار رکعات پڑھتے تھے۔ رداء عہد الزہد فی مصنف، سفیان ثوری اور ابن المبارک بھی اسی طرف گئے ہیں۔ پس جہد سے قبل علی الاطلاق نماز کا انکار محتاج دلیل ہے۔

دوسرا اختلاف جہد کے بعد دالی سنتوں کے متعلق ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جہد کے بعد چار رکعتیں مسنون ہیں۔ امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے کتاب الام میں باب صلوۃ الحجۃ والعیذین کے ذیل میں اس کی تصریح کی ہے۔

کیونکہ زہری بحث حدیث سے پہلی حدیث جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے اس میں ہے: من کان مصلیاً بعد الحجۃ فلیصل اربعاً۔ امام ابو یوسف کے نزدیک چھ رکعتیں مسنون ہیں کیونکہ زہری بحث باب کی چوتھی حدیث ابن عمر میں ہے: کان اذا کان بکۃ فصلی الحجۃ تقدم فصلی رکعتین ثم تقدم فصلی اربعاً۔

نیز حضرت علی سے مروی ہے: قال کان مصلیاً بعد الحجۃ فلیصل ثلثاً۔ رداء الطحاوی والامام الشافعی فی کتاب الام، ابن قدامہ نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ جہد کے بعد کی سنتوں میں اختیار ہے چار یا دو۔

اور بعض حضرات نے اس کو اختیار کیا ہے کہ اگر سجد میں پڑھے تو چار پڑھے اور گھر میں پڑھے تو دو پڑھے۔

(۳۱۸) **قولہ قال ابو داؤد** یعنی جس طرح سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے اسی طرح ان سے عبداللہ بن دینار نے روایت کیا جو شیخ ذیل میں فرماتے ہیں لم اجد حدیث عبداللہ بن دینار عن ابن عمر فیما عندی من الکتاب۔

(۲۳۹) حدثنا ابراہیم بن الحسن نا حماد بن محمد عن ابن جریج اخبرنا عطاء بن یراعی ابن عمر یصلی بعد الجمعة فیتماز عن مصلاہ الذی صلی فیہ الجمعة فلیترک غیر کثیر قال فیرکع رکعتین قال ثم یتطوی النفس ذلک فیرکع اربع رکعات قلت لعطاء کہ رأیت ابن عمر یمنع ذلک قال فزارا قال ابو داؤد مر انا عبد الملک بن ابی سلیمان و لم ینحی

حل لغات

فیتماز ای مفصل یعنی من المیز و ہوا فصل۔ النفس قال فی الجمع ای اشیخ و ابداً قلہا۔ ترجمہ۔ ابراہیم بن حسن نے بند حماد بن محمد و اسطابن جریج عطاء سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ آپ جب پڑھنے کے بعد اس جگہ سے تھوڑا سا سرک جاتے اور دو رکعتیں پڑھتے پھر کمرہ درپٹ کر چار رکعتیں پڑھتے۔

۹۱ میں نے عطاء سے پوچھا کہ تم نے حضرت ابن عمر کو ایسا کرنے پر کتنی بار دیکھا؟ انھوں نے کہا کئی بار۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اسے عبد الملک بن ابی سلیمان نے جو مکمل طریقہ پر روایت کیا ہے۔

(۳۱۹) **قولہ قال ابو داؤد** یعنی اس حدیث کہ عبد الملک بن ابی سلیمان نے بھی روایت کیا ہے۔ لیکن ان کی حدیث حدیث ابن جریج کی طرح مکمل نہیں بلکہ انھوں نے حدیث کے بعض حصہ پر اکتفا کیا ہے۔ قال الشیخ فی البذل و تم اقتص علی روایۃ عبد الملک بن ابی سلیمان عن عطاء۔

(۱۶۰) باب التکبیر فی المیدان

(۲۴۰) حدثنا ابو توبہ الریحی بن نافع نا سلیمان یعنی ابن حیان عن ابی یعلی الطائفی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن حذیفہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یمکث فی الغطر فی الاذنی سبعة شریقاً ثم یکرر سبعاً ثم یقول ذیکر اربعاً ثم یقر سبعاً یرکع قال ابو داؤد مر انا و کعب و ابن المبارک قال سبعة و خمسا۔

ترجمہ

ابو یوسف زجاج بن ثابت نے ابن سلیمان بن حیان بطریق ابو یعلیٰ طائفی عن عمرو بن شعیبہ عن اسیر
عن جده روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں
کہتے پھر قرائت کرتے پھر تکبیر کہتے پھر کھڑے ہوتے اور چار تکبیریں کہتے پھر قرأت کرتے اس کے
بعد رکوع کرتے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو دیکھ ادر ابن المبارک نے روایت کرتے ہوئے پہلی رکعت
میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں نقل کی ہیں :- - - -
قولہ باب الخ لفظ عید در اصل عود تھا داؤد ساکن ماقبل کسور ہونے کی وجہ سے
داؤد یار سے بدل گیا جیسے وزن سے میزان اور وقت سے مہقات۔ یہ عادی عود عود آ سے
مشق ہے بمعنی ٹوٹنا اور بار بار آنا۔

اس دن میں اللہ تعالیٰ کے انعام بندوں پر عائد کر دیتے ہیں۔ یہ دن ہر سال مسرت
دخوشی کا پیغام لاتا ہے۔ اس روز ہر شخص کی حسب مشیت عزت و حرمت کا احساس ہر سال تازہ
ہوتا ہے۔ فرض اس اسلامی تقریب میں اتنے مختلف پہلوؤں سے عود کا مفہوم پایا جاتا ہے
اس لئے اس کو عید کہتے ہیں۔ پھر دن بھی اہل عرب ہر مسرت بخش اجتماع کو عید سے یاد کرتے
ہیں قول الشاعر :-

عید و عید و عید صرن محمدیہ وجہ الحبیب یوم العید والجمعہ

باب صلوۃ العیدین کے ذیل میں حضرت انس سے روایت ہے کہ لیلۃ الشیخ کے دو دن کھیل
کود کے سقر تھے یعنی نور ذرا در یوم ہر جان جب آپ ہجرت کر کے یہاں تشریف لائے تو پوچھا کہ
یہ دو دن کیسے ہیں؟ انھوں نے کہا ہم جاہلیت کے زمانہ میں کھیل کود کرتے تھے۔ آپ نے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دونوں دنوں سے بہتر دو دن بدل دئے ایک عید الفطر
دوسرے عید الاضحیٰ (ابوداؤد، نسائی)

پھر نماز عید کی بابت چند وجوہ سے کلام ہے۔ اول یہ کہ نماز عید فرض ہے یا واجب؟ دوم
یہ کہ تکبیرات عیدین کا محل کیا ہے قرأت سے قبل یا قرأت کے بعد؟ سوم یہ کہ تکبیرات تو
الی و اتصال کے ساتھ کہی جائیں یا فصل اور وقف کے ساتھ؟ چہارم یہ کہ تکبیرات کہتے وقت
ہاتھ اٹھائے جائیں یا نہیں؟ پنجم یہ کہ تکبیرات کی تعداد کتنی ہے؟

درجہ اول کی توضیح یہ ہے کہ جس شخص پر جبہ واجب ہے اس پر امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز
عید بھی واجب ہے۔ مجتبیٰ، خانیہ، بدائع، ہدایہ، محیط، مختار، کافی، درمختار اور خلاصہ وغیرہ
میں اس کی تصریح صریح ہے اور یہ امام اعظم سے حسن بن زیاد کی روایت ہے جس کی وجہ یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز پر مواظبت فرمائی ہے۔ چنانچہ ابن حبان وغیرہ نے ذکر
کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہجرت کے دوسرے
سال جب روزے پہلی بار فرض ہوئے تو رمضان تمم ہونے کے بعد کیم شوال کو آپ نے سب سے

پہلے نماز عید ادا کی پھر تادم حیات اس پر مدامت فرماتے رہے۔
 صاحب بدائع نے حق تعالیٰ کے ارشاد: فصل لربک و آخر سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ اسکی
 ایک تفسیر یہ بھی ہے صل صلوٰۃ العید و آخر الجوزہ۔ نیز حق تعالیٰ کے ارشاد: و تکبروا للہ علیٰ ما
 ہدکم کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد صلوٰۃ عید
 امام احمد کا ظاہر مذہب اور شوافع میں سے ابو سعید صخری کا قول یہ ہے کہ فرض کفایہ ہے۔
 امام مالک، امام شافعی اور احناف میں سے امام محمد کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ امام نسبی
 نے المنافع میں اس کی تصحیح بھی کی ہے۔ سنون ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک نجدی اعرابی
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کیا مجھ پر ان پانچ نمازوں کے علاوہ اور بھی ہیں؟ آپ نے
 فرمایا: نہیں۔ مگر یہ کہ تو اپنی طرف سے بطور نفل پڑھے "داخروہ البخاری و سلم"
 جواب یہ ہے کہ آپ کا ارشاد دیہاتی کے حق میں ہے اور ظاہر ہے کہ دیہاتی پر واجب نہیں۔ نیز
 یہ بھی احتمال ہے کہ اس وقت تک نماز عید واجب نہ ہوئی ہو اس کے بعد واجب ہوئی ہو۔
 وجہ دوم کی تنقیح یہ ہے کہ امام صاحب کے یہاں پہلی رکعت میں تکبیرات عیدین قرأت سے پہلے
 ہیں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس
 اور حضرت انس بن مالک کی احادیث میں اسی طرح آیا ہے۔
 امام مالک اور امام شافعی کے یہاں دونوں رکعتوں میں قرأت سے پہلے ہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ
 عمرو بن عوفؓ مزیٰ اور ہمارے بن سعد وغیرہ کی احادیث میں دونوں رکعتوں کے متعلق قبل التواضع
 کی تصریح موجود ہے۔ احادیث کی بحث عنقریب آ رہی ہے۔
 وجہ سوم کی تشریح یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ تکبیرات متصل و متوالی ہیں اور ان کے درمیان
 کوئی اور ذکر سنون نہیں۔ اور ہر دو تکبیر کے درمیان تین تسبیحات کے بقدر سکوت صرف اسلئے
 ہے کہ نماز عید ایک عظیم جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہے۔ اگر اتنا سکوت ہو تو نمازیوں پر تکبیرات
 متنبہ ہو جائیں گی۔ لیکن حضرت عطاء، امام شافعی اور امام احمد کے یہاں وقفہ کے ساتھ ہیں
 اور ہر دو تکبیر کے درمیان ذکر مستحب ہے۔ یعنی اباتیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر عطاء
 سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔
 وجہ چہارم کی تحقیق یہ ہے کہ تکبیرات عیدین کے وقت رفع یدین کی بابت کوئی صحیح اور مرفوع
 حدیث ثابت نہیں بلکہ اس کا مدار صحابہ کے قول و فعل پر ہے۔ تمخیص البحر میں ہے۔ عن عمران
 کان یرفع یدہ فی التکبیرات (رداۃ المبتدی) اور زاد المعاد میں ہے۔ وکان ابن عمر یصحیح
 الاتباع یرفع یدہ مع کل تکبیرۃ
 امام بخاری نے قرۃ العین میں لکھا ہے وقد قالوا ہو لاء دای طادس والوحزۃ وعطاء
 ان الایدی ترفع فی تکبیرات العیدین الفطر والاضحیٰ احد۔ شرح معانی الآثار میں حضرت ابو ہریرہؓ
 مخفی سے بھی یہی مروی ہے۔ حافظ بیہقی کتاب المعرفہ میں باب رفع الیدین فی تکبیر العید

کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں حضرت عیین الخطاب سے ایک مرسل روایت ہے اور حضرت عطاء بن ابی رباح اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعی اس کو انتحاح موقوفہ اور رکوع سے سرائٹھانے وقت کے رفع یدین پر قیاس کرتے ہیں۔ وجہ تخم کی تفصیل یہ ہے کہ تعداد تکبیرات عیدین کے سلسلہ میں دس اقوال ہیں جبکہ قاضی شوکانی نے نیل الادلار میں ذکر کیا ہے۔

(۱) پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ حافظ غزالی نے اس کو اکثر اہل علم صحابہ و تابعین دائرہ کا قول بتایا ہے اور کہا ہے کہ چھ علی، عمر، ابو ہریرہ، ابوسعید، جابر، ابن عمر، ابن عباس، ابویوب، زید بن ثابت اور حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ اور فقہاء سب، عمر بن عبد العزیز، زہری اور کچھ اسی کے قائل ہیں اور امام مالک، اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحق کا بھی یہی قول ہے۔ نیز امام شافعی، اوزاعی، اسحق، ابوطالب اور ابوالعباس کے نزدیک پہلی رکعت کی سات تکبیریں تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے علاوہ ہیں۔ اسی طرح دوسری رکعت کی پانچ تکبیریں تکبیر رکوع کے علاوہ ہیں تو اس قول پر تکبیرات ثلاثہ اور کل تکبیرات پندرہ ہوئیں۔

(۲) پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ۔ امام احمد، امام مالک اور امام مزنی اسی کے قائل ہیں

۹۴

(۳) دونوں رکعتوں میں سات سات تکبیریں۔ یہ حضرت انس، سفیر بن شعبہ، ابن عباس، سعید بن المسیب اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے۔

(۴) پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیر تحریمہ کے علاوہ تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں تکبیرات نہ اندہی آئی ہیں۔ علامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری، حذیفہ بن یمان، عقبہ بن عامر، ابن زبیر، ابوسود بدری، ابوسعید خدری، ابی بن عازب، ابو ہریرہ اور حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے۔ اور حسن بصری، سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اور ایک قول امام احمد کا بھی یہی ہے۔ (۵) پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیر تحریمہ کے علاوہ چھ تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد پانچ تکبیریں صاحب بکرنے اس کو امام مالک سے روایت کیا ہے اور یہ ایک روایت امام احمد سے بھی ہے۔

(۶) پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ چار تکبیریں اور دوسری رکعت میں بھی چار تکبیریں۔ حضرت ابن سیرین کا قول ہے اور حضرت حسن، مسروق، اسود، شعبی اور ابوطالب سے بھی یہی مروی ہے۔ صاحب بکرنے حضرت ابن مسعود، حذیفہ اور حضرت سعید بن العاص سے بھی یہی حکایت کیا ہے۔

(۷) قول اول کے مثل بجز آگہ پہلی رکعت میں قراءت تکبیر کے بعد ہے اور دوسری رکعت میں تکبیر قراءت کے بعد صاحب بھرنے اس کو قاسم دناصر سے نقل کیا ہے۔
 (۸) عید الفطر کی پہلی رکعت میں چھ اور دوسری رکعت میں پانچ دکل گیارہ اور عید النضح کی پہلی رکعت میں تین اور دوسری میں دو دکل پانچ) یہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے مگر یہ عارض امور کی روایت سے ہے۔

(۹) عید الفطر میں گیارہ اور عید النضح میں نو۔ یہ بھی بن عمر سے مروی ہے۔
 (۱۰) قول اول کی طرح بجز آنکہ محل تکبیر دونوں رکعتوں میں قراءت کے بعد ہے۔ یہ ہادی، مؤید، باشند اور ابوطالب کا مذہب ہے۔ سات اور پانچ کے قائلین نے ذیل کی چند احادیث استدلال کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱۱) حدیث عائشہ یعنی زیر بحث باب کی پہلی حدیث۔ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر فی الفطر الاضحی فی الادلی سبع بحیرات دلی الثانیۃ خاد ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم، احمد، دارقطنی، احمد)

جواب اول تو یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے کتاب الاصل الکبریٰ میں ذکر کیا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور کہا ہے۔ لا اعلم برءاء فی ابن ہبیتہ۔
 جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مدار ابن ہبیتہ پر ہے اور ابن ہبیتہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ شیخ یحییٰ کے پاس اس کی کتابیں جل جانے کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو کتاب میں جل جانے سے پہلے بھی ضعیف ہی تھا۔

۹۵

دوسرے یہ کہ اس میں شدید ترین اضطراب ہے جس کو دارقطنی نے علل میں اور امام طحاوی نے شرح آثار میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہ کبھی تو عن عقیل عن ابن شہاب عن عروہ عن عائشہ روایت کرتا ہے اور کبھی عن خالد بن یزید عن ابن شہاب (عند ابی داؤد، الطحاوی، اور کبھی عن خالد بن یزید عن عقیل عن ابن شہاب (عند الطحاوی، اور کبھی عن یزید بن حبیب و یونس عن الزہری (عند الدارقطنی، اور کبھی عن الاعمش عن ابی ہریرۃ (عند احمد و لفظ سبعا قبل القراءة و خمساً بعد القراءة) اور کبھی عن ابی الاسود عن عروہ عن عائشہ و ابی داؤد البیہقی (عند الطحاوی)

تیسرے یہ کہ امام احمد کی روایت میں بتاتے ہیں انہیں تفرقة و تضاد التفرقة کی تصریح موجود ہے حالانکہ شوافع اس کے قائل نہیں بلکہ ان کے یہاں دونوں رکعتوں میں تکبیرات قراءت سے پہلے ہیں۔

(۲) حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ یعنی باب کی تیسری روایت۔ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم التکبیر فی الفطر سبع فی الادلی و خمس فی الاخرۃ و القراءة بعد ہما کلھما۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی، نسفی، احمد، بیہقی، طحاوی)

جواب۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ ابن المدینی، عیسیٰ اور ابن حبان دغیرہ نے گو عہد بن عبد الرحمن طائیفی کی توثیق کی ہے مگر بقول امام طحاوی محدثین کے یہاں قابل احتجاج نہیں۔

ابن القطان کہتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تضعیف کی ہے جن میں ابن سعید بھی ہیں۔

در اصل ابن سعید کی رائے اس کے متعلق مختلف ہے۔ کبھی تو موصوف نے اس کو ضعیف کہا ہے اور کبھی صالح اور کبھی یس۔ باس۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ یہ زیادہ قوی نہیں البتہ اس کی حدیث بھی جاسکتی ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق نظر ہے۔ دفعۃ فی تہذیب التہذیب

نیز عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ سماع پر محمول نہیں۔ چنانچہ خود شوافع بھی کہتے ہیں کہ عمر بن شعیب نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا بلکہ یہ ان کے صحیفے سے روایت کرتا ہے۔ حاکم مندرک میں لکھتے ہیں کہ شعیب نے بھی حضرت عبداللہ بن عمرو سے نہیں سنا۔ کچھ ابن سعید کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک حدیث عمر بن شعیب بالکل داہی ہے۔ ابن حزم علی میں لکھتے ہیں۔ اما حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ فصحیفۃ لا تصح۔

ابن قباذ لکھتے ہیں۔ روایت عن ابیہ عن جدہ لا تخلو من القطاع دار سال۔ حافظ نے طبقات المدلسین میں ابن سعید کا قول نقل کیا ہے۔ اذا حدث عن ابیہ عن جدہ فہر کذاب اذا حدث عن سعید بن المسیب وسلمان بن یسار وعدۃ فہو ثقہ۔

ابن ابی شیبہ شیخ بارون بن معروف سے اپنا سماع نقل کرتے ہیں۔ یقول لم یسمع عمرو بن ابیہ شیئاً انما وجدہ من کتاب ابیہ۔ اور اگر سماع تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ امام احمد وغیرہ کی رائے ہے تب بھی صورت تدلیس سے تو مفری نہیں۔

۹۴

سوال۔ امام ترمذی نے علل مفردہ میں امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ جواب۔ اولیٰ تو ہم عبداللہ بن عبد الرحمن۔ طائفی کے متعلق ذکر کر چکے کہ یہ یثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ دوسرے یہ کہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں خود امام بخاری سے نقل کیا ہے۔ قال البخاری فہو نظر پس یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ امام بخاری جیسے شخص نے اس ضعیف حدیث کی تصحیح کی ہے۔

(۳) حدیث عمرو بن عوف المزنی۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبرنی ابیہ بن فیؓ ولی سبتا قبل القرآۃ فی الآخرۃ خا قبل القرآۃ (ترمذی، ابن ماجہ، طحاوی، دارقطنی، بیہقی) امام ترمذی فرماتے ہیں۔ حدیث حسن وچرا حسن شئی ردی فی ہذا الباب۔ اور علل کبریٰ میں فرماتے ہیں۔ سألت محمداً عن ہذا الحدیث فقال لیس شیء فی ہذا الباب اصح منه وہ اقول۔

جواب۔ حافظ ابن القطان نے لکھا ہے کہ امام بخاری کا کلام۔ لیس شیء فی ہذا الباب اصح منه۔ تصحیح حدیث میں صریح نہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث اشتبہ فی الباب ہے اور اس سلسلہ میں جو احادیث اردی ہیں ان کے لحاظ سے اس کا ضعف کم ہے۔ اور وہ اقول۔ ممکن ہے امام ترمذی کا کلام جو۔ ای دانا اقول ان ہذا الحدیث اشتبہ فی الباب۔

... جی خود امام ترمذی کی تحسین ہوا ابن وہیدہ السلم المشہور میں فرماتے ہیں: "وہم حسن الترمذی کتاب من احادیث موضوعہ و اسانید دایمہ مہذا الحدیث" یعنی موصوف نے اپنی کتاب میں بہت سی احادیث موضوعہ اور اسانید دایمہ کی تحسین کی ہے جن میں سے ایک زیر بحث حدیث بھی ہے حافظ ابن حجر نے بھی تلخیص میں یہی ردنا دیا ہے فرماتے ہیں: "قد انکر جاحد تحسین علی الترمذی اور اگر ہم اس سے بھی صرف نظر کر لیں تو اس کی سند میں کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف ہے جس کے متعلق امام شافعی اور امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ ارکان کذب یا سے ایک رکن ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: کثیر بن عبد اللہ لایؤی شیئاً"

چنانچہ عبد اللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میرے والد نے اس کی احادیث کی تکرار کر دیا ہے۔ ابن معین فرماتے ہیں: "لیس حدیث بشی" امام نسائی اور واقطی اس کو متروک الحدیث اور حافظ ابو زر عبد اللہ کہتے ہیں شیخ ابن حبان لکھتے ہیں کہ یہ عن ابیہ عن جدہ ایک موضوع نسخہ روایت کرتا ہے جس کو کتاب میں ذکر کرنا حلال نہیں الا یہ کہ ازراہ تعجب ہو۔

(۴) حدیث سعد القظا المؤذن: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر فی العیدین فی الاولی سبعا قبل القراءة و فی الآخرة خمساً قبل القراءة" (ابن ماجہ، حاکم،

جواب: یہ حدیث بطریق عبد الرحمن بن سعد بن عمار بن سعد القظا عن ابیہ عن جدہ مروی ہے جس کو حافظ نے تقریب میں ضعیف اور علامہ ابن الترمذی نے جوہر نفی میں منکر الحدیث اور ذہبی نے میزان میں لیس بذاک کہا ہے۔

علامہ خزر جمی نے خلاصہ میں اور صاحب کلام نے ابن معین سے بھی اس کی تضعیف ہی نقل کی ہے۔ اور اس کا باپ سعد بن عمار مستور الحال ہے جیسا کہ حافظ نے تقریباً میں اور ذہبی نے میزان میں ذکر کیا ہے۔ پھر اس حدیث میں اضطراب بھی ہے جس کی تشریح بھی اور جوہر نفی میں موجود ہے۔

(۵) حدیث عبد اللہ بن عمر: "قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التکبیر فی العیدین فی الاولی سبع تکبیرات و فی الآخرة خمس تکبیرات" (داقطنی، طحاوی)

جواب: امام ترمذی نے علل کبریٰ میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ (اس کی سند میں) فرج بن فضالہ ذاہب الحدیث ہے اور صحیح وہ ہے جس کو امام مالک وغیرہ حفاظ نے بواسطہ ناخ، حضرت ابو ہریرہ کا نقل کیا ہے۔

رداء مالک فی الموطا: عن نافع مولیٰ ابن عمر قال شہدت الاضحیٰ والاعظم ابی ہریرۃ فکبر فی الاولی سبع تکبیرات قبل القراءة و فی الآخرة خمساً قبل القراءة" قال مالک وہو الاربعون ۱۲۸ نصب الراية۔

(۶) حدیث جابر بن عبد اللہ۔ قال مضت السنۃ الیک فی العیدین سبعا وثمانین کراشا ما بین کل تکبیرین (ہیثمی)۔

جواب۔ اس کی سند میں بعض رداۃ مستور الحال ہیں اور علی بن عاصم کے متعلق یزید بن ہارون کہتے ہیں۔ مالنا نعرفہ بالکذب۔ شیخ بھی فرماتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ امام احمد کی رائے بھی اس کے متعلق کچھ ایسی ہی ہے۔ اور امام نسائی نے تو اس کو بالکل متردک کہا ہے۔ علامہ ازہر حضرت جابر سے اسناد صحیح اس کے خلاف مروی ہے جس کو ہم غفریب ذکر کرتے ہیں۔ (۷) حدیث ابن عباس۔ قال سنۃ الاستسقاء سنۃ الصلوۃ فی العیدین الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلب رداۃ صلی رکعتین وکبر فی الادائی سبع تکبیرات و فی الثانیۃ خمس تکبیرات (ہیثمی، دارقطنی، حاکم)۔

جواب۔ گو حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن صاحبین السنن فرماتے ہیں کہ اس کی تصحیح میں نظر ہے اس واسطے کہ اس کے راوی محمد بن عبد العزیز کو امام بخاری نے منکر الحدیث بہام نسائی نے متردک الخجج اور ابو حاتم نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ شیخ ابن القطان کہتے ہیں کہ اس کا باپ عبد العزیز جھولی تھا قاضی الحدیث بہا۔ نیز حضرت ابن عباس سے اس کے خلاف بھی مروی ہے جس کو ہم غفریب ذکر کریں گے۔

(۸) حدیث علی۔ قال یکبر فی الاضحی والفقرو والاستسقاء سبعا فی الادائی وثمانین فی الاخری و یصلی فی المخطبة ویکبر بالقرارة قال وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان یفعلون ذلک (عبدالرزاق)۔

جواب۔ ابن خزم نے علی میں ذکر کیا ہے کہ اس کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ ہے جس کو امام احمد اور ابن معین نے ضعیف کہا ہے، اور یہ منقطع بھی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، عن ابیہ مروی ہے اور محمد نے بلکہ ان کے باپ علی نے حضرت علی کو نہیں دیکھا پس روایت منقطع ہے۔

اس پوری تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تکبیرات عیدین کے سلسلہ میں تقریباً تمام احادیث و آثار کی اسانید ضعیف و مجروح ہیں۔ چنانچہ ابن الجوزی نے تحقیق میں امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا ہے۔ لیس فی تکبیر العیدین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث صحیح: نواب صدیق حسن خاں بھی فتح العلام میں اس کے کل طرق کو داہہ لکھا ہے۔ اور ابن رشد نے تمہید میں نقل کیا ہے کہ اس سلسلہ میں جمیع اقوال صحابہ کی طرف اسی لئے گئے ہیں کہ اس کی بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی شے ثابت نہیں۔ اور اگر یہ تو صحت و سند کے لحاظ سے حضرت ابن سود کا اثر زیادہ قوی ہے جس کو احناف نے اختیار کیا ہے۔ ہم احناف کے متذلات بھی قدرے تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

(۱) حدیث ابو موسیٰ الاشعری یعنی زیر بحث باب کی آخری حدیث۔ ان سعید بن العاص سائل اباموسیٰ الاشعری و ہذیفہ بن الیمان کبعت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبیر فی الاضحیٰ و الغنم فقال ابو موسیٰ کان کبیرا ربنا کبیرہ علی الجنان فقال ہذیفہ صدق فقال ابو موسیٰ کذلک کنت اکبر فی البصرۃ حیث کنت علیہم۔ قال ابو ہاشمہ وانا حاضر سعید بن العاص: (ابوداؤد، طحاوی، احمد، بیہقی،

یعنی سعید بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ہذیفہ بن الیمان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الغنم میں تکبیر کیونکر کہتے تھے؟ حضرت ابو موسیٰ نے جواب دیا جا رہا تکبیریں کہتے تھے جو جنازہ پر کہتے ہیں۔ حضرت ہذیفہ نے آپ کی تعذیب کی۔ حضرت ابو موسیٰ فرمایا کہ میں جب بصرہ میں وہاں کے لوگوں پر حاکم تھا اتنی ہی تکبیریں کہتا تھا۔ ابو ہاشمہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت سعید بن العاص کے پاس موجود تھا۔

صاحب کتاب نے سنن میں اور شیخ منذری نے اپنی مختصر میں اس حدیث کی تخریج کے بعد سکوت فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حدیث صحیح اور قابلِ حجت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ امر قیاس سے معلوم نہیں ہو سکتا تو یقیناً ان حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہو گا۔ ابن الجوزی نے تحقیق میں احناف کے لئے اسی سے استدلال کیا ہے اور حدیث میں صرف یہ علت ذکر کی ہے کہ عبدالرحمن بن ثوبان کو ابن مسین نے ضعیف اور امام احمد نے غرقوی کہل ہے۔ دوسری علت حافظ شمس الدین بن عبد الہادی صاحب تصنیف نے ذکر کی ہے کہ ابو ہاشمہ کو ابن حزم نے مجہول بتایا ہے اور ابن القطان نے کہا ہے کہ میں اس کا حال نہیں جانتا۔

جواب یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ثوبان کو محدثین کی ایک جماعت نے ثقہ اور قابلِ احتجاج مانا ہے۔ چنانچہ علی بن المدینی رحمہ اللہ کے متعلق بہت اچھا خیال رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ابن ثوبان سچا آدمی ہے اور ان سے لوگوں نے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ عمرو بن علی فرماتے ہیں کہ اہل شام کی حدیث ضعیف ہے بجز چند اشخاص کے جن میں سے ابن ثوبان بھی ہے۔ عثمان دارمی نے شیخ دحیم سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہیں مگر قدریہ ہونے کے ساتھ متسم تھے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں مگر ان میں قدرے قدریت تھی اور آخر حیات میں ان کی عقل سفیر ہو گئی تھی لیکن ابن سقیم الحدیث۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ان میں سلامتی ہے کوئی حرج نہیں یہ ستجاب الدعوات تھے۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں ان سے روایت کی تخریج کی ہے۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ یہ سچے ہیں۔ شیخ فلاس نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے۔

امام ترمذی نے حدیث ابن ثوبان: عن ابیہ عن کحول عن جبر بن نفیر عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یقبل قریۃ العبد الم یفرغ فیہ کی تخریج کے بعد اس کی تحسین کی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے جہاں ان کو ضعیف کہا ہے وہیں صالح اور لیس بہ باس بھی فرمایا ہے۔

طریق قدّم۔ ردّاء ابن ابی شیبہ۔ حدّثنا ایشم ثنا مجالد عن الشعبي عن مسروق قال کان عبد اللہ بن مسعود یعلّمنا التکبیر فی العیدین تسع تکبیرات خمس فی الاولی واربعة فی الآخرة دیوالی بین القرائین۔ اس کی اسناد بھی بالکل صحیح ہے۔

طریق سوم۔ ردّاء الطحاوی۔ حدّثنا ابوبکر قال حدّثنا ابوداؤد قال حدّثنا ہشام بن ابی عبد اللہ عن حماد عن ابراہیم عن علقمة بن قیس قال خرج الولید بن عقیق عن علی بن مسعود وحذیفۃ والاشعری فقال ان العید غدا فکیف التکبیر فقال ابن مسعود یکبر تکبیرۃ وینفتح بہ الصلوۃ ثم یکبر بعد ثلاثا ثم یکبر تکبیرۃ یرکع بہا ثم یسجد ثم یقوم فیکبر ثلاثا ثم یکبر تکبیرۃ یرکع بہا فقال الاشعری وحذیفۃ صدق ابوعبد الرحمن۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس کی اسناد کی تصحیح کی ہے۔ حافظ طبرانی نے حدیث ابن مسعود کو اور بھی متعدد طریق سے روایت کیا ہے فلیراجع۔

(۴) اثر انس بن مالک۔ انہ کان یکبر فی العید تسعا فذکر مثل حدیث ابن مسعود فنجہا بن ابی شیبہ۔ (۵) اثر ابن عباس۔ انہ صلی یوم عید فکبر تسع تکبیرات خمس فی الاولی واربعة فی الآخرة ودالی بین القرائین (ابن ابی شیبہ)۔

اس کو حافظ عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے جس میں اتنی زیادتی ہے۔ وفعل المغيرة بن شعبه مثل ذلك۔ اس کو امام طحاوی نے شرح آثار میں ایک اور جید طریق سے روایت کیا ہے ولفظ۔ حدّثنا ابراہیم بن مرزوق ثنا عبد الصمد بن عبد الوارث ثنا شعبۃ ثنا قتادة وخاله الخزاز عن عمید اللہ بن الجارث انہ صلی خلف ابن عباس فی العید فکبر اربعاً ثم کبر فرجع ثم قام فی الثالثة فکبر ثلاثاً ثم کبر فرجع۔ حافظ ابن حزم علی میں لکھتے ہیں۔ ہذا سندانی غایۃ الصحتہ۔ (۶) اثر جابر۔ قال عشر تکبیرات مع تکبیرۃ الصلوۃ (طحاوی فی شرح الآثار)۔

(۳۲۰) قولہ قال ابوداؤد الخ ابو یعلیٰ عبد اللہ بن عبد الرحمن طائفی کی زیر بحث حدیث سلیمان بن حیاء کے طریق سے ہے جس نے دوسری رکعت میں چار تکبیریں ذکر کی ہیں اور اس سے پہلے ہی روایت معمر کے طریق سے گزری ہے جس میں پانچ تکبیریں مذکور ہیں۔ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ابویعلیٰ طائفی سے دیکھ اور ابن المبارک کی روایت میں بھی سات اور پانچ ہی ہیں پس ان حفاظ کے خلاف سلیمان بن حیاء کی روایت شاذ ہے۔ روایت ابن المبارک کی تخریج ابن ماجہ نے سنن میں کی ہے ولفظ۔ ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی صلوۃ العید سبعاً وثماناً۔ دار الدیۃ دیکھ فقال الشیخ فی البذل لم اقف علی حدیث دیکھ۔

(۶۱) باب المجلس للخطبة

(۲۳۱) حدّثنا محمد بن الصّبّاح البزّاز نا الفضل بن موسیٰ السیستانی نا ابن جریج عن عطاء عن عبد اللہ بن السائب قال سمعتُ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العید فلما قضی الصلوۃ قال انا نخطبُ فمن احبّ ان یجلس للخطبة

فَلْيُكَلِّمْ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَذْهَبَ فَلْيَذْهَبْ قَالَ أَبُو
دَاوُدَ حَدَّثَنَا هِرَاسٌ

ترجمہ

محمد بن الصباح بزائے بند فضل بن موسیٰ سینانی بتحدیث ابن جریج بواسطہ عطار . عبد اللہ بن اسائب سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید میں حاضر ہوا۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا کہ ہم خطبہ پڑھیں گے سو جس کا جی چاہے سننے کے لئے بیٹھے اور جس کا جی چاہے چلا جائے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ فقہاء میں باب النہی۔ عیدین کا خطبہ سننے کے لئے بیٹھنا لازم ہے یا نہیں؟ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ لازم نہیں۔ فقہاء اسی کے قائل ہیں کہ خطبہ عیدین سنت ہے نہ کہ واجب۔ سنتی میں ہے کہ یہ حدیث خطبہ کے سننے پر دلالت ہے۔ کیونکہ اگر خطبہ واجب ہوتا تو اس کے سننے کے لئے بیٹھنا لازم ہوتا۔ بالفاظ دیگر خطبہ خطاب سے ہے اور خطاب مخاطب ہی سے ہوتا ہے اور جب مخاطب ہر سماع واجب نہ ہوا تو خطاب بھی واجب نہ ہوگا۔

قوله قال ابو داود النسخ (۳۲۱) یعنی زیر بحث حدیث مرسل ہے اور بقول ابن مسین فضل بن موسیٰ کی غلطی ہے کہ اس نے اس کو سنداً روایت کیا ہے۔ قلنا النسائی ہذا خطار والصداب مرسل :-

(۱۶۳) جَمَاعُ ابْوَابِ صَلَوةِ الْاِسْتِسْقَاءِ وَتَفْرِيعُهَا

(۲۳۲) حَدَّثَنَا الثَّقَلِيُّ وَعُمَّانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ فَهُوَ قَالَ لِحَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَاهِشًا مِّنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كِنَانَةَ الْجَرَفِيُّ ابْنُ قَالَ لَرَسُولِ الْوَيْدِ
بْنِ عَتَبَةَ قَالَ عُمَّانُ ابْنِ عَقْبَةَ وَكَانَ أَمِيرَ الْمَدِينَةِ ابْنُ عَبَّاسٍ أَسْأَلَهُ عَنْ
صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ فَقَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَيِّزًا لَّا مَتَوَاضِعًا مُتَصَرِّعًا حَتَّى أَقْبَلَ الْمَصَلَّى زَادَ عُمَّانُ
فَرَفَعَ عَلَى الْمَنبَرِ ثُمَّ اتَّقَا فَلَمْ يَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هَذِهِ وَلَكِنْ لَمْ يَزَلْ فِي الدَّعَاءِ
وَالْمُتَضَرِّعِ وَالتَّكْبِيرِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصِلُ فِي الْعِيدِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالْاِخْبَارُ
لِلثَّقَلِيِّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالصَّوَابُ ابْنِ عَتَبَةَ

حل لغات

جامع بضم جیم و تشدید یم یقال جامع الناس ای دخلہم۔ الاستقار طلب بالال تفریحا
جامع یرحطوف ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے ای تفریح ابواب صلوۃ الاستقار۔ فرع وہ شی جو
اصل سے نکلے ہو۔ یقال فرعت من ہذا لاصل مسائل یعنی میں نے اس اصل سے مسائل مستنبط کئے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ ابواب استقار۔ اور جو مسائل تخیل ردوار۔ خطبہ اور رفع یدین وغیرہ اس
پر متفرع ہوں ان کا مجموعہ ہے۔ مستبد لا تبدل وابتدال۔ بحیث تواضع تزیین ترک کر کے دشا
سینے کے کپڑے استعمال کرنا۔ متفرعا۔ تضرع۔ الی اللہ عاجزی سے دعا کرنا۔ مصلے جائے نماز
مراد عید گاہ۔ رقی دس، کر تیا چرھنا۔ خطبہ جمع خطبہ :- ترجمہ

نفعی اور عثمان بن ابی شیبہ نے بندہ حاتم بن اسماعیل رضی اللہ عنہما بن ساقی بن عبد اللہ بن کناہہ ماخبا
والدہ اسحاق بن عبد اللہ روایت کی ہے کہ مجھ کو ولید بن عتبہ نے جو مدینہ کے امیر تھے حضرت
ابن عباس کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوۃ استقار کے متعلق پوچھنے کے لئے بھیجا۔
آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معمولی لباس میں عاجزی و زاری کے ساتھ کھڑے پہلے
تک عید گاہ میں تشریف لائے۔ اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور جیسے

تم خطبہ پڑھتے ہو اب خطبہ نہیں پڑھا بلکہ دعا۔ گریہ و نہاری اور تکبیر میں مشغول رہے۔ پھر دو
رکعتیں پڑھیں جیسے عید میں پڑھتے ہیں۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ الفاظ نفعی کے ہیں۔ ابوداؤد
کہتے ہیں کہ صحیح ابن عتبہ ہے :- تشریح

قول جامع ابواب الخ استقار کے لغوی معنی پانی طلب کرنے کے ہیں۔ اصطلاح شرع
میں خشک سالی کے موقع پر مخصوص کیفیت کے ساتھ دعا مانگنے یا نماز پڑھنے کو کہتے ہیں۔
استقار ایسے مقام پر ہوتا ہے جہاں دریا جھیل چشمہ وغیرہ نہ ہو جس سے سیرابی حاصل کیجا کہ
یا یہ چیزیں تو ہوں مگر لوگوں کی ضروریات کے لئے ناکافی ہوں۔

نماز استقار اس امت کی خصوصیات میں سے ہے جس کی ابتداء ۹۷ھ میں ہوئی ہے۔ اس
کا ثبوت کتاب اللہ سنت رسول اور اجماع سب سے ہے۔

قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ فقلت استغفر
ربکم اھ ۲ میں نے کہا: اے رب سے مغفرت چاہو کہ وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر کثرت سے
برسے والا نہیں بھیجے گا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا براۓ استقار لکھنا ثابت ہے۔ آپ کے
بعد خلفائے اور امت نے بلا تکبر ایسا کیا ہے۔

پھر استقار کے متعلق چند وجوہ سے کلام ہے۔ اول یہ کہ استقار کے لئے نماز سنوں ہے یا
نہیں؟ دوم یہ کہ صلوۃ عیدین کی طرح اس میں بھی تکبیرات ہیں یا نہیں؟ سوم یہ کہ تکبیرات
کے وقت رفع یدین ہونا چاہیے یا نہیں؟ چہارم یہ کہ اس میں عمل قلب ردوار کی حیثیت کیا ہے؟
پنجم یہ کہ اس موقع پر مستقل خطبہ ہے یا نہیں؟ ششم یہ کہ خطبہ نماز سے پہلے ہے یا نماز کے بعد؟
وجہ اول کی توضیح یہ ہے کہ بقول امام نووی نفس استقار تو جامع علماء سنت ہے لیکن اس کے
لئے نماز بھی ہے یا نہیں؟ سو امام صاحب کے نزدیک استقار کے لئے نماز جائز ہے لیکن جماعت

کے ساتھ سنون نہیں۔ ظاہر الروایہ یہی ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ استسقاء کے لئے نماز یا دعا، وقت یا خطبہ ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: نماز جماعت کے ساتھ نہیں یہ تو صرف دعا و استسقاء ہے۔ ہاں اگر تنہا تنہا نماز پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ دلیل حق تم کا ارشاد ہے: "فقلت استغفد ابرکیم ان کان غفارا۔" اس میں صرف استغفار کا ذکر ہے جس سے مراد استغفار فی الاستسقاء ہے۔ دلیل قولہ تم۔ یرسل السمار علیکم درالک یعنی استغفار کی برکت سے قحط و خشک سالی دور ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ دھواں دھار برسے والا بادل بھیجے گا۔ معلوم ہوا کہ استسقاء کی اصل حقیقت اور روح استغفار و انابت ہے۔

صاحبین، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سنون ہے کیونکہ زیر بحث باب الکیل حدیث میں: "فصلی بہم رکعتین اھ۔" کی تصریح موجود ہے۔ امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ سنت سے مراد وہ نفل ہوتا ہے جس کو آپ نے بطریق مواظبت کیا ہو اور کبھی کبھی تعلیم جواز کے لئے ترک کیا ہو، نماز استسقاء میں یہ بات نہیں۔ کیونکہ متعدد روایات میں صرف دعا پر استسقاء ہے۔ چنانچہ غزوہ بنوک میں جلتے وقت حضرت عمر کی طویل حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پر دعا رکھتے دست مبارک اٹھائے تو ناگاہ ایک ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور اس نے مجھ کو مر پانی برسا دیا۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ جو کے دن مسجد میں ایک شخص نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! مویشی اور اذیتوں کا گھدہ ہلاک ہو گیا اور مرا ہیں بند ہو گئیں۔ آپ نے دست مبارک اٹھا کر یہ دعا فرمائی: "اللہم اغثنا اھ۔" (بخاری، مسلم، حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ استسقاء کے لئے نفل اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی بلکہ منبر پر بیٹھے اور اللہ سے استسقاء کیا۔) لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ نے استسقاء نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: "لقد استسقیبت بمجادیع السمار الی ہا بسنزل الغیث۔" میں نے خود کو سمار کے پتھر سے استسقاء کیا ہے جسے بائیں نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: "استغفد ابرکیم ان کان غفارا۔" پس جن روایات میں یہ ہے کہ آپ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی وہ شاذ ہیں جو روایات مشہورہ کے مقابلہ میں مقبول نہیں ہو سکتیں۔

پھر امام نووی کا یہ کہنا کہ اس قول میں امام ابو حنیفہ منفرد ہیں صحیح نہیں کیونکہ حضرت ابراہیم نخعی سے بھی امام صاحب کے قول کی طرح مروی ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے بند شیم بواسطہ مغیرہ، حضرت ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ آپ مغیرہ بن عبد اللہ ثقفی کے ساتھ استسقاء کے لئے گئے مغیرہ نماز پڑھنے لگے تو آپ یہ دیکھ کر واپس ہو گئے۔ دردی ذلک ایضا عن عمر بن الخطاب۔ وجہ دوم کی تشریح یہ ہے کہ امام شافعی کے یہاں صلوٰۃ عیدین کی طرح صلوٰۃ استسقاء میں بھی سات اور پانچ تکبیریں مشروع ہیں اور جس طرح تکبیرات عیدین میں رفع یدین ہے اسی طرح اس میں بھی رفع یدین ہے۔ اخاف کے یہاں تکبیرات ہیں اور نہ رفع یدین۔ امام شافعی

زیر بحث حدیث کے الفاظ: تم صلی رکعتین کما یصلی فی العید سے استدلال کرتے ہیں کہ صلوٰۃ
استقام کی دو رکعتیں بھی صلوٰۃ عید بن کے مثل ہیں

جواب یہ ہے کہ یہاں صحیح احمد میں تشبیہ مقصود نہیں بلکہ صرف اذان و اقامت میں تشبیہ مقصود
ہے کہ جیسے صلوٰۃ عید بن اذان و اقامت کے بغیر ہوتی ہے اسی طرح آپ نے صلوٰۃ استقام
بھی ان کے بغیر ادا کی۔ دلیل یہ ہے کہ دوسری روایت میں مثل صلوٰۃ العید بن نہیں ہے بلکہ اذان
واقامت کی نفی معرکہ ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ فصلی رکعتین وکن خلفہ بحجر فیہا بالقرآۃ دلم
یؤذن دلم ینعم۔

سوال۔ حاکم کی مستدرک میں اور دارقطنی بیہقی کی سنن میں جن محمد بن عبد العزیز بن عمر بن عبد الرحمن
بن عوف عن ابیہ عن طلحہ قال ارسلنی مردان الی ابن عباس اسأله عن سنتہ الاستقام اھـ
موجوبہ جس میں اس کی تصریح ہے۔ صلی رکعتین کبر فی الادلی سبع تکبیرات وقرآن سجۃ اکم۔ بک الا علی
وقرآن فی الثانیۃ ہل اناک حدیث الغاشیۃ وکبر فیہا خمس تکبیرات۔ حاکم نے اس کو صحیح الاسناد
مانا ہے۔

جواب۔ اول تو حدیث ضعیف ہے کیونکہ محمد بن عبد العزیز کو امام بخاری نے منکر الحدیث
نہائی نے متروک الحدیث، ابو حاتم نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔ ابن حبان کتاب الضعفاء
میں لکھتے ہیں۔ بروی عن الثقات المعضلات وینفرد بالاطاعات عن الاثبات حتی سقط الاحتجاج
۱۰۵ بہ۔ ابن القطان اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ یہ تیار، بخانی ہیں، محمد۔ عبد اللہ۔ عمران اور تنزیل
ضعیف ہیں اور خود ان کا باپ عبد العزیز مجہول الحال ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ صحیح حدیث کے
معارض ہے جس کو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں فصلی
رکعتین لم یکبر فیہا الا تکبیرۃ۔

دجہ چہام کی تفسیح یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک، استقام میں قلب رداء نہیں دیا مسنون
نہیں، ابن سلام اندلسی امام صاحب کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ یہ تو ایک دعاء ہے تو جس طرح دیگر دعائیں
میں قلب رداء نہیں اسی طرح اس میں بھی نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن امام محمد اور بقول صاحب محیط
امام ابو یوسف اور امام مالک، شافعی، احمد فرماتے ہیں کہ قلب رداء کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے قلب رداء ثابت ہے۔ علامہ شامی نے کہا ہے کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔

امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ آپ کا قلب رداء کرنا تفاد لا یشاء کہ بطریق بیان سنت جسی
تصریح مستدرک حاکم کی حدیث جابر میں موجود ہے۔ قول رداء ہو یقول القبط۔ دارقطنی نے بھی
اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور طوالات طبرانی میں حدیث انس کے الفاظ یہ ہیں۔ وکن خلفہ
رداء لکی ینقلب القبط الی الخضب۔ نیز منذ اسحاق بن راہویہ میں حضرت دکنج کا قول ہے۔
یقول السنۃ من المجدب الی الخضب۔ حلیب نے ابن العربی کے حوالہ سے محمد بن علی کا قول نقل کیا ہے

حول رد ارہ سبھول استخارہ مسند امام احمد میں ابو عبد الرحمن کا قول ہے۔ قلب الرداء حتی تحول
السنۃ ویصیر الغلار رخصاً احد۔ وقلل القاضی ابو کبر بنہ امارۃ بینہ و بین ربہ لاعلیٰ طریق الغلار
فان من شرط الغلار ان لا یكون بفضیلتہ انما قیل لہ قول رد ارہ فیقول مالک۔

شیخ عبدالحی نے معات میں قلب رد ارہ کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ دونوں ہاتھ پشت کی جانب بجا کر
داہنے ہاتھ سے بائیں پلو کا پٹا گوشہ اور بائیں ہاتھ سے داہنے پلو کا زیریں حصہ پکڑ کر دونوں ہاتھوں
کو اس طرح گھمائے کہ دایاں پلو بائیں کا اندھے برابر دایاں پلو دایاں کا اندھے پر آجائے اس طرح
چادر کی بہت متغلب ہو جائے گی جس میں خشک سالی کو خوشحالی سے بدلنے کا شگون ہے۔

وجہ پنجم کی تفصیل یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اور ایک روایت میں امام احمد کے نزدیک
استسقاء میں خطبہ نہیں کیونکہ خطبہ ان نمازوں کے توابعات میں سے ہے جو جماعت کے ساتھ ہوں
اور امام صاحب کے نزدیک صلوۃ استسقاء میں جماعت سنون نہیں تو خطبہ بھی سنون نہ ہوگا۔

قاضی شرف کا فی نے نیل الاوطار میں مہدی کی کتاب البحر کے حوالہ سے ہادی اور مؤید یا شمس
بھی یہی حکایت کیا ہے۔ دلیل زیر بحث حدیث کے الفاظ ہیں۔ فلم یخطب خطبکم ہذہ۔ کہ ان
میں نفی متعید اور قید دونوں کی طرف راجع ہے۔ والمعنی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یخطب
فی ہذہ المرۃ۔

البتہ صاحبین کے نزدیک چونکہ جماعت سنون ہے اس لئے ان کے یہاں خطبہ بھی سنون
ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور ایک روایت میں امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔

وجہ ششم کی تحقیق یہ ہے کہ احناف کے یہاں پہلے نماز ہے پھر خطبہ اس کے بعد دعا
موالک و شوافع کے یہاں بھی یہی رائج ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی
ہے۔ کیونکہ مسند احمد و سنن دارقطنی میں حضرت عبداللہ بن زید سے اور سنن ابن ماجہ
و بیہقی میں اور امام طحاوی کی شرح آثار میں حضرت ابو ہریرہ سے بھی اسی طرح
مردی ہے :-

قال الخطابی یختلف فی صفة التخیل فقال الشافعی یلکس اعلاء اسفلہ واسفلہ اعلاء دیتوخی ان یجعل ما
علی شقہ الایمن علی الشمال و یجعل الشمال علی الایمن و کذلک قال احناف و قال الحنفی اذا کان الرداء مربعاً یجعل
اعلاء اسفلہ دان کان طلیساً لا تعد در اقلہ دلم ینکس و قال اصحابنا ان کان مربعاً یجعل اعلاء اسفلہ دان
کان مدوراً یجعل جانب الایمن علی الایسر الایسر علی الایمن و قال ابن ہزیرۃ ذکر اہل الآثار ان رد ارہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان طولہ اربعۃ اذرع و شبر فی عرض ذراعیہ و شبر و قال ابو قتادہ کان طولہ سنۃ اذرع
فی ثلثۃ اذرع و شبر و ازارہ من لیس عمامہ طولہ اربعۃ اذرع و شبر فی عرض ذراعیہ و شبر کان لیسبھا
یوم الحجۃ و العید ثم یطویان ۱۲ بذل

(۳۲۳)

قوله قال ابو داود ود الاخبار الخ اس میں صرف یہ بتانا ہے کہ میں نے حدیث کو جن الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے یہ شیخ نہیں کہیں
 ذکر شیخ عثمان بن ابی شیبہ کے۔

(۳۲۳)

قوله قال ابو داود والصواب الخ کیا ہے اور شیخ عثمان نے ولید بن عقبہ (تار کے ساتھ) روایت کیا ہے اور شیخ عثمان نے ولید بن عقبہ (قاف کے ساتھ) صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ابن عقبہ (تار کے ساتھ) ہی صحیح ہے نہ کہ ابن عقبہ لیکن ترمذی میں بروایت قتیبہ اور طحاوی میں بروایت اسد بن موسیٰ، ابن عقبہ قاف کے ساتھ ہے۔

(۱۶۳) باب رفع الیدین فی الاستسقاء

(۲۳۳) حدثنا هارون بن سعيد الرازي نا خالد بن تزار قال حدثني القاسم بن مبرور عن يونس عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت مشكا الناس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم قحوط المطر فامر بمنبر فوضع له في المصلى ووعد الناس يوما يخرجون فيه قالت عائشة فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم حين بكأ احابب الشمس فقع على المنبر فكبوا وحمد الله عز وجل ثم قال انكم شكوتوا جذبا دياركم واستنخار المطر عن ارباب زماينة عنكم وقد امركم الله عز وجل ان تدعوه ووعدكم ان يستجيب لكم ثم قال الحمد لله رب العلمين الرحمن الرحيم فليك يوم الدين لا اله الا الله يفعل ما يريد اللهم انت الله لا اله الا انت الغنى ونحن الفقراء انزل علينا الغيث واجعل ما انزلت لنا قوة وبلاغاً الى خير ثم رفع يديه فلم يزل في الرفع حتى بدا اياماً من ابطية ثم حوّل الى الناس ظهره وقلب او حوّل رداءه وهو رافع يديه ثم اقبل على الناس ونزل فمصلّى ركعتين فانشأ الله سبحانه فمرّ عدت وبرقت ثم امطرت باذن الله فلم يأت مسجدة حتى سالت السيول فلما رأى سرعتهم الى اليكن ضحك صلى الله عليه وسلم حتى بدا ثنوا جده فقال اشهد ان الله على كل شيء قدير واني عبد الله ورسوله قال ابو داود هذا حديث غريب اسناده جيد اهل المدينة يقرؤن فليك يوم الدين وان هذا

الحمد بیت حجتہ کلہم

حل لغات

شکا دن، شکو، شکائی، شکایت کرنا۔ محظوظ نقطہ مصدر ہے۔ بارش کا رکنا اور خشک سالی ہونا۔
 فی القاموس القحط احتباس المطر۔ صاحب مجمع نے طیبی سے نقل کیا ہے کہ قحط مصدر ہے یا
 قحط کی جمع ہے۔ بداد الف کے ساتھ بدواً ظاہر ہونا۔ حاجب الشمس فی القاموس ضوء باراناجیتا
 یعنی آفتاب کی شعاعیں یا اس کا کنارہ۔ دنی المغرب حاجب الشمس اول ما یب۔ ومن الشمس
 مستعار من حاجب الوجه یعنی آفتاب کا کنارہ جو طلوع ہونے کے وقت ابتدائاً ظاہر ہو۔ جبب
 بفتح جیم دسکون دال۔ قحط و خشک سالی۔ استیخار المطر ای تاخرہ۔ بقول طیبی سین براہے مبالغہ
 یقال استاخر الشئ اذا تاخر تاخراً بعداً آتیاں بکسر مزہ و تشدید بار فی القاموس اما ان الشئ بالکسر
 صیغہ ادا دلہ۔ یعنی کسی چیز کا وقت یا اس کی ابتداء۔ قال فی النہایۃ قبل نو۔ اصلیتہ فیکون غافلاً
 وقیل زائدۃ فیکون غفلاً غیث بارش۔ بلاغای زاداً۔ قال الطیبی السلاغ باتجنیج بالی
 المطلوب۔ البلیہ ابدا کا تشبیہ ہے بغل۔ رد و چادر، قلب ارجل شک من ارادی۔ اقبل اقبل
 متوجہ ہونا۔ انشاء انشاء پیدا کرنا۔ سحاب بادل۔ فرعدت من رعدا رعدوا۔ بادل کا گرجنا۔ برقت
 دن، برقنا، برقنا بجلی کا چمکنا۔ امطرت دمطرت نقان فی المطر و ہوا لمدھب المختار و قال بعض
 اهل اللغة لا یقال امطرت الا فی العذاب لقولہ نعم۔ و امطرتنا علیہم حجارۃ۔ و المشور الاول
 قال نعم۔ عارض مطرنا۔ دہوئی انحر لا ینہم یجوں خیرار سالت دض، سیلاً۔ المائر، سیول جمع
 سیل سیلاب۔ الکن بکسر کاف و تشدید نون، منزل، گھر جس کے ذریعہ سردی گرمی سے حفاظت
 ہو سکے۔ صخک دس، ضو کا بہنا۔ نو ابتر جمع ناہڈ ڈاڑھ۔ تھر جمہ

۱۰۸

بارون بن۔ یہ ایل نے بند خالد بن نزار بنجدیث قائم بن مبرور بردایت یونس بطریق ہشام
 بن عروہ بواسطہ عروہ حضرت عائشہ سے ردایت کیا ہے کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی
 نہ برسنے کی شکایت کی۔ آپ نے منبر پر کھٹے کا حکم کیا۔ چنانچہ حید گاہ میں منبر رکھا گیا اور ایک دن
 مقرر کر کے لوگوں سے اس دن نکلنے کو کہہ دیا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مقرر دن میں آپ اس وقت نکلے جب آفتاب کا اوپر کا کنارہ نکل آیا،
 اور منبر پر رونق افروز ہوئے۔ تکبیر کہی۔ حق تم کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: تم نے خشک سالی اور موسم
 پر پانی نہ برسنے کی شکایت کی حالانکہ اللہ نے تم کو دعا کا حکم کیا ہے اور دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا
 ہے۔ پھر آپ نے یہ پڑھا۔ الحمد للہ رب العالمین اھ۔ اور کہا: اے اللہ! تو بے پردہ ہے اور
 ہم سب محتاج ہیں۔ ہم پر باران رحمت نازل فرما اور اس سے ہم کو ایک مدت تک قوت اور
 فائدہ دے۔ پھر آپ ہاتھ اٹھائے رہے یہاں تک کہ آپ کی غلوں کی سفیدی معلوم ہونے لگی۔ پھر

آپ نے لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ کی اور چادر کو اٹھا دیا اور آغا لیکہ آپ ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر لوگوں کی طرف منہ کیا اور منبر سے اتر کر دو رکعتیں پڑھیں۔ اُنہی وقت حق تعالیٰ نے ایک ابر بھیا جو گرجے اور کوند نے لگا اور پانی برسنے لگا اور ابھی آپ سجد تک نہ آئے تھے کہ نا لے بہر ٹپے اور جب آپ نے لوگوں کو چھپاؤ کی طرف بھاگتے دیکھا تو ہنسنے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں کھل گئیں اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور سند اس کی عمدہ ہے اور اہل مدینہ جو ملک یوم الدین پڑھتے ہیں یہ حدیث ان کے لئے حجت ہے:-

(۳۳۳) **قوله قال ابو داؤد الخ** | لفظ اللہ کی قرأت امام عاصم اور کافی کے یہاں الف کے ساتھ ہے اور اتنی قرأت اس کو ملک بلا الف پڑھتے ہیں۔ یہ دونوں قرأتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر ثابت ہیں جس کے لئے کسی حجت کی احتجاج نہیں۔ پس صاحب کتاب کا یہ کہنا کہ یہ حدیث اہل مدینہ کے لئے حجت ہے بے سود ہے:-

(۱۶۴) باب من قال اربع رکعات

(۲۴۴) حد ثنا احمد بن الفرات بن خالد ابو مسعود الرازی انا محمد بن عبد اللہ بن ابی جعفر الرازی عن ابیہ عن ابی جعفر الرازی قال ابو داؤد وحدثني عن عمر بن شقيق نا ابو جعفر الرازی وهذا الفظه وهو اتم من الربيع بن انس عن ابی العالیہ عن ابی بن کعب قال انكسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وان النبي صلى الله عليه وسلم صلى بهم فقرأ بسورة من الطول وركع خمس ركعات وسجد سجدتين ثم قام الثانية فقرأ سورة من الطول وركع خمس ركعات وسجد سجدتين ثم جلس سماه مستقبل القبلة يدعو حتى انجلي كسوفها

حل لغات

رکعات ای رکوعات انکسفت۔ اشمس کسوفاً سورج گرہن ہونا۔ قال جریر بن عریج عبد انزیزم الشمس طاللة ليست بکاسفة تنجلي عليك نجوم الليل والقمر علامہ عینی نے کہا ہے کہ فقہاء کی عبارات میں کسوف مخصوص بہ آفتاب ہے اور خسوف مخصوص بہ ماہتاب۔ اس کو جوہری نے اشمس اور ثعلب نے اجوا کہا ہے۔ لیکن کبھی کبھی

دونوں لفظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں فی المصباح خفف القمر ذهب
صنورہ اذ نقص وجوا کسوف ایضاً۔ بعض نے کسوف کو مخصوص بہ ماہتاب مانا ہے اور خوف
کو مخصوص بہ آفتاب۔ مگر یہ فلت ہے کیونکہ آیت۔ فاذا برق البصر وخسف القمر میں ماہتاب
کے لئے خوف آیا ہے۔ ابوجاتم کہتے ہیں کہ اگر آفتاب کا کل نور ختم ہو جائے تو خوف ہے ورنہ
کسوف۔ و قبل علی العکس۔ طویل سورہ حجرات سے سورہ بردج تک کی سورتیں۔ انجلی ظاہر اور
صاف ہو گیا :- ترجمہ

ابوسعبد احمد بن فرات بن خالد رازی نے بند محمد بن عبدالمشر بن ابی جعفر رازی بروایت عبد
بن ابی جعفر اور عمر بن شعیق نے دبلاد اسطہ بخند و جعفر بطریق بن اسطہ حضرت ابی بن کعب روایت کیا ہے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گھن ہوا تو آپ نے نماز پڑھی اور اس میں ایک طویل
سورت کی تلاوت کی اور پانچ رکوع اور دو سجے کئے۔ پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے
اور اس میں بھی ایک لمبی سورت پڑھی اور پانچ رکوع دو سجے کئے پھر قبلہ رخ ہو کر
دعا کرتے رہے یہاں تک کہ گھن جاتا رہا :- تشریح

قول میں باب النجس صلوۃ کسوف سے متعلق تین باتیں قابل لحاظ ہیں۔ اول یہ کہ نماز کسوف
واجب ہے یا سنت ؟ دوم یہ کہ اس کی کیفیت کیا ہے آیا ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے یا
متعدد ؟ سوم یہ کہ اس میں قرأت جبراً ہے یا سراً ؟

اول کی تشریح یہ ہے کہ بقول قاضی شوکانی داماد فدی اللہ و بعد اتفاق ہے کہ نماز کسوف سنت ہے
نہ کہ واجب۔ اکثر مشائخ احناف بھی اسی پر ہیں۔ چنانچہ امام محمد نے "آمل میں ذکر کیا ہے۔ دلائل
نافلہ فی جامعۃ الانبیاء قیام رمضان و صلوۃ الکسوف من الصلوۃ النافلہ۔ کہ نفل نماز باجماعت نہ
پڑھی جائے بجز تراویح اور صلوۃ کسوف کے۔

اس میں تشریح اور صلوۃ کسوف کا استشاد ہے اور ششی مششی منہ کی جنس سے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ
صلوۃ کسوف بھی نوافل میں سے ہے۔ امام صاحب سے حسن بن زیاد کی روایت۔ ان شاء اصلو گھن
وان شاء اصلو اور لہذا ان شاء اصلو اکثر من ذلک۔ یہی اسی پر وال ہے کیونکہ اس روایت میں
تجنیہ ہے اور تجنیہ نوافل ہی میں ہوتی ہے یہ وجہات ہیں۔

لیکن بعض مشائخ احناف نے وجہ کا قول کیا ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود کی روایت میں فاذا
رائیم من ہذا شئنا فاحمدوا اللہ کبرہ و سجود و صلوا حتی تنجلي۔ اور ابوسعبد انصاری کی روایت
میں فاذا رائیموا فقوموا و صلوا۔ اور بعض روایات میں فاخرعوا الی الصلوۃ۔ بصیذہ امر ہے۔ اور
مطلق امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ سفیان ثوری اور امام صاحب کے جمع و عیدین کی طرح
امر دوم کی تفصیل یہ ہے کہ ابراہیم نخعی، سفیان ثوری اور امام صاحب کے جمع و عیدین کی طرح

اور امر فیصل یہ ہے کہ ایک سے زائد الی احادیث میں آپ کے فعل کی حکایت ہے جس میں شاید کی غلطی۔ واقعہ کی مخصوص نوعیت۔ ذات گرامی کا انہماز متعدد احتمالات ہو سکتے ہیں پس آپ کی قولی احادیث جن میں آپ نے ایک ایک رکوع کے ساتھ دونوں کہنیں ٹہرنے کا حکم دیا یا دکانی حدیث: قبضۃ الہلالی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا راٰ یتیم ذلک فصلوا یا کما حدتہ صلیتمو یا منی المکتوبۃ، فقہی قاعدے کے اعتبار سے رائج ہو گئی کیونکہ قولی حدیث میں امت کے لئے ایک واضح حکم ہوتا ہے۔

امروم کی تحقیق یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک دونوں رکعتوں میں قرأت متر ہے یہی امام شافعی، امام مالک، لیث بن سعد اور بقول امام نووی جمہور فقہاء کا قول ہے۔ صاحبین امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابن خزیمہ، ابن المنذر اور ابن ابی شیبہ کے نزدیک جہراً ہے کیونکہ صحیحین جامع ترمذی، منہ احمد، مسند طائسی، صحیح ابن حبان اور مسند رک حاکم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ خیف میں قرأت زور سے پڑھی

امام صاحب کی دلیل حضرت ابن عباس کی حدیث ہے جس کو امام احمد، امام شافعی، ابوعلی، ابو نعیم طبرانی اور حافظ بیہقی نے روایت کیا ہے۔ قال لست الی جنب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ المکتوف فما سمعت منہ حرفاً من القرآن: کہ میں نے نماز کسوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب میں پڑھی تو آپ سے قرأت کا ایک حرف نہیں سنا۔ نیز سنن ابی یوسف، مسند رک حاکم اور شرح آثار طحاوی میں حضرت سمرہ بن جندب کی حدیث کے الفاظ ہیں۔ لا تسمع لہ صوتاً۔

امام ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سمرہ کی حدیث کو صحیح کہلے ہے۔ پھر اختلاف قرأت کی روایتیں چونکہ مردوں کی ہیں اس لئے ان کو ترجیح ہو گئی۔ کیونکہ قرب کی وجہ سے ان پر حال زیادہ واضح ہوتا ہے۔

اور حضرت عائشہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ خود حضرت عائشہ سے اس کے خلاف اختلاف بھی مروی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت کے الفاظ ہیں۔ فخرت قرأتہ فرأیت انہ قرأ سورۃ البقرۃ اھ: کہ آپ کی قرأت کے متعلق میرا اندازہ پہلی رکعت میں سورہ بقرہ اور دوسری رکعت میں سورہ آل عمران کے بقعہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر قرأت جہراً ہوتی تو آپ کو اندازہ کرنیکی ضرورت نہ پڑتی۔

قولہ قال ابوداؤد الخ (۳۲۰) قول تحویل سند کے درجہ میں ہے۔ یعنی مجھے یہ حدیث عمر بن شعیب سے بھی پہنچی ہے اور حدیث کے یہ الفاظ اسی کی روایت کے ہیں جو روایت عبداللہ بن ابی جعفر کی بہ نسبت اہم ہیں۔

(۱۶۷) بَابُ صَلَوةِ الْمَسَافِرِ

(۳۴۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَاعِدُ الرَّزَاقِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَا أَتَانَا ابْنُ كَثِيرٍ
 قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي عِمْرَانَ يُحَدِّثُ فَذَكَرَ كَهْرَهُ ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَ سَرَاهُ الْبُزْجِيُّ
 عَاصِمٌ وَ حَمَّادُ بْنُ مَسْعُودٍ وَ كَهْرَاهُ ابْنُ بَكْرٍ

ترجمہ

احمد بن حنبل نے بند عبد الرزاق و محمد بن بکر باخبار ابن جریر روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ
 میں نے عبد اللہ بن ابی عمار کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ پھر وہی پہلی حدیث ذکر کی۔
 ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابو عاصم اور حماد بن مسعود نے اسی طرح روایت کیا ہے جیسے حماد
 بن جریر روایت کیا ہے۔ - تشریح
 قول میں باب المذلت یہ سفر کے معنی ظہور کے ہیں يقال سفر دن، سفوراً۔ و اسفر۔ البیض،
 صبح روشن ہو گئی۔ اسفر انیم، باؤں چھٹ گیا۔ کیونکہ سفر میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں
 یا کہ اس سے زمین کا حال ظاہر ہوتا ہے اس لئے اس کو سفر کہتے ہیں۔ سفر سے کچھ شرعی احکام
 بدل جاتے ہیں جیسے نماز میں قصر کرنا۔ روزہ افطار کرنا۔ روزے پر سح کی مدت کا تین دن
 تین رات تک بڑھ جانا۔ حجہ۔ عیدین اور قربانی کا واجب نہ ہونا وغیرہ۔ مگر یہ احکام مطلق
 سفر سے نہیں بدلتے بلکہ جس سفر سے احکام بدلتے ہیں وہ ایک مخصوص مسافت کا قصد
 ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

سفر سے متعلق چند امور خاص طور سے قابل لحاظ ہیں۔ اول یہ کہ شرعی مسافت کی مقدار
 کیا ہے؟ دوم یہ کہ قصر کی ابتداء کہاں سے ہونی چاہئے؟ سوم یہ کہ شرائط سفر کیا ہیں؟ چہاں
 حکم سفر کے غرضیت ہے یا رخصت؟ پنجم دوران سفر میں دو نمازیں ایک وقت میں پڑھ سکتا ہے
 یا نہیں؟ ششم یہ کہ مدت قصر کیا ہے؟

امراؤں کی تشریح یہ ہے کہ شرعی مسافت کی مقدار جس میں آدمی قصر کر سکے صحابہ و تابعین اور
 ائمہ مجتہدین کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس سلسلہ
 میں ابن المنذر وغیرہ نے تقریباً میں اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے اقل گلیل ایک دن اور
 ایک رات کی مسافت ہے۔ ظاہر صنیع امام بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے نزدیک اقل
 مسافت قصر یہی ہے۔ کیونکہ موصوف نے باب فی کم یقصر الصلوۃ کے ذیل میں کہا ہے۔ وکی
 انہی صلی اللہ علیہ وسلم السفر یؤاد لیلۃً اور بقول بعض صرف ایک میل کی مسافت ہے جو ابن

حزیم ظاہری کاغذ میں ہے اور اس کو ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ آیت "وإذا ضربتم فی الارض" میں سفر مطلق ہے لہذا اس کے اطلاق پر یہ حکم اس پر ہے اعتراض ہو کہ پھر ایک میل کی مسافت بھی معین نہیں ہوتی چاہئے۔ اس کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھناہ حاجت کے لئے میدان جاتے اور تین موقی کے لئے بعض قشر بے لے جاتے صحابہ بھی ساتھ ہوتے لیکن کسی سے قصر صلوٰۃ و افطار صوم مردی نہیں۔ لہذا ایک میل سے کم مسافت پر قصر نہ ہوگا۔ مگر یہ قول نہایت بکس اور دلیل و تہملی پھر ہے۔ کہ اتری، داد و ظاہری اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک ہر اس مسافت میں قصر درست ہے جس کو عرف میں سفر کہہ سکیں وہو قریب من الاول۔

لیکن امام نووی نے لکھا ہے کہ فرقہ ظاہر کے یہاں تین میل کی مسافت سے کم میں قصر جائز نہیں کیونکہ باب سبھی بقصر المسافر کے ذیل میں حضرت انس سے مروی ہے کہ ان رسول اللہ علیہ وسلم اذا خرج مسیر ثلاثۃ امیال او ثلاثۃ فراسخ دخلت شعبۃ یصلی رکعتین۔

مگر اس روایت سے استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ اس میں لفظ ثلاثۃ امیال مشکوک فیہ ہے۔ و مشکوک غیر ثابت فی نفسہ فلا یغنی اثبات شیء۔ پھر اس میں ثلاثۃ فراسخ بھی موجود ہے جس کی کل مقدار نو میل ہوتی ہے۔ اور وہ اس کے قائل نہیں اور صرف امیال کی تیس تریج بلا مرجح ہے۔ امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور لیث بن سعد کے یہاں دو منزل سے کم مسافت میں قصر جائز نہیں جس کی مقدار اڑتالیس میل ہے اس پر ایک حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جو دارقطنی میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا اہل مکہ لا تقصروا الصلوٰۃ فی ادنی سن اربعۃ برہن مکہ الی عسفان۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے (مما ذکرہ النبی)۔

امام شافعی کے یہاں اس کا اندازہ چھالیس میل ہاشمی سے بھی ہے۔ امام اوزاعی، امام احمد اور ابن بن راہویہ کے نزدیک پورے ایک دن کی مسافت شرط ہے (مروی عن ابن عباس یوم دلیلۃ) حضرت حسن اور امام زہری سے دودن کی مسافت میں قصر مروی ہے۔ امام ابو حنیفہ، حسن بن صالح اور سفیان ثوری کے نزدیک اتنی مسافت کا اعتبار ہے جو عادتاً تین دن رات میں طے ہو خواہ اونٹ کی رفتار ہو یا پیدل کی یا بیل گاڑی کی اور تین دن ہر ملک کے سال میں سب سے چھوٹے موسم کے معتبر ہیں جیسے ہمارے یہاں ایام سرما، پھر صبح سے رات تک مسلسل چلنا بھی شرط نہیں بلکہ ہر روز صبح سے وقت زوال تک ہر مرحلہ پر پہنچ کر استراحت و آرام کر کے تین دن اور تین رات میں مسافت کا طے ہونا معتبر ہے۔

بعض مشائخ اخاف نے سفر شرعی کا اندازہ تین فرسخ سے کیا ہے اور ایک فرسخ بقول فروتن میل

مع الفرغ فی الاصل اسکون ذکرہ ابن سیدہ ذیل السنۃ ذیل الشی الطویل و ذکر الفرغ ان الفرغ فارسی معرب و ثلاثۃ امیال ۱۲ عون

کا ہوتا ہے لیکن میل کی مقدار میں اختلاف ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ میل سنتی نظر کو کہتے ہیں دلاں البصر میل عنہ علی وجہ الظن حتی یفنی اوراکہ، علامہ جوہری نے بھی اسی پر جزم کیا ہے۔ بعض کے نزدیک میل اس مسافت کو کہتے ہیں کہ اگر ہزار زمین میں اتنی دور سے کسی کو دیکھ لویہ امتیاز نہ کر سکے کہ وہ مرد ہے یا عورت، یا وہ آ رہا ہے یا جا رہا ہے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ ایک میل چھ ہزار ذراع کا ہوتا ہے اور ایک فاع جو میں گشت کا اور ایک گشت چھ جڑ کی۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ میل کی تعریف میں بھی مشہور ہے۔ بعض لوگوں نے میل کی تعبیر ان کے بارہ منزل قدم سے کی ہے اور بعض نے اونٹ کے ایک ہزار قدم سے۔ بعض نے ایک میل چار ہزار اور بعض نے تین ہزار اور بعض نے دو ہزار اور بعض نے پانچو ذراع کا بتایا ہے۔ ان میں ہزار گز والا قول مستند و مختار ہے۔

بعض مشائخ نے مقدار سفر اکیس فرسخ (۶۳ میل) اور بعض نے اٹھارہ (۴۵ میل) اور بعض نے پندرہ (۳ میل) اور بعض نے دس فرسخ قرار دی ہے۔ عمدۃ القاری اور درایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ فتویٰ منقول ہے اور سوا اراقت میں بھی بحوالہ نہایہ اسی قول پر فتویٰ ہے اور شامی جو بحوالہ مجتہب اکثر ائمہ خدام کا فتویٰ پندرہ پر ہے۔ صاحب ہدایہ نے ان تمام اقوال کو ضعیف کہہ کر یہ بتایا ہے کہ تھکر کا مدار اس مسافت پر ہے جو اوسط چال سے تین روز میں طے ہو۔

محقق ابن ہمام نے میلوں کی تعیین مستبرہ ہونے کی وجہ بیان کی ہے کہ تین دن تین رات کی مسافت جو اصل مذہب ہے وہ راستوں کے اختلاف سے مختلف ہو سکتی ہے۔

۱۱۵

انروم۔ قصر کی ابتداء کے متعلق بعض تابعین سے منقول ہے کہ جب سفر کا ارادہ کر چکے تو اپنی گھڑی سے قصر کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عطار دسلمان بن موسیٰ سے بھی منقول ہے۔ عارض بن ابی ربیع سے روایت ہے کہ انھوں نے سفر کا ارادہ کیا اور اپنے مکان پر جماعت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں جس میں حضرت اسود بن یزید وغیرہ حضرات بھی موجود تھے۔

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اگر سفر دن میں شروع کیا ہے تو جب تک رات نہ ہو جائے اس وقت تک قصر نہیں کر سکتا اور اگر رات میں سفر شروع کیا ہے تو جب تک دن نہ نکل آئے قصر نہیں کر سکتا۔

امام مالک سے ایک روایت ہے کہ جب سہی سے تین میل دور نکل جائے تب قصر کرے لیکن امام مالک سے دوسری روایت اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام اسحاق، اسحاق اؤ ابو ثور کا قول یہ ہے کہ قصر کی ابتداء اس وقت سے ہوتی ہے جب مسافر اپنے مکان سے نکل کر شہر یا آبادی سے متجاوز ہو جائے دکانی المغنی لابن قدامہ، کیونکہ ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ آپ بھرہ سے نکلے اور آپ نے خبر کی چار رکعتیں پڑھیں اور فرمایا۔ انا لولا هذا لکنت نصلينا رکعتین کہ اگر ہم اس شخص سے گذر جائیں تو

ضرورت قصر کر رہے تھے۔ حافظ عبد الرزاق اور امام احمد نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ کپڑے شہر کی آبادی سے نکل کر قصر کرتے تھے اور دایسی پر شہر میں داخل ہونے تک۔

نیز حضرت انس کی حدیث: "يقول صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم النظر بالمدينة اربعاء العصر ذى الحليفة ركنين" سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب شہر کی آبادی سے نکل جائے اس وقت قصر کرے۔ بعض حضرات نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ شہر میں صرف شہر پناہ سے گزرجانا قصر کے لئے کافی ہے۔ شہر پناہ سے باہر جو آبادی ہو اس سے مجاوزت ضروری نہیں۔

امر سوم۔ قصر کے لئے شرط یہ ہے کہ اتنی مسافت کے قصد سے نکلے جو وسط چال کے ساتھ تین روز میں طے ہو۔ اگر اس کا ارادہ نہیں کیا تو وہ بھی قصر نہیں کر سکتا اگرچہ ہزاروں کوس کی مسافت طے کر جائے لیکن ہمارے یہاں باب قصر میں مطیع دفرانبردار کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ مطیع دنافران دو دنوں یکساں ہیں۔ پس جس طرح حلال تجارت، طلب علم، حج بیت اللہ کے لئے سفر کرنے والا دو ٹپھتا۔ اسی طرح جو شخص شراب لینے یا چوری کرنے یا کسی پر ظلم کرنے کے لئے شرعی مسافت طے کرے وہ بھی درگت ٹپھے گا۔

امام شافعی کے یہاں نافرمان کے لئے قصر کی رخصت نہیں کیونکہ رخصت رحمت و انعام ہے اور نافرمان سختی عذاب ہے۔ یہی قول امام مالک اور امام احمد کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے: "قال لا تقصر الصلوة الا في حج او جهاد" اور حضرت عطار سے مروی ہے: "قال لا تقصر الصلوة الا من كان في سبيل الله" (احکام القرآن) ہماری دلیل نصوص کا اطلاق ہے کہ آیت فمن كان منكم مریضاً او على سفر اذعى سفره" اور حدیث: "فرض المسافر ركعتان" میں مطیع کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ ہذا ہر مسافر کا یہی حکم ہوگا ماضی ہو یا مطیع۔ نیز عاصی کے لئے اپنے سفر میں بالاجماع عمدہ عمدہ کھانے کھانا مباح ہے حالانکہ وہ اس سے معصیت کی قوت حاصل کر رہا ہے۔ سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور جہاد کے علاوہ قصر نہیں کیا معلوم ہو کہ قصر صلوۃ سفر فاعلت کے ساتھ خاص ہے۔ جواب۔ اسکی دلیل نہیں کہ قصر حج اور جہاد کے ساتھ خاص ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ نے حج اور جہاد کے علاوہ سفر ہی نہیں کیا (قال الجصاص)

بعض حضرات کے یہاں قصر کی اجازت اس وقت ہے جب اسکو سفر میں خوف ہو کیونکہ آیت میں ان خفتم ان یفتکم الذین کفروا کی شرط موجود ہے۔ جواب یہ ہے کہ کافروں کے سانچا اور اس وقت موجود تھا جب

عہد دہلی بخاری فی صحیح عن علی انہ قصرہ ہویری البیوت فلما رجع قیل لہ ذہ الکوثر قال لا حتی یدخلہا۔ ذکرہ تعلیقاً دروداد عبد الرزاق والبیہقی موصولاً ۱۲

عہد قال النبی دکان قصرہ فی ذی الحلیفۃ لانہ کان اول منزل نزلہ ولم تحضر قبلہ صلوۃ دلائل استدلال من استدلی علی استباحۃ القصر فی السفر القصر لکل من بین المدینۃ و ذی الحلیفۃ ستۃ اسبالی لان ذی الحلیفۃ لم یکن منہی سفر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و انما خرج الیہا یرید مکۃ فاتفق نزولہ بہا دکان صلوۃ العصر اول صلوۃ حضرت بہتہا فقصر داہمتر علی ذلک الی ان رجع ۱۲ بذل

یہ حکم نازل ہوا اور جب یہ ڈر جاتا رہا تب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر حج و سفر عمرہ وغیرہ میں قصر ہی کرتے رہے اور صحابہ کو بھی اس کی معلوم ہوا کہ حکم قصر حالت امن و حالت خوف ہر دو میں عام ہے۔ زیر بحث باب کی دوسری حدیث میں اس کی کافہ کرہ ہے۔ یعنی یہ اس میں کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب سے کہا: تم دیکھتے ہو لوگ ہلکا ہر سفر میں قصر کرتے ہیں حالانکہ اللہ جل جلالہ قصر کو اس وقت فرماتا ہے جب کافروں کا خوف ہو اور اب وہ وقت گزر گیا۔ حضرت عمر نے کہا کہ جو تعجب تم کو ہوا ہے وہی مجھ کو ہوا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا صدقہ ہے جو اس نے تم کو دیا ہے سو اس کو قبول کرو۔ یعنی گو قصر صرف خوف کے وقت میں درست تھا مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے بغرض آسانی ہر سفر میں قصر درست کر دیا لہذا قصر کرنا ضروری ہے۔

امرچہ ایم۔ سہ ماہ نزدیک سفر میں قصر صلوٰۃ عزیمت ہے یعنی رباعی نماز میں مسافر چھٹی طور سے دو رکعت فرض ہے۔ اس کو امام نووی نے شرح میں اور علامہ خطابی نے معالم میں اور علامہ بغوی نے اکثر علماء سلف اور فقہاء امصار کا قول بتایا ہے۔

صحابہ میں سے حضرت علی، عمر، ابن عمر، ابن مسعود، جابر اور حضرت ابن عباس کا یہی قول ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز، قتادہ اور حضرت حسن سے بھی یہی مروی ہے۔ سفیان ثوری اور امام اوزاعی بھی اسی کے قائل ہیں۔ بلکہ حاد بن ابی سلیمان دہلی الاطلاق، اور امام مالک بقید بقاء وقت، فرماتے ہیں کہ اگر مسافر نے چار رکعات پڑھ لیں تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر بکثرت پڑھ چکا ہو تو اعادہ نہ کرے۔ موصوف نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر اس نے چار رکعت کی نیت سے نماز شروع کر دی تو اس کو چاہئے کہ دو رکعت کر کے از سر نو پڑھنا شروع کرے امام شافعی، امام احمد، اور ایک قول میں امام مالک کے نزدیک قصر رحصت ہے اور چار رکعات پڑھنا افضل ہے۔ ان حضرات کا استدلال احادیث ذیل سے ہے۔

(۱) حدیث عمر بن الخطاب جس کو امام بخاری کے علاوہ اصحاب صحاح اور امام احمد و ابن حبان نے روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: صدقہ نقدی اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقہ۔ دونی لفظ لابن حبان: "فاقبلوا رخصتہ"

جواب یہ ہے کہ ان الفاظ سے ان حضرات کا مدعا ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان سے تمہاری تائید ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ اس میں امر بالقبول برائے وجوب ہے جس کے بعد بندے کو شرف قرار دینے کا اختیار ہی نہیں رہتا اور تمام کا جائز ہونا اس نعمت کو رد ہی کرنا ہے۔

نیز حق تعالیٰ کی جانب سے ایسی اشار کا قصد جس میں احتمال تمکیک نہ ہو اسقاط کے معنی میں ہوتا ہے۔ لہذا اختیار قبول و عدم قبول کا احتمال ہی نہیں رہتا۔

(۲) حدیث عائشہ: قالت خرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عمرۃ فی رمضان فانظر و صممت و قصر و اتممت فقلت بانی و اخی انت یا رسول اللہ! قصرت و اتممت و افطرت و صممت۔ قال: احسنت یا عائشہ! (دارقطنی، بیہقی)

صحنہ حسنہ میں اگر اس طرح کی باتیں پڑھیں اور اسی کے خرمیں ہی نماز میں پڑھیں تو غلطی ہوگی۔

جواب۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد واحد مقدسی نے اور شیخ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں اس پر سخت ترین کلام کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن قیم نے اہدیٰ میں اپنے شیخ ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہؓ پر سفید جھوٹ ہے۔ حضرت عائشہؓ کبھی ایسا نہیں کر سکتیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اصحاب کو قہر کرتے دیکھیں اور خود اس کے خلاف تنہا تمام کریں جبکہ خود حضرت عائشہؓ یہ فرماتی ہیں۔ فرضت الصلوۃ یکتین فزیۃ فی صلوۃ الحضر و اقترت صلوۃ السفر

شیخ ابن حزم فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث لاخیر فیہ۔ خود حافظ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ حدیث غلط ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ماہ رمضان میں کبھی کیا ہی نہیں چنانچہ ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ لم یقر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فی ذی القعدة۔ امام نووی خلاصہ میں لکھتے ہیں۔ فی ہذا الحدیث اشکال فان المعروف ان علیہ السلام لم یقر الا اربع عمر ۴۰ ۵۰ ۶۰ ۷۰ فی ذی القعدة۔

(۳) اگر کوئی مسافر وقت کے اندر کسی یقیم کی اقتدار کرے تو بالاتفاق اقتدار صحیح ہے اور اب وہ بدی چار رکعتیں پڑھتا ہے معلوم ہوا کہ مسافر کا اہل فریضہ چار رکعات ہیں۔

جواب۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اہل فرض چار رکعتیں ہیں۔ بلکہ بقول علامہ عینی اتباع امام کی وجہ سے مسافر کا فرض متغیر ہو جاتا ہے۔ اس کی نیکر عورت اور غلام ہے کہ جمعہ کے روز ان کا فریضہ پھر کی چار رکعتیں ہیں۔ لیکن اگر یہ جمعہ میں شریک ہو جائیں تو وہ بھی رکعتیں پڑھیں گے اور ذمہ سے سبکدوشی ہو جائے گی۔

۱۱۸

احناف کی اولہ حسب ذیل ہیں۔ (۱) حدیث عائشہؓ یعنی زیر بحث باب کی پہلی حدیث۔ قالت فرضت الصلوۃ رکعتین فی الحضر و السفر و اقترت صلوۃ السفر و زیۃ فی صلوۃ الحضر۔ (مصححین، ابوداؤد) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نماز کی دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں پس سفر کی نماز اپنے حال پر رہی اور حضر کی نماز میں اضافہ ہو گیا۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ جب مسافر کے حق میں فریضہ نماز دو رکعت ہے تو اس پر زیادتی جائز نہ ہوگی۔ جیسے حضر میں چار پر اضافہ جائز نہیں۔

سوال۔ یہ حدیث آیت۔ فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ کے خلاف ہے کیونکہ آیت اس پر دال ہے کہ سفری نماز میں قصر ہے اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر نہیں ہوگا۔ جواب۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ابتداء سفر و حضر وہ نماز کی دو دو رکعتیں فرض ہوئیں دیگر مغرب کے فائما و ترا النہار، اور جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو فجر کے علاوہ حضری نمازوں میں چار رکعتیں فرض ہو گئیں۔ اس کے بعد آیت قصر۔ فلیس علیکم جناح

ان تفسر دامن الصلوة: نازل ہوئی جس سے سفری نماز میں تخفیف ہو گئی۔ پس فتکراہ
اضافہ کے لحاظ سے ہے نہ کہ اہل صلوة کے اعتبار سے۔

سوال۔ یہ حدیث خود حضرت عائشہ کے فعل کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ سفر میں بھی
اتمام کرتی تھیں بخاری میں اس کی تصریح موجود ہے۔

جواب۔ بخاری میں جہاں یہ مذکور ہے کہ حضرت عائشہ اتمام کرتی تھیں وہیں اس کی وجہ بھی
مذکور ہے۔ قال الزہری نقلت بحدیث عائشہ تم قال تاؤدت ماؤد عثمان۔ یعنی حضرت
عائشہ یہ تاویل کرتی تھیں کہ ازدواج مطہرات کو ام المؤمنین کہا گیا ہے تو جہاں بھی میں جاتی ہوں
اپنے اہل میں جاتی ہوں۔

(۲) حدیث ابن عباس۔ فرض اللہ عز وجل الصلوة علی سائر النبیکم فی المحضر اربع رکعات و
فی السفر کعتین۔ دسم، نسائی، احمد، ورواہ الطبرانی فی معجمہ بلفظہ۔ ان فرض رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رکعتین فی السفر کما ان فرض فی المحضر اربعاً، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ
نے بلان نبی علیہ السلام فرض میں چار رکعات اور سفر میں دو رکعتیں فرض کیں۔

(۳) حدیث عمر۔ قال صلوة السفر رکعتان و صلوة الاضحی رکعتان و صلوة الفطر رکعتان و صلوة
الحجۃ رکعتان تمام غیر قصر علی سائر محمد صلی اللہ علیہ وسلم و نسائی، ابن ماجہ، الطحاوی، احمد، ابو
داؤد و طحاوی، ابن حبان، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ نماز سفر دو رکعت، نماز عید دو رکعت، نماز
جید دو رکعت۔ یہ نمازیں پوری ہیں قصر نہیں بزبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوال۔ امام نسائی نے اب عدو الصلوة الحجۃ میں اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ منقطع
ہے۔ فرماتے ہیں۔ و ابن ابی یعلیٰ لم یسمو من عمر۔ ابن ماجہ کی روایت۔ عن عبد الرحمن بن ابی
لیلی عن کعب بن عجرۃ عن عمر سے یہ بات اور مضبوط ہو جاتی ہے۔

جواب۔ امام مسلم نے اپنے مقدمہ میں حضرت عمر سے ابن ابی یعلیٰ کے سماع کا فیصلہ کیا ہے
فرماتے ہیں۔ و اسند عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ و قد حفظ عن عمر بن الخطاب۔ منذ ابو یعلیٰ موصی
کی روایت۔ عن الحنین بن داؤد عن الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت ان عبد الرحمن بن ابی
لیلی حدیث قال خرجت مع عمر بن الخطاب الی مکتہ فاستقبلنا امیر مکتہ اھ۔ اور سنن داؤد طبری کی
روایت۔ ابو یکر النیب ابوری ثنا محمد بن علی ابوراق ثنا عبید اللہ بن موسیٰ ثنا اسرائیل
عن عبد اللہ بن ابی یعلیٰ قال کنت عند عمر فأتاہ راکب فرم انہ رای السلال اھ سماع
ابن ابی یعلیٰ کا بین ثبوت ہے۔ یہی حدیث ابن ماجہ سوا اس میں کعب بن عجرہ کا اضافہ
بروایت محمد بن بشر عن یزید بن زیاد بن ابی الجعد ہے۔ سفیان ثوری، محمد بن طلحہ بن مضر
اور شریک نے زبید سے روایت کرتے ہوئے کعب بن عجرہ کو ذکر نہیں کیا و قد قال الشیخ
ابو حاتم الثوری احفظ۔

(۴) حدیث ابن عمر۔ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانا دخن ضلال فعلنا و کنا

فَمَا عَلِمْنَا أَنْ يَنْبَغَ لَكَ أَنْ تَكُونَ فِي السَّفَرِ "درونی التفسیر عزاء ابن تیمیہ
فی المستقی ہنای دلم اجد فیہ فی قصر الصلوۃ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم شریف لائے درانجا ایک ہم راہ سے بھٹکے ہوئے تھے آپ نے ہمیں تعلیم دی اور بتایا
کہ حق تعالیٰ نے ہم کو دور کوت پر حصے کا حکم دیا ہے ۔

(۵۵) حدیث ابو ہریرہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتمم للصلوة فی السفر کمالمقصور فی الحضرۃ (دقائق، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفر میں نماز پوری پڑھنے والا ایسا ہے جیسے حضرۃ میں قصر کرنے والا۔

(٤) حديث عمر بن الخطاب - قال صلوة المأفركتان حتى يوب الى ابيه ادميت : (احكام القرآن للمصطفى)

۷۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اسفار میں ہمیشہ دو رکعتوں پر مواظبت فرمائی ہے اور چار رکعتیں کہیں ثابت نہیں۔ صحیحین میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بھی رہا اور حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت عثمان کی بھی۔ یہ سب حضرات سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

مجم طبرانی، مصنف ابن ابی شیبہ اور اسحاق بن راہویہ، بزار، ابوداؤد طلیاسی کے مسانید میں حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ میں نے کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا تھا سفر نہیں کیا مگر یہ کہ آپ دو رکعت پڑھتے تھے۔ چنانچہ میں جنین و طائف میں آپ کے ساتھ تھا آپ نے دو ہی رکعتیں پڑھیں اور میں نے آپ کے ساتھ حج ادبہ اور کیا اس میں بھی آپ نے دو ہی پڑھیں۔ پھر حضرت ابوبکر کے ساتھ حج اور عمرہ کیا آپ نے بھی دو ہی پڑھیں۔ پھر حضرت عمر کے ساتھ حج اور عمرہ کیا آپ نے بھی دو ہی پڑھیں۔

آمرِ خیم کی تشریح: باب الجمع میں الصلوٰۃ تین کے ذیل میں آرہی ہے اور امرِ ششم کی تشریح باب سنی
تیم المسافر کے ذیل میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قولہ قال ابوداؤد الخ (۳۲۶) زہر بحث مند کو ذکر کر کے یہ بتانا ہے کہ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے اور وہ یہ کہ اس کو بھی القطان نے عن ابن جریج

[illegible]

لیکن یہاں اس ترجیح کی ضرورت نہیں کیونکہ امام طحاوی نے بطریق روح بن عبادہ: عن

ابن جریر سمعت عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی لہاء روایت کیا ہے۔۔۔۔۔ اور امام مسلم، نسائی،
اور ابن ماجہ نے بطریق ابن ادریس: عن ابن جریر عن ابن ابی ہار عن عبد اللہ بن بابویہ روایت
کیا ہے۔ اسی طرح حافظ دارمی نے بطریق ابو عاصم: عن ابن جریر عن ابن ابی ہار: روایت کیا ہے
اور ابن ابی ہار: ہی عبد الرحمن بن عبد اللہ ہے جس کی تصریح خلاصہ، تفسیر اور تہذیب التہذیب
میں موجود ہے۔ پس روایت بخاری کی طرح روح بن عبادہ، ابن ادریس اور ابو عاصم کی روایات میں
بھی عبد الرحمن کا واسطہ۔ ملاحظہ فرمائیے محمد بن بکر:

(۱۶۶) بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ

(۳۴۶) حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُوَهَّبٍ الرَّمْلِيُّ
الْمُهَذَّبُ ابْنُ تَائِبٍ الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ وَاللَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ
أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي الطَّفِيلِ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةٍ تَبَوَّكُ إِذَا ذَاعَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ جَمَعَ
بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَإِنْ يَرْتَحِلُ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ آخَرَ الظُّهْرِ حَتَّى
يُنْزَلَ لِلْعَصْرِ فِي الْمَغْرِبِ مِثْلَ ذَلِكَ إِنْ غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ
جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَإِنْ يَرْتَحِلُ قَبْلَ أَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ آخَرَ
الْمَغْرِبِ حَتَّى يَنْزَلَ لِلْعِشَاءِ ثُمَّ جَمَعَ بَيْنَهُمَا.

قال أبو داود ورواه هشام بن عروة عن حبيب بن عبد الله عن كريب عن ابن
عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم نحوه حديث المفصل والليث

ترجمہ

یزید بن خالد بن یزید بن عبد اللہ بن مویب رملی ہمارا بی بی نے ہشام بن سعد
روایت ہشام بن سعد بطریق ابوالزبیر بواسطہ ابوالطفیل حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں تھے جب آفتاب کوچ سے پہلے اُٹھل جاتا تو
ظہر و عصر ساتھ پڑھ لیتے اور جب آفتاب ڈھلنے سے پہلے کوچ کرتے تو ظہر میں دیر کرتے جب چھوٹے
لئے اترتے اس وقت ظہر بھی پڑھ لیتے۔ مغرب میں بھی ایسا ہی کرتے کہ اگر کوچ سے پہلے آفتاب
جاتا تو مغرب اور عشاء کو ساتھ پڑھ لیتے اور اگر آفتاب ڈھلنے سے پہلے کوچ کرتے تو مغرب میں
دیر کرتے جب عشاء کے لئے اترتے اس وقت مغرب بھی پڑھ لیتے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو
ہشام بن عروہ نے بطریق حسین بن عبد اللہ روایت کر کے ابواسطہ ابن عباس نبی کریم صلی اللہ
سے حدیث مفصل و لیث کی طرح روایت کیا ہے۔۔۔۔۔

قولی باب الخ۔ جمع بین الصلواتین کی دو صورتیں ہیں جمع تقدیم یہ ہے کہ عصر کے وقت میں عصر یا مغرب کے وقت میں عشاء پڑھے اور یہ جمع تاخیر یہ ہے کہ عصر کے وقت میں فجر اور عشاء کے وقت میں مغرب پڑھے۔

جمع بین الصلواتین عرفات اور مزدلفہ میں تو باجماع امر و باتفاق امر جائز ہے کیونکہ یہ احادیث مشہورہ متواترہ صحیحہ سے ثابت ہے لیکن ان کے علاوہ اور اسفار میں بھی جائز ہے یا نہیں؟ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے۔ علامہ عینی نے شیخ زین الدین کے حوالہ سے اس کی بابت جمہ اقبال نقل کئے ہیں۔

قول اول۔ علی الاطلاق جائز ہے۔ یہ صحابہ کی ایک جماعت حضرت علی، انس بن مالک، جابر بن عبد اللہ، ثابت، ابو بوب، ابو ہریرہ، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، اسامہ بن زید، معاذ بن جبل، ابو موسیٰ اشعری، ابن عمر، ابن عباس اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

اس بعین کی ایک جماعت حضرت عطاء بن ابی رباح، طاؤس، مجاہد، عکرمہ، جابر بن زید، ربیعہ، رمی، ابو زناد، محمد بن المنکدر، صفوان بن سلیم اور ائمہ میں سے ایک جماعت امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابو ثور، ابن المنذر، قتال کبیر، اشہب مالکی اور ایک روایت میں امام مالک اس کی قائل ہیں۔

قول دوم۔ اگر روایتی میں عجلت ہو تو جائز ہے۔ یہ حضرت اسامہ بن زید و حضرت ابن عمر سے مروی ہے اور امام مالک کا مشہور قول ہے۔ قول سوم بقصد قطع مسافت جائز ہے۔ یہ ابن مسیب مالکی کا قول ہے مگر بقول ابن العربی یہ کوئی نئی بات بلکہ یہ قول عام ہے لان السفر نفۃ انما یوقطع الطريق۔

قول چہارم۔ مکروہ ہے۔ یہ بقول ابن العزلی امام مالک سے صحابہ میں کی روایت ہے۔

قول پنجم۔ جمع تاخیر جائز ہے نہ کہ جمع تقدیم، ابن حزم نے اس کی کو اختیار کیا ہے۔

قول ششم۔ صرف عرفہ و مزدلفہ میں جائز ہے اور کسی سفر میں جائز نہیں۔ حضرت ابن مسعود، سعد بن ابی وقاص، دنیا فزیرہ ابن شداد فی کتابہ دلائل الاحکام، ابن عمر، ابن داؤد، ابن سیرین، جابر بن زید، بخاری، حماد بن دینار، سفیان ثوری، اسود، عمر بن عبد العزیز، لیس بن سعد، ابراہیم نخعی، اور احاطت بھی اسی کے قائل ہیں اور امام مالک سے بھی ابن القاسم کی روایت یہی ہے۔

امام نووی نے جو یہ کہا ہے کہ صاحبین اس مسئلہ میں امام صاحب کے خلاف ہیں اور ان کا قول امام شافعی و امام احمد کے قول کے مثل ہے صاحب غایہ نے شرح ہدایہ میں اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں جو لوگ جمع بین الصلواتین کو جائز کہتے ہیں ان کا استدلال حضرت ابن عباس، ابن عمر، معاذ بن جبل اور حضرت جابر وغیرہ صحابہ کرام کی احادیث سے ہے۔ جن جمع بین الصلواتین کی تصریح ہے۔ احناف کے متذلات یہ ہیں۔

دعا، آیت کریمہ۔ حافظ اعلیٰ الصلوات اھ۔ یعنی پنجگانہ نمازوں پر محافظت کرو۔ اور تغافل

ارکان و لحاظ شرط اور رعایت ادعات کے ساتھ ادا کرو۔
 (۲) آیت کریمہ: ان الصلوۃ کا نیت علی المؤمنین کتباً موقوتاً: بیشک نماز فرض ہے وقت معین میں جس کی ابتداء و انتہاء معلوم ہے۔ پس سفر و حضر، خوف و اطمینان ہر حالت میں اسی وقت میں ادا کرنا ضروری ہے یہ نہیں کہ جب چاہو پڑھ لو۔
 (۳) حدیث ابن عباس: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صبح بین الصلواتین من غیر عذر نقدائی یا یاسن ابواب الکبائر: (ترمذی، حاکم، بیہقی، دارقطنی، ابی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دو نمازوں کے بلا عذر جمع کرے تو وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ میں داخل ہو گیا۔
 سوال۔ اس کی سند میں ابو علی حش بن قیس رحمہ اللہ ہے جس کو امام احمد، نسائی اور دارقطنی وغیرہ نے مترکک الحدیث کہا ہے۔ جواب۔ ادل تو حاکم نے مترکک میں اس کو ثقہ کہا ہے اور اگر ضعیف ہی مان لیا جائے تو دیگر احادیث سے اس روایت کو تقویت حاصل ہے۔
 (۴) حدیث عمر بن جمع الصلاتین من غیر عذر من الکبائر: (بیہقی، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ دو نمازوں کو بلا عذر جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
 سوال۔ حافظ بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ روایت رسل ہے۔ کیونکہ ابوالعالیہ نے حضرت عمر سے نہیں سنا۔ جواب۔ علامہ ابن الترمکانی صاحب جوہر نفی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالعالیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو سال بعد ایمان لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق کی جہدست میں حاضری ہوئی اور حضرت عمر کے پیچھے نماز پڑھی اور امام مسلم نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ اتصال مند مضعن کے لئے دو مخصوص کاہم عصر ہونا کافی ہے۔
 (۵) حدیث عمر: ان کتب الی عامل ثلاث من الکبائر اجمع بین الصلاتین الا من عذر والفقہاء بن الرجب والنبہی (بیہقی) حضرت عمر نے اپنے ایک عامل کے پاس لکھا کہ تین باتیں گناہ کبیرہ ہیں (۱) بلا عذر دو نمازوں کو جمع کرنا (۲) دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا (۳) لوٹ مار۔
 (۶) حدیث ابن عمر: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا عمل: امر من شئ الذی صنعت اخطا جس کی تشریح حدیث ۲۳۹ کے ذیل میں آ رہی ہے۔
 التحاصل آیات و احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جمع حقیقی یعنی ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں جمع کرنا، جائز نہیں اور جن احادیث میں جمع بین الصلواتین وارد ہے وہ جمع صوری پر محمول ہیں کہ آپ نے ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھا اور عصر کو اس کے ادل وقت میں اس کی دلیل یہ ہے کہ امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے جلیست مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظہر والعصر جمعاً والمغرب والعشاء جمعاً آخر الظہر وعجل العصر و آخر المغرب وعجل العشاء: اس میں خود حضرت ابن عباس جو جمع بین الصلواتین کے راوی ہیں وہ تصریح کر رہے ہیں کہ

جمع سے مراد جمع صوری ہے نہ کہ جمع حقیقی، صحیحین میں عمرو بن دینار سے روایت ہے۔ انا قال یا ابنا العشاء ائتوا آخر الظهر وعجل العصر آخر المغرب وعجل العشاء۔ قال دانا ائنا۔ اور یہ ابو العشاء دہی ہیں جو حضرت ابن عباس سے جمع بین الصلواتین کے راوی ہیں۔ نیز امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور امام مالک نے موطا میں حضرت ابن مسعود سے روایت کیا کہ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوۃ لغير ميعاتها الا صلواتین جمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفۃ صلی الفجر مینذ قبل ميعاتها۔ اس میں حضرت ابن مسعود نے مطلق جمع کی نفی کر کے جمع مزدلفہ میں منحصر کیا ہے اور حضرت ابن مسعود سے امام نسائی کی روایت۔ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصلوۃ لوقتہا الا کجمع و عذات۔ میں مزدلفہ و عرفات ہجرت کی تصریح ہے۔

بہر کیف آپ نے مزدلفہ اور عرفات کے علاوہ جمع بین الصلواتین کی نفی کی ہے حالانکہ آپ ہی حدیث الجمع بالمدينة کے راوی ہیں معلوم ہوا کہ جمع سے مراد جمع صوری ہے ورنہ آپ کی دونوں روایتوں میں تعارض ہو جائے۔ اسی طرح ابن جریر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ قال خرج علينا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فكان يؤخر الظهر وعجل العصر جمع بینہما و يؤخر المغرب وعجل العشاء جمع بینہما۔ اس میں بھی جمع صوری کی تصریح ہے۔

۱۲۴ سوال۔ امام نذہبی نے جمع صوری و ادلی تاویل کو احوال ضعیف یا باطل کہا ہے۔ جواب۔ ان کے نزدیک ہوگی ورنہ حافظ کہتے ہیں کہ علامہ قرطبی نے اس کی تحمیل کی ہے اور امام الحرمین نے اس کو ترجیح دی ہے ابن الماجنون اور امام طحاوی وغیرہ نے اس پر حزم ظاہر کیا ہے سوال۔ جمع صوری تو ایک خانہ زاد چیز ہے شریعت کی زبان میں تو یہ کہیں وارد نہیں۔ جواب۔ اگر کوئی آنکھوں پر چٹی باندھ لے تو اس کا کوئی علاج نہیں ورنہ حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر کی مذکورہ بالا روایات میں جمع صوری نہیں تو اور کیا ہے؟ اچھا اس کو بھی چھوڑیے استفاضہ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد۔ دان قوبت علی ان تؤخری الظهر تعجلی العصر فتقتلین و تحمیلن اھ۔ کی بابت کیا کہیں گے؟ تاخیر ظہر و تعجیل عصر کی تصریح جمع صوری نہیں تو اور کیا ہے؟

سوال۔ علامہ خطابی اور حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ جمع بین الصلواتین کی مشروعیت آسانی کے واسطے ہے اگر جمع صوری مواد ہو تو یہ تو اور زیادہ باعث مشقت ہے۔ کیونکہ کمال آخروقت کا تحقیقاً پہچاننا نہایت دشوار ہے کسی سے نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ اگر بالکل چھٹی لیتا ہی مغلوب ہو تو اور بات ہے ورنہ شریعت نے تو اپنی استقامت کو تعریف و بیان اور علامات کے ذریعہ ادا کی و ادراخدا قات کی ایسی شناخت کرائی ہے کہ شاید کوئی دیہاتی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا پھر مشقت چہ معنی دارد؟۔

(۳۲۷)

قوله قال ابو داؤد داؤد الخ

قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عباس کی تخریج حافظ سیفی اور دارقطنی نے کی ہے۔ موصوف نے امام ترمذی سے اس کی تحسین بھی ذکر کی ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ تحسین باعتبار متابوت ہے اور ابن العربی نے جو اس کی ابتداء کو صحیح کہا ہے یہ ان کی غفلت ہے۔ کیونکہ یحییٰ بن عبد اللہ کے طریق سے ہے جس کو ابو حامد ابن معین نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن یہ حدیث اور طرق سے بھی مروی ہے۔ ناخر جہا بھی بن عبد الحمید الحمائی عن ابی خالد الاحمر عن الحجاج عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس۔ ولا یضبطون اخری رواہ اسماعیل القاضی فی الاحکام عن اسماعیل بن ابی ادیس عن اخیه عن سلیمان بن بلال عن ہشام بن عروہ عن کریب عن ابن عباس بخوہ :-

(۲۶۷) حدثنا قتيبة نا عبد الله بن نافع عن ابي مؤدود عن سليمان بن ابي يحيى عن ابن عمر قال ما جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين المغرب والعشاء قط في السفر الا مرة قال ابو داؤد وهذا يروى عن ايوب عن نافع عن ابن عمر موقوفاً على ابن عمر انه لم يثر ابن عمر جمع بينهما قط الا تلك الليلة يعني ليلة استنصرخ على صفية قال ابو داؤد روى من حديث مكحول عن نافع انه رأى ابن عمر فعل ذلك مرة او مرتين

۱۲۵

ترجمہ

قتیبہ نے بندہ عبد اللہ بن نافع بطریق ابو مؤدود بواسطہ سلیمان بن ابی یحییٰ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں کبھی مغرب اور عشاء کو ایک مرتبہ کے علاوہ جمع نہیں کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ بردایت ایوب بواسطہ نافع حضرت ابن عمر سے موقوفاً مروی ہے کہ انھوں نے سفر میں جمع نہیں کیا مگر ایک بار اس رات میں کہ جب صفیہ کے ہتھکڑی کی خبر آئی تھی۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ نافع سے مکحول کی روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عمر کو ایک بار یا دو بار جمع کرتے ہوئے دیکھا ہے :-

(۳۲۸)

قوله قال ابو داؤد داؤد الخ

اس کا مقصد یہ ہے کہ سلیمان بن ابی یحییٰ نے جو حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے یہ مروج ہے حاج یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا فعل ہے لیکن یہاں مرفوع و موقوف میں کوئی سنا فاعل ہی نہیں یہاں تک کہ ترجیح موقوف و تضعیف مرفوع کی احتیاج ہو کیونکہ تطبیق ممکن ہے اس طور کہ نافع نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا مگر وہ ابن عمر کا فعل دیکھا تو موقوفاً روایت کر دیا :-

(۳۲۹)

قوله قال ابو داؤد روى الخ

قول سابق میں جو حدیث کے موقوف ہو نیکو ترجیح دی تھی اسکی تعویض مقصود قال الشيخ فی البذل لم ار هذا التسليط موصلاً لاینفا عذی من المکتب :-

(۲۴۸) حدثنا القعنبي عن مالك عن ابی الزبير المكي عن سعيد بن جبیر عن عبد الله بن عباس قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر والعصر جميعاً والمغرب والعشاء جميعاً في غير خوف ولا سفر، قال مالك اُردى ذلك كان في مطر، قال ابو داود ورواه حماد بن سلمة نحوه عن ابی الزبير ورواه قره بن خالد عن ابی الزبير قال في سفر في سفرها الى هبل

ترجمہ

قتیبی نے بند مالک بردایت ابو الزبیر کی بواسطہ سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر عصر کو اور مغرب وعشاء کو ملا کر پڑھا بلا خوف و بلا سفر۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ بارش کے وقت ہو گا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابو الزبیر سے حماد بن سلمہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور قرہ بن خالد نے ابو الزبیر سے نقل کیا ہے کہ یہ تبرک کے سفر میں تھا۔۔۔

قولہ قال مالک انہ علامہ زرقانی نے ذکر کیا ہے کہ ائمہ کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حشر میں بھی جمع بین الصلاۃین جائز ہے بشرطیکہ اس کا عادی نہ ہو جائے۔ حضرت ابن سیرین، ربیعہ، اشہب، ابن المنذر اور قفال کبیر کا یہی قول ہے۔ اور دلیل ابن عباس کی زیر بحث حدیث ہے جس میں تصریح ہے کہ آپ نے ظہر عصر، مغرب وعشاء کو جمع کیا حالانکہ نہ خوف نہ تھا نہ سفر۔

امام مالک اس کی یہ تائید کرتے ہیں کہ جمع بارش کی وجہ سے تھا۔ لیکن بقول صاحب جوہر نقی صحیح مسلم کی روایت ابن عباس سے یہ تائید غلط ہو جاتی ہے کیونکہ صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں انہ علیہ السلام جمع بالمدينة من غیر خوف ولا سفر۔ اس لئے راجح یہی ہے کہ حدیث صحیح ہوگی پر محمول ہے جس کی تحقیق گذر چکی۔۔۔

یعنی جس طرح اس حدیث کو ابو الزبیر سے امام مالک نے روایت کیا ہے اسی طرح اس کو ابو الزبیر سے حماد بن سلمہ سے

قولہ قال ابو داود الخ روایت کی ہے جس کی تخریج حافظ بیہقی نے سنن کبریٰ میں کی ہے۔ لیکن حماد کی روایت میں مغرب وعشاء کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ ان البیہقی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظهر والعصر بالمدينة فی غیر خوف ولا سفر۔۔۔

قولہ دروہ قرہ الخ۔ اس تعلیق کو امام مسلم نے صحیح میں موصولاً روایت کیا ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الصلوة فی سفر ما فرما فی غزوة تبوک فجمع بین الظهر والعصر والمغرب والعشاء قال سعید نقلت لابن عباس ما حدث علی ذلک قال اراد ان لا یخرج امة۔

پھر صاحب کتاب کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو الزبیر سے قرہ بن خالد کی روایت اور امام مالک کی روایت دونوں ایک ہیں۔ حالانکہ امام مالک کی روایت غیر سفر میں ہی

اور قرہ بن خالد کی روایت سفر سے متعلق ہے۔
جواب یہ ہے کہ اس تعلیق کو ذکر کرنے کا مقصد دونوں حدیثوں کے متن کا اختلاف بیان کرنا ہے کہ امام مالک کی روایت میں سفر کی نفی ہے اور قرہ بن خالد کی روایت میں سفر کا ذکر ہے۔ اور ان دونوں روایتوں پر اتحاد کا حکم لگانا صرف اتحاد سند کے لحاظ سے ہے۔

(۲۴۹) حدثنا محمد بن عبيد المحارب بن محمد بن فضيل عن ابيه عن قافع و عبد الله بن واقد ان مؤذن ابن عمر قال الصلوة قال سرحتي اذا كان قبل غيوب الشفق نزل فصلي المغرب ثلثا انتظر حتى غاب الشفق فصلي العشاء ثم قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا تجل بداهه صنع مثل الذي صنعت فتا في ذلك اليوم والليله ميسرة ثلاث قال ابو داود مرارة ابن جابر عن نافع نحو هذا باسناد

ترجمہ

محمد بن عبيد محارب بن محمد بن فضیل بر روایت والد فضیل بن غزوان (نافع اور عبد اللہ بن داؤد سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر کے مؤذن نے کہا: نماز کا وقت آگیا۔ انھوں نے کہا: ابھی چلو۔ پھر شفق ڈوبنے سے پہلے اترے اور مغرب کی نماز پڑھی اور پھر پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ شفق غروب ہو گیا تب عشاء کی نماز پڑھی اور کہا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام کی عجلت ہوتی تو ایسا ہی کرتے تھے جیسے میں نے کیا ہے پھر اس دن اور رات میں تین دن کی مسافت طے کی۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو نافع سے ابن جابر نے بھی اسی طرح اور اسی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔۔۔ تشریح

قول میں ثم انتظر حتى غاب الشفق الخ۔۔۔ حدیث مذہب احناف کی واضح دلیل ہے کہ حج بن الصلوٰتین سے مراد جمع صوری ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ حضرت ابن عمر نے مغرب کی نماز آخر وقت میں ادا کی پھر وقت عشاء کا انتظار کیا اور غیبت شفق کے بعد عشاء کی نماز پڑھی اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اس کی مزید گفتگو حدیث ۲۵۲ کے ذیل میں آئے گی۔

اس تعلیق کے ذکر سے زیر بحث حدیث کی تقویت مقصود ہے کہ نافع، قولہ قال ابو داؤد الخ (۲۳۱) نے اس کو حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے جس پر عبد اللہ بن داؤد نے ان کی متابعت کی ہے اور نافع سے فضیل بن غزوان راوی ہیں جن کی متابعت عبد الرحمن بن یزید بن جابر نے کی ہے محض لقوۃ۔ حدیث ابن جابر کی تخریج امام طحاوی نے بطریق بشر بن مکر قال حدیثی ابن جابر حدیثی نافع

بایں الفاظ کا ہے۔ حتیٰ اذا کان فی آخر الشفق نزل نضی اللہ بم صلی اللہ علیہ وسلم الفیض
اللہ ارقطنی حدیث ابو بکر النیسابوری اخبر فی العباس بن الولید بن المزید قال سمعت ابن جابر
یقول حدیثی نافع قال خرجت مع عبد اللہ بن عمر اھ :-

(۲۵۰) حدیثنا ابراہیم بن موسی الرازی انا عیسیٰ عن ابن جابر یحذی المعنی
قال ابو داؤد و رواہ عبد اللہ بن الحلاء عن نافع قال حتی اذا کان عند غائب
الشفق نزل فجتمع بینہما

ترجمہ

ابراہیم بن موسی رازی نے باخبا عیسیٰ، ابن جابر سے اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے۔
ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو عبد اللہ بن الحلاء نے نافع سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب
شفق غائب ہونے کو ہوئی تو اترے اور دونوں نمازوں کو جمع کیا۔ (تشریح)

(۳۳۳) اس تعلیق کا مقصد بھی حدیث فضیل بن غزوان اور حدیث ابن جابر
قولہ قال ابو داؤد الخ کو تقویت دینا ہے۔

۱۲۸

(۲۵۱) حدیثنا سلیمان بن حرب و مسندہ قال نا حماد بن زید ح و حدیثنا
عمر بن عون نا حماد بن زید عن عمر بن دینار عن جابر بن زید عن ابن عباس
قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ ثمانینا و سبعا الظھر
والعصر والمغرب والحشاء قال ابو داؤد و لم یقل سلیمان و مسندہ بنا
قال ابو داؤد و رواہ صالح مولى التوأمة عن ابن عباس قال فی غیر مطر

ترجمہ

سلیمان بن حرب، مسدود اور عمر بن عون نے بنو حماد بن زید ہر روایت عمر بن دینار بواسطہ جابر
بن زید حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز
پڑھائی۔ آٹھ رکعتیں ظہر و عصر کی اور سات رکعتیں مغرب و عشاء کی (ایک ساتھ)
ابو داؤد کہتے ہیں کہ شیخ سلیمان اور شیخ مسدود نے لفظ بنا ذکر نہیں کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس
کو صالح مولى التوأمة نے ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے بغیر بارش کے :- (تشریح)

(۳۳۳) یعنی حدیث میں قال صلی کے بعد لفظ بنا صرف عمر و
قولہ قال ابو داؤد و لم یقل الخ بن عون کی روایت میں ہے۔ شیخ سلیمان اور شیخ مسدود
نے اس کو ذکر نہیں کیا :-

(۳۳۴)

قوله قال ابوداؤد رواه الخ

یعنی اس حدیث کو تو اس کے آزاد کردہ عمار نے حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے فی غیر مطر بھی ذکر کیا ہے۔ سنن ابوداؤد میں حدیث ۲۴۹۹ سے پہلی حدیث عمار عن حبیب عن سعید بن جبیر عن ابی عباس میں یہ الفاظ ہیں۔ من غیر خوف ولا سطر۔

(۳۵۲) حدثنا عبد الملك بن شعيب بن نايف وهيب عن الليث قال قال ربيعة يعني كتبنا اليه حدثني عبد الله بن دينار قال غابت الشمس وانا عند عبد الله بن عمر فبينما فلما رأيناها قد أشتفى قلنا الصلوة فتأخر حتى غابت الشمس وتعتوبت البنو ثم انه نزل فعلى الصلوة جيتا ثم قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جئنا به السير صلى صلوات هذه يقول يجمع بينهما بعد ليل قال ابو داؤد رواه عاصم بن محمد عن اخيه عن سالم ودواة ابن ابي نجيح عن اسماء عيل بن عبد الرحمن بن ذؤيب ان الجمع بينهما من ابن عمر كان بعد غيوب الشفق

ترجمہ

عبد الملك بن شعيب نے بندہ ابن وہب سے روایت لیٹ بطریق ربیع عبد اللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ آفتاب ڈوب گیا اور میں عبد اللہ بن عمر کے ساتھ تھا ہم چلے اور جب دیکھا کہ رات ہو گئی تو نماز کے لئے کہا گزرا چلے رہے یہاں تک کہ شفق ڈوب گیا۔ تاری ہو چکے لگے تو آپ اترے اور دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھیں۔ اس کے بعد کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ کو جلدی چلنا ہوتا تو اسی طرح نماز پڑھتے۔ یعنی دونوں نمازوں کو رات میں جمع کرتے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو عاصم بن محمد نے بواسطہ اپنے بھائی دعو بن محمد، سالم سے روایت کیا ہے اور ابن ابی نجيح نے اسماء عیل بن عبد الرحمن بن ذؤیب سے روایت کیا ہے کہ ابن عمر نے شفق غائب ہونے کے بعد دونوں نمازیں جمع کیں۔۔۔

(۳۳۵)

قوله قال ابوداؤد رواه الخ

روایت عام کو دارقطنی نے موصلاً یوں روایت کیا ہے۔ حدثنا ابو محمد بن اسعد ثنا عبید اللہ بن سعد ثنا علی حد ثنا عامر بن محمد عن اخيه عمر بن محمد عن نافع وعن سالم قال اتى عبد الله بن عمر فصر من صفية فاسرع السير ثم ذكر عن النبي صلى الله عليه وسلم نحوه وقال بعد ان غاب الشفق بساعة۔۔۔

قولی درواہ ابن ابی نجيح الخ۔ اس تعلق کو امام نسائی نے موصلاً یوں روایت کیا ہے آخرنا اسحاق بن ابراہیم حد ثنا سفیان بن ابی نجيح عن اسماء عیل بن عبد الرحمن بن ذؤیب عن قریش قال صحبت ابن عمر انی فلما غربت الشمس هبت ان اتولى لالصلوة فاسرعى وهب بياض

الافق و فحمة العشاء ثم نزل فصلى المغرب ثلث ركعات اى المغرب ثم صلى ركعتين اى الفتح و على اثرها
ثم قبل بكذا آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل ۱۱۔
اور امام طحاوی نے بطریق ابن عیینہ عن ابن ابی کحج عن اسمعیل بن ابی ذویب ہوں روایت کیا ہے
قال كنت مع ابن عمر دنفیه، فصار حتى ذهب فحمة العشاء و رأينا بياض الافق فنزل فصلى ثلاثا
المغرب و اثنتين العشاء ۱۲۔

قائلین جمع بین الصلواتین نے ان روایات سے حج حقیقی پر استدلال کیا ہے۔ لیکن یہ استدلال غیر
تام ہے اس واسطے کہ حدیث ۲۳۹ میں تصریح گذر چکی کہ حضرت ابن عمر نے مغرب کی نماز آخر
وقت میں ادا کی پھر وقت عشاء کا انتظار کیا اور غیوبت شفق کے بعد عشاء کی نماز پڑھی۔ جب یہ
صراحت موجود ہے تو لامحالہ یہ کہنا چاہئے گا کہ جن روایات میں حتی غاب الشفق ہے وہ بھی قریب
غیوبت تھے اور جن روایات میں بیاض الافق ہے ان میں بیاض سے مراد بیاض اول شفق
جواول غروب آفتاب کے بعد افق میں نمودار ہوتی ہے۔ اور یہ تاویل اس لئے ضروری ہے تاکہ
محممل لفظ صریح لفظ کے معارض نہ ہو۔

سوال۔ صاحب عون المعبود نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر سے مشہور روایت بعد غیوب
الشفق ہے۔ چنانچہ اصحاب ابن عمر میں سے پہلے حفاظ حدیث ائم ہوں عمر۔ عبد اللہ بن یحییٰ
اسمعیل بن ابی ذویب۔ سالم بن عبد اللہ بن ابی ذویب اور نافع بن ابی حمزہ نے یہی روایت کیا ہے
اس کے برخلاف حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلى المغرب ثم انتظر ۱۱۔ الفاظ کی
روایت میں فضیل بن عازد ان متفرد ہے جن کو اس نے عن نافع عن ابن عمر روایت کیا
ہے۔ پس ان حفاظ کے مقابلہ میں فضیل بن عازد ان کی روایت کا کیا وزن ہو سکتا ہے۔
جواب۔ اول تو فضیل بن عازد ان بالاتفاق ثقہ، ثبت اور حجت ہے اور اگر آپ کو مردم شہر
ہی کا شوق ہے تو سنئے۔ اصحاب نافع میں سے عبد الرحمن بن یزید بن جابر، عبد اللہ بن علی
حطاف بن خالد مخزومی، اسامہ بن زید، لیث بن سعد اور اصحاب ابن عمر سے عبد اللہ بن
داؤد صی حفاظ حدیث فضیل بن عازد ان کے ساتھ ہیں :-

۱۔ البخاری فی الجہاد و لفظ حتی کا ان بعد غروب الشفق نزل فصلى المغرب والعشاء جمعاً بینہما ۱۱۔
و ابو الیث الجوث عن عبد الی داؤد ۱۲۔ ۱۱۔ ذکر ابو داؤد تعلیقاً وصلہ الطحاوی و لفظ ۱۱۔ فار
حتى ذهب فحمة العشاء و رأينا بياض الافق ۱۲۔ ذکر ابو داؤد تعلیقاً وصلہ الطحاوی و
الارقطی و لفظ الطحاوی۔ وقال بعد ان غاب الشفق باء ۱۲۔ ۱۱۔ أيضاً ۱۲۔ ذکر ابو داؤد
تعلیقاً وصلہ الطحاوی و الارقطی و لفظ الطحاوی۔ حتی اذا کان فی آخر الشفق نزل فصلى المغرب
ثم قبل العشاء ۱۲۔ ذکر ابو داؤد تعلیقاً و لفظ ۱۱۔ حتی اذا کان عند ذاب الشفق نزل جمعاً
۱۱۔ حدیث عند الطحاوی۔ و الارقطی دنفیه۔ حتی اذا کان عند الشفق ان یغیب نزل الشفق
۱۱۔ عند الطحاوی بلفظ ۱۱۔ حتی اذا کان عند غیوب الشفق نزل جمعاً بینہما ۱۲۔ ۱۱۔ عند الطحاوی و لفظ ۱۱۔
حتى ثم الشفق ان یغیب ۱۲۔ ۱۱۔ عند ابی داؤد و قد تقدم فی حدیث نافع ۱۲۔ ۱۱۔

(۲۵۳) حدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ مَوْهَبٍ الْمَعْنَى قَالَا نَا الْمُفَضَّلُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَرْيَخَ الشَّمْسُ آخِرَ الظُّهْرِ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ دَاخَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحَلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَانَ مُفَضَّلٌ قَاضِيًا مَصْرَ كَانَ بِجَانِبِ الدَّعْوَةِ وَهُوَ ابْنُ فُضَّالَةَ

ترجمہ

قتیبہ اور ابن مویہب نے ابنہ مفصل بطریق عقیل بروایت ابن شہاب حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کی تاخیر کرتے عصر تک پھراتے اور دونوں نمازوں کو جمع کرتے اور اگر آفتاب کوچ سے پہلے ڈھل جاتا تو آپ ظہر پڑھ کر سوار ہو جاتے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ مفصل بن فضالہ مصر کے قاضی اور سحاب الدعوات تھے۔۔۔ تشریح

صرف اپنے شیخ الشیخ مفصل کا تعارف مقصود ہے کہ مفصل بن فضالہ
 قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۳۶) ہیں جو مصر کے قاضی اور بڑے سحاب الدعوات تھے۔

۱۳۱

(۲۵۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي جَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الطَّيْفِيلِ عَامِرِ بْنِ وَائِلَةَ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةٍ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَرْيَخَ الشَّمْسُ آخِرَ الظُّهْرِ حَتَّى يَجْمَعَهَا إِلَى الْعَصْرِ فَيُصَلِّيْهِمَا جَمِيعًا وَإِذَا ارْتَحَلَ جَدَّ رَيَخَ الشَّمْسِ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ثُمَّ سَارَ وَكَانَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ آخِرَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يُصَلِّيَهُمَا مَعَ الْعِشَاءِ وَإِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ تَحَلَّلَ الْعِشَاءَ فَصَلَّاهُمَا مَعَ الْمَغْرِبِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَلَمْ يَرَوْهُ هَذَا الْحَدِيثُ إِلَّا قُتَيْبَةُ وَحْدَهُ

ترجمہ

قتیبہ بن سعید نے بند لیتھ بطریق یزید بن ابی حبیب بواسطہ ابو الطیفیل عامر بن وائل حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں جب آفتاب ڈھلنے سے پہلے کوچ کرتے تو ظہر میں تاخیر فرماتے عصر تک اور ظہر کو لا پڑھ لیتے اور جب آفتاب ڈھلنے کے بعد کوچ کرتے ظہر اور عصر پڑھ کر چلے اور جب پہلے کوچ کرتے تو ظہر میں تاخیر کرتے اور عشاء کی پڑھ لیتے اور جب مغرب کے بعد چلنے تو عشاء کو مغرب کے ساتھ پڑھ کر چلتے۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو قتیبہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔۔۔ تشریح

(۳۳۷)

قوله قال ابوداؤد الخ (۳۳۷) ہم نے باب کے شروع میں بتایا تھا کہ جمع کی دو صورتیں ہیں جمع تقدیم جمع تاخیر۔ جو لوگ جمع تقدیم کو بھی جائز کہتے ہیں ان کی دلیل حدیث معاذ کی یہی حدیث ہے۔

لیکن اس حدیث کی بابت محدثین کو کلام ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں کہ جمع تقدیم کے سلسلہ میں حضرت معاذ کی حدیث مشہور ہے لیکن ائمہ حدیث نے نفرد قتیبہ کی وجہ سے اس کو محلول قرار دیا ہے۔ صاحب بدر منیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق حفاظ حدیث کے پانچ قول ہیں: ۱۔ حسن غریب ہے (قال الترمذی) ۲۔ محفوظ صحیح ہے (قال ابن حبان) ۳۔ منکر ہے (قال ابوداؤد) ۴۔ منقطع ہے (قال ابن حزم) ۵۔ موضوع ہے (قال المحاکم) قاضی شوکانی فرماتے ہیں کہ حدیث معاذ کو ابن حبان، حاکم، دارقطنی اور سیوطی نے بھی روایت کیا ہے۔ لیکن اہل علم کے یہاں حدیث معاذ جو معدوم ہے وہ صحیح مسلم میں حدیث ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ ہے جس میں جمع تقدیم کا ذکر یہ نہیں ہے۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ جمع تقدیم کے سلسلہ میں کوئی حدیث مستقیم نہیں ہے۔ اس قول میں بھی حدیث کی تضعیف ہی مقصود ہے کہ یہ شاذ ہے کیونکہ لیث بن سعد سے دیگر ثقہ اور حافظ راویوں نے جمع تقدیم کو ذکر نہیں کیا۔

(۱۶۷) باب مَتَى يُتَمُّ الْمَسَافِرُ

(۲۵۵) حدثنا محمد بن العلاء و عثمان بن ابی شیبۃ المعنی و احدا قالانا حفص عن عاصم عن عکرمة عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اقام سبع عشرة بمكة يقصر الصلوة قال ابن عباس ومن اقام سبع عشرة قَصَرَ ومن اقام اكثر اتمَّ، قال ابوداؤد وقال عباد بن منصور عن عکرمة عن ابن عباس قال اقام تسع عشرة

ترجمہ

محمد بن علاء اور عثمان بن ابی شیبہ نے بن حفص بروایت عاصم بواسطہ عکرمة حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سترہ دن تک کہیں رہے اور قصر کرتے رہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جو شخص سترہ دن تک ٹھہرے وہ قصر کیا کرے اور جو اس سے زیادہ ٹھہرے وہ پوری نماز پڑھے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ عباد بن منصور نے بواسطہ عکرمة حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ انیس دن تک رہے۔ ۱۔ تشریح

قول میں باب الخ۔ احناف اور سفیان توری کے نزدیک جو شخص شرعاً مسافر ہو وہ برابر قصر کرتا رہے گا یہاں تک کہ مدت سفر پوری کرنے سے پہلے واپسی وطن کا ارادہ کرے یا مدت سفر پوری کرے وطن آجائے یا مدت پوری ہونے کے بعد دوسرے مقام میں داخل ہو کر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔

پندرہ یا اس سے زیادہ ایام کی اقامت پر اتمام کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ "اذا قدمت بلدة وانت مسافر فاني لفك ان تقیم خمسة عشر يوماً اكمل الصلوة بهاد ان كنت لا تدري متى تغلبن فاقصر يا" جب کوئی شخص کسی شہر میں مسافر ہو کر آئے اور پندرہ روز تک ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے اور اگر اتنی اقامت کا ارادہ نہ ہو تو قصر کرے مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جب آپ پندرہ روز کی اقامت کا ارادہ کر لیتے تو پوری نماز پڑھتے تھے۔

امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اگر بارہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے۔ اسحاق بن راہویہ کے یہاں انیس روز سے کم کی اقامت میں قصر ہے اور انیس سے زائد میں اتمام۔ امام مالک، امام شافعی اور لیث بن سعد کے نزدیک چار روز کی اقامت پر اتمام ہے۔ کیونکہ عطاء خراسانی نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے۔ "ان قال من اجمع علی ان یصلی و یوم مسافر اتم الصلوة" کہ جو شخص چار روز ٹھہرنے کی نیت کرے وہ پوری نماز پڑھے۔

جواب یہ ہے کہ اول تو خود حضرت سعید بن المسیب سے اس کے خلاف مروی ہے۔ چنانچہ داؤد بن ابی ہند کی روایت ہے۔ "قال اذا اقام المسافر خمسة عشر يوماً او ليلة اتم الصلوة واما ان من دین ذلک فلیقصر و احکام"۔

دوسرے یہ کہ یہ حضرت انس کی صحیح حدیث کے خلاف ہے جس کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے۔ قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المذینة الی مکة وکان یصلی رکعتین حتی رجعنا الی المذینة قلت کم اتمم بمكة قال اتما بیہا عشرًا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ پہنچے اور آپ مدینہ واپس ہونے تک دو رکعتیں پڑھتے رہے۔ میں نے پوچھا کہ مکہ میں کتنے دن مقیم رہے، فرمایا دس روز۔

سوال بخاری، ابن ماجہ اور سنن بیہقی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ مکہ میں انیس روز مقیم رہے اور قصر کرتے رہے، تو یہ احناف کے بھی خلاف ہے۔ جواب۔ حدیث انس حجۃ الوداع سے متعلق ہے۔ دیکھا ہو صریح فی بعض الطرق عند مسلم، اور حدیث ابن عباس حج مکہ سے متعلق ہے۔ دیکھا ہو صریح عند احمد اقام بمكة عام الفتح، اور حدیث ابن عباس میں ایام اقامت مختلف ہیں جن کی تشویش قول کے ذیل میں آ رہی ہے۔

اور اگر کسی نے پندرہ روز سے کم اقامت کی نیت کی یا بالکل نیت ہی نہیں کی اور برسوں تک رہتا رہا تو وہ برسوں تک قصر ہی کرتا رہے گا جب تک وہ پندرہ یا اس سے زیادہ دن ٹھہرنا پختہ ارادہ نہ کرے۔

کیونکہ روایات میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور ابی بن کعبؓ ماہ، عبد الرحمن بن سمرہؓ بلاد فارس میں دو سال، انس بن مالکؓ ملک شام میں دو ماہ، سعد بن ابی وقاصؓ قری شام میں چالیس روز اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں بیس روز اور خیبر میں چالیس روز رہے اور برابر قصر فرماتے رہے۔

(۳۳۸)

عبدالبن منصور کی اس تعلیق کو حافظ بیہقی نے سنن میں موصول
قوله قال ابو داود داود

انہیں دن ہیں اور ابو داؤد بیہقی کی ایک روایت میں سترہ دن ہیں اور دوسری روایت عمر بن حصین میں اٹھارہ دن ہیں اور ابو داؤد بیہقی، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں پندرہ دن۔ حافظ بیہقی کتاب المعروضہ میں فرماتے ہیں کہ ان روایات میں کوئی تعارض نہیں بلکہ عجیب محکم ہے بایں طور کہ انہیں دن دالی روایت میں دخول و خروج کے دو دن بھی شمار ہیں اور سترہ دن دالی روایت میں یہ دونوں متردک ہیں۔ اور اٹھارہ دن دالی روایت میں ان میں سے صرف ایک دن شمار ہے۔ یہی پندرہ دن دالی روایت کو اس کو امام نووی نے خلاصہ میں ضعیف کہا ہے۔

لیکن امام کا اس روایت کو ضعیف کہنا صحیح نہیں کیونکہ اس کے کل روات نق ہیں پھر اس روایت میں ابن اسحاق منفرد بھی نہیں بلکہ امام نسائی نے بروایت عراک بن مالک عن عبیدہ اسی طرح روایت کیا ہے۔ جب روایت صحیح ٹھہری تو یوں تعلیق دی جائے گی کہ راوی نے سترہ دن دالی روایت کو اصل سمجھا اور اس سے دخول و خروج کے دو دن حذف کر دیے۔

۱۳۲

(۳۵۶) حدثنا الثعلبی نا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحق عن الزهري عن عبيد الله بن عبد الله عن ابن عباس قال اقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة عام الفجة خمس عشرة يَفْضُرُ الصلوة ، قال ابو داود مروى هذا الحديث عبد الله بن سليمان واحمد بن خالد الوهبي وسلمة بن الفضل عن ابن اسحق لم يذكروا فيه ابن عباس

ترجمہ

عبد الرزاق فی مصنف دا بیہقی فی المعرفة دا احمد فی مسند ۱۲ ع عبد الرزاق دا بیہقی ۱۲
 ع عبد الرزاق فی مصنف دا بیہقی فی الکبری ۱۲ للع بیہقی فی المعرفة دا الحمادی ۱۲ ابو داؤد
 فی السنن دا بیہقی فی المعرفة دا السنن ۱۲ ع عبد الرزاق فی مصنف دا بیہقی فی سنن ۱۲

نفسی نے بند محمد بن سلیٰ بطریق محمد بن اسحاق بروایت زہری بواسطہ عبید اللہ بن عبد اللہ
حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال میں پندرہ روز رہے
اور قصر کرتے رہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو عبیدہ بن سلیمان، احمد بن خالد و یحییٰ
ابن یوسف نے ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے حضرت ابن عباس کو ذکر نہیں کیا۔ (تفسیر
۳۳۹) اس قول میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ نے جو زیر بحث حدیث کو نقل
قوله قال ابو داؤد الخ | روایت کیا ہے یہ غیر محفوظ ہے اور صحیح وہ ہے جو عبیدہ بن سلیمان، احمد بن خالد
و یحییٰ ابن مسلمہ بن فضل نے محمد بن اسحاق سے مرسل روایت کیا ہے۔

(۶۸) بَابُ اِذَا قَامَ بِأَرْضِ الْعَدُوِّ يَقْصِرُ

(۲۵۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ نَا عَبْدَ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي
كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ أَقَامَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَبُوكَ عَشْرِينَ يَوْمًا يَقْصِرُ الصَّلَاةَ ،
قَالَ أَبُو دَاوُدَ غَيْرُهُ مَعْمَرٌ لَا يُسْتَدْرَكُ

۱۳۵

ترجمہ — احمد بن حنبل نے بند عبد الرزاق باخبر معمر بروایت یحییٰ بن ابی کثیر بواسطہ محمد بن عبد الرحمن بن
ثوبان حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں بیس روز
رہے اور قصر فرماتے رہے۔ ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس کو معمر کے علاوہ کسی نے مندرجہ نہیں کیا۔ (تفسیر
قولہ بَابُ اِذَا قَامَ بِأَرْضِ الْعَدُوِّ يَقْصِرُ) صحت اقامت کے لئے اس جگہ کا محل اقامت ہونا درنیت میں تردد کا
نہ ہونا شرط ہے پس اگر لشکر اسلام نے دار الحرب میں اقامت کی نیت کرنا تو وہ مقیم نہ ہوں گے
مساخر ہی رہیں گے اور جب تک واپس نہ ہوں گے قصر کرتے رہیں گے چاہے وہاں پندرہ روز
ٹھہریا یا اس سے زیادہ۔ احناف کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی سے کبھی بھی مر دی ہے۔
وجہ یہ ہے کہ دار الحرب محل اقامت نہ جائے قرار نہیں بلکہ وہاں ٹھہرنے کا مقصد تو صرف فتح
و نصرت اور دشمن کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنا ہوتا ہے اور کامیابی حاصل کر لینا امکان پر آن
رہتا ہے اس لئے سرزمین دشمن میں نیت اقامت کا اعتبار نہیں چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اگر
کامیاب اتفاق ہو کہ مسافر جب تک اقامت کا پختہ ارادہ نہ کرے قہری کرتا رہے گا گو سالہا سال گزر جائیں۔
(۳۴۰) قولہ قال ابو داؤد الخ | یعنی زیر بحث حدیث کو مسند اردایت کرنے میں معمر مستفرد ہے۔
عن ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا ہے۔

(۱۶۹) بَابُ صَلَوةِ الْحَرْفِ

مَنْ رَأَى أَنْ يَصِلَ بِهِمْ وَهُمْ صَفَانِ فَيَكْبِرُ بِهِمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَرْكَعُ بِهِمْ جَمِيعًا ثُمَّ
يَسْجُدُ الْإِقَامَ وَالصَّفَّ الَّذِي يَلِيهِ وَالْآخَرُونَ قِيَامًا يَتَّخِذُونَ مَقَامَ قَائِمِهِمْ
فَأَمَّا سَجْدَ الْآخَرُونَ الَّذِينَ كَانُوا خَلْفَهُمْ ثُمَّ تَأَخَّرَ الصَّفَّ الَّذِي يَلِيهِ إِلَى
مَقَامِ الْآخَرِينَ فَتَقَدَّمَ الصَّفُّ الْآخِرُ إِلَى مَقَامِهِمْ ثُمَّ يَرْكَعُ الْإِقَامَ وَ
يَرْكَعُونَ جَمِيعًا ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَسْجُدُ الصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ وَالْآخَرُونَ يَحْمِلُونَ سَوْنَهُمْ فَأَمَّا
جَلْسَ الْإِقَامَ وَالصَّفَّ الَّذِي يَلِيهِ سَجْدَ الْآخَرُونَ ثُمَّ جَلَسُوا جَمِيعًا ثُمَّ سَلَّمَ
عَلَيْهِمْ جَمِيعًا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا قَوْلُ سَفِيَّانَ

ترجمہ

جن لوگوں کے نزدیک صلوٰۃ خوف کی کیفیت یہ ہے کہ مقتدی دو صف کریں اور سب امام کے
ساتھ تکبیر کہیں پھر رکوع کریں اس کے بعد امام اور آگے والی صف سجدہ کرے اور پچھلی صف
کھڑکی ہوئی کا فرد کو دیکھتی رہے جب امام اور آگلی صف دالے سجدوں سے فارغ ہو کر کھڑے
ہوں تو پچھلی صف دالے سجدہ کریں پھر آگے کی صف تکچھے آجائے اور پچھلی آگے بڑھ جائے جب
امام رکوع کرے سب رکوع کریں پھر امام سجدہ کرے اور آگلی صف دالے سجدہ کریں اور پچھلی صف
دالے جو پہلی رکعت میں آگے تھے نگہبانی کرتے ہوئے کھڑے رہیں۔ جب امام اور آگلی صف
دالے سجدوں سے فارغ ہو کر بیٹھ جائیں تو پچھلی صف دالے سجدہ کریں اس کے بعد سب بیٹھ
جائیں اور ایک ساتھ امام سب پر سلام پھیرے۔ ابو داؤد کہتے ہیں سفیان کا یہی قول ہے۔ تشریح
قول باب النحر نماز ایک ایسا بنیادی فریضہ ہے کہ جب تک انسان کے ہوش و حواس قائم نہیں
شعبہ دروز میں پانچ بار ادا کرنا ضروری ہے۔ کسی حالت میں بھی ترک جائز نہیں لیکن انسان کی
زندگی میں ایسے مراحل بھی آتے ہیں کہ نماز ادا کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ بعض اوقات محال ہو جاتا
ہے۔ زمانہ امن و امان میں اطمینان کے ساتھ ادا کر لینا بہت آسان ہے۔ لیکن زمانہ جنگ
اور خوف و خطر کی حالت میں سکون کے ساتھ نماز پڑھنا بالکل مشکل ہوتا ہے بلکہ بعض
اوقات چند منٹ نماز کے لئے وقف کرنے کا مطلب دشمن کے قاتلانہ کمر کوں ہو سکتا ہے۔ مگر اس
طرح کے ہنگامی حالات میں کبھی نماز ایک قلم موقوف نہیں کی گئی بلکہ اس کی ادائیگی کے
طریق میں ایسی سہولت پیدا کر دی گئی کہ جہاں یہ فریضہ ترک نہ ہونے پائے وہاں دشمن کو بھی
غلبہ پانے کا موقع نہ ملے۔ صلوٰۃ خوف کا حکم قرآن پاک کے پانچوں پارے میں بہت صراحت
کے ساتھ آیا ہے اور اس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔

البتہ اس سلسلہ میں کچھ علماء نے بعض قرآن سے یہ سمجھا ہے کہ یہ صرف حالت سفر کیلئے ہے حالت اقامت میں تخفیف کا حکم نہیں ہے۔ امام مالک کی ایک رائے یہی ہے بعض کے نزدیک حکم تخفیف صرف عہد رسالت تک تھا اگر آپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص امام نہیں بن سکتا۔ آپ کے بعد کیے بعد دیگرے دو امام نماز پڑھا سکتے ہیں۔ لہذا اب اس کی ضرورت نہیں امام مرنے، حسن بن زیاد اور امام ابو یوسف کا خیال یہی ہے۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم عام ہے نہ آپ کی حیات تک ہی رہتا ہے نہ سفر کے ساتھ مختص کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات الرقاع، بطن نخد، عصفان، ذی قرد چار جگہوں میں نماز خوف پڑھی ہے۔ ابن القصار مالکی نے دس مرتبہ اور شیخ ابن العربی نے چوبیس مرتبہ نماز خوف پڑھنا نقل کیا ہے۔ قاضی عیاض نے وہ مقامات بھی ذکر کئے ہیں جہاں آپ نے نماز خوف پڑھی ہے۔ آپ کے بعد متعدد صحابہ نے مختلف مواقع پر نماز خوف ادا کی ہے چنانچہ حضرت سعید بن العاص کے ساتھ طبرستان کی فتح میں حضرت عذیفہ نے سردار کی اجازت سے ایک ایک رکعت کر کے نماز خوف پڑھائی (ابوداؤد، نسائی، عبد الرحمن بن سمرہ نے کابل پر جہاد کرنے میں نماز خوف پڑھائی اور حضرت علی نے لیلۃ الہریرہ صفین میں مغرب کی نماز خوف پڑھائی (بیہقی، ابویوسفی اشعری نے اصہبان میں نماز خوف پڑھائی۔

سوال۔ اگر نماز خوف جائز ہوتی تو غزوہ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں کیوں تغایر ہو گیا؟
جواب۔ غزوہ خندق مقدم ہے اور نماز خوف مؤخر جیسا کہ نسائی، ابن ابی شیبہ، عبد الرزاق، بیہقی، دارمی، شافعی اور ابویعلیٰ کی روایات سے ثابت ہے۔ قال القاضی عیاض فی "الشفار" و"الصحیح" ان حدیث الخندق کان قبل تبدل الآیۃ احدہ "پس صلوۃ خوف کا حکم آئے کے بعد تاخیر صلوۃ منوخ قرار پائی۔ علاوہ ازیں غزوہ خندق میں اس کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ امام ابو یوسف کے مقابلہ میں ان تمام جمہور کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ بسوط، ملتقی، البحر سفید اور ابونصر بغدادی کی شرح مختصر الکفری میں منصوص ہے کہ امام ابو یوسف نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے پس ہمارے اصحاب کے نزدیک اور علماء کے یہاں نماز خوف بالاتفاق جائز ہے۔ اختلاف صرف افضلیت میں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف مختلف طرق سے ادا کی ہے۔

حدیث ذات الرقاع اخریہ الشیخان عن سہل بن ابی حمزہ، و حدیث بطن نخدہ اخریہ النسائی، الطحاوی و الطیالسی و احمد بن حنبل و حدیث عصفان اخریہ ابوداؤد و النسائی و الطحاوی و البیہقی و احمد بن حنبل و حدیث ذی قرد اخریہ النسائی و الطحاوی و المحاکم عن ابن عباس ۱۲

حدیث قال ابیسی اختلاف الفقہاء فی التزیج فقال طا ئفۃ یعمل منہا ہا کان اشہ بظاہر القرآن و قال طا ئفۃ یجتہد فی طلب اخیر فانہ انما ینتج لما قبلہ و قال طا ئفۃ یوحا با صحبہا نقلاً و علا ہا رداء و قال طا ئفۃ یوحا بحبہا علی اختلاف احوال الخوف فاذا اشتد الخوف اخذ باسیرا مونتہ ۱۳ بڈل

صاحب کتاب نے سنن میں اور امام حاکم نے آٹھ صورتیں اور ابن حبان نے بیس صورتیں اور قاضی عیاض نے اکمال میں تیرہ صورتیں ذکر کی ہیں۔

حافظ ابن حجر نے تلخیص میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز خوف چودہ طریق کے ساتھ مروی ہے جن کو ابن حزم نے ایک مستقل جز میں ذکر کیا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کی صورتیں سولہ تک پہنچ جاتی ہیں۔ حافظ عراقی شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ میں نے صلوۃ خوف سے متعلق احادیث دارودہ کے طرق کو جمع کیا تو اس کی صورتیں سترہ تک پہنچ گئیں۔ حافظ ابن عبد البر نے تمہید میں چھ صورتیں مع نقل مذاہب ذکر کی ہیں جن کی توضیح یہ ہے کہ سفیان ثوری اور ابن ابی لیلی کا قول حدیث ابو عیاش زرقی کے موافق ہے جو زیر بحث باب کے ذیل میں ہے۔ امام شافعی کا بھی ایک قول اسی کے موافق ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ابو ثور کا مل روایت صالح بن خوات عن صلی پر ہے جو باب ۱۱ کے ذیل میں آ رہا ہے۔ امام انداعی اور اشہب مالکی کے یہاں حدیث ابن عمر مسنول بہ ہے جو باب ۱۲ کے ذیل میں مروی ہے دوہو جائز عند الشافعی ایضا، اخاف کا مل حدیث ابن سعد پر ہے جو باب ۱۳ کے ذیل میں مروی ہے۔ حضرت حسن بصری، ضحاک اور اسحاق بن راہویچہ حدیث حدیث کو اختیار کیا جو باب ۱۴ کے ذیل میں ہے اور حضرت حسن کا فتویٰ حدیث ابو بکرہ پر ہے جو باب ۱۵ کے ذیل میں آئے گی۔

۱۳۸ قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۴۱) یعنی نماز خوف کی جو صورت اوپر مذکور ہوئی یہ سفیان ثوری کا قول ہے اور بقول حافظ ابن عبد البر، ابن ابی لیلی بھی اسی کے قائل ہیں۔ نیز یہ ایک

قول امام شافعی کا بھی ہے لیکن یہ صورت ظاہر آیت کے خلاف ہے کیونکہ آیت کا مقتضی یہ ہے کہ طائفہ ثانیہ کا تحریم امام کے تحریم کے ساتھ نہ ہو اور صورت مذکورہ میں دونوں جامعین کا تحریم امام کیساتھ ہے۔

(۲۵۸) حدیثنا سعید بن منصور نا جری بن عبد الحمید عن منصور عن مجاہد عن ابی عیاض الترمذی قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بضمفان وعلی المشرکین خالد بن الولید قصلینا الظہر فقال المشرکون لقد آصبتا غرۃ

لہ الا نصاری صحابی امہ زید بن مسعود بن النعمان بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن معاویہ بن النضر واما ابو علی اذی روی عنہ ابو حلیح الزبای حدیثنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قال من اذی لا الا اللہ مدہ لاشک لہ وانا ظاہر من کلام المحدثین انہ جو الاول ۱۲ بدل لہ قلت ولم اتفق علی اھذہ القصۃ فی ای غرۃ وقعت فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل بضمفان فی غرۃ بنی لحیان ولم یکن فیہا قتال۔ قال بعض اہل التاریخ ولم یلقوا اعداء انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المذینہ ولم یلق کیداً، ولا ثبت من کتب التاریخ ان خالد بن الولید کان امیراً حینہ علی المشرکین ۱۲ بدل لہ ونقل التاریخ فی البذل من تقریر التاریخ انہ فصل فی غرۃ عشر مہرۃ بحسب الظاہر ہی صلیغ اکثر منہا ابداء بعض الاحتمالات فی بعض الروایات ۱۲

لقد آصَبْنَا غَفْلَةً لَوْ كُنَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ فَتَزَلَّتْ آيَةُ الْقُرْآنِ بَيْنَ
الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَلَمَّا خَفَرَتِ الْعَصْرُ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَالْمَشْرُوكُونَ مَا مَهْ فَصَفَّتْ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ صَفٌّ وَصَفٌّ بَعْدَ ذَلِكَ الصَّفِّ صَفٌّ آخَرُ فَرَكِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ وَرَكَعُوا جَمِيعًا ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَةَ الصَّفِّ الَّذِي يَلُونَهُ وَقَامَ الْآخَرُونَ
يُحْسِنُونَ ثُمَّ فَلَمَّا صَلَّى هَؤُلَاءِ السَّجْدَتَيْنِ وَقَامُوا سَجَدَ الْآخَرُونَ الَّذِينَ كَانُوا
خَلْفَهُمْ ثُمَّ تَأَخَّرَ الصَّفِّ الَّذِي يَلِيهِ إِلَى مَقَامِ الْآخَرِينَ وَتَقَدَّمَ الصَّفِّ
الْآخِرُ إِلَى مَقَامِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
رَكَعُوا جَمِيعًا ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدَ الصَّفِّ الَّذِي يَلِيهِ وَقَامَ الْآخَرُونَ يُحْسِنُونَ ثُمَّ فَلَمَّا
جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّفِّ الَّذِي يَلِيهِ سَجَدَ الْآخَرُونَ ثُمَّ
جَلَسُوا جَمِيعًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ جَمِيعًا فَقَتَلَهَا بِعُضْقَانٍ وَصَلَّاهَا يَوْمَ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ
أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ وَهَشَامٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَلِكَ رَوَاهُ دَاوُدُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَكَذَلِكَ
عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ قَتَادَةُ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ حِطَّانٍ
عَنْ أَبِي مُوسَى يَنْعَلُهُ وَكَذَلِكَ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ جَاهِدٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَكَذَلِكَ هَشَامٌ بْنُ عَرَفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَوْلُ التَّوَرِ
حَلِّ لُغَاتٍ

عُفَّانِ كُثْمَانِ۔ بقول ابو منصور جحفہ اور مکہ کے درمیان پانی پینے کی ایک جگہ ہے جو مکہ سے دو
مرحلے پر ہے۔ اور بقول بعض مکہ سے چھتیس میل فاصلہ پر ایک بستی ہے جو تہامہ کی سرحد
پر ہے (در اصد الاطلاع)، علامہ سکری نے ذکر کیا ہے کہ حفافہ مکہ سے بطریق مدینہ دو مرحلے پر ہے
جہاں شہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائیوں سے جنگ کے لئے تشریف لائے تھے۔
خرۃ عقلم، بحر سونہم دن، ض، خرۃ۔ نگہبانی اور حفاظت کرنا۔ ترجمہ
سعید بن منصور نے بند جریر بن عبد الحمید بردایت منصور بواسطہ جابر حضرت ابو عیاش رضی
سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے عصفان
میں، اور ان دنوں خالد بن الولید مشرکوں کے سردار تھے،
جب ہم نے ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکوں نے کہا، ہم سے غفلت ہو گئی، ہم سے چوک ہو گئی اگر
ہم ان پر نماز میں حملہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ پس ظہر عصر کے درمیان آیت نصر نازل ہوئی۔

جب عصر کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہوئے۔ مشرکین آپ کے سامنے تھے۔ پس آپ کے پیچھے ایک صف کھڑی ہوئی اور اس کے پیچھے ایک اور صف کھڑی ہوئی۔ آپ نے اور سب لوگوں نے رکوع کیا پھر آپ نے اور پہلی صف والوں نے سجدہ کیا اور پچھلی صف والے نگہبانی کرتے ہوئے کھڑے رہے۔ جب پہلی صف والے بجدوں سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو پچھلی صف والوں نے سجدہ کیا اس کے بعد پہلی صف والے پیچھے آگئے اور پچھلی صف والے آگے بڑھ گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے پیچھے رکوع کیا پھر آپ نے اور آپ کے ساتھ ان لوگوں نے جو پہلی رکعت میں پچھلی صف میں تھے سجدہ کیا اور پچھلی صف والے جو پہلی رکعت میں الگ صف میں تھے نگہبانی کرتے ہوئے کھڑے رہے۔ جب آپ سجدوں سے فارغ ہو کر بیٹھے اور پہلی صف والے بھی بیٹھے تو پچھلی صف والوں نے سجدہ کیا پھر سب بیٹھ گئے اور آپ نے سب پر سلام پھیرا۔ اسی طرح آپ نے عسکان اور بنی سلیم میں نماز پڑھی۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ ایوب دہشام نے بردایت ابو الزبیر بواسطہ حضرت جابر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے اور اسی طرح اس کو داؤد بن حصین نے بواسطہ عکرمہ بن عمار سے اور عبد الملک بن عطار نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اسی طرح قتادہ نے بردایت حسن بواسطہ حطان حضرت ابو موسیٰ سے ان کے فضل اور عکرمہ بن خالد نے بواسطہ جابر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ہشام بن عروہ نے بواسطہ داؤد بن عروہ سے کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی کا بھی یہی قول ہے۔۔۔ تشریح

قولہ قال ابوداؤد رواہ الخ (۳۴۲) یعنی ایوب دہشام نے بواسطہ ابو الزبیر حضرت جابر سے اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے۔ حدیث ایوب کی تخریج ابن ماجہ نے اور حدیث ہشام کی تخریج ابن جریر نے کی ہے اور حدیث داؤد بن حصین عن عکرمہ بن ابن عباس کی تخریج اور حدیث عبد الملک بن عطار عن جابر کی تخریج امام نسائی نے کی ہے۔

قولہ قال ابوداؤد کذا کذا قتادہ الخ (۳۴۳) شیخ فرماتے ہیں کہ کتب حدیث سے یہ اثر معلوم نہیں ہو سکا بجز اس روایت کے جس کو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں عن یونس بن عبید عن الحسن:۔ روایت کیا ہے:۔ ان اباموسیٰ الاشعری صلی باھی صلواتہ الخوف باصبهان اذا غزا قال فضلی بطائفۃ من القوم رکعتہ طائفۃ تحرس فئس ہولاء الذین صلی ہم رکعتہ وعلفہم الا خرون فقاوا مقام ہم فضلی ہم رکعتہ ثم سلم فقامت کل طائفۃ فصلت رکعتہ۔ مگر اس میں جن اور ابو موسیٰ کے درمیان حطان کا ذکر نہیں ہے۔ دیسے بھی اسکا بیان و سابق حدیث ابو ہریرہ سے خلاف ہے۔۔۔

(۱۷۰) بَابُ مَنْ قَالَ يَقُومُ صَفًّا مَعَ الْقَامِ وَصَفًّا وَجَاءَ الْعَدُوُّ

فَيُصَلِّي بِالَّذِينَ يَلُونَهُ رُكْعَةً ثُمَّ يَقُومُ قَائِمًا حَتَّى يُصَلِّيَ الَّذِينَ مَعَهُ رُكْعَةً أُخْرَى ثُمَّ
يَنْصَرِفُوا فَيُصَلُّوا وَجَاءَ الْعَدُوُّ وَتَجِيئُ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَيُصَلِّي بِهَمْ رُكْعَةً وَ
يُثَبِّتُ جَالِسًا فَيَتِمُّونَ لِنَفْسِهِمْ رُكْعَةً أُخْرَى ثُمَّ يُسَلِّمُ بِهَمْ جَمِيعًا

ترجمہ

دوسرا مذہب یہ ہے کہ ایک صف امام کے ساتھ قائم ہوا اور دوسری صف دشمن کے مقابل
پر ہو تو اپنے ساتھ والوں کو ایک رکعت پڑھائے اور امام کھڑا رہے یہاں تک کہ یہ سب لوگ
دوسری رکعت پڑھ لیں۔ پھر یہ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور دوسری جماعت اگر امام
کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور امام بیٹھا رہے یہاں تک جماعت ثانیہ پہلی رکعت پوری کرے
اس کے بعد ان سب کے ساتھ سلام پھیرے۔

(۲۵۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ أَبِي نَاسْتَبْتُهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خُوَاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَتْمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ صَلَّى يَأْتِيهِ فِي خَوْفٍ فَجَعَلَهُمْ خَلْفَهُ صَفَيْنِ فَصَلَّى بِالَّذِينَ يَلُونَهُ رُكْعَةً ثُمَّ
قَامَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى صَلَّى الَّذِينَ خَلْفَهُمْ رُكْعَةً ثُمَّ تَقَدَّمُوا وَتَأَخَّرَ الَّذِينَ كَانُوا
قَدَّمَاهُمْ فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْعَةً ثُمَّ قَعَدَ حَتَّى صَلَّى الَّذِينَ تَخَلَّفُوا رُكْعَةً ثُمَّ
سَلَّمَ بِهَامَالِ أَبُو دَاوُدَ مَا رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ نَحْوُ رَوَايَةِ يَزِيدَ بْنِ زُمَانَ إِلَّا
أَنَّهُ خَالَفَهُ فِي السَّلَامِ وَرَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ نَحْوُ رَوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ وَثَبْتُ قَائِمًا۔

ترجمہ

عبد اللہ بن معاذ نے بند والد (معاذ) جو روایت شعبہ بطریق عبد الرحمن بن القاسم بواسطہ
والدہ قائم، عن صالح بن خوات حضرت سہل بن ابی حتمہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نماز خوف پڑھائی تو ان کی دو صفیں کیں۔ پس پہلے اٹھی صف
دالوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر آپ کھڑے رہے اور پچھلے لوگ ایک رکعت پڑھ کر
آگے بڑھ گئے اور آگے والے پیچھے چلے گئے۔ اب جو آگے بڑھ گئے تھے ان کے ساتھ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھی اور آپ بیٹھے رہے یہاں تک کہ جو لوگ پیچھے چلے

گئے تھے انھوں نے ایک رکعت اور پڑھی اس کے بعد آپ نے سلام پھیرا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ قاسم سے یحییٰ بن سعید کی روایت یزید بن رومان کی روایت کے مثل ہے بجز آنکہ اس نے سلام میں اس کے خلاف کیا ہے۔ اور عبید اللہ کی روایت یحییٰ بن سعید کی روایت کے مثل ہے جس میں یہ ہے کہ آپ کھڑے رہے۔

قال ابوداؤد سے آخر تک عبارت مکر رہے اور یہاں بے محل ہے کیونکہ قولہ قال ابوداؤد الخ اس سے پہلے نہ روایت یحییٰ کا ذکر آیا ہے اور نہ روایت یزید بن رومان کا یہی عبارت لگے باب کے آخر میں آ رہی ہے فلینظر۔

(۱۷۱) باب من قال اذا صلى ركعة وثبت قائماً استموا لانفسهم ركعة

ثم سلموا ثم انصروا فاكلوا وجاء العدو واختلف في السلام

ترجمہ

تیسرا مذہب یہ ہے کہ امام جب ایک گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے تو وہ کھڑا رہے اور لوگ اکیلے اکیلے ایک رکعت اور پڑھ کر سلام پھیر دیں اور دشمن کے سامنے چلے جائیں اور سلام میں اختلاف کیا ہو۔

(۲۶۰) حدثنا القعنبي عن مالك عن يحيى بن سعيد عن القاسم بن محمد عن صالح بن خوات الانصاري ان سهيل بن ابي حنيفة الانصاري حدثه ان صلوٰۃ الخوف ان يقوم الامام وطائفة من اصحابه وطائفة مواجعة العدو فيركع الامام ركعة ويسجد بالذين معه ثم يقوم قائداً استوى قائماً ثابتاً ثم استموا لانفسهم الركعة الباقية ثم سلموا وانصروا والامام قائم فاكلوا وجاء العدو ثم يقبل الآخرون الذين لم يصلوا فيركعون وراء الامام فيركع بهم ويسجد بهم ثم يسلم فيقومون فيركعون لانفسهم الركعة الباقية ثم يسلمون قال ابوداؤد واهارواية يحيى بن سعيد عن القاسم بن خورواية يزید بن رومان الا انه خالف في الاسلام ورواية عبید اللہ بن خورواية يحيى بن سعيد قال وثبت قائماً

ترجمہ

۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

تعبنی نے ہند مالک بروایت یحییٰ بن سعید بطریق قاسم بن محمد بواسطہ صالح بن خوات انصاری
حفظ بہل بن ابی حمزہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ نماز خوف اس طرح ہے کہ امام کھڑا ہو اور
دوسرا گروہ دشمن کے سامنے رہے۔ پہلے امام ایک رکعت پڑھے اور سجدہ کرے اپنے ہاتھوں
کے ساتھ اور جب سجدہ سے کھڑا ہو تو کھڑا ہی رہے اور مقتدی دیکھے اکیلے، ایک اور رکعت
پڑھے کراہی نماز پوری کر لیں پھر سلام پھر کر دشمن کے سامنے چلے جائیں اور امام اسی طرح کھڑا
رہے۔ پھر دوسرا گروہ جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آئے اور امام کے پیچھے تکبیر کہے پھر امام ان
کے ساتھ رکوع اور سجدہ کرے اور سلام پھر دے اور مقتدی کھڑے ہو کر ایک رکعت جو باقی
رہ گئی تھی ادا کر کے سلام پھریں۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ قاسم سے یحییٰ بن سعید کی روایت یزید بن رومان کی روایت کے مثل
ہے مگر سلام کا فرق ہے اور عبید اللہ کی روایت یحییٰ بن سعید کی روایت کے مثل ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے کھڑے رہے۔۔۔ تشریح

قوله قال ابو داود الخ (۳۳۵) یعنی قاسم سے یحییٰ بن سعید کی روایت یزید بن رومان کی روایت کے
مثل ہے فرق صرف سلام کی بابت ہے کہ یحییٰ بن سعید کی روایت
میں یہ ہے کہ امام طائفہ ثانیہ کے اتمام رکعت ثانیہ سے قبل سلام پھرے اور یزید بن رومان

کی روایت میں ہے کہ اس کے بعد پھیرے۔ ہاں عبید اللہ کی روایت بالکل روایت یحییٰ بن سعید
کی طرح ہے۔ روایت عبید اللہ سے مراد وہ روایت ہے جس کی تخریج ابن جریر نے اپنی تفسیر
میں کی ہے۔ حدیثنا محمد بن عبد الاعلیٰ قال ثنا معتمر بن سلمان قال سمعت عبید اللہ عن القاسم بن محمد
عن صالح بن خوات عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان قال صلوة الخوف ان تقوم
طائفہ من خلف الامام وطائفہ یلون العدد فیصلی الامام بالذین خلف رکعتہ ویقوم قائما فیصلی
القوم ایہا رکعتہ اخری ثم یسلمون فیصلیون الی اصحابہم ویسمی اصحابہم والامام قائم فیصلی بہم رکعتہ
فیسلم ثم یقومون فیصلیون ایہا رکعتہ اخری ثم ینصرفون۔ قال عبید اللہ فما سمعت فیما ذکرہ فی
صلوة الخوف شیئا من احسن عندی من ہذا۔

پس صاحب عون المجدود نے جو یہ کہا ہے کہ اس سے مراد روایت عبید اللہ بن معاذ الغنوی ہے
جواب کے ذیل میں مذکور ہوئی یہ موصوف کی غفلت ہے۔۔۔

(۱۷۲) باب من قال یکرہون جمیعاً وان کانوا مستبدلین القبلة
ثم یصلی بہن مع رکعتہ ثم یا تون مہ صاف اصحابہم ویجئ الاخرون فی رکعتہ

لَا نَفْسَهُمْ رُكْعَةً ثُمَّ يَصِلُ بِهِنَّ رُكْعَةً ثُمَّ تَقْبِلُ السَّائِقَةَ الَّتِي كَانَتْ تَقَابِلُ
الْعِدَّةَ فَيَصِلُونَ لَنَا نَفْسَهُمْ رُكْعَةً وَ
الْأَمَامُ فَأَعْدُّهُمْ يَسْلَمُ بِهِمْ كُلَّهُمْ جَمِيعًا

ترجمہ

جو تھا مذہب یہ ہے کہ سب لوگ تکبیر تحریمہ ایک ہی ساتھ کہہ لیں اگر ہم پشت قبلہ کی طرف ہوں
پھر ایک گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور وہ دشمن کے سامنے چلا جائے پس دوسرا گروہ
اگر پیچھے اکیلے ایک رکعت پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہو پھر امام ان کے ساتھ ایک رکعت ادا کرے
اس کے بعد وہ گروہ آئے جو پہلے ایک رکعت پڑھا تھا اور وہ باقی ماندہ ایک رکعت ادا کرے
اور امام بٹھارے پھر سب کے ساتھ اکٹھا سلام پھیرے۔۔

(۲۶۱) حدثنا محمد بن عمرو الرازی نا سلمة حدثني محمد بن اسحق عن محمد

بن جعفر بن الزبير و محمد بن الاسود عن عمارة بن الزبير عن ابی صریقة

قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الى نجد حتى اذا كنا بذات

الريقاع من لعل لبقی جمعًا من غطفان فذكر معنا، قال ابوداؤد و

لفظه على غير لفظ حیوة و قال فيه حين ركع بمن معه وسجد قال فلما

قاموا مشوا القهقري الى مصافات اصحابهم ولما ذكر استداروا القبلة

۱۲۴

ترجمہ

محمد بن عمرو الرازی نے بند سلمہ تجریث محمد بن اسحاق بردایت محمد بن جعفر بن زبیر و محمد بن الاسود

بنا سلمہ عروہ بن زبیر حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ

نجد کی طرف نکلے۔ جب ذلت الریقاع میں پہنچے تو کچھ لوگ غطفان کے ملے۔ پھر اسی کے ہم سنی تدارا

کیا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کے الفاظ حیوہ کے الفاظ کے علاوہ ہیں اور اس میں یہ ہے

کہ جب پہلا گروہ ایک رکعت سے آپ کے ساتھ فارغ ہوا تو اگلے پاؤں پھرا اور دوسرا گروہ

اکٹھا ہوا۔ قبلہ کی طرف پیچھ کرنے کا اس میں ذکر نہیں ہے۔۔ تشریح

روایت حیوہ (جو اس روایت سے پہلے ہے) اور روایت ابن اسحاق

تو کہ قال ابوداؤد الخ کے الفاظ کا فرق بیان کر رہے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت میں جنت نفیر

کا اضافہ ہے جو روایت حیوہ میں نہیں ہے اور اس لئے ذہن پر ہم الی القبلة یعنی استدار

قبلہ کو ذکر نہیں کیا جو روایت حیوہ میں مذکور ہے۔ حدیث ابن اسحاق کو امام لحادی نے

شرح معانی الآثار میں مفصلاً روایت کیا ہے سن شار فیما راجع الیہ۔۔

(۱۷۳) بَابُ مَنْ قَالَ يُصَلِّي بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَةً ثُمَّ يَسْلَمُ فَيَقُومُ كُلُّ صَافٍ
فَيُصَلُّونَ لِنَفْسِهِمْ رَكْعَةً

پانچواں مذہب یہ ہے کہ ہر ایک گروہ کے ساتھ امام ایک رکعت پڑھے پھر امام سلام پھیرے
اور وہ لوگ اپنی ایک رکعت پوری کر لیں :-

(۲۶۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ بْنُ زُرَيْجٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزَّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ
عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَحَدِي الطَّائِفَتَيْنِ
رَكْعَةً وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى مُوَاجِهَةً الْعَدُوِّ وَثَمَّ انْصَرَفُوا فَمَا مَوَافِي مَقَامِ
أَوَّلِكَ وَجَاءَ وَأَوَّلُكَ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً أُخْرَى ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَامَ هَوْلَاءُ فَقَعَنُوا
رُكْعَتَهُمْ وَقَامَ هَوْلَاءُ فَقَعَنُوا رُكْعَتَهُمْ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ نَافِعٌ وَخَالِدُ
بْنُ مَعْدَانَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ قَوْلُ
مُسَدَّدٍ وَابْنِ يَسْفَ بْنِ مِقْرَانَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَكَذَلِكَ تَرَى يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ
عَنِ ابْنِ مُوسَى أَنَّهُ فَعَلَهُ

۱۷۵

ترجمہ
مسند سے بند زریع بن زریع بردایت معمر بن زہری بواسطہ سالم حضرت ابن عمر سے روایت
کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جماعتوں میں سے ایک کو ایک رکعت پڑھائی اور
دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہی۔ پھر دوسرا گروہ آیا اور ان کی جگہ پر کھڑا ہوا اور یہ
دشمن کے سامنے چلے گئے۔ آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی اور سلام پھیر دیا ان لوگوں نے
کھڑے ہو کر ایک رکعت اکیلے ادا کی پھر سلام پھیر کر دشمن کے سامنے چلے گئے۔ اس کے بعد پہلا گروہ
آیا جو ایک رکعت پڑھ چکا تھا اور انھوں نے ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں
کہ نافع اور خالد بن سعدان بواسطہ ابن عمر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی نقل کیا ہے۔ ابو داؤد
کہتے ہیں کہ اسی طرح ابن عباس سے مسروق اور یوسف بن ہرآن کا قول ہے اور اسی طرح
یونس نے بواسطہ حسن حضرت ابو موسیٰ سے ان کا نقل روایت کیا ہے :- تشریح

قوله قال ابو داود وكذا ك رواه الخ (۳۳۷)
[حدیث نافع کی تخریج امام مسلم، امام نسائی، ابن ابی
شیبہ، لحادی اور دارقطنی نے کی ہے۔ حدیث خالد
بن سعدان کا پتہ نہیں چل سکا۔ شیخ فرماتے ہیں۔ لم اجدہ فیما تتبع :-]

قوله قال ابو داود وكذا ك رواه الخ (۳۳۸)
[قول مسروق کی تخریج ابن ابی شیبہ نے بایں الفاظ کی ہے۔
ثنا عن زر عن شيبه عن مغيرة عن اشجعي عن مسروق انه نقل]

صلوۃ الخوف يقوم الامام ويصليون خلفه مصفين ثم يركع الامام نركع الذين يلونه ثم يسجد بالذين
 طمأنوا وجاء الآخرون فقاموا مقامهم فركع بهم وسجد بهم والآخرون قيام ثم يقومون فيقفون ركعة
 ركعة فيكون للامام ركعتان في جماعة ويكون للقوم ركعة ركعة في جماعة ويقضون الركعة الثانية
 ابن ابی شیبہ نے یوسف بن ہرآن سے بھی اسی کے مثل روایت کی تخریج کی ہے نیز انھوں نے
 روایت یونس بن یحییٰ کی بھی تخریج کی ہے ولفظہ ان اباموسیٰ صلی باصحابہ باصہبان فصلت
 طائفۃ منہم طائفۃ منہم ففصلی بہم رکعة ثم نکصوا واد قبل الآخرون یتخللونہم فصلی بہم رکعة ثم نکصوا واد قبل
 الطائفان فصلتا رکعة ۱۱۔

صلوۃ الخوف يقوم الامام ويصليون خلفه مصفين ثم يركع الامام نركع الذين يلونه ثم يسجد بالذين طمأنوا وجاء الآخرون فقاموا مقامهم فركع بهم وسجد بهم والآخرون قيام ثم يقومون فيقفون ركعة ركعة فيكون للامام ركعتان في جماعة ويكون للقوم ركعة ركعة في جماعة ويقضون الركعة الثانية

(۳۷) باب من قال يصلي بكل طائفة ركعة ثم يسلم

فيقوم الذين خلفه فيصلون ركعة ثم يجيئ الآخرون الى مقام هؤلاء فيصلون
 ركعة

چھاندرمب :- ہے کہ ہر گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور سلام پھیر دے پھر جو ان
 کے پیچھے ہیں وہ کھڑے ہوں اور ایک رکعت پڑھ لیں پھر کچھلے ان کی جگہ پر آجائیں اور ایک
 رکعت پڑھ لیں :-

۳۷

(۳۷) حدثنا تميم بن المنتصر نا اسحق يعني ابن يوسف عن شريك عن
 خصيف باسنا ده ومعناه قال فكه بنى الله صلى الله عليه وسلم فكتب الصفاق
 جميعا قال ابوداؤد ورواه الثوري بهذا المعنى عن خصيف قال ابوداؤد
 وصلى عبد الرحمن بن سمره هكذا الا ان الطائفة التي صلى بهم ركعة ثم يسلم
 مضوا الى مقام اصحابهم وجاء هؤلاء فصلوا لانفسهم ركعة ثم رجعوا الى
 مقام اولئك فصلوا لانفسهم ركعة قال ابوداؤد حدثنا بذلك مسلم بن ابراهيم
 نا عبد الصمد بن جبب اخبرني ابى انهم خرجوا مع عبد الرحمن بن سمره فابى فصلى بنا
 صلوۃ الخوف

ترجمہ

تمیم بن المنتصر نے بندہ اسحاق بن یوسف شریک بطریق خسیف اسناد مقدم کیا ہے
 اسی کے ہم سنی روایت کیا ہے لیکن اس میں اتنا زیادہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کی
 تو دونوں صفوں نے تکبیر کی۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ حنفیان ثوری کہتے بھی خسیف سے اسی کے ہم سنی
 روایت کیا ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن سمرہ نے اسی طرح نماز پڑھی مگر جن لوگوں

نے اخیر میں امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھی تھی وہ امام کے سلام کے بعد دشمن کے سامنے چلے گئے اور پہلے گروہ نے اگر ایک رکعت جو باقی تھی پڑھی اور لوٹ گیا پھر دوسرا گروہ آیا اور اس نے ایک رکعت پڑھی۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ مسلم بن ابراہیم نے بند عبد الصمد بن حبیب (باخبار والد حبیب) روایت کیا ہے کہ انھوں نے عبد الرحمن بن سمرہ کے ہمراہ کابل میں جہاد کیا تو عبد الرحمن بن سمرہ میں تھوڑی پڑھائی تھی۔۔۔ تشریح

(۳۳۹) قولہ قال ابوداؤد رواہ الثوری الخ ہے اس میں الفاظ فکر الصغان جمیعاً نہیں ہیں۔ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ اس کو خصیف سے توری نے بھی اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے چنانچہ طحاوی میں حدیث سفیان کے الفاظ یہ ہیں۔ "قال صلی رسول اللہ علیہ وسلم صلوة الخوث فی بعض ایامہ نصف صفا خلفہ صفا موازی العدد کلہم فی صلوة فصلی بہم رکعتۃ ۱۔ پس سفیان کے الفاظ۔ "کلہم فی صلوة" شریک کے قول۔ "فکر الصغان جمیعاً" کے ہم معنی ہیں۔ لیکن خصیف سے اس حدیث کو پانچ آدمیوں نے روایت کیا ہے۔ ابن فضیل، عبد الواحد بن زیاد، عبد الملک بن حسین، سفیان ثوری، شریک۔ اور ان میں سے فکر الصغان جمیعاً۔ الفاظ شریک کے علاوہ اور کسی نے ذکر نہیں کئے تو بہت ممکن ہے کہ شریک نے سفیان ثوری کے قول۔ "کلہم فی صلوة" سے یہ سمجھا ہو کہ اس کا مطلب یہی ہے کہ الصفا جمیعاً کبرا۔ اور اس نے بالمعنی روایت کر دیا ہو، فاذ کان مخطی کثیراً۔۔۔

۱۳۷

(۳۵۰) قولہ قال ابوداؤد وصلی الخ میں فرق یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود میں یہ ہے کہ جب دوسرا گروہ نے دوسری رکعت میں امام کے ساتھ اپنی ایک رکعت پڑھی اور امام نے سلام پھیر دیا تو انھوں نے اکیلے اکیلے اپنی دوسری رکعت دہرائی اور اپنی دونوں رکعتوں سے فراغت کے بعد یہ دشمن کے سامنے چلے گئے۔ اور عبد الرحمن بن سمرہ کے فعل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے سامنے چلا گیا اور پہلے گروہ نے اگر اپنی دوسری رکعت دوسرے گروہ کے رکعت ثانیہ ادا کرنے سے پہلے پڑھی۔۔۔

(۳۵۱) حضرت عبد الرحمن بن سمرہ کے مذکورہ بالا فعل کی سند پیش قال ابوداؤد حدثننا الخ کر رہے ہیں۔۔۔

مع ان کان مرجع ضمیر الجمع صفانہ اما ان کان المرجع الصف الذی خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیس فی معناه ۱۲۰ بدل

(۱۷۵) بَابُ مَنْ قَالَ يُصَلِّيْ كُلَّ طَائِفَةٍ رَّكْعَةً وَلَا يَقْضُونَ

(۲۶۴) حدثنا مسددنا يحيى عن سفيان حدثني الاشعث بن سلقم عن
الاسود بن هلال عن ثعلبة بن زهدم قال كنا مع سعيد بن العاص ببغداد
فقام فقال ايكم صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الخوف فقال
حذيفة انا فصلى بمؤلاء ركعة وبمؤلاء ركعة ولم يقضوا، قال ابوداؤد وكذا
سأله عبد الله بن عبد الله وحماد عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه
وسلم وعبد الله بن شقيق عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم وزيد
الفقيه وابوموسى قال ابوداؤد رجل من التابعين ليس بالاشعري جميعا
عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم وقد قال بعضهم في حديث يزيد
الفقيه انهم قضوا ركعة وكذا لك سماعك المحدث عن ابن عمر عن النبي
صلى الله عليه وسلم وكذا لك سماعك زيد بن ثابت عن النبي صلى الله
عليه وسلم قال فكانت للقوم ركعة ركعة وللنبي عليه السلام ركعتين

۱۲۸

ترجمہ

مسدد نے بندیکھی بروایت سفيان تجریت اشعث بن سلقم بواسطہ اسود بن ہلال، ثعلبہ بن
زہدم سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم طبرستان میں حضرت سعید بن العاص کے ساتھ تھے
انھوں نے کہا: تم میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز خوف پڑھی؟
حضرت حذیفہ نے کہا: میں نے۔ پھر انھوں نے ہر گروہ کو ایک ایک رکعت پڑھائی اور کسی
گروہ نے دوسری رکعت نہیں پڑھی۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو عبید اللہ بن عبد اللہ عباد
نے عن ابن عباس عن النبی اور عبد اللہ بن شقیق نے عن ابی ہریرہ عن النبی اور زید بن قیس
ابوموسیٰ نے عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روایت کیا ہے۔
ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ ابوموسیٰ اشعری نہیں بلکہ ایک تابعی ہیں اور بعض نے زید بن قیس کا نقل
میں یہ کہا ہے کہ ہر گروہ نے ایک رکعت قضا کی۔ اور اس کو سہاک حنفی نے بواسطہ ابن عمر
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

یزید بن ثابت نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعتیں ہوئیں اور قوم کی ایک رکعت :- - - - -

۳۵۲) قولہ قال ابو داؤد وکنارہاء الخ | حدیث عبید اللہ کی تخریج امام نائی نے سنن میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں کی ہے۔ ابن جریر کے الفاظ میں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بڑی قرد نصف الناس خلف صغین خلفا خلف وصفاہم انک العد فصلی بالذین خلف رکعتہ ثم انصرف ہولاء الی مکان ہولاء وجار ادلتک فصلی بہم رکعتہ ولم یقفوا۔ اور حدیث مجاہد کی تخریج خود صاحب کتاب نے زیر بحث حدیث کے بعد کی ہے۔ "قال فرض النہر بعد جل الصلوۃ علی راس نبیک صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضار بعا و فی السفر رکعتین و فی الخوف کتہ نیز اس کی تخریج امام نائی نے سنن میں، ابن جریر نے تفسیر میں اور امام طحاوی نے شرح آثار میں بھی کی ہے۔

قولہ وعبید اللہ بن شقیق الخ | حدیث عبید اللہ بن شقیق کی تخریج امام نائی نے اور حدیث زید فقیر ابو موسیٰ کی تخریج ابن جریر نے اپنی تفسیر میں کی ہے۔ صرف دفع التباس مقصود ہے کہ یہ ابو موسیٰ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں ایک تابعی شخص ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں قولہ وقد قال بعضهم الخ۔ قال الشيخ فی البذل لم اتفق علی من قال فی حدیث زید انہم قفوا رکعتہ۔ قولہ وکنارہاء سماک الخ۔ حدیث سماک کی تخریج ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اور حدیث زید بن ثابت کی تخریج امام طحاوی نے کی ہے۔

۱۶۶) باب من قال یصلی بكل طائفة رکعتین

۲۶۵) حدثنا عبید اللہ بن معاذ نا ابی نا الراشع عن الحسن عن ابی بکرۃ قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خواتم الطہر فصفت بعضهم خلفہ و بعضهم، یا ذاء الحد و فصلی رکعتین ثم سلم فانطلق الذین صلوا معه فوقفوا موقفا صحابہم ثم جاء اولئك فصلوا خلفہ فصلی بہم رکعتین ثم سلم فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعا ولا صحابہ رکعتین

۵۵ فی التہذیب ابو موسیٰ عن جابر بن عبد اللہ فی صلوۃ الخوف وعنه زیاد بن نافع یقال انہ علی بن ہاج الحمی ویقال ابو موسیٰ النافعی الصحابی الاول اقرب الی الصواب داعم الی سوی الخافقی مالک بن عبادۃ لصحبتہ روى عن ثلثہ بن ابی الکندر و دواعہ البحرى ۱۲ بزل

رکعتین وبذلك كان يغني الحسن، قال ابو داود وكذلك في المغرب
يكون للام ست ركعات وللقوم ثلاثا ثلاثا، قال ابو داود كذلك

رحمہ اللہ یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمۃ عن جابر عن

النبی صلی اللہ علیہ وسلم وكذلك قال سلیمان

الیشکری عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ

عبید اللہ بن معاذ نے ہند الد (مواذ) تحدیث اثنی بردایت حسن حضرت ابو بکرہ سے روایت کیا
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف میں ظہر کی نماز پڑھی تو کچھ لوگوں نے آپ کے پیچھے صف
باندھی اور کچھ نے دشمن کے سامنے پس پہلے آپ نے ان لوگوں کو جو آپ کے پیچھے تھے دو رکعتیں پڑھا
پھر سلام پھیرا پھر یہ لوگ چلے گئے اور وہ آئے جو دشمن کے سامنے تھے ان کو بھی دو رکعتیں پڑھا کر
سلام پھیرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعتیں ہوئیں اور آپ کے اصحاب کی دو دو رکعتیں
ہوئیں حضرت حسن اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔ ابو داود کہتے ہیں کہ اسی طرح مغرب میں امام کی چھ
رکعتیں اور قوم کی تین تین رکعتیں ہوں گی۔ ابو داود کہتے ہیں کہ اس کو یحییٰ بن ابی کثیر نے بواسطہ
یہ سلمہ اور سلیمان یشکری نے حسن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح روایت کیا ہے۔۔۔ تشریح
قولہ نکانت لرسول اللہ الخ۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے مذہب پر بہت مشکل ہے
کیونکہ اس کو اگر سفر پر محمول کیا جائے تو اقتدار مفترض خلف المتغفل لازم آتی ہے اور اگر
حضر پر محمول کیا جائے تو دو رکعتوں پر سلام پھیرنا لازم آتا ہے۔ اس لئے محالہ اس کو آپ کی خصوصیت
پر محمول کیا جائے گا۔۔۔

قاہر تو یہ ہے کہ یہ صاحب کتاب کا قول ہے جو نکانت

۳۵۳

قوله قال ابو داود وكذلك في المغرب الخ | لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس ہے لیکن حافظ
بیہقی نے اس حدیث کو بطریق ابو بکر محمد بن بکر عن ابی داؤد عن عبید اللہ بن معاذ اسی اسناد میں کیا ہے
روایت کرنے کے بعد کہا ہے۔۔۔ و هذا الحسن قول الاشعث۔۔۔

اس کی تخریج امام مسلم نے صحیح میں کی ہے ولفظہ فصلی

(۳۵۵)

قوله قال ابو داود وكذلك في المغرب الخ | بطائفة رکعتین ثم تأخرنا فصلی بطائفة آخری رکعتین

عہ قال بعضهم كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم في غير حكم سفر ديم مسافرون وقال بعضهم هذا خاص بالنبي صلی اللہ
عليه وسلم وقيل انه عليه السلام كان يخبر بين القصر والامام في السفر فاختر الامام واختار لمن خلفه ائمه
وقال بعضهم كان في حضر بطن نخلة صلى باب المدينة فخرج منه نحو ثمانين انصب الراية

قال فكانت لرسول الله صلى الله عليه وسلم أربع ركعات وللقوم ركعتان :-
 قولہ دکنڈک قال سلیمان الخ۔ علامہ سیوطی نے الدر المنثور میں کہا ہے کہ اس کی تخریج عبد بن
 حمید و ابن جریر نے کی ہے۔ اس حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ فكانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم أربع
 ركعات وللقوم ركعتین ركعتین :-

(۱۷۷) بَابُ فِي تَخْفِيفِهَا

(۲۶۶) حدثنا محمد بن الصباح بن سفيان نا عبد العزيز بن محمد عن عثمان
 بن عمر يعني ابن موسى عن ابي العيث عن ابي هريرة انه سمع النبي صلى الله
 عليه وسلم يقرأ في ركعتي الفجر قل أمّنا يا الله وما أنزل علينا في الركعة
 الأولى وفي الركعة الأخرى هذه الآية رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ
 فَمَا تَنْهَانَا مِنَ الشَّيْءِ الَّذِي دُرِّسَ عَلَيْنَا فَمَا تُنْهِنَا مِنَ الشَّيْءِ الَّذِي دُرِّسَ عَلَيْنَا
 عَنْ أَصْحَابِ الْحَجَّيْمِ، قال أبو داود وشاذ
 الدارقطني

۱۵۱

ترجمہ :-
 محمد بن صباح بن سفیان نے بند عبد العزیز بن محمد بروایت عثمان بن عمر بن موسیٰ بواسطہ ابو
 العیث حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 فجر کی سنتوں میں پڑھتے تھے۔ قل آمنا باللہ ما انزلنا علینا پہلی رکعت میں۔ اور دوسری میں ربنا
 آمنا بما انزلت اہ یا انا ارسلناک اہ۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ دراد دی نے شک کیا ہے۔ تشریح
 یعنی آپ نے دوسری رکعت میں آیت ربنا آمنا اہ پڑھی یا انا ارسلناک اہ
 قولہ قال ابو داؤد الخ اس میں عبد العزیز بن محمد دراد دی نے شک کیا ہے۔ اخاف کے یہاں
 اس قسم کی آیات سے نماز ہو جاتی ہے۔ لیکن نظم قرآنی کے خلاف پڑھنا کرم ہے اور اس حدیث میں
 تصریح ہے کہ آپ نے پہلی رکعت میں قل آمنا پڑھی جو نظم قرآنی کے لحاظ سے مؤخر ہے اور دوسری
 میں ربنا آمنا پڑھی جو مؤخر ہے۔

جو اس پر ہے کہ اس حدیث کو حافظ سیوطی نے بطریق سعید بن منصور حضرت ابو ہریرہ سے بلا شک
 یوں روایت کیا ہے۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی السجدة قبل الصبح فی السجدة الأولى
 قل آمنا باللہ ما انزلنا ربنا آمنا بما انزلت اہ

معلوم تھا کہ زبردست حدیث ہم سے غلط نہیں اور ہم محمد بن الصباح کا ہے کیونکہ یہ کچھ ثقہ نہیں ہے قال
 الحافظ قال بھی حدیث بخیر حدیث منکر قال یعقوب ہذا حدیث منکر مدائن ہذا الوجه کا موضوع :-

(۱۷۸) بَابُ الرَّضَخِ بَعْدَهَا

(۲۶۹) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْعَشْبَرِيُّ وَزِيَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَا قَامَ سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي يَكِينٍ نَا أَبَا الْفَضْلِ رَجُلٌ مِّنَ الرَّضَخِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَلُوءَةِ الصُّبْحِ فَكَانَ لَا يُزِيْرُ مَرَجِلِي إِلَّا نَادَاهُ بِالْمَلُوءَةِ أَوْ حَتَّى يَكُونَ بِرِجْلِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ زِيَادٌ قَالَ نَا أَبُو الْفَضْلِ

ترجمہ

عباس غنیری اور زیاد بن یحیی نے بسند سہل بن حماد بروایت ابویکین نجدیث ابوالفضل انصاری بطریق مسلم بن ابی بکرہ اپنے والد حضرت ابوبکرہ سے روایت کیلئے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز کے لئے نکلا۔ آپ جب کسی کو سوتا دیکھتے تو اس کو نماز کے لئے پکار دیتے یا پاؤں ہلا دیتے تھے۔ ابوداؤد دیکھتے ہیں کہ زیاد نے ابوالفضل کہا ہے۔۔۔

قول باب النحر۔ نحر کی سنتوں کے بعد وہی کر دے پریشنا بعض احادیث سے ثابت ہے لیکن شرعی لحاظ سے اس کی حیثیت میں اختلاف ہے۔ قاضی شوکانی نے اس کی بابت چہ قول نقل کئے ہیں۔ (۱) بطریق استحباب مشروع ہے۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ صحابہ میں سے جن حضرات کا فعل یا اس پر فتویٰ رہا ہے وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری، رافع بن خضج، انس بن مالک اور حضرت ابوہریرہ ہیں۔ حضرت ابن عمر سے دونوں طرح کی روایتیں ہیں۔

تابعین میں سے حضرت ابن سیرین اور فقہار سبعہ یعنی سعید بن المسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر خروج بن الزبیر، ابوبکر بن عبدالرحمن، خارجہ بن زید بن ثابت، عبیدہ بن عبد اللہ بن عتبہ اور سلیمان بن یسار اسی کے قائل ہیں۔ ائمہ میں سے امام شافعی اور ان کے اصحاب بھی اسی پر عمل پیرا ہیں۔

(۲) واجب اور امر لایحی ہے۔ ابو محمد بن حزم ظاہری نے حضرت ابوہریرہ کی حدیث۔ اذ صلی احکم المکرمتین قبل الصبح علی یمنہ جاباب کی پہلی حدیث ہے اس سے استدلال کرتے ہوئے اسی کو اختیار کیا ہے۔

۱۷۸ اصل المصنف ہذا الحدیث فی ہذا الباب مع انہ لا مناسبتہ بینہما الا ان یقال ان الذی یرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینا دیہ بالصلوۃ ادیکرکہ برجلہ کان مضطجعا بعد رکعتی الفجر فیحصل الالمطابقۃ فی الجملة احسن من

جو لوگ عدم وجوب کے قائل ہیں ان کے یہاں قلیض طبع امر استحباب پر محمول ہے کیونکہ باب کی دوسری حدیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہے اس کے الفاظ: فان كانت متيقظة حدثني ولا يفتي سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت عائشہ بیدار ہوئیں تو آپ نہیں بیٹھے تھے پس یہ امر مذکور کے برائے مذہب ہونے کا واضح قرینہ ہے۔

(۳) مکروہ اور بدعت ہے۔ صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عمر اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے بردایت ابراہیم حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے انہ قال: ما بال الرجل اذا صلى الركعتين تنكب كما تنكب اللذابة اذا اكل اللحم فلم يفصل؟ یعنی آدمی کو کیا ہوا کہ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد چوپائے یا گدھے کی طرح لوٹ لگاتا ہے اس کی ضرورت نہیں کیونکہ جب وہ سلام پھیر چکا تو نماز میں فصل ہو گیا۔

اسی طرح عابد سے روایت کیلئے وہ کہتے ہیں: صحبت ابن عمر فی السفر والحضر فارأيت ان يضطجع بعد رکعتي الفجر؟ میں سفر و حضر میں حضرت ابن عمر کے ساتھ رہا لیکن کبھی آپ کو سنت فجر کے بعد وضو کر کے نہیں دیکھا۔ تابعین میں سے اسود بن یزید، ابراہیم نخعی، سعید بن المسیب، سعید بن جبیر اور ائمہ میں سے امام مالک نے بھی اضطجاع کو مکروہ کہا ہے، بلکہ قاضی عیاض نے وجہ ہر عملہ سے یہی نقل کیا ہے۔

(۴) خلاف ادلی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے: انہ کان لا یضطجع الا بعد رکعتي الفجر: وہ تہجد گزار کے لئے برائے استراحت تخت ہے کسی اور کے لئے نہیں شیخ ابن الرومی نے اسی کو اختیار کیا ہے معجم طبرانی اور مصنف عبد الرزاق کی روایت عائشہ: ان ابني صلی اللہ علیہ وسلم لم یضطجع لسته ذلک کان یأب یأب فیستر سجۃ اجماع کی شاہد ہے۔

(۵) اضطجاع مقصود بالذات نہیں بلکہ سنن فجر و فريضة فجر کے درمیان فصل مقصود ہے۔ حافظ سیوطی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے: احناف کے یہاں نہ تخت ہے نہ برائے فصل۔ چنانچہ مولانا محمد حسین نے: اخبرنا مالک عن نافع عن عبد اللہ بن عمر ان رآی رجلاً یسجد رکعتي الفجر ثم یضطجع فقال ابن عمر انشاء فقال نافع قلت لفصل بین صلوۃ فقال ابن عمر وائی فصل فصل من اساک قال محمد بن یقول ابن عمر فاخذ و هو قول ابی حنیفۃ یعنی حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے فجر کی سنتیں پڑھیں اور لیٹ گیا۔ آپ نے پوچھا: اسے کیا ہوا؟ نافع نے کہا: یہ نماز کے درمیان فصل کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: سلام سے افضل اور کیا فصل ہو سکتا ہے۔

۵۵ و حاصلہ ان اضطجاع علیہ الصلوۃ والسلام انما کان فی بیتہ للاستراحة لا للتشريع وان صح حدیثہ
الا مر بہ الدال علی انہا للتشريع یحمل علی طلب ذلک فی البیت فقط ۱۲ ہندل

(۳۵۷) اپنے شیخ عباس عنبری اور شیخ زیاد بن یحییٰ کے الفاظ کا فرق بتانا چاہیے
 قوله قال ابو داود والنسائی میں کہ شیخ عباس نے۔ ابو الفضل: مکبر ذکر کیا ہے اور زیاد بن یحییٰ نے
 ابو الفضل مصنف۔ فی التقریب ابو الفضل بن خلف الانصاری وقیل فی ابو الفضل بن زیاد
 میم وقیل ابن الفضل النہدی، وقیل ابو الفضل۔ قال ابو الحسن القطان رجل مجہول۔

(۱۷۹) بِأَيِّ مَن قَاتَلَتْهُ مَتَى يُقْضِيهَا

(۲۶۸) حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ مِجْلٍ الْبَلْخِيُّ قَالَ قَالَ سَفِيَّانُ كَانَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي
 رَبِيعٍ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَأَلَنِي
 عَبْدُ ذَرِيَّةٍ وَبُحَيِّ بْنُ سَعِيدٍ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولَانِ جَدَّاهُمَا زَيْدٌ وَاصِلٌ، مَعَ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ

حامد بن مجلی نے بیان کیا ہے کہ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ عطاء بن ابی رباح اس حدیث کو
 سعد بن سعید سے روایت کرتے تھے۔ ابو داؤد دیکھتے ہیں کہ سعید کے دونوں بیٹوں عبد ربہ اور
 یحییٰ نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا ہے کہ ان کے دادا زید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ نماز پڑھی تھی۔۔۔ قشعر ہے

۱۵۲

قول باب النحر۔ اگر فجر کی سنتیں فوت ہو جائیں تو ان کو کب ادا کرے؟ حضرت ابن عمر سے مروی
 ہے کہ نماز صبح کے بعد ادا کرے۔ حضرت عطاء، طاؤس، ابن جریج اور بقول ابن ملک امام شافعی
 اسی کے قائل ہیں۔

قاسم بن محمد، انداعی، اسحاق اور امام احمد فرماتے ہیں کہ طلوع شمس کے بعد قضاء کرے۔ امام
 مالک کے نزدیک چاشت کے وقت سے زوال تک ادا کر سکتا ہے نعدال کے بعد نہیں۔ احتی
 کے یہاں یہ حکم ہے کہ اگر کسی شخص کی فجر کی سنتیں فوت ہو جائیں تو شیخین کے نزدیک ان کو
 طلوع آفتاب سے پہلے قضاء کرے کیونکہ یہ دو گانہ نفل ہے اور محض نفل فجر کے بعد مکروہ ہے
 اور طلوع آفتاب کے بعد بھی قضاء کرے۔ کیونکہ شیخین کے نزدیک

بلا تبعية فرض نوافل کی قضاء نہیں ہے۔
 امام محمد کے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ زوال کے وقت تک قضاء کرے۔ شیخ حلاوی اور فضلی
 نے بیان کیا ہے کہ شیخین کے نزدیک بھی پڑھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مرنے کے بعد بھی

ہے۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص فجر کی سنتیں نہ پڑھے پائے تو وہ ان کو آفتاب بن جائے۔ جوڑنے کے بعد پڑھے۔“

جو لوگ نماز صبح کے بعد قضا کرنے کو کہتے ہیں ان کی دلیل زیر بحث باب کی روایت تیس بن عمرو ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا سنت فجر پر مطلع ہونے کے بعد سکوت فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اس وقت قضا کر سکتا ہے لیکن اس روایت سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے کہ آدل تو یہ روایت بقول امام ترمذی منقطع ہے۔ کیونکہ محی بن ابراہیم نے تیس بن عمرو سے نہیں سنا۔ دم یہ کہ نماز صبح کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے کی قضا مانعت موجود ہے۔ سوم یہ کہ ممکن ہے یہ واقعہ مانعت سے قبل کا ہو اور امام ترمذی کی روایت میں: فسکت کی جگہ جو: فلا اذا: الفاظ ہیں یہ درآوردی کی روایت سے ہیں جو مختلف فیہ ہے۔ فسکوۃ علیہ السلام لا یکل علی التقریر۔

ابوداؤد کے موجودہ تمام نسخوں میں لفظ زید کی تصریح کے ساتھ عبارت
(۳۵۸) قوله قال ابو داؤد الخ اسی طرح ہے۔ ان حدیث زید اصنی: مگر یہ کئی وجہ سے غلط ہے۔ اول

تو اس لئے کہ حافظ بیہقی نے اس روایت کو بطریق ابوداؤد نقل کرتے ہوئے لفظ زید کو ذکر نہیں کیا بلکہ یوں کہا ہے: قال ابو داؤد روی عبد ربہ دیکھی ابنا سعید ذوالحدیث مرسلان حدیث من دم اس لئے کہ امام ترمذی اس حدیث کی تصریح کے بعد فرماتے ہیں: وروی بعضہم ذوالحدیث من سعید بن سعید عن محمد بن ابراہیم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج فرأى قیسا۔ اور یہی صحیح ہے کیونکہ سعید بن سعید اور ان کے بھائی عہدہ، ابی اور عہدہ اللہ کے دادا تیس ہیں ذکر زید بموم اسلئے کہ سعید بن سعید اجداد میں کوئی زید نامی شخص نہیں جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہو اسکے اجداد میں ایک شخص زید بن ثعلبہ ہے مگر اس نے آپ کا زمانہ پایا ہی بلکہ زمانہ جاہلیت ہی میں فوت ہو چکا تھا:-

(۱۸۰) باب الاربع قبل الظهر وبعدها

(۲۶۹) حدثنا مؤمل بن الفضل نا محمد بن شعيب عن النعمان عن مكيول عن عتبة بن ابي سفيان قال قالت ام حبيبة زوجة النبي صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حافظ على اربع ركعات قبل الظهر واربع بعدها حرم على النار، قال ابو داؤد رواه العلاء بن الحارث وسليمان بن موسى عن مكيول باسناد

مشك

(٢٤٠) حدثنا ابن المنني نا محمد بن جعفر نا شعبة قال سمعت عبيد بن محمد عن
ابراهيم عن ابن منجب عن قريع عن ابي ايوب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال
اربع قبل الظهر ليس فيها تسليم تقم لمن ابواب السماء قال ابو داود بلغني عن
يحيى بن سعيد القطان قال لو حدثت عن عبيد بن بشير لحدثت عنه بهذا الحديث
قال ابو داود عبيد ضعيف قال ابو داود ابن منجب هو سفيان

قوله قال الوداد وعبيده الخ (۳۶۱)
یعنی عبیده بن حبیب الغضبی ابو عبد الرحیم (کما فی التقریب
والخلاصۃ) یا ابو عبد الکریم (کما فی تہذیب التہذیب) الکو فی الفکر
ضعیف و آخر عمر میں تحت لفظ الحواس ہو گیا تھا۔ بخاری میں اس سے صرف ایک حدیث اضافی میں جو حدیث اس
قوله قال الوداد وابن منجاب الخ (۳۶۲)
صرف ابراہیم سختی کے شیخ ابن منجاب کا نام بتاتا ہے کہ یہ ہم بن
منجاب بن راشد ہے۔ کوئی ہے اور ثقہ ہے۔

(۸۱) باب الصلوة قبل المغرب

(۲۷۱) حدثنا ابن بشارنا محمد بن جعفرنا شعبة عن ابی شعیب عن حماد بن عمار قال سئل ابن عمر عن الركعتین قبل المغرب فقال ما رأیت احداً علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلیهما وخص فی الركعتین بعد العصر، قال ابو داؤد سمعت یحیی بن معین یقول هو شعیب یعنی وہم شعبہ فی اسمہ

ترجمہ

ابن بشار نے محمد بن جعفر بن شیبہ سے روایت ابو شعیب حضرت حماد بن عمار سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر سے قبل از مغرب دو رکعتوں کی بابت سوال ہوا۔ آپ نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا، لیکن انھوں نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن معین کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ شعیب ہے یعنی شعبہ کو ان کے نام میں وہم ہو گیا۔ (تشریح)

قول باب الخ۔ مغرب کی اذان کے بعد فریضہ مغرب سے پہلے نفل نماز پڑھنے کی بابت علماء ۱۵۷

سلف کا اختلاف ہے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت حضرت انس، عبدالرحمن بن عوف، ابی بن کعب، ابوالیوب انصاری، ابوالدرداء اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ مغرب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا درست ہے اور یہ حضرات نفل پڑھتے تھے۔

متاخرین میں سے امام احمد اور اسحاق بن راہویہ نے بھی اس کو مستحب مانا ہے لیکن اکثر علماء و فقہاء کے نزدیک مغرب سے پہلے کوئی نماز نہیں ہے۔ دلائل دونوں فریق کے پاس کے موجود ہیں۔

فریق اول کا مسئلہ باب کی پہلی حدیث ہے جو عبد اللہ بن معقل مرفی سے مروی ہے۔ ان ابی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوا قبل المغرب کعبین۔ ابن حبان نے صحیح میں اتنا اور روایت کیا ہے ان ابی صلی اللہ علیہ وسلم صلی قبل المغرب رکعتین۔ جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی زیر بحث حدیث اس کے معارض ہے۔ کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

امام ابو داؤد اور علامہ منذری نے اس حدیث کی تخریج کے بعد سکوت فرمایا ہے معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے۔ امام نووی نے خلاصہ میں اس کی اسناد کو حسن مانا ہے۔ اکابرین صحابہ کمال بھی اسی پر رہا ہے۔ چنانچہ امام محمد نے کتاب الآثار میں حماد بن ابی سلیمان سے روایت کیا ہے

”انہ سأل ابراہیم الخنفي عن الصلوة قبل المغرب قال فہماہ فہماہ فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر لم یکنوا یصلونہا“

اور ابن حبان نے جو یہ روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھی ہیں سو یہ ایک فوت شدہ نماز کی قضا تھی جس کی تصریح حضرت جابر کی حدیث میں موجود ہے۔

حافظ طبرانی نے منذ الشامیین میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔ قال ان انسار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل رأتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الرکعتین قبل المغرب فقلن لا غیر ان ام سلمة قالت صلاہا عندی مرة فآلتہ ما ہذہ الصلوة فقال لست الرکعتین قبل العصر فصلیتہما الآن“

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم نے ازواج مطہرات سے پوچھا کہ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے دیکھا ہے؟ سب نے کہا نہیں۔ اور حضرت ام سلمہ نے بتایا کہ میرے یہاں آپ نے ایک مرتبہ یہ نماز پڑھی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ نماز کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں عصر سے قبل دو رکعتیں بھول گیا تھا ان کو اس وقت پڑھ لیا۔

نیز دارقطنی دہبی نے سنن میں اہل حافظہ بزار نے منذ میں حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عند کل اذانین رکعتین ما خلا المغرب: کہ ہر دو اذانوں کے درمیان دو اذان وقامت کے درمیان، دو رکعت نماز ہے سوائے مغرب کے۔

سوال۔ اس حدیث کی سند میں حیان بن عبید اللہ عددی ہے جس کے متعلق ابن الجوزی نے موضوعات میں شیخ فلاس سے نقل کیا ہے کہ موصوف نے اس کو کذاب کہا ہے۔ حافظ ابی کتاب المعروف میں لکھتے ہیں کہ اس نے اس حدیث کی سند اور اس کے متن ہر دو میں غلطی کی ہے اور بقول حافظ یہ روایت شاذ ہے، سند میں تو غلطی یہ ہے کہ اس نے کہا ہے: ثنا عبد اللہ بن بریدہ عن ابیہ: حالانکہ یہ صحیحین میں بطریق سعید جری دیکھیں: عن عبد اللہ بن بریدہ عن عبد اللہ بن مغفل ہے۔ اور متن میں غلطی یہ ہے کہ اس میں مغرب کا استثناء ہے حالانکہ خود حضرت بریدہ سے مروی ہے۔ ان کا ان یصلی قبل المغرب رکعتین: معلوم ہوا کہ یہ استثناء غیر محفوظ ہے۔ کیونکہ حضرت بریدہ اپنی روایت کے خلاف نہیں کر سکتے۔

جواب۔ شیخ فلاس نے جس کی تکذیب کی ہے وہ ابو جبلہ حیان بن عبد اللہ الدامی ہے۔ اور یہاں ابو ہریرہ حیان بن عبید اللہ بصری ہے جس کو حافظ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابو حاتم و ابن خن بن راہوی نے صدوق کہا ہے۔ حافظ بزار کہتے ہیں: جو بصری مشہور ہیں اس پر بہر کیف حیان بن عبید اللہ ثقہ ہے جس نے متن حدیث میں نہ کوئی غلطی کی ہے اور نہ مخالفت حفاظ بلکہ ایک زائد مضمون روایت کیا ہے جو حضرت ابن عمر کی روایت کے بالکل موافق ہے اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ یہی اسناد کی بات سو اس نے عن عبد اللہ بن مغفل کے بدلے عن ابیہ کہا ہے۔ جس کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ صحابی کے نام میں سخت

کی ہے وہ جو غیر قارح فی الحدیث ۱۱۔

شعیب کے وہم پر تنبیہ مقصود ہے کہ شعبہ کو اپنے شیخ کے نام بتانے میں
 قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۶۳) وہم ہو گیا کیونکہ ان کا اصل نام شعیب ہے نہ کہ ابو شعیب۔ فی التقریب
 ابو شعیب صاحب الطبائست ہو شعیب تقدم فی الاسمار، وقال فی الاسمار شعیب بیاع الطبائست
 بصری لا باس بہ یقال ائمہ بیان :-

(۱۸۲) بَابُ صَلَوةِ الصُّحُی

(۲۷۲) حَدَّثَنَا اسْمَعِيلُ بْنُ قَنِيعٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَادَةَ وَنَاصِدَةَ نَاجِيٍّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ زَيْدِ بْنِ
 عَمْرِو بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرٍ عَنْ ابْنِ ذَرِيٍّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصَلِّمُ
 عَلَى كُلِّ سَلَامَةٍ مِنْ ابْنِ آدَمَ صَدَقَةٌ تَسْلِيْمُهُ عَلَى مَنْ لَقِيَ صَدَقَةٌ وَأَفْرَأَهُ بِالْمَحْرَمِ فِي صَدَقَةٍ
 وَتَحْيَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَأَمَّا طَةُ الَّذِي عَنْ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ وَبَضْعَةُ أَهْلِهِ صَدَقَةٌ وَ
 يَجْزِي مِنْ ذَلِكَ كُلِّ رَكْعَتَانِ مِنَ الصُّحُی، قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ عُبَادَةَ أَتَمُّ وَلَمْ يَذْكُرْ
 مَسْنَدُ الْأَمْرِ وَالْمَنْهَجِ زِيَادَ فِي حَدِيثِهِ وَقَالَ كَلَّا وَكَذَا أَبُو دَاوُدَ ابْنُ مَيْمُونٍ فِي حَدِيثِهِ قَالُوا
 يَا رَسُولَ اللَّهِ احْدُثْ نَاقِصًا شَهْوَتِهِ وَيَكُونُ
 لَهُ صَدَقَةٌ قَالَ ارْأَيْتَ لَوْ وَضَعَهَا فِي غَيْرِ
 حِلِّهَا لَمْ يَكُنْ يَأْتُرُ

۱۵۹

حل لغات

صُحُی چاشت، فی الجمع اما الصُحُوة فہو ارتفاع، اول انہار و الصُحُی بالضم والقصر فوۃ و پسمیت صلوۃ،
 و فی القاموس الصُحُ و الصُحُوة و الصُحُیۃ کتفیعہ ارتفاع انہار و الصُحُی فوۃ بذل، سَلَامَتِی جمع سلامتہ۔
 چھوٹی بڑبوں میں سے ہر چوڑا بڑی جیسے انگلیوں کی ہڈیاں۔ پھر تو سنا ہر ہڈی اور ہر ہڈی کے چوڑوں
 پر اطلاق ہونے لگا۔ اما طہ۔ دور کرنا۔ ہٹانا، الا فوی تکلیف وہ چیز، طریق راہ۔ بضعۃ گوشت کا
 ٹکڑا، مراد جماع :- ترجمہ

احمد بن حنبل نے عباد بن عباد سے اور مسدد نے حماد بن زید سے بسند یحییٰ بن عقیل بروایت یحییٰ
 بن عمر بواسطہ ابو ذر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب صبح ہوئی
 ہے تو آدمی کے ہر پر پر ایک صدقہ لازم آتا ہے (صحت و سلامتی کے شکرانہ میں)، پھر وہ
 جس سے ملے اس کو سلام کرے تو ایک صدقہ ہے اور چھ بات کا حکم کرنا ایک صدقہ ہے اور
 بری بات سے روکنا ایک صدقہ ہے اور راہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ایک صدقہ ہے۔

اور اپنی حیوی سے جماع کرنا بھی صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے نماز چاشت کی دور گنتیں کافی ہیں۔

المودود کہتے ہیں کہ عباد کی حدیث ائمہ و اہل علم سے سنے ہوئی کو ذکر نہیں کیا۔ اور اپنی حدیث میں نہیں کیا ہے کہ عباد نے کہا کہ مودود کنا امدان بنیعی نے اپنی حدیث میں زیلعی کی روایت کو گولے لگے کہ، یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی اپنی شہرت پوری کرتا ہے تو اس کو صدقہ کا ثواب کیوں کرتے گا؟ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ حرام جگہ سے شہرت پوری کرتا تو کیا گنہگار نہ ہوتا؟۔۔۔ تشریح

قول میں باب الخ۔ اس باب میں چاشت کی نماز کا بیان ہے بعض علماء کے نزدیک نماز چاشت وہی نماز اشراق ہے جو آفتاب کے ایکاٹا دو نیزے کے برابر ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے اور بعض علماء کے نزدیک نماز چاشت وہ ہے جو اشراق کے بعد ڈیڑھ پہر دن کے قریب پڑھی جاتی ہے۔ امام نووی نے روضہ میں امام شافعی کے اصحاب سے ذکر کیا ہے کہ اس کا وقت طلوع آفتاب سے شروع ہوتا ہے مگر آفتاب بلند ہونے تک تاخیر مستحب ہے۔ اور بعض شوافع کے نزدیک اس کا وقت ارتقاع شمس کے بعد ہی ہوتا ہے وہ جزم الرافعی و ابن الرافعی۔ حافظ ابن قیمؒ نے میں نماز چاشت کے استحباب و عدم استحباب کی کتابت بھی مختلف اقوال ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ نے میں چار اقوال نقل کئے ہیں۔

۱۴۰۔ اول یہ کہ مستحب ہے کیونکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے احداث و شوائع اسی کے قائل ہیں۔ دوم یہ کہ اگر اس کا کوئی فناء و مسبب موجود ہو تو مشروع ہے ورنہ نہیں جیسے حدیث ام ابی بنی اس کا مشاہدہ فتح و نصرت ہے اور حدیث عائشہؓ میں میخرو عافیت سفر سے واپسی اور حدیث قتیبہ بن مالک میں جائے نماز کی تعلیم۔

سوم یہ کہ کسی صورت میں بھی مستحب نہیں۔ چہاں یہ کہ کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے بہتیم یہ کہ اپنے گھر پر پڑھنا مستحب ہے۔ ششم یہ کہ بدعت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے لیکن اس باب میں جو متعدد احادیث وارد ہیں ان کا مقتضائ کم از کم استحباب ہے۔

سوال۔ زیر بحث باب میں حضرت عائشہؓ سے دو روایتیں ہیں اور دونوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی۔

جواب۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعتیں اور اس سے زیادہ بھی پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ کی ان احادیث میں اصل صلوة کی نفی مقصود نہیں بلکہ دوام کی نفی مقصود ہے اور بات بھی یہی ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی آپ نے چاشت کی نماز کو ترک بھی کیا ہے۔ علاوہ ازیں ان احادیث میں روایت کی نفی ہے اور ظاہر ہے کہ آپ حضرت عائشہؓ کے پاس چاشت کے وقت میں بہت کم ہوتے تھے تو ممکن ہے کہ آپ کو

نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کی ذہانت آئی ہو اس لئے آپ نے نفی کر دی اور دوسرے طریق سے آپ کو خبر پڑی ہو کہ آپ یہ نماز پڑھتے ہیں۔

ہیں۔ چنانچہ حدیث عائشہؓ میں چار رکعات۔ حدیث ام ہانیؓ میں آٹھ اور حدیث ابوذرؓ و ابوہریرہؓ اور حدیث ابو الدرداءؓ میں دو رکعات کا ذکر ہے۔ امام نووی نے ان میں یوں تطبیق دی ہے کہ اس کا کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ اور اوسط درجہ میں چار اور چھ ہیں۔

قوله قال ابو داود الخ (۳۶۳) یعنی حماد بن زید کی حدیث کی بہ نسبت حدیث عباد اتم و اکمل ہے کیونکہ حماد بن زید کی روایت میں کذا و کذا بطریق ابہام ہے اور اس کا اشارہ یہ یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر مذکور نہیں۔ احمد بن حنبل نے عباد بن حماد سے روایت کرتے ہوئے اس کو ذکر کیا ہے۔ نیز احمد بن حنبل نے بھی ذکر کیا ہے قال ابو داود الخ

(٢٤٣) حدثنا أحمد بن صالح وأحمد بن عمرو بن السرح قالنا ابن وهب حدثني عيسى بن عبد الله عن عبد الله عن حمزة بن مسلمة بن سليمان عن كريب بن مرزوق عن عباس بن أم هانئ بنت أبي طالب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفتح صلى بسبعة الضحى ثمان ركعات يسلم من كل ركعتين مقال أبو داود وقال أحمد بن صالح أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى يوم الفتح بسبعة الضحى فذكر مثله قال ابن السرح أن أم هانئ قالت دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم ولويذ كر سبعة الضحى بمائة

احمد بن صالح اور احمد بن عمرو بن السرح نے بندہ ابن دہب سے بتحدیث عیاض بن عبد اللہ بن
عبد اللہ بن عمر بن سلیمان بواسطہ کریم مولیٰ ابن عباس حضرت ام ہانی بنت ابی طالب
سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز نماز چاشت
کی آٹھ رکعتیں پڑھیں ہر دو رکعت پر سلام پھرتے تھے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ احمد بن صالح نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد چاشت کی نماز پڑھی۔ پھر اسی کے مثل روایت کیا ہے۔ ابن السرح نے کہا ہے کہ ام ہانی کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اس میں نماز چاشت کا ذکر نہیں۔ باقی روایت ابن صالح کی طرح ہے۔ ۱۔ تشریح

شیخ احمد بن صالح اور شیخ احمد بن عمر دین السرح کے الفاظ کا اختلاف (۳۶۵)
 قولہ قال ابوداؤد الخ بیان کرنا مقصود ہے کہ شیخ احمد بن صالح نے لفظ سجدۃ الغصی ذکر کیا

احمد بن عمرو نے اس کو ذکر نہیں کیا تو احمد بن صالح کی روایت یوں ہوئی: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم النفع سجۃ الصفحۃ ثانی رکعات" اور احمد بن عمرو کی روایت یوں ہوئی: "ان ام ہانی قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم النفع صلی ثمان رکعات"

(۱۸۳) باب صلوی التبع

(۲۷۴) حدثنا محمد بن سفیان الاثیری نا جہان بن ہلال ابو حنیفہ نا محمد بن یحییٰ بن عتیق نا عمر بن مالک عن ابی الجوزاء حدثنی رجل کان من صحبۃ یرون انہ عبد اللہ بن عمر وقال قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ائتینی غدا اخبؤک و ایتیک و اعطیک حتی ظننت انہ یعطینی عطیۃ قال اذا زال النہار فقم فصلی أربع رکعات فذکرہ بخوہ قال شو ترفع راسک یعنی من السجود الثانیۃ فاستوی جالساً ولا تقم حتی تسجد عشرًا و تحمد عشرًا و تکیب عشرًا و تھلل عشرًا ثم تصنع ذلك فی الأربع رکعات قال فانک لو کنت اعظم اهل الارض ذنباً غفر لک بذلك قال قلت فان لم استطع ان أصليہا تلك الساعة قال صليہا من اللیل والنہار قال ابو داود و حیان بن ہلال نا خال ہلال الراوی قال ابو داود سہاء المستقر بن الوکان عن ابی الجوزاء عن عبد اللہ بن عمر موقوفاً و رواہ مرہج بن المسیب و جعفر بن سلیمان عن عمر بن مالک الشکری عن ابی الجوزاء عن ابن عباس قولہ و قال فی حدیث مرہج فقال حدثت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ

محمد بن سفیان ابی نے ابو حنیفہ بن ہلال ابو حنیفہ بخاری سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں مجھے ایک صحابی نے جو غالباً حضرت عبد اللہ بن عمر ہیں حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تو کل میرے پاس آ میں تجھے دوزخ کا، عذابت کر دوں گا، مرحمت کر دوں گا۔ یہاں تک کہ میں سمجھا کہ آپ مجھے کچھ ہل دیں گے جب میں کل آیا، آپ نے فرمایا: جب دن ڈھل جائے تو کھڑا ہوا اور چلو کہتیں پڑھو۔ پھر اسی کے مثل ذکر کیا اور اس میں یہ بھی کہا کہ جب تود دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر توبہ کرنا

بیچارہ اور کھڑا مت ہو یہاں تک کہ دس دس بار بسبوح و تحمید اور تکبیر و تہلیل کہہ لے پھر چار دس رکعتوں میں ایسا ہی کرے اگر توڑ دے زمین پر لیجے دالوں میں سب سے زیادہ گنہگار ہو تب بھی اس نماز کے سبب سے بخشد یا جائے گا۔ میں نے عرض کیا: اگر اس وقت نہ پڑھ سکوں۔ آپ نے فرمایا: سات دن میں کئی وقت پڑھ لے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ حبان بن ہلال، بلال الراعی کے ناموں ہیں۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو ستمر بن ریان نے بطریق ابوالجوزار حضرت عبداللہ بن عمرو سے موقوفاً روایت کیا ہے اور روح بن المسیب اور جعفر بن سلیمان نے بطریق عمرو بن مالک نکرئی بواسطہ ابوالجوزار حضرت ابن عباس سے ان کا قول روایت کیا ہے۔ لیکن روح کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں فقال حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم:۔۔۔ تشریح قول باب النجۃ اس باب میں صلوة التبیح کا بیان ہے۔ احادیث میں صلوة التبیح کی بڑی فضیلت آئی ہے جیسا کہ حدیث کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اور یہ بغوی، ردیانی، قاضی حسین، متولی، نووی، کمال الدین دیر، بسکی، قاضی عیاض، ابن ابی الصیف وغیرہ اکثر علماء کے نزدیک مستحب ہے کیونکہ حضرت ابن عباس، فضل بن عباس، ابورافع، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن جعفر اور حضرت ام سلمہ وغیرہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایات میں اس کا ثبوت موجود ہے اور ابوالجوزار اس بن عبداللہ بصری اور عبداللہ بن المبارک وغیرہ صلحاء امت کا معمول رہا ہے۔ عبدالعزیز بن ابی داؤد جو ابن المبارک سے بھی مقدم ہیں، کہتے ہیں میں باراد احدثہ فعلیہ بصلوة التبیح۔ شیخ ابوعثمان حیری کہتے ہیں کہ میں نے دغ ہوم دندانیہ کے لئے صلوة التبیح سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی۔

۱۴۳

۱۴۳۱ھ کی شوال کی پہلی صبح

باب کی پہلی حدیث ابن عباس جو موسیٰ بن عبدالعزیز کے طریق سے مروی ہے یہ اس باب میں اصح و احسن روایت ہے جس کو صاحب کتاب اور ابن ماجہ نے سنن میں، امام بخاری نے جزء القراءة میں، ابن خزیمہ نے صحیح میں، حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ اور امام مسلم، حافظ بیہقی، آجری، خطیب، ابوسعید سمائی، ابوموسیٰ مدینی، ابوالحسن بن الفضل سنذری، ابن الصلاح اور امام نووی وغیرہ محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے۔ بلکہ شیخ ابن مندہ نے تو اس کی بابت ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

حافظ دارقطنی کہتے ہیں: اصح شیء فی فضائل السور فضل قل ہو اللہ احد اصح شیء فی فضائل السور فضل صلوۃ التبیح: حافظ ابن الجوزی نے جو اس کو موسیٰ بن عبدالعزیز راوی کی وجہ سے محفوظ میں شمار کیا ہے اس کے متعلق علامہ دمنی نے درجات مرتقاء الصلوۃ میں اور حافظ ابن حجر نے کتاب المحصال المکفرۃ للذنب المقدّمۃ والمؤخرہ میں اور علامہ زکریا وغیرہ نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ موصوف نے اچھا نہیں کیا۔ کیونکہ شیخ ابن سعین، امام زبائی، اور حافظ ابن حبان وغیرہ نے موسیٰ بن عبدالعزیز کی توثیق کی ہے اور بشر بن الحکم عبدالرحمن

اسحاق بن ابی اسرائیل اور زید بن المبارک صنعانی وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔
 اپنے شیخ ابوجیب حبان بن ہلال بصری کا قریب تعارف
 قولہ قال ابوداؤد وحبان الخ مقصود ہے کہ یہ ہلال بن یحییٰ بن سلم الرازی البصری الحنفی الفقیہ
 کے ناموں ہیں۔ دنا نقب ہلال بالرازی لستہ علمہ وکثرہ فقہہ۔
 عمر بن مالک جو ابوجوزار سے راوی ہیں ان کی متابعت مقصود
 قولہ وقال ابوداؤد رواہ الخ ہے کہ اس کو ابوجوزار سے سترمیں انریان نے بھی روایت کیا ہے
 فرق صرف یہ ہے کہ عمر بن مالک کی روایت مرفوع ہے اور روایت سترم حضرت عبداللہ بن عمرو
 پر موقوف ہے۔
 حافظ منذری نے اس حدیث کے رداء کو نقد کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابوجوزار سے
 رواہ کا اختلاف ہے فیعل عن عن عباس، ذیل عن عن عبداللہ بن عمر، ذیل عن عن عبداللہ
 بن عمرو، اس کے ساتھ ساتھ اس حدیث کے وقف درخ میں بھی اختلاف ہے۔ روح بن السیب
 کی روایت کو حافظ دائرۃ الفنی نے کتاب صلوۃ النسخ میں موصولاً روایت کیا ہے۔

(۱۸۳) بَابُ رَكْعَتِي الْمَرْغَبِ ابْنِ تَصْلِيَانِ

(۲۷۵) حدثنا حسين بن عبد الرحمن الجرجاني ثنا طلق بن غنم نا يعقوب بن
 عبد الله عن جعفر بن ابی المغيرة عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس قال كان
 رسول الله صلى الله عليه وسلم يطيل القراءة في الركعتين بعد المغرب حتى
 يتفرق اهل المسجد، قال ابوداؤد رواه نصر المجدد عن يعقوب العمري واثبت
 مثله قال ابوداؤد حدثنا محمد بن عيسى
 بن الطباع نا نصر المجدد عن يعقوب مثله

ترجمہ

حسین بن عبد الرحمن جرجانی نے بن طلح بن غنم نا یعقوب بن عبد اللہ بردایت جعفر

بن ابی المصنوف وقال علی بن سعید عن احمد بن حنبل اسنادہ ضعیف کل یرد عن عمرو بن مالک یعنی
 ذنیہ مقال قلحہ قدر رواہ المسترین ریان عن ابی الجوزار قال من حدیثک قلت سلم یعنی ابن ابراہیم فقال
 المسترین ثقہ دکانہ اعجبہ قال الحافظ ابن حجر نکاح احمد یلیذ الامن رواہ عمرو بن مالک دہر البکری
 قلنا لیلہ متابہ المستراحبہ نفاہرہ از رجح من تضعیف ۱۲ بدل

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے ہم معنی مرسل روایت کیا ہے۔

ابوداؤد کہتے ہیں اس نے بواسطہ محمد بن حمید یعقوب سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جو روایت تم کو بطریق جعفر بواسطہ سعید بن جبیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سناؤں وہ بواسطہ ابن عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوگی۔۔۔ تشریح

یعقوب بن عبد اللہ لقمی کی زیر بحث حدیث مرسل ہے کیونکہ سعید بن قتیبہ قال ابوداؤد الخ (۳۰۰) جبیر تابعی ہیں نہ صحابی لیکن اس کا مرسل ہونا صرف ظاہر کے اعتبار سے ہے حقیقت میں مرسل یعقوب بن جعفر عن سعید بن جبیر کل کے کل منہ ہیں جس کی دلیل یعقوب کا قول ہے۔ کل شیء حدیثکم عن جعفر اھ۔

(۱۸۵) باب قیام اللیل

(۲۷۷) حدثنا ابن کثیرنا سفیان عن مشیر عن علی بن الرقعة عن حماد بن محمد بن حاتم بن بزیج نا عبید اللہ بن موسیٰ عن سلیمان عن الرقعة عن علی بن الرقعة المعنی عن الرقعة عن ابی سعید وابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انقضى الرجل اهلته من اللیل فصلی او صلی رکعتین جمیعاً کتب فی الذاکرین والذاکرات ولم یرفعہ ابن کثیر ولا ذکر ابا ہریرة جعلہ کلام ابی سعید، قال ابوداؤد سماعہ ابن حفص بن غنیم عن سفیان قال واذا

تکبر ابا ہریرة قال ابوداؤد و

حدیث سفیان موقوف

ترجمہ

ابن کثیر نے بسند سفیان بواسطہ مسعود اور محمد بن حاتم بن بزیج نے بسند عبید اللہ بن موسیٰ بردا شیبان بواسطہ عیش (ان دونوں نے) بطریق علی بن الرقعة بواسطہ ابو سعید و حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو رات میں جگائے اور دونوں نمازیں پڑھیں تو ان کو ذکر کرین و ذاکرات میں لکھا جائے گا۔ ابن کثیر نے اس کو مرفوع نہیں کیا اور نہ حضرت ابو ہریرہ کو ذکر کیا بلکہ اس کو حضرت ابو سعید کا کلام قرار دیا ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابن ہدی نے سفیان سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرا گمان ہے کہ اس میں حضرت ابو ہریرہ کا ذکر ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ سفیان کی حدیث موقوف ہے۔۔۔ تشریح

قولی باب الخ۔ ادا تل اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر شب بیداری و تہجد گزاری کم از کم تہائی رات یا اور زیادہ سے زیادہ دو تہائی رات تک فرض تھی۔ چنانچہ صحابہ کرام نے برابر ایک سال تک اس حکم کی تعمیل کی اور آدمی آدمی اور تہائی تہائی رات کے قریب اللہ کی عبادت میں گذاری۔ غنیمت اور غفلت کے وقت روزانہ آدمی، تہائی اور دو تہائی رات کی پوری طرح غفلت کرنا خصوصاً جبکہ گھڑی گھنٹوں کا سالانہ ہو سہل کام نہیں تھا۔ اسی لئے بعض صحابہ رات بھر نہ سوتے تھے کہ کہیں نیند میں ایک تہائی رات بھی جاگنا نصیب نہ ہو۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ صحابہ کے پاؤں راتوں کو کھڑے کھڑے سوچ جلتے اور پھٹنے لگتے تھے۔ اس پر حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معافی بھیج دی اور فرمایا کہ تم اس کو ہمیشہ پوری طرح بچھا نہ سکو گے اس لئے اب جس کو اٹھنے کی توفیق ہو وہ جتنی نانا در جتنا قرآن چاہے پڑھ لے۔ اب امت کے حق میں نہ ناز تہجد فرض ہے نہ وقت کی نہ مقدار تلاوت کی کوئی قید ہے۔

البتہ ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ سے بھی یہ فرضیت سا قہ ہو گئی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ پر فرضیت باقی رہی۔ اسی لئے آپ نے کبھی شب بیداری و تہجد گزاری نہیں چھوڑی۔

زیر بحث حدیث کے رفع و دفع کا اختلاف بتا جا چکے ہیں جس قولہ قال ابو داؤد و رواہ الخ (۳۴۱)

کیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ و حضرت ابوسعید خدری کے مسندات سے گردانا ہے بخلاف محمد بن کثیر کے کہ اس نے سفیان سے روایت کرتے ہوئے نہ حدیث کو مرفوع کیا اور نہ حضرت ابو ہریرہ کو ذکر کیا۔ بلکہ اس نے موقوف روایت کرتے ہوئے اس کو حضرت ابوسعید کا کلام گردانا ہے۔ سہ عبد الرحمن بن ہمدانی جن کی روایت کو صاحب کتاب تعلیقا ذکر کر رہے ہیں۔ سو انھوں نے سفیان سے معایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ مجھے خیال ہے کہ سفیان نے حضرت ابو ہریرہ کو ذکر کیا ہے۔

یعنی حدیث سفیان بہر طریق حضرت ابوسعید خدری پر موقوف ہے۔ لیکن حافظ بیہقی کی سنن کبریٰ میں ہے: قال الشيخ مرداوی عیسیٰ بن جعفر الرازی عن سفیان مرفوعاً نحو حدیث الانس۔ (۳۴۲)

(۱۸۶) باب افتتاح صلوٰۃ اللیل برکعتین

(۲۷) حدثنا محمد بن خالد نا ابراہیم یعنی ابن خالد عن دباچ عن صالح عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرۃ قال اذا جمعا ۷ زاد ثمر لیطوّل بعد ما مضاء

قَالَ ابوداؤد سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَزُهَيْرِ بْنِ مَعَاوِيَةَ وَجَمَاعَةٍ عَنْ
هَشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ أَوْ قَفْوَةَ عَلَى ابْنِ هُرَيْرَةَ وَكَانَ لَكَ رَوَاهُ ابْنُ يُوَيْبُ عَنْ
أَوْ قَفْوَةَ عَلَى ابْنِ هُرَيْرَةَ وَرَوَاهُ ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ
ابوداؤد قَالَ فِيهِمَا تَجَوُّزٌ

ترجمہ۔

خلد بن خالد نے بند ابراہیم بن خالد بردایت رباح بطریق معروا وسطہ ابوبہ عن ابن سیرین
حضرت ابوہریرہ سے اٹھا کے ہم سنی روایت کیا ہے اس میں اتنا زائد ہے کہ اس کے بعد جتنا چاہے
طویل کہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو حماد بن سلمہ، زہیر بن معاویہ اور ایک جماعت نے
ہشام سے بواسطہ ابن سیرین حضرت ابوہریرہ پر موقوف کیا ہے۔ اسی طرح اس کو ابوبہ اور
ابن عون نے حضرت ابوہریرہ پر موقوف کیا ہے۔ اور ابن عون نے محمد سے روایت نقل کی
ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس میں یہ لفظ ہے۔ فیہما تجوز۔ تشریح

اس میں بھی حدیث کے رخیہ دو وقف کا اختلاف بیان کرنا ہو
قولہ قال ابوداؤد روی الخ (۳۴۳) جس کا حاصل یہ ہے کہ زیر بحث روایت سے پہلی روایت میں

سلیمان بن حیان نے اس حدیث کو عن ہشام بن حسان عن ابن سیرین عن ابی ہریرۃ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مرفوعاً روایت کیا ہے اس کے برخلاف حماد بن سلمہ، زہیر بن
معاویہ اور حماد بن زید نے عن ہشام عن ابن سیرین عن ابی ہریرۃ: موقوفاً روایت کیا ہے بطریق
ابوبہ و ابن عون نے بھی ابن سیرین سے موقوفاً ہی روایت کیا ہے۔ پس اس حدیث کو
مرفوعاً روایت کرنے میں سلیمان بن حیان متفرد ہے۔

لیکن حقیقت میں سلیمان متفرد نہیں بلکہ ابواسامہ، محمد بن سلمہ الحارثی اور ابو خالد حمزہ
نے بھی اس کو ہشام سے مرفوعاً روایت کیا ہے جن کی روایات صحیح مسلم اور مسند امام احمد وغیرہ
میں موجود ہیں۔

روایت ابن عون دروایت ابوبہ کے الفاظ کا فرق بیان
قولہ قال ابوداؤد قال فیہما الخ (۳۴۴) مر رہے ہیں کہ ابوبہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: قال
فصل کتبتین خفیفین: اور ابن عون کے الفاظ یہ ہیں: ففصل کتبتین و تجوز فیہما: (دو جو اعلیٰ صیفۃ
الامر اعلیٰ صیفۃ المستقبل بحدت احد التائین و یحتمل المعدر ایضاً۔)

(۱۸۷) بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ فِي صَلَوةِ اللَّيْلِ

(۲۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ بْنُ الرِّيَّانِ نَاعِدُ اللَّهِ بْنِ مَبَارَكٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ زَائِدَةَ

عن ابیہ عن ابی خالد الوالیتی عن ابی حمیرۃ انہ قال کانت قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل یرفع طورا ویخفض طورا قال
ابوداؤد ابو خالد الوالیتی اسمہ ہن من

ترجمہ

محمد بن بکار بن المریان نے بلند عبد اللہ بن المبارک بردایت عمران بن زائدہ بطریق والدہ ذمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کبھی بلند آواز سے قرات فرماتے کبھی پست آواز سے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابو خالد والیتی کا نام ہریرہ ہے۔ تشریح

ابو خالد والیتی جو حضرت ابو ہریرہ سے رادی ہیں صرف ان کا نام
قولہ قال ابوداؤد الخ بتانا ہے کہ ان کا نام ہریرہ (یا ہرم) ہے۔ طبقہ ثانیہ سے ہیں
اور مقبول ہیں۔

(۲۸۰) حدثننا موسیٰ بن اسماعیل ناہد عن ہشام بن عروہ عن عروہ عن عائشۃ ان رجلاً قام من اللیل فقرأ فرفع صوتہ بالقرآن فلما اصبحت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرحمہ اللہ فلا تاتکاتین من آیتہ اذ کون فیہا اللیلۃ کنت قد اسقطتہا قال ابوداؤد رواہ ہارون النخوی عن حماد بن سلمۃ فی سورۃ آل عمران فی المحدث وکاین من بنی

ترجمہ

موسیٰ بن اسماعیل نے بلند حماد بردایت ہشام بن عروہ ابو اسطلہ عروہ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رات کو اٹھا اور اس نے بلند آواز سے قرآن پڑھا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رحم کرے فلاں پر کئی آیتیں اس نے مجھے رات کو یاد دلائیں جن کو میں بھول چلا تھا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ہارون نخوی نے حماد بن سلمہ سے سورہ آل عمران کی یہ آیت نقل کی۔ وکاین من بنی۔ تشریح

اس کا حاصل یہ ہے کہ سورہ آل عمران کی آیت: وکاین من بنی
قولہ قال ابوداؤد الخ دو قرأتیں ہیں اول کا پڑھنا بفتح کاف دہزہ دیا ر مشدہ کسورہ اور
آخر میں نون کے ساتھ۔ ابن کثیر کے علاوہ جمیع قراء کی قرات یہی ہے۔ اس قرات کے مطابق

اگر وقف کیا جائے تو بصری کے نزدیک یاہر پر وقف ہو گا جس میں یاہر کے اصل ہونے پر تبنیہ ہوگی اور باقی قراء کے نزدیک نوں پر وقف کیا جائے گا جس میں اتباع رسم مقصود ہے۔
 دوسری قراءت ابن کثیر کی ہے وہ اس کو کائین بردون فاعل پڑھتے ہیں۔ اب حماد بن سلمہ سے موسیٰ بن اسمیل نے تو کائین روایت کیا ہے اور ہارون بخوی نے کائین۔ پس اگر موسیٰ کی روایت کو پہلی قراءت پر مانا جائے تو ہارون کی روایت کو دوسری قراءت پر محمول کیا جائے گا اور اگر موسیٰ کی روایت دوسری قراءت پر ہو تو ہارون کی روایت پہلی قراءت پر ہوگی (ذیل)،
 صاحب عون المعبود نے اس قول کا مقصد یہ بتایا ہے کہ حماد بن سلمہ سے موسیٰ بن اسمیل کی روایت کے الفاظ تو یہ ہیں۔ "یرحم اللہ فلا نکاتین من آیتہ اذ کرئیا للیلۃ" جس سے مراد سورہ یوسف کی آیت "و کاتین من آیتہ فی السموات والارض" ہے اور ہارون بخوی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ "یرحم اللہ فلا نکاتین من آیتہ فی سورۃ آل عمران حروف ادای کلمات" اسقطتھا و کائین من نبی" جس سے مراد آل عمران کی آیت۔ "و کائین من نبی قاتل معہ ربون کثیر ہے۔"

(۱۸۸) باب فی صلوة اللیل

(۲۸۱) حدثنا موسیٰ بن اسماعیل نا وہیب نا هشام بن عروۃ عن امیہ عن عائشۃ

قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ یمیز

منہا بجنس لا یجلس فی شئ من الخمس حتی یجلس فی

الآخرۃ فیتسلم، قال ابو داؤد رواہ ابن نمیر عن هشام

نحوہ

ترجمہ

موسیٰ بن اسمیل نے بندہ حبیب بخاریت هشام بن عروہ بواسطہ: الدعوہ، حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں سواغ کے ذریعہ نماز کو طاق کر دیتے تھے اور ان میں صرف اخیر میں بیچ کر سلام پھرتے تھے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابن نمیر نے بھی ہشام سے اسکا طرح روایت کیا ہے۔۔۔ کثیر بیچ
 قولس باب الخ۔ صلوة لیل کا اطلاق باعتبار حقیقت ہر اس نماز پر ہوتا ہے جو رات میں ادا کی جائے۔ فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل، لیکن شریعت کی زبان میں اس کا اطلاق صرف نماز تہجد اور نماز وتر پر ہوتا ہے اور کسی نماز پر نہیں ہوتا۔ پس مغرب و عشاء کی نماز باعتبار حقیقت اگرچہ رات کی نمازوں میں سے ہے مگر ان کی نسبت یہ حقیقت مجوز ہے۔
 بہر کیف صلوة لیل کا مصداق دو نمازیں ہیں ایک نماز تہجد اور ایک نماز وتر۔ وتر کی تو

مفصل بحث انشاء اللہ ابواب الوتر میں آئے گی۔ یہی نماز تہجد سوا اس میں صرف دو ہی اعتبار سے گفتگو ہے ایک باعتبار ادا اور ایک باعتبار حکم۔ حکم تہجد کے متعلق ہم باب قیام اللیل کے ذیل میں تشریح سے ساتھ عرض کر چکے کہ یہ امت پر فرض ہے نہ واجب بلکہ مستحب ہے۔ اور ادا تہجد کی بابت حضرت ابن عباس ذرید بن ثابت اور حضرت عائشہؓ سے گور روایات مختلف ہیں بالخصوص حضرت عائشہؓ سے کہ وتر سیمت تیرہ، گیارہ، نو اور سات رکعات کی مختلف روایات ہیں مگر یہ اختلاف دراصل واقعی اختلاف نہیں بلکہ وقت کی تنگی و مراخی کے اعتبار سے اختلاف اوقات پر اور طول و عدم طول قرأت غلبہ نوم و فاد مرض و غیرہ کے لحاظ سے اختلاف احوال پر مبنی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد مختلف اوقات میں مختلف کیفیات کے ساتھ ادا کی ہے۔

قول من لا یجلس فی شیء من الخمس الا فی الثمانۃ: شواخ کے مسلک پر تو بہت سہل ہے کیونکہ اگر یہاں فصل کی صورت میں صرف آخری رکعت میں تشہد کافی ہے مگر احناف کے مذہب پر بہت مشکل ہے۔ کیونکہ احناف کے یہاں فرض و نوافل کی ہر دو رکعت پر قعدہ اور تشہد واجب ہے اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ صرف آخری رکعت میں بیٹھتے تھے جو مذہب احناف کے ہاکل خلاف ہے۔

۱۷۱۔ لَمَّا عَلٰی قَارِیَ لَیَ اس کا جواب نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں جلوس سے مراد جلوس سلام ہے۔ آئی لا یجلس فی شیء من الخمس للسلام بخلاف ما قبلہ من الركعات۔ مگر یہ جواب بھی اشکل سے خالی نہیں اس واسطے کہ احناف کے یہاں وتر کی صرف تین رکعتیں ہیں جن پر زیادتی جائز نہیں۔ اب پانچ رکعات پڑھنے کی صورت دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو بوقت تحریمہ وتر کی نیت کرے گا یا نفل کی۔ اگر وتر کی نیت کرتا ہے تو تین رکعات پر زیادتی لازم آتی ہے جو جائز نہیں اور نفل کی نیت کرتا ہے تو یہ وتر کی نماز نہ ہوتی کیونکہ وتر واجب ہے۔

پھر اس کو ابتداء اسلام پر محمول کرنا اور یہ کہنا کہ شروع میں وتر کی متعدد رکعات کی اجازت تھی بعد میں تین متعین ہو گئیں اس لئے غلط ہے کہ یہ حضرت زرارہ بن ادنیٰ کی حدیث۔ فلم تنزل تلک صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یدن فنقص من الشح فجعلھا الی الست و السبع اھ کے منافی ہے پس بہتر تو جیہ یہ ہے کہ اس میں جلوس سے مراد جلسہ فراغ و جلسہ استراحت ہے اور معنی یہ ہیں لا یجلس فی شیء من الخمس جلۃ الفراغ ولا استراحت حتی یجلس تلک الجلۃ فی الآخرۃ (خاتم)۔

۱۷۲۔ قولہ قال ابو داؤد الخ: کو ہشام بن عودہ سے اس حدیث کی روایت میں وہیب متفق نہیں بلکہ اس امام مسلم نے صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ کی ہے۔ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ یوتر من ذلک خمس لا یجلس فی شیء الا فی آخرہا و تابعہ ایضاً دیکھ دالوا ساتھ کما عند مسلم ایضاً۔

(۳۸۶) حدیثنا موسیٰ بن اسماعیل نا حماد عن محمد بن عمرو عن محمد بن ابراہیم بن علقمہ بن وقاص عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بتسبیح رکعات ثم اوتر بتسبیح رکعات و رکع رکعتین و هو جالس بعد الوتر یقرأ فیہما ، فاذا اکراد ان یرکع قام فترکع ثم سجد ، قال ابو داؤد ورمی بہذا الحدیثین خالد بن عبد اللہ الی واسطی مثله قال فیہ قال علقمہ بن وقاص یا اُمّتہ کیف کان یصلی الرکعتین فذکر معناه ، حدیثنا وھب بن بقیۃ عن خالد

ترجمہ

موسیٰ بن اسماعیل نے بسند حماد بطریق محمد بن عمرو بردایت محمد بن ابراہیم بواسطہ علقمہ بن وقاص حضرت عائشہ رضی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھ کر پھر سات پڑھنے لگے اور دو رکعتیں پڑھ کر دو رکعتیں پڑھتے تھے اور ان میں سے کچھ پڑھتے تھے قرأت کرتے تھے جب رکوع کا ارادہ ہوتا تو اٹھ کر رکوع کرتے پھر سجدہ کرتے تھے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں کو خالد بن عبد اللہ واسطی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے جس میں ہے کہ علقمہ بن وقاص نے کہا، انا جان! دو رکعت کیسے پڑھتے تھے؟ پھر اسی کے ہم معنی روایت کیا۔ ہم کو خالد سے یہ روایت وھب بن بقیۃ نے سنائی ہے۔۔۔

۱۷۲

(۳۸۷) قولہ قال ابو داؤد الخ یعنی زیر بحث حدیث علقمہ بن وقاص اور اس سے پہلی حدیث ابو سلمہ بن عبد الرحمن کو جس طرح محمد بن عمرو سے حماد بن سلمہ نے روایت کیا ہے اسی طرح محمد بن عمرو سے ان دونوں حدیثوں کو خالد بن عبد اللہ واسطی نے بھی روایت کیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ خالد بن عبد اللہ کی روایت میں اتنی زیادتی ہے۔ قال علقمہ الخ قولہ حدیثنا وھب بن بقیۃ الخ۔ قول سابق میں خالد بن عبد اللہ واسطی کی جس روایت کی طرف تعلقاً اشارہ کیا تھا اس کی سند پیش کر کے موصول کر رہے ہیں کہ خالد کی یہ روایت ہم کو وھب بن بقیۃ نے سنائی ہے۔۔۔

ضروری تنبیہ اور تحقیق نفیس | علاوہ تمام نسخوں میں اس طرح ہے۔ حدیثنا وھب بن بقیۃ عن خالد ونا ابن المنی نا عبد الاعلیٰ اھ! مگر یہ بالکل غلط ہے صحیح یہ ہے جو نسخہ احمدیہ میں ہے۔ حدیثنا وھب بن بقیۃ عن خالد، حدیثنا ابن المنی نا عبد الاعلیٰ اھ! یعنی متن کی عبارت عن خالد پر ختم ہے اور حدیثنا ابن المنی اھ! سے دوسری حدیث کی سند کا آغاز ہے بعض نسخہ نے حاشیہ پر عن خالد کے بعد تحویل سند کی علامت ح و نا پڑھا کرتے ہوئے بالکل بگاڑ دیا۔ حافظ بیہقی کی سنن کبریٰ سے اس کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے جس میں صحت

نے مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کو بطریق حاد بن سلمہ عن محمد بن عمرو روایت کرنے کے بعد صاحب کتاب کا قول: قال ابو داؤد و ردی الحیثین خالد بن عبد اللہ عن محمد بن عمرو مثله قال فیہ قال علقمہ بن وقاص یا امہ کیف کان یصلی الرکعتین فاذکر معنیہا۔ حدیث شاہ دہب بن بقیۃ عن خالد نقل کرتے ہوئے لفظ حدیث شاہ میں ضمیر ذکر کر کے اس مسئلہ کو بالکل بے غبار کر دیا کہ حدیث کتاب حدیث شاہ دہب بن بقیۃ عن خالد عبارت سے مذکورہ بالا دونوں تعلیقوں کو موصول کرنا چاہتے ہیں۔

پس صاحب عون المعبود نے جو یہ کہہ ہے کہ جس طرح ہشام بن صالح سے عبد الاعلیٰ راوی ہے، اسی طرح اس سے خالد بن عبد اللہ الطحان الواسطی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے یہ بالکل غلط ہے بلکہ خود صاحب فایۃ المقصود بھی اس حقیقت سے واقف نہ ہو سکے جن سے صاحب عون المعبود نے اپنی شرح میں یہ نقل کیا ہے۔ روایت دہب بن بقیۃ عن خالد عن ہشام ما وجدنا فی اطراف الزیادۃ و ما روایت ابن اثیری عن عبد الاعلیٰ قنابۃ فیہ: "ظاہر ہے کہ جب یہاں ہشام بن حسان سے خالد بن عبد اللہ کی کوئی روایت ہی نہیں تو لے کہاں سے دفن ذکر و تشکر فائز تحقیق بغیر حقه الشیخ فی البذل فجزاہ الشریح الجزاۃ ۱۔

(۲۸۳) حدثنا دہب بن بقیۃ عن خالد عن حصین بن عوفہ قال واعظم لی نوراً قال ابو داؤد و کذا قال ابو خالد الدالانی عن حبیب فی هذا و کذا قال فی هذا و قال سلمۃ بن کعبیل عن ابی ریشدین عن ابن عباس

ترجمہ

دہب بن بقیۃ نے بواسطہ خالد حصین سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں واعظم لی نوراً۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابو خالد الدالانی نے حبیب سے اور سلمہ بن کعبیل نے بواسطہ ابی ریشدین حضرت ابن عباس سے اس حدیث میں یہی الفاظ ذکر کئے ہیں:۔ (تشریح) (۳۷۹) یعنی جس طرح ہشام، محمد بن فضیل اور خالد بن عبد اللہ نے عن حصین قوله قال ابو داؤد الخ عن حبیب بن ابی ثابت روایت کرتے ہوئے: واعظم لی نوراً۔ الفاظ ذکر کئے ہیں۔ اسی طرح ابو خالد الدالانی نے حبیب سے اور سلمہ بن کعبیل نے ابی ریشدین سے بھی یہی الفاظ ذکر کئے ہیں۔

حاصل یہ کہ ان الفاظ کی روایت میں رواۃ کا اختلاف ہے۔ امام مسلم نے اس حدیث کو بڑی اہمیت

عہ فقہ مسلم بن طریق عبد الرحمن بن مہدی قال ناسفیان عن سلمۃ بن کعبیل و عظیم لی نوراً و فی روایت سعید بن مسروق و عقیل بن خالد عن عیثہ و اعظم لی نوراً و فی روایت ابن ابی لیلی عن داؤد بن علی عن ابیہ عن جده ابن عباس عند الترمذی اللہم اعظم لی نوراً و اعظم لی نوراً فانما جمع بینہما ۱۲ بذل مختصراً۔

داصل بن عبد الاعلیٰ قال نا محمد بن فضیل عن حسین بن عبد الرحمن اھ روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ "انہم عظمیٰ نوراً" پس صاحب کتاب اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس حدیث میں بردایت محمد بن عیسیٰ عثمان بن ابی شیبہ الفاظ۔ "داظمیٰ نوراً" کے بجائے۔ "داظمیٰ نوراً" آئے ہیں جن کو روایت دہب بن بقیہ بن خالد عن نصیب اور قتیبہ ابو خالد الانانی عن حبیب اور حدیث سلمہ بن کہیل عن ابی راشدین سے تقویت حاصل ہے۔ حدیث سلمہ بن کہیل کی تخریج امام سلم نے صحیح میں کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ "داظمیٰ نوراً"۔

۲۸۴۴ حدیثنا محمد بن ہشام نا ابو عاصم نا ذھیر بن محمد عن شریک بن عبد اللہ بن ابی یزید عن کثیر بن عبد الفضل بن عباس قال یث لیلۃ عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نظرت کیف یصلی فقام فنوذاً و صلی رکعتین قیاماً مثل رکوعہ و رکوعہ مثل سجودہ ثم نام ثم استعطف نوذاً و استنّ ثم قرأ بعض آیات من آل عمران ان فی خلق السموات و الارض و الخلق اللیل و النہار فم یزل ینعل ہذا حتی صلی عشرہ رکعات نوفاً فصلى سجدة واحدة فاذا نزل بها و نادى المأدب عند ذلك فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما سکت المؤذن فصلى سجدتین خفیفتین ثم جلس حق صلی الصبح قال ابو داود و خفی علی من ابن ہشام بعضہ

۱۷۴

ترجمہ

محمد بن ہشام نے بند ابو عاصم محمد بن ذھیر بن محمد بردایت شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر بن قریب حضرت فضل بن عباس سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا تاکہ یہ دیکھوں کہ آپ نماز کیسے پڑھتے ہیں۔ آپ اٹھے، وضو کیا اور دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ قیام رکوع کے برابر اور رکوع سجود کے برابر تھا پھر آپ سو رہے۔ اس کے بعد پھر اٹھے وضو کیا، مسواک کی اور سورہ آل عمران کی پانچ آیتیں ان فی خلق السموات و الارض اخیر تک پڑھیں، پھر آپ ایسا ہی کرتے رہے یہاں تک کہ دس رکعتیں ادا کیں پھر کھڑے ہوئے اور ایک رکعت پڑھ کر نماز کو طاق کر دیا۔ اس وقت مؤذن نے اذان دی آپ کھڑے ہوئے اور جب مؤذن اذان سے فارغ ہو گیا تو آپ ہلکی ہلکی دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے رہے اس کے بعد صبح کی نماز ادا کی۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابن ہشام کی حدیث کا بعض حصہ مجھ پر مخفی رہا۔

۳۸۰۰ قولہ قال ابو داود الخ یعنی میں شیخ ابن ہشام سے اس حدیث کے بعض الفاظ اچھی طرح نہیں سنا۔

۳۵۱۵ یث ان یكون المعنى اى سمعت منه هذا القدر الذى رويناه لكن عنده بعض الزيادات على هذا القدر المذكور لكن لم اسع منه خفى على ۱۲۷۰ عن المعبود۔

(۲۸۵) حدثنا احمد بن صالح ومحمد بن سلمة المرادي قال نا ابن وهب عن معاوية عن صالح عن عبد الله بن ابي قيس قال قلت لعائشة بكم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤتير قالت كان يؤتير بارج وثلاث وست وثلاث مئتان وثلاث وعشر وثلاث ولم يكن يؤتير بألف من سبع ولا بأكثر من ثلاث عشرة قال ابو داود زاد احمد ولم يكن يؤتير بركعتين قبل الفجر قلت ما يؤتير قالت لم يكن يدعى ذلك ولم يكن كواحد وست وثلاث

ترجمہ

احمد بن صالح اور محمد بن سلمہ مرادی نے ہذا ابن وہب پر روایت معاویہ بن عبد اللہ بن ابی قیس سے روایت کیا ہے کہ میر نے حضرت عائشہ سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا، کبھی چار اور تین رکعتیں پڑھتے تھے کبھی چھ اور تین کبھی آٹھ اور تین کبھی دس اور تین۔ لیکن سات سے کم اور ترہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ احمد نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ فجر کی دو سنتوں کو کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے۔ میں نے پوچھا، اس کا کیا مطلب؟ انھوں نے کہا کہ ان کو ترک نہیں کرتے تھے۔ اور احمد نے ست و ثلاث کو ذکر نہیں کیا۔۔۔ تشریح

۱۷۵

روایت احمد بن صالح اور روایت محمد بن سلمہ کا اختلاف ظاہر کر رہی ہیں۔
قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۸۱) کہ شیخ احمد بن صالح نے الفاظ "ولم یکن یوتر برکتین احد" زائد ذکر کئے ہیں محمد بن سلمہ کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور محمد بن سلمہ نے "ست و ثلاث" کو ذکر کیا ہے۔ شیخ احمد کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

(۱۸۹) باب فی قیام شہر رمضان

(۳۸۶) حدثنا حسن بن علی ومحمد بن المتوکل قالنا عبد الرزاق انا معمر قال الحسن فی حدیثہ واما لك بن الس عن الزهري عن ابي سلمة عن ابي هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يترقب في قیام رمضان من غیر ان یأمرهم بغير یمتہ ثم یقول من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه فتوفی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذلک ثم کان الامر علی ذلک فی خلافتہ
ابی بکر وصدراً من خلافتہ عمر رضی اللہ عنہ، قال ابو داؤد و
کذا امرہ اہ عقیل و یونس و ابو وئیس من قام و
روی عقیل من صام رمضان وقامہ

ترجمہ

حسن بن علی اور محمد بن متوکل نے بسند عبد الرزاق باخبر محمد د مالک بن انس، بروایت زہری ابو کلمہ
ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قیام رمضان
(تراویح) کی رغبت دلاتے تھے حکم کئے بغیر۔ اور فرماتے تھے کہ جو شخص ایمان و خلوں کے ساتھ
رمضان میں کھڑا ہو اس کے اگلے گناہ بخشتے جائیں گے۔ پھر آپ وفات پا گئے اور وصیت
یہی رہی۔ پھر حضرت ابو بکر کی خلافت میں بھی اور شروع خلافت عمرؓ میں بھی ایسا ہی رہا۔
ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو عقیل، یونس اور ابو اوس نے اسی طرح من قام رمضان۔ الفاظ کے
ساتھ روایت کیا ہے۔ اور عقیل کی روایت میں من صام رمضان وقامہ کے الفاظ
ہیں۔ تشریح

قولی باب النہ۔ اس باب میں نماز تراویح کا بیان ہے۔ آج کے دور میں مسئلہ تراویح بھی ایک
اہم مسئلہ بنا ہوا ہے جس پر اہل علم کی مستقل تصانیف آچکی ہیں جیسے المصانج فی صلوٰۃ التراویح
از علامہ جلال الدین سیوطی، تحفۃ الاخیار باسیارۃ مستیلا لابرار۔ از مولانا عبدالحی لکھنوی
المحن الترویج فی اثبات التراویح اور مصانج التراویح۔ از حجت الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب
نافوتوی۔ الرای النجی فی عدد رکعات التراویح۔ از شمس الاسلام حضرت مولانا رشید احمد صاحب
نگارہی۔ احسن التوضیح۔ از مولانا شفاق الرحمن صاحب کاندھلوی۔ المحن الترویج سورۃ التہجد تراویح
از مولانا ظہیر احمد صاحب در بھنگوی، رکعات التراویح۔ از حافظ عبد اللہ صاحب فازی پوری
رکعات التراویح۔ از شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمن صاحب غظمی۔ انوار المصانج بجواب کتات
التراویح۔ از مولوی نذیر احمد رحمانی عظمی۔ احسن التوضیح فی مسئلہ التراویح۔ از مولانا شتان احمد
صاحب۔ فایۃ التنقیح فی اثبات التراویح۔ از مولانا سید محمد علی نوگیری۔ از اللہ النکاح فی تعداد
التراویح۔ از مولانا شاہ محمد فیروز پوری۔ احکام التراویح۔ از مولانا عبدالحی مدرسی۔

یہ تمام رسائل ہمارے پیش نظر ہیں۔ جن میں سے تحفۃ الاخیار۔ مصانج التراویح۔ الرای النجی اور
حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب غظمی کا رسالہ رکعات تراویح ہماری اس بحث کا اصل ماخذ ہے۔
تراویح کے متعلق چند امور خاص طور سے قابل لحاظ ہیں۔ اول یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ثبوت
پانہیں؟ دوم یہ کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے واجب ہے یا سنت؟ اور یہ نماز مسجد میں جاؤت کے ساتھ
افضل ہے یا اپنے گھر پر تنہا تنہا پڑھنا افضل ہے؟ سوم یہ کہ اس کی کتنی رکعات ہیں۔

امراؤں کی تحقیق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تراویح پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ چنانچہ زیر بحث باب کی تیسری حدیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہے اس میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ان ابنی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد مصلی بصلوۃ ناس ثم صلی من القابلۃ فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ فلم یخرج الیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما أصبح قال قد رأیت المدیٰ منقطعاً فلم یکنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم وذلک فی رمضان۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز تراویح ادا کی۔ آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی پڑھی پھر دوسری شب میں آپ نے نماز پڑھی تو بہت لوگ جمع ہوئے۔ جب تیسری شب میں لوگ اکٹھے اکٹھے ہوئے تو آپ انہیں نکلے بلکہ صبح کو تشریف لائے اور فرمایا: مجھے تمہارا حال معلوم تھا مگر میں صرف اس خیال سے نہیں نکلا کہ تم پر یہ فرض نہ ہو جائے۔

اس حدیث کو صاحب کتاب کے علاوہ امام بخاری، امام مسلم اور امام احمد و غیرہ نے بھی رد میں کیا ہے بلکہ امام احمد کی روایت میں ہے۔ فلما کان اللیلۃ الرابعۃ عجز المسجد عن اہلہ۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے۔ فلما کان اللیلۃ الرابعۃ فخص المسجد بالہ۔ کہ چوتھی شب میں تولدنے آدمی جمع ہوئے کہ کسی میں سہانا مشکل ہو گیا۔

بہر کیف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تراویح یا اشک دشبہ ثابت ہے صرف اتنی بات ہے کہ آپ نے اس پر مداومت نہیں فرمائی جس کی وجہ بھی آپ نے بیان فرمادی ۱۷۷
انی خشیت ان تفرض علیکم۔

سوال۔ حدیث اسراء میں تو حق تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا تھا کہ یہ پانچ نمازیں فرض ہیں اور انکا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہے اور یہ بھی فرمادیا تھا کہ۔ لا یبدل القول لدی۔ ہماری بات میں تبدیلی نہیں۔ پس جب نمازوں کی فرضیت حتمی طور پر طے ہو چکی پھر خشیت انقراض دخول زیادہ کے کیا تھی؟

جواب۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد واجب تھی اور افعال شرعیہ میں بوقت موافقت آپ کی اقتدار امت پر واجب ہے تو آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں نماز تراویح بطریق امر بالا مقتدرہ نہ ہو جائے یہ مطلب نہیں کہ آپ کو بطریق انشاء کسی فرض جدید کا اندیشہ تھا۔

یہ جواب علامہ خطابی کا ہے جس کو ابن الجوزی وغیرہ شراح کی ایک جماعت نے قبول کیا ہے لیکن یہ جواب اس بات پر مبنی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد واجب تھی اور اس پر بھی کہ آپ کے افعال کی اقتدار واجب ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں مختلف ہیں۔

علامہ کرمائی فرماتے ہیں کہ۔ لا یبدل القول لدی سے مراد یہ ہے کہ اب پانچ نمازوں میں کمی نہیں ہوگی۔ یہی زیادتی سو اس سے اس قول میں کوئی تعرض نہیں اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا مگر یہ جواب اس لئے نامناسب ہے کہ۔ ہنّ خسّ دہنّ خسّون۔ میں زیادتی نہ ہونے کی طرف بھی اشارہ موجود ہے لانّ التضعیف لا ینقص عن العشر۔

بعض حضرات نے اصل سوال کو اس طرح دور کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس وقت تک نسخہ کا امکان تھا اسلئے آپ کو اس کا اندیشہ ہوا۔ مگر یہ اس لئے عمل نظر ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: لا یبدل القول لدینی۔ خبر ہے۔ اور خبر کی بابت راجح یہ ہے کہ اس میں نسخہ داخل نہیں ہوتا۔ واجباً جو یہ آخری

بات دور چلی گئی ہم تو یہ بتا رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کا ثبوت ہے اور یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے صاف طور پر ظاہر ہے۔ بلکہ حضرت ابو ہریرہ کی زیر بحث حدیث میں اس کی ترغیب اور حدیث ۲۸۹ میں اس کی تحقیر بھی موجود ہے۔ برہان میں لکھا ہے کہ مسلمانوں میں سے رد افق کے سوا کوئی شخص اس کا منکر نہیں۔

امرد دم کی تشریح یہ ہے کہ تراویح کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔ اکثر مشائخ اسی کے قائل ہیں۔ لہذا علیہ السلام رغب الیہ وفعله بنفعہ۔ قال فی الہدایۃ: السنۃ فیہا الجماعۃ لکن علی وجہ الکفایۃ۔

امام احمد، عیسیٰ بن امان، قاضی بکار بن قتیبہ، مزنی، ابن عبدالحکم، احمد بن ابی عمران شیخ الطحاوی اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک جماعت مستحب اور افضل ہے۔ امام مالک، امام ابو یوسف، ربیعہ اور بعض شوافع کے نزدیک گھر میں تنہا پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ بعض صحابہ اور تابعین حضرت ابن عمر، عروہ، قاسم، سالم، ابراہیم اور نافع وغیرہ سے مختلف عن الترایح مروی ہے لیکن امام شافعی، جہور اصحاب شافعی، لیث بن سعد، امام احمد، امام ابو حنیفہ اور بعض مالکی کے نزدیک مسجد میں جماعت کے ساتھ افضل ہے کیونکہ رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز باجماعت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، جابر، انس، ابوذر، زید بن ثابت اور حضرت نعمان بن بشیر وغیرہ بہت سے صحابہ نے بیان کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے آج تک عامۃ المسلمین سے یہی متواتر ہے۔

سوال۔ تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنا تو حضرت عمر نے رائج کیا ہے جو ایک کھلی بدعت ہے

۱۔ احد باحتمل ان یکون الخوف اقتراض قیام اللیل بمعنی جعل التہجد فی المسجد جاذباً شرطاً فی حقہ التفتل باللیل ویومی الیہ قولہ فی حدیث زید بن ثابت: حتی خشیت ان یتکلم علیکم لو کنت علیکم ما تم بفسلوا ایہا الناس فی بیوتکم فمنعہم عن التجمع فی المسجد اشفاقاً علیہم من اشتراطہن مع اذن فی المواطئۃ علی ذلک فی بیوتہم من اقتراضہ علیہم۔ ثانیاً الخوف اقتراض قیام اللیل علی الکفایۃ لا علی الاعیان فلا یکون ذلک زائداً علی الخس بل ہو نظیر العیہ ونحوہا۔ ثالثاً الخوف اقتراض قیام رمضان خاصۃ فقد وقع فی حدیث الہاب ان ذلک کان فی رمضان و فی ردایۃ سفیان بن عیینہ: خشیت ان یفرض علیکم قیام بذالشیء فعلی بذالیرفع الاشکال لان قیام رمضان لا یکسر کل یوم فی السنۃ فلا یکون ذلک زائداً علی الخس ۱۲ بزل۔

خود حضرت عمرؓ نے بھی اس کو بدعت ہی کہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کے متعلق یہ فرمایا ہے: "ایہا الناس ان الصلوۃ باللیل فی شہر رمضان من النافلۃ جماعۃ بدعت و صلوۃ الفضحی بدعت الا فلا تجتمعوا یلا فی رمضان"۔

جواب۔ یہ اعتراض رئیس الروافض صاحب منہاج الکرامۃ کا ہے جس کے متعلق حدیث کا جواب تو یہ ہے کہ بقول صاحب منہاج السنۃ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ یہ کذب محض اور سفید جھوٹ ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ پہلے کہہ چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز تراویح باجماع پڑھنا صحابہ سے زائد کی روایات سے ثابت ہے۔ اب رہا حضرت عمرؓ کا اس کو بدعت کہنا، سودہ صرف لغوی حیثیت سے ہے کہ جو چیز ابتداء کی جائے لفظ اس کو بدعت کہہ سکتے ہیں؛ مطلب نہیں کہ یہ بدعت مذموم ہے۔

سوال۔ حدیث میں تو بھی الاطلاق "کل بدعت ملوۃ تیلہ" ہے۔ جواب۔ یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے۔ کیونکہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ بدعت واجبہ۔ مندوبہ۔ مکروہہ۔ محرمہ۔ مباحہ۔ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الدلیار میں امام شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ محدثات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو کتاب و سنت اور اثر اجماع کے خلاف ہو اس قسم کی بدعت یقیناً ضلالت ہے۔ دوسرے وہ جو ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو اور خیر ہو اس قسم کی بدعت ہرگز مذموم نہیں۔ اور نماز تراویح قسم ثانی سے ہے نہ کہ قسم اول سے۔ پس یہ بدعت حسن ہے نہ کہ بدعت مذمومہ۔

۱۷۹

عزالدین بن عبدالسلام نے کتاب القواعد میں، امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں، ملا علی قاری نے مرقاۃ میں، ابن مالک نے مبارق الاذہار شرح مشارق الانوار میں۔ جلال الدین سیوطی نے حسن المقصد فی عمل المولد اور المصباح فی صلوۃ التراویح میں، قسطلانی نے شرح بخاری میں، زرقانی نے شرح مؤطا میں، حافظ ابوشامہ نے کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث میں اور حلبی نے انسان العیون فی سیرۃ النبی المامون میں اس کی تصریح کی ہے۔

اسرہم کی تفصیل یہ ہے کہ عدد رکعات تراویح کی بابت علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت معاذ ابو حلیہ صحابی کے متعلق ابن سیرین کی شہادت ہے کہ وہ رمضان میں اکتالیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے (تحفۃ الاحوذی)، امام ترمذی نے اس کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اہل مدینہ کا عمل اسی پر رہا ہے۔ کوفہ میں اسود بن یزید چالیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے (تحفۃ الاحوذی)، اسحاق بن راہویہ بھی چالیس رکعات کے قائل تھے (ترمذی)۔

امام مالک کا بیان ہے کہ حرہ کے پہلے سے اب تک کہ سو سال سے زائد ہوتے ہیں مدینہ میں یہ عمل وجود پر رہا ہے کہ اڑتیس رکعات تراویح پڑھی جاتی رہیں جسکی تائید صالح مولی التوامہ کے بیان سے ہوتی ہے۔

نافع موطی حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ میں نے تو لوگوں کو چھتیس ترادیح اور تین دتر ٹرعتے
ہوتے دیکھا اور پایا ہے (تحفة الاحوذی) داؤد بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد اللہ
اور ابان بن عثمان کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں کو چھتیس رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے (قیام اللیل)
 نیز حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاریوں کو ۳۶ رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ (ایضاً)
 حضرت سعید بن جبیر اٹھائیس اور عشرہ اخیرہ میں چونتیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے (تحفة الاحوذی)
 حافظ بیہقی نے سنن کبریٰ میں سائب بن یزید کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ
میں لوگ بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں حضرت عطاء بن ابی رباح کے زمانہ تک
بیس پڑھ لیا تھا (ابن ابی شیبہ)

میں اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور امام داؤد ظاہری نے بیس رکعت تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین رکعت و تراویح کے سوا۔ پھر چند سطر دل کے بعد لکھتے ہیں: "و ذکر ابن القاسم عن مالک انہ الامم القدیمة یعنی القیام بست و ثلاثین تاکہ ابن القاسم نے امام مالک سے بھی نقل کیا ہے کہ چھتیس رکعات کا قیام قیام معمول ہے۔ ابن رشد کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ امام مالک نے بھی بیس رکعات کو پسند کیا ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات اچھی طرح ثابت اور دائم ہو گئی کہ ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین کے علاوہ دوسرے ائمہ اسلام بلکہ پوری امت محمدیہ تراویح کی بیس یا بیس سے زائد رکعتوں کی قائل ہے اور اسی پر ان کا عمل رہا ہے۔ اس کے برخلاف فرقہ اہل حدیث آٹھ رکعتوں کا قائل ہے جس کا دعویٰ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بندہ صحیح آٹھ ہی رکعتیں ثابت ہیں اور حضرت عمر نے بھی آٹھ ہی کا حکم دیا تھا۔

اہل حدیث کے ان دعوؤں کو پرکھنے سے پہلے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا مناسب ہے کہ علماء اسلام کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ جن میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ سبکی اور سیوطی وغیرہ شامل ہیں ان کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کے قول و فعل سے تراویح کا کوئی معین عدد ثابت نہیں چنانچہ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "ومن ظن ان قیام رمضان فیہ عدد معین موقت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایزید ولا ینقص فقد اخطا (در قیام رمضان، انتقاد رجب) یعنی جو شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے باب میں کوئی معین عدد ثابت ہے جو حکم و بیش نہیں ہو سکتا وہ غلطی پر ہے۔ اور علامہ سبکی شرح منہاج میں لکھتے ہیں: "علم انہ لم یقل کم صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک اللیالی ہو عشرون اداقل تحفۃ الاحیاء (مصباح) یعنی یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھیں ہیں یا کم۔

علامہ غزالی نیل الادار میں فرماتے ہیں: "والحاصل الذی دللت علیہ احادیث الباب و اشباہا ہو مشروعیۃ القیام فی رمضان و الصلوۃ فیہ جماعۃ وفرادی فقصر الصلوۃ المساء بالتراویح علی عدد معین و تخفیفہا بقراءۃ مخصوصۃ لم ترد بہ سنتہ" یعنی اس باب کی حدیثوں اور ان کے مشابہ حدیثوں کا حاصل اتنا ہے کہ رمضان میں قیام اور اکیلے یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مشروع ہے۔ پس تراویح کو کسی خاص عدد میں مختصر کرنا اور اس میں خاص مقدار قراءۃ مقرر کرنا ایسی بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی۔ پس اس جماعت کی تحقیق میں وہ تمام روایات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح کا معین عدد بتانے کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔ خواہ آٹھ ہوں یا بیس وہ سب یا تو صحیح نہیں یا غیر متعلق ہیں۔ یعنی ان میں تراویح کا نہیں بلکہ کسی دوسری نماز کا عدد بتایا گیا ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو جانتا ہے کہ آپ سے عدد معین ثابت ہے۔ جیسے فقہاء احناف میں قاضی

مذکورہ حدیثوں کا کوئی معین عدد ثابت نہیں ہوا ہے اور اس سلسلہ میں علماء اسلام

خال و لمحاوی وغیرہ اور تمنای میں رافعی وغیرہ کہ یہ لوگ جس کا عدد ثابت مانتے ہیں۔
اب اہل حدیث اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دو دلیل پیش کرتے ہیں پہلی دلیل حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو صحیح بخاری میں بایں الفاظ مروی ہے، "ما کان یزید فی رمضان
ولانی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعت" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیرہ رمضان
میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

جواب :- اسد لال کسی طرح مثبت مدعا نہیں۔ اولاً اس لئے کہ گفتگو تراویح کی رکعت
میں ہے جس کی تعریف فتح الباری تطلانی اور رکعات التراویح میں یوں ہے کہ۔ جو نماز
جماعت کے ساتھ رمضان کی راتوں میں پڑھی جاتی ہے اس کا نام تراویح ہے۔

پس جب تراویح خاص رمضان کی نماز ہے اور حدیث عائشہ میں اس نماز کا ذکر ہے جو
غیر رمضان میں بھی پڑھی جاتی تھی تو اس کو تراویح اور اہل حدیث کے مدعا سے کیا
تعلق ہے؟

جواب :- اس لئے کہ اگر اس کا تعلق تراویح ہی سے ہو تو بھی اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکتا
کہ آپ نے گیارہ سے زیادہ تراویح نہیں پڑھی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری صحیح روایت
میں یہ بھی ہے کہ آپ تیرہ رکعت پڑھتے تھے (بخاری)۔

۱۸۷ ثانیاً اس لئے کہ امام محمد بن نصر مرقی اپنی کتاب "قیام اللیل" میں باب "عدد الركعات" میں
یقول بہ الامام للناس فی رمضان "قام کرنے کے بعد رکعات تراویح کی تعداد بتانے کے
لئے بہت سی روایتیں لائے ہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو جو سب سے صحیح
اور اعلیٰ درجہ کی ہے ذکر کرنا تو درگزر اشارہ تک نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان
سے علم و تحقیق میں بھی اس حدیث کا کوئی تعلق تراویح سے نہیں ہے۔

ممکن ہے کسی کو یہ شبہ ہو کہ مسجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نماز ایک ہے اور
نام دو۔ اسی کو گیارہ کہتے ہیں اور اسی کو رمضان میں تراویح کے نام سے یاد
کرتے ہیں۔

جواب :- ہے کہ ان دونوں میں متعدد وجوہ سے مخالفت موجود ہے (۱) مسجد کی مشروعیت
بفرض قرآنی ہے اور تراویح کی مسنونیت احادیث سے ہے قال تعالیٰ "فتجدہ ما نلک"
وقال ابنی صلی اللہ علیہ وسلم سنتکم قیامہ (دینی)، (۲) مسجد کی رکعات بالاتفاق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں جو زیادہ سے زیادہ بیست و تیرہ اور کم سے
کم سات ہیں اور تراویح کا کوئی معین عدد علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی تصریح کے بموجب منقول
نہیں (۳) سنن ابوداؤد میں حضرت طلح بن علی کا واقعہ موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ

وہ اول شب میں تراویح ادا آخر میں تہجد پڑھتے تھے (۳) جنہیں کثیر جنس نقلیات بھی دونوں کی مغائرت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ فقہ حنبلی کی کتاب المستقن میں ہے۔ تم التراویح وہی عشرون کہتے یقوم بہا فی رمضان فی جماعۃ دیو ترجد ہانی الجماعۃ فان کان لہ تہجد جعل الوتر بعدہ جہزت مولانا چشتیہ رحمہ اللہ کہ گویا در حدیث مولانا محمد تقی صاحب نا تو ہی ہیں دونوں میں مغائرت کے قائل ہیں جس کی تشریح اگر کیا جائے اور الحق العصریح میں موجود ہے۔

اہل حدیث پہلے دعویٰ کی دوسری دلیل میں حضرت جابر کی حدیث پیش کرتے ہیں جسلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر رمضان ثمان رکعات واورد ابن حبان ابن خزیمہ طبرانی جواب یہ ہے کہ رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز باجماعت کو حضرت عائشہ، انس، جابر، ابوذر، زید بن ثابت اور نعمان بن بشیر وغیرہ بہت سے صحابہ نے روایت کیا ہے لیکن ان کے شاگردوں اور راویوں میں سے کسی نے بھی ان رکعات کی تعداد نقل نہیں کی جو آپ نے ان راتوں میں پڑھی تھیں صرف حضرت جابر سے ایک راوی عیسیٰ بن جابر ہے جو ان رکعات کی تعداد نقل کرنے میں منفرد ہے۔

چنانچہ حافظ طبرانی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ لا یروی عن جابر بن عبد اللہ الا بہذا الاسناد کہ حضرت جابر سے یہ حدیث بجز اس سند کے کہ کسی دوسری سند کیساتھ مروی نہیں ہے۔ اور عیسیٰ بن جابر کا حال یہ ہے کہ کبھی بن سعید نے اس کی نسبت لکھا ہے لبس بذاتہ۔ یہ تو ی نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کے پاس سند منکر و دایتیں ہیں۔ امام نسائی اور امام ابو داؤد نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے بلکہ امام نسائی نے تو اس کو متروک بھی کہا ہے۔ ساجی و حقیقی نے اس کو ضعیف میں ذکر کیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی حدیث محفوظ نہیں۔ (یعنی شاذ و منکر ہیں)

یہ چھ ائمہ فن ہیں جنہوں نے عیسیٰ پر سخت ترین جرح کی ہے اور ان کے مقابلہ میں صرف ایک امام ابو زرہ ہیں جنہوں نے لا باس یہ کہہ کر ہلکی سی توثیق کی ہے۔ اور دوسرے ابن حبان ہیں جنہوں نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح منکر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے پس اصولاً عیسیٰ مجروح ہے جس کی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی اسی سلسلہ میں حضرت جابر کی ایک اور روایت کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ قال جابر بن کعب فی رمضان فقال یا رسول اللہ کان منی اللیلۃ شیء قال یا ذاک یا ابی قال نسو دار قلن انما لا نقرأ القرآن فقلک بصلاک فصلیت بہن ثمان رکعات والوتر فسکت عند دکان شبہ الرضار

یعنی حضرت ابی بن کعب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: مجھے رات (یعنی رمضان میں) ایک بات ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: وہ کیا؟ انھوں نے کہا: اٹھ

کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے تو قرآن پڑھا نہیں ہے ریاد نہیں ہے، تو ہم بھی تمہاری طرحی نماز پڑھ لیں۔ میں نے ان کو آٹھ رکعتیں پڑھا لیں اور در بھی۔ آپ نے ان سے سکوت کیا، لہذا وہ بات رمضان کی مشابہ تھی۔

جواب یہ ہے کہ اس روایت کا ناقل بھی دہی عیسیٰ بن جاریہ ہے جس کا حال اور پر مذکور ہوا۔ لہذا یہ روایت بھی ناقابل احتجاج ہے۔ نیز حضرت ابی کاہہ داقہ تراویح کا نہیں بلکہ اس کا گھر کے اندر کا داقہ ہونا اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ یہ تنبیہ کا داقہ ہے اور جس نے اس داقہ کی روایت میں "فی رمضان" کا لفظ بول دیا ہے وہ اپنی طرف سے اضافہ ہے۔ یعنی مدّرج ہے۔

دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر کی یہ روایت مسند احمد و زیادات عبد اللہ میں بھی موجود ہے اور اس میں رمضان کا قطعاً ذکر نہیں ہے اور مجمع الزوائد میں یعنی رمضان کا لفظ بھی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا قائل عیسیٰ یا اس سے پہلے کا کوئی راوی ہے۔

اہل حدیث اپنے دوسرے دعویٰ کی دلیل میں سائب بن یزید کا اثر پیش کرتے ہیں جو حسن سعید بن منصور میں بایں الفاظ مردی ہے۔ کنا تقوم فی زمان عمر بن الخطاب باعدی عشرة رکعة یہ کہ ہم حضرت عمر کے زمانہ میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ سائب کے اس بیان کے ناقل محمد بن یوسف ہیں اور محمد بن یوسف کے پانچ شاگرد ہیں امام مالک، یحییٰ القطان، عبد العزیز بن محمد، ابن اسحاق اور داؤد بن قیس اور ان پانچوں کے بیان دو چیزوں میں باہم مختلف ہیں ایک حضرت عمر کے حکم دینے کی تصریح و عدم تصریح میں اور ایک عدد رکعات ذکر کرنے میں۔ پس امام مالک حکم دینے کی تصریح کرتے ہیں اور باقی چاروں حضرات اس کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ پھر امام مالک کی حدیث میں گیارہ پڑھنے کا حکم تو ہے لیکن عمل کیا ہوا اس کا کوئی ذکر نہیں۔ یحییٰ القطان اور عبد العزیز بن محمد کی روایت میں گیارہ اور ابن اسحاق کی روایت میں تیرہ اور داؤد بن قیس کی روایت میں اکیس رکعات کا ذکر ہے۔ پس اصول حدیث کی رو سے یہ روایت مضطرب ہے۔

تراویح کی بیس رکعات والی روایات جو جمہور امت کے دلائل ہیں حسب ذیل ہیں۔
داؤد بن ابی عباس: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرين رکعة سوی الاوتر
داؤد بن ابی شیبہ فی مصنف طبرانی فی معجم، سیقی فی سنن الکبریٰ، عبد بن حمید فی مسند، ابن ابی عمیر فی مسند
ابو الفتح سلیم بن ابیہ الرازی فی الترغیب، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔

اس کی اسناد میں ابو شیبہ، ابراہیم بن عثمان، راوی مجرد ہے جس کو حافظ ابن حجر، سیوطی، ابن ابی شیبہ اور علامہ عینی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور اس کی بابت سخت ترین جرحیں نقل کی گئی ہیں۔ لیکن اس کو مجرد ثابت کرنے میں کچھ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ در نہ جہاں جرحین کا کلام نقل کیا گیا ہے وہیں یہ بھی بتا دیا جاتا کہ یزید بن ہارون، جو امام بخاری کے اسلاف اور نہایت ثقہ، در زبردست حافظ حدیث تھے، ابراہیم کے بڑے مداح تھے۔ فرماتے ہیں: اتقنی علی الناس یعنی فی زمانہ عدل فی تقیہ منہ، "دہذیب"، یعنی ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ عادل کوئی قاضی نہیں ہوا۔

یہاں یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ یزید سے بڑھ کر ابراہیم کا پرکھنے والا اور ان کے حالات سے باخبر ان جرحین میں کوئی بھی نہیں ہے۔ کیونکہ یزید ان کے محکمہ میں کاتب یعنی ان کے منشی تھے اس لئے یزید کی شہادت ابراہیم کے علم اور دیکھ بھال کی دوڑوں کی زبردست شہادت ہے اور کس راوی کی روایت قبول کرنے کیلئے دو باتیں لازمی طور پر دیکھی جانی ہیں۔ ایک اس کا مذہب کہ فاسق و فاجر تو نہیں ہے۔ دوسرے اس کی قوت حافظ۔

پس اس شہادت کے بعد ابراہیم کے مذہب میں تو شک کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اب یہی قوت حافظ تو ابن عدی کی شہادت۔ لہذا حدیث صحیحہ دو غیر من ابراہیم بن ابی حنیہ (دہذیب) سے ثابت ہو جائے کہ ابراہیم کا حافظ بھی بہت زیادہ خراب نہ تھا کیونکہ انھوں نے اقرار کیا ہے کہ ابراہیم کی روایات میں درست اور ٹھیک حدیثیں بھی ہیں۔

۱۸۵

بہر کیف ابراہیم مجرد ہے لیکن اتنا نہیں جتنا کہ بتایا جاتا ہے پس اس کی روایت اگرچہ ایسی نہ تھی کہ بالکل اس پر اعتماد کر لیا جائے لیکن ایسی بھی نہیں کہ استدلال یا تائید کے موافق اس کا ذکر بھی نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ بیہقی نے رکعات، تراویح کی تعداد بیان کرنے کے لئے جواب منقہ کیا ہے اس میں اس کو بھی ذکر کیا ہے۔

بلکہ یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے گو ضعیف ہے مگر اس لحاظ سے بحد قوی۔ ہے کہ عہد فاروقی اور حضرت علی کے زمانہ کے مسلمانوں کا عمل اور ائمہ مجتہدین کے اقوال اسی کے مطابق ہیں۔ علاوہ ازیں بعض مسائل ایسے بھی ہیں کہ ان کے باب میں سوائے ایک ضعیف حدیث کے دوسری کوئی چیز موجود نہیں مگر ساری امت کا عمل اسی پر ہے اور تمام ائمہ کا مذہب متفقہ طور پر اسی کے مطابق ہے۔ مثلاً سارے ائمہ کا بالاتفاق مذہب یہ ہے کہ حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاقائی بھائی وارث نہیں ہو گا مگر حضرت علی کی ایک ضعیف حدیث کے سوا اس کی کوئی دوسری دلیل نہیں ہے۔

امام ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں: "بذا حدیث لا نعزو الا من حدیث ابی اسحاق عن البحارث عن علی وقد نکلم بعض اہل الحدیث فی الحارث واکمل علی نہ الحدیث عند اہل العلم"

(۳) حدیث سائب بن یزید: قال کانوا یقبولون علی عہد عمر بن الخطاب فی شہر رمضان بفسرین رکعتہ وقال ابن ابی شیبہ رواہ البیہقی ورجالہ کثیر نقات، یعنی عہد فاروقی میں لوگ ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

اس اثر کو حافظ بہیقی نے دو حصے طریق سے معرفۃ السنن میں بھی روایت کیا ہے اور یہ دونوں سندیں صحیح ہیں۔ پہلی اسناد کو امام نووی نے خلاصہ اور شرح مہذب میں اور علامہ عراقی و سیوطی وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے اور دوسری سند کو علامہ سبکی نے شرح منہاج میں اور ملا علی قاری نے صحیح الما ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ پہلی سند میں ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن حسین بن فخریہ و یزیدی راوی کا حال معلوم نہیں اس کا ثبوت ہونا ثابت کیا جائے۔

جواب یہ ہے کہ اگر ابن فخریہ کے حالات سے آپ بخبر ہیں تو یہ آپ کی کوتاہی ہے ورنہ ان کی علمی شہرت اور محدثین میں ان کی مقبولیت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ بھی سنن نسائی کے اس نسخہ کے جوہرہ دستان میں مسند اول ہے ایک راوی ہیں جنہوں نے ابن سنی سے اس کو سنا ہے (مشتبہ ذہبی)۔

حافظ ذہبی نے مسند میں مرنے والے مشاہیر کے ضمن میں ان کا ذکر یوں کیا ہے: والحدیث ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن حسین بن عبد اللہ بن فخریہ الشافعی الدیوزی النیشاپوری۔

۱۸۶ اور ابن الاثیر جزری نے لکھا ہے: عرف بہا ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن حسین بن فخریہ النیشاپوری النیشاپوری الحافظ دیلمی عن ابی الفتح محمد بن الحسین الازدی الموصلی والابی بکر بن مالک القطعی وغیرہ راوی عنہ ابو اسحاق الشیبی فاکثر فی تفسیرہ ویزکر کثیرا فیقول اخبرنا النیشاپوری: علاء سمدانی نے بھی برہان دیوزی کے شاگردوں میں ان کا نام لیا ہے۔ دوسری سند پر اعتراض یہ ہے کہ اس کے راوی ابوطاہر کی نسبت ہم کو علم نہیں کہ کسی نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور دوسرے راوی ابو عثمان کا تذکرہ ہم کو کسی کتاب میں نہیں ملا۔

جواب یہ ہے کہ علاء تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں ابوطاہر کے متعلق لکھا ہے: الفقہ الشافعی ابو طبر الزیادی امام المحدثین والفقہاء بینا بورق زباید کان شیخا دیبا عارفانہ بالعربیۃ سلمت الیہ الفقہاء الفقہاء بعدہ بنیہ نیا بورق والمیشخۃ: اسی کتاب میں ان کے متعلق عبد الغفار کا قول ہے: امام اصحاب الحدیث بخراسان و فقیہہم بالاتفاق بلا رافۃ: پس محدثین کا ان کو اپنا امام تسلیم کرنا، اول نیشاپور کا ان کو منصب افتاء و مشیخت تفویض کرنا ان کی عدالت و ثقاہت اور فقہاء و محدثین کے ان پر کئی اعتماد کی دلیل نہیں ہے؟

سے ابو عثمان بصری تو معلوم ہے کہ ان کا نام عمرو بن عبد اللہ ہے اور امام ابوطاہر کے علاوہ ان سے الحسن بن علی بن مؤمل بھی روایت کرتے ہیں اور زبیر بن جراح روایت کے علاوہ ان کی تواتر و روایتیں سنن کبریٰ میں موجود ہیں اور محدثین میں سے کسی شخص نے ان کی تضعیف نہیں کی۔

پھر حضرت عمرؓ کے عہد میں تراویح کی بیس رکعتوں پر عمل کا ثبوت تنہا سائبک کی روایت سے نہیں بلکہ روایت یزید بن رومانؓ۔ کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان ثلاث وعشرين رکعة۔ (موطا مالک، سنن کبریٰ، قیام اللیل)،
اور روایت عبدالعزیز بن رفیعؓ: کان ابی بن کعب یصلی بالناس عشرين رکعة ویوتر بثلاث (ابن ابی شیبہ)، اور روایت یحییٰ بن سعید انصاریؓ: ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی ہم عشرين رکعة (ابن ابی شیبہ)، اور روایت محمد بن کعب قرطبیؓ: کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرين رکعة یطیلون فیہا القراءة ویوترون بثلاث۔ (قیام اللیل) وغیرہ متعدد روایات سے ثابت ہے۔

(۳) اثر علیؓ: انه دعا القراء فی رمضان فامرہم رجلا یصلی بالناس عشرين رکعة قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر ہم۔ (بیہقی) یعنی حضرت علیؓ نے رمضان میں قراء کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھایا کرے۔ اور دتر خود حضرت علیؓ پڑھاتے تھے حافظہ بیہقی نے اس اثر کو قوی تسلیم کیا ہے جس کی صحت کا ایک زبردست قرینہ یہ ہے کہ جو لوگ حضرت علیؓ کے خاص صحبت یافتہ اور شاگرد تھے جیسے شتیر بن شعل، عبدالرحمن بن ابی بکر، سعید بن ابی الحسن، سوید بن غفلہ۔ حارث اعمور اور علی بن ربیعہ یہ سب حضرات بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔ پس اصحاب علیؓ کا یہ اتفاق و اجتماع اس بات کی ناقابل تردید دلیل ہے کہ ۱۸۷ حضرت علیؓ نے یقیناً بیس کا حکم دیا تھا۔

قولہ قال ابوداؤد الخ (۳۸۳) یعنی جس طرح اس حدیث کو بلفظ من قام (قاف کے ساتھ) زہری سے معمراد مالک بن انس نے روایت کیا ہے اسی طرح اس کو عقیل،

یونہی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ بخلاف سفیان کے کہ اس نے من صام دھا کے ساتھ روایت کیا ہے جبکہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے۔ حدیث عقیل کی تخریج امام بخاری نے اور حدیث یونہی کی تخریج امام نسائی نے کی ہے۔ داما ابوداؤد نے قال الخ لم اجد رواۃ فیما تتبع الکتاب۔

(۲۸۷) حدثنا مخلد بن خالد وابن ابی خلیف قالنا سفیان عن الزہری عن ابی سلمة عن ابی ہریرۃ ینبغی بہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ومن قام لیلة القدر ایماناً و احتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ، قال ابوداؤد کذا رواہ یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمة و محمد بن عمرو عن ابی سلمة

مع یبحث بذل الجہود، تحفۃ الاخیار، الراعی النجفی، مصابیح التراویح اور شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمن صنائعی کی رکعات تراویح سے بالا مختصراً اور کچھ اضافہ کے ساتھ اخذ ہے۔ مزید معلومات کیلئے رکعات تراویح ملاحظہ ہو۔

ترجمہ

خالد بن خالد ابن ابی خلف نے بسند سفیان بروایت زہری بطریق ابوسلمہ بواسطہ ابوہریرہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جو شخص ایمان کے ساتھ خدا کے واسطے ماہ رمضان
کے روزے رکھے اس کے اگلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔ اور جو شخص ایمان کے ساتھ خدا کے لئے
شب قدر میں ناز پڑھے اس کے اگلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو بھی بن ابی کثیر اور محمد بن عمرو نے ابوسلمہ سے اسی طرح روایت
کیا ہے۔

روایت بھی بن ابی کثیر کی تخریج امام مسلم اور امام نسائی
قولہ قال ابوداؤد الخ نے کی ہے داما روایت محمد بن عمرو فقال اشکم اجد روایت ۱۔

(۲۸۶) حدثنا نصر بن علي داود بن أمية أن سفيان أخبرهم عن أبي يعفور وقال داود
عن ابن عبيد بن ربيعة عن أبي العتيق عن مشرق عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم
سأن إذا دخل العشي أحبب إليّ الليل وشدّ إليّ زوداً فبقيت أهله، قال أبو داود أبو يعفور
اسم عبد الرحمن بن عبيد بن ربيعة

ترجمہ

نصر بن علی اور داؤد بن امیہ نے بسند سفیان بروایت ابو یغفور یعنی ابن عبید بن ربيعة
بطریق ابی نعیم بواسطہ مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رمضان کا اخیر عشرہ
آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بھاگتے اور تہ بند مضبوط باندھتے اور اپنے گھروالوں کو
بھی جگاتے تھے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابو یغفور کا نام عبد الرحمن بن عبید بن ربيعة تھا۔
قول شد المیزان الخ۔ شد المیزان یعنی الجود التثمیر فی الفعل و بہم بالشان کام کاراؤہ نرنا اور اس
کے لئے آمادہ ہوا، یعنی جب رمضان کا اخیر عشرہ آتا تو آپ پر سے اہتمام کے ساتھ عبادت کے
لئے نیا پہنچا دیتے تھے۔ اس کے معنی اعتزال عن النساء کے بھی ہیں۔ یعنی ازواج مطہرات سے
بالکلیہ علیحدہ ہو جاتے۔ و بذلک جزم عبد الرزاق عن الثوری و استشهد بقول الشاعر
قوم اذا حاربوا شدوا ما زعموا عن النساء ذل باتت باطبار۔ وقد وقع فی روایت عاصم بن
ضمرہ شد میزہ و اعتزل النساء۔

صاحب کتاب کے شیخ نصر بن علی نے سفیان بن عیینہ کے شیخ کو ذکر
قولہ قال ابوداؤد الخ کرتے ہوئے ابو یغفور کہا ہے۔ اور داؤد بن امیہ نے ابن عبید۔ صاحب

کتاب کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی شخص جو کینڈ ابو یغفور، ابن عبید بن ربيعة ہے اور اس کا نام عبد الرحمن ہے۔
(۲۸۶) حدثنا أحمد بن سعيد الحمصاني نا عبد الله بن وهب أخبرني مسلم بن خالد عن

العلاء بن سنان الرضی عن ابیہ عن ابی ہریرۃ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فاذا اُتِیَ فی رمضان یصلون فی نایتی المسجد فقال ما ہولاء فقیل ہولاء ناس
 لیس معہم قرآن و ابی بن کعب یصلی و ہم یصلون بصلوتہ فقال الہی صلی اللہ علیہ
 وسلم اصابوا ونعم ما صنعوا قال ابوداؤد لیس ہذا الحدیث بالقوی و مسلم
 بن خالد ضعیف

ترجمہ

احمد بن سعید ہمدانی نے بسند عبد اللہ بن دہب باخبر مسلم بن خالد بروایت علامہ ابن عبد الرحمن
 بواسطہ عبد الرحمن حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے، دیکھا
 کہ رمضان کی راتوں میں کچھ لوگ مسجد کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا:
 یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن یاد نہیں ہے تو وہ ابی بن
 کعب کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے ٹھیک کیا اور اچھا کیا، ابوداؤد
 کہتے ہیں کہ یہ حدیث قوی نہیں کیونکہ مسلم بن خالد ضعیف ہے۔ - تشریح

۳۸۵) قولہ قال ابوداؤد الخ یعنی زیر بحث حدیث قوی نہیں کیونکہ اس کا راوی مسلم بن خالد ضعیف
 ہے۔ امام نسائی نے اسکو لیس بالقوی کہا ہے لیکن شیخ ابن معین ۱۸۹

نے اس کو ثقہ، صالح الحدیث اور ابن ہدی نے حسن الحدیث اور دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔
 حافظ ابن حبان نے بھی اس کو ثقات ہی میں ذکر کیا ہے۔ یہ فقہار حجاز میں سے ہے۔ جب تک امام
 شافعی کی ملاقات امام مالک سے نہیں ہوئی اس وقت تک موصوف انہیں سے فقہ حاصل
 کرتے رہے۔ ابن دہب، حمیدی اور ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔

(۱۹) باب من قال لیلة احدى وعشرين

(۲۹۰) حدثنا محمد بن المثنی نا عبد الا علی نا سعید عن ابی نصر ع عن ابی سعید
 الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التمسوها فی العشر الاواخر من
 رمضان و التمسوها فی التاسعة و السابعة و الخامسة قال قلت یا ابا سعید انکو
 اعلم بالعدد منا قال انجل قلت ما التاسعة و السابعة و الخامسة قال اذا مضت واحدة
 و عشرون فالتی تليها التاسعة و اذا مضت ثلاث و عشرون فالتی تليها السابعة و اذا
 مضت خمس و عشرون فالتی تليها الخامسة قال ابوداؤد لا أدري آخفي علی منه

شیء املا

ترجمہ

محمد بن ششی نے بند عبد الاعلیٰ سجدیث اسعد بواسطہ ابو نفزہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شب قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ میں تلاش کرو اور نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں۔ ابو نفزہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری سے کہا: آپ شمار خوب جانتے ہیں۔ انھوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: نویں، ساتویں اور پانچویں سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا: جب اکیسویں رات گزر جائے تو اس کے بعد کی رات توینچہ ہے اور جب تیسویں شب گزر جائے تو اس کے بعد کی رات ساتویں ہے اور جب پچیسویں رات گزر جائے تو اس کے بعد کی رات پانچویں ہے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ مجھ پر اس کا کچھ حصہ مخفی رہ گیا یا نہیں۔۔۔ تفسیر یہ قول باب النجوم۔ ان ابواب میں شب قدر کا بیان ہے۔ اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ انتظام عالم سے متعلق سال بھر کے سب تقسیم اوراق و تقدیر آجال و تعیین احکام اور تقاضا و قدر کے حکیمانہ اور اہل فیصلہ اسی عظیم الشان رات میں لوح محفوظ سے نقل کر کے ان فرشتوں کے حوالے کئے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے مکیہ منیات میں کام کرنے والے ہیں۔

قال تم: فیہا یفرق کل امر عظیم“ وقال تم: تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر یا اس لئے کہ یہ رات قدر و منزلت اور علوم مرتبت میں نہایت عظیم الشان رات ہے جو سال بھر کی تمام راتوں سے افضل و اشرف ہے جس کی شان میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لیلة القدر خیر من الف شهر“ (شب قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے) یعنی ایک رات شب قدر میں عبادت کرنا ایک ہزار ماہ (یعنی تراسی سال چار مہینے) کی عبادت سے جن میں شب قدر نہ ہو بہتر ہے۔ لیکن یہ خیر و برکت والی عظیم ترین شب کب ہوتی ہے؟ ساعت اجابت کی طرح اس کی تعیین میں بھی علماء امت کے بہت سے اقوال ہیں جن کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے، مشہور اقوال حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہ رات پہلے تھی اب نہیں اٹھائی گئی۔ یہ قول متولی نے رد افض سے اور خاکہائی نے حنفیہ سے نقل کیا ہے مگر کتب اخلاف میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

(۲) یہ ایک سال کے ساتھ خاص تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہو چکی دیکھا لغا کہانی، (۳) یہ ایک رات ہے جو اس امت کے ساتھ خاص ہے (جزم بہ جماعۃ من الملائکۃ) (۴) تمام سال میں دائر رہتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شب قدر کو پا سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کا مشہور قول یہی ہے۔

سلطان العارفین شیخ محی الدین بن عربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ان لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے کیونکہ میں نے اس کو دو مرتبہ

شعبان میں دیکھا ہے ایک مرتبہ پندرہ کو اور ایک مرتبہ انیس کو اور دو ہی مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں ۱۳ کو اور ۱۸ کو اور ایک مرتبہ ماہ ربیع میں دیکھا ہے نیز رمضان کے آخر عشرہ کی ہر طاق رات میں دیکھا ہے اور غیر طاق رات میں بھی دیکھا ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ وہ سال کی راتوں میں پھرتی رہتی ہے البتہ رمضان میں بکثرت پائی جاتی ہے۔

(۵) رمضان کے ساتھ خاص ہے مگر اس کی تمام راتوں میں دائر رہتی ہے۔ ۱۱ ام صاحب کا دوسرا قول ہے۔ (۶) تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعین ہے مگر معلوم نہیں۔ ذکرہ صاحب المحیط عن الصاحبین (۷) کسی ایک متعین رات میں ہے مگر وہ رات یہم ہے (قال النسفی)

(۸) رمضان المبارک کی پہلی رات ہے۔ حضرت ابو رزین عقیلی صحابی سے منقول ہے (۹) نصف رمضان کی رات ہے (حکاء ابن الملقن) (۱۰) نصف شعبان کی رات ہے (حکاء القطرانی)

الفہم (۱۱) رمضان کی سترھویں رات ہے۔ اس کو صاحب کتاب نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے (۱۲) درمیانی عشرہ میں ایک سہم رات ہے (۱۳) رمضان کی اٹھارہویں رات ہے (۱۴) انیسویں رات ہے (۱۵) آخر عشرہ کی پہلی رات ہے۔ شوافع کا راجح قول بھی ہے (۱۶) اگر ہفتہ تیس دن کا ہو تو بیسویں شب ہے اور انیس کا ہو تو اکیسویں شب ہے (۱۷) بائیسویں شب ہے (۱۸) چوبیسویں

شب ہے۔ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اسی طرف تھی ہے (۱۹) چوبیسویں رات ہے (۲۰) پچیسویں رات ہے (حکاء ابن الجوزی عن ابی بکرہ) (۲۱) چوبیسویں رات ہے (۲۲) ساٹھویں رات ہے

(۲۳) اٹھاسیویں رات ہے (۲۴) اکیسویں رات ہے۔ حکاء ابن العربی (۲۵) تیسویں شب

۱۹۱

ہے۔ حکاء الفاضل عیاض (۲۶) عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں ہے قال فی الفتح و جوارح الاقوال (۲۷) عشرہ اخیرہ کی تمام راتوں میں دائر رہتی ہے۔ قالہ ابو تلابتہ و نص علیہ مالک و الثوری و احمد (۲۸) رمضان کے آخری سات دنوں میں دائر رہتی ہے۔ اس کو صاحب کتاب نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحدد الیلۃ القدر فی السبع الاواخر:

(۲۹) عشرہ وسطیٰ اور عشرہ اخیرہ کی جفت راتوں میں ہے (۳۰) نصف ثانی کی ساتویں یا آٹھویں شب ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ مگر اس سلسلہ میں مناسب تشریح یہ ہے کہ

شب قدر ماہ رمضان میں ہے اور مرجح یہ ہے کہ اخیر عشرہ میں ہے۔ پھر ظن غالب یہ ہے کہ طاق راتوں میں ہے پھر معتد یہ ہے کہ ساٹھویں شب ہے۔

پھر احادیث میں اس کی کچھ علامات بھی ہیں چنانچہ باب فی لیلۃ القدر کے ذیل میں حضرت زر

کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالمنذر ابی بن کعب سے کہا: ابوالمنذر! تم نے

عہ ہو قول لم ارہ صریحا الا ان عیاضا قال ما من لیلۃ من لیالی العشر الاخرۃ الا وقد قبل فیہا

انہا لیلۃ القدر ۱۲: ۱

یہ لیے جاۓ انھوں نے کہا اس نشانی سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بتائی اور یہ کہ شب قدر کی صبح کو آفتاب طفت کی طرح نکلتا ہے کہ اس میں اونچا ہونے تک شعا میں نہیں ہوتیں امام احمد، بیہقی اور محمد بن نصر وغیرہ علیہ بن الصامت کی حدیث کی تخریج کی ہے اس میں ہے کہ اس رات کی سنجیدہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے صاف شفاف زیادہ گرم زیادہ ٹھنڈی بلکہ مستدل گویا کہ اس میں دکھرتا انوار کی وجہ سے، چاند کھلا ہوا ہو اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے۔ اس رات کی صبح کو آفتاب بغیر شمع کے طلوع ہوتا ہے ایسا ہواؤ مکیہ کی طرح جیسے چودھویں کا چاند۔ اللہ تعالیٰ نے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا۔

عبدہ بن ابی لبابہ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان کی ستائیسویں شب کو سمندر کا پانی چکھا تو وہ بالکل میٹھا تھا۔ ابوبن خالد کہتے ہیں کہ مجھے بھانے کی ضرورت ہو گئی میں نے سمندر کے پانی میں غسل کیا تو یہ بالکل میٹھا تھا اور یہ تیسویں شب کا تھا ہے۔

بہر کیف شب قدر بہت خیر و برکت کی رات ہے اور حق تعالیٰ کا بہت بڑا انعام مگر قدر و اولاد کے لئے، تا قدروں کے لئے سوائے محرومی کے اور کیا ہے و نعم ما قال الحامی ۵

اے خواجہ چہ جوئی ز شب قدر نشانی دہ، ہر شب شب قدر مست اگر قدر بدانی قول خالق تمبیہا التاسعہ الخ۔ یہ حدیث اس پر دل ہے کہ شب قدر رمضان کے عشرہ اخیرہ کی جفت راتوں میں ہوتی ہے حالانکہ اس حدیث سے پہلی حدیث جو خود حضرت ابو نعیمہ جیسے مرتبی ہے اس میں تصریح ہے کہ شب قدر عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے، بلکہ اس خصوصیت کے ساتھ اکیسویں رات کا شب قدر ہونا مبصر ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوسعید کا مقصد اس بات کو بتانا نہیں ہے کہ شب قدر ان راتوں میں ہوتی ہے بلکہ صرف تاسعہ، سابعہ، خامسہ کا بیان مقصود ہے کہ ان کا اطلاق بائیسویں، چوبیسویں اور چھپیسویں پر ہوتا ہے۔

اس کو یوں سمجھو کہ تاسعہ، سابعہ، خامسہ کا اطلاق دو طریق پر ہے، ہسینہ انتیس کا ہو گا یا تیس کا۔ اگر انتیس کا ہو تو میلہ تاسعہ اکیسویں اور میلہ سابعہ تیسویں اور میلہ خامسہ پچیسویں شب ہوگی اور اگر تیس کا ہو تو میلہ تاسعہ بائیسویں اور سابعہ چوبیسویں اور خامسہ چھپیسویں شب ہوگی۔

فالمقصود بیان الاطلاق فقط لا بیان لمیثۃ القدر۔
 قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۶۶)
 زیر بحث روایت کا مضمون چونکہ روایت ثقات کے خلاف ہے بلکہ خود حضرت ابوسعید کی سابقہ روایت کے بھی خلاف

ہے اس لئے صاحب کتاب کے دل میں کھٹک ہے کہ اس حدیث کی کوئی شئی مجھ پر مخفی رہ گئی یا کسی راوی سے کہیں بھول چکے ہو گئی؟ خدا ہی بہتر جانتا ہے :-

(۲۶۱) حدثنا محمد بن زنجويه النخعي قال سمعنا ابا نعيم حدثنا محمد بن جعفر
بن ابی كثير نا موسى بن عثمة عن ابی اسحق عن سعيد بن جبیر عن عبد الله بن عمر
قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا اسمع عن ليلة القدر فقال هي في
كل رمضان، قال ابو داود ورواه سنن ابی اسحق موقوفا على ابن
عمر لم يرفعه الى النبي صلى الله عليه وسلم

ترجمہ
حمید بن زنجیر ناسائی نے ہند سعید بن ابی مریم سے حدیث محمد بن جعفر بن ابی کثیر سے روایت موسیٰ بن عقبہ بطریق ابواسحاق بواسطہ سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کی اہمیت سوال ہوا۔ آپ نے فرمایا وہ پورے رمضان میں ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو سفیان اور شعبہ نے بواسطہ ابواسحاق حضرت عبداللہ بن عمر سے موقوف روایت کیا ہے۔۔۔ تشریح

193

(۳۸۴) قولہ قال ابو داؤد الخ
 حرف ردایت کے رفع و دفع کو بتانا ہے کہ اس کو موسیٰ بن عقبہ نے
 ابواسحاق سے ردایت کرتے ہوئے مرفوع کیا ہے اور سفیان و
 شعبہ نے حضرت ابن عمر پر موقوف :

(۲۶۲) حدثنا مسلم بن ابراهيم وموسى بن اسمعيل قالا نا اَبان عن يحيى عن محمد بن ابراهيم عن ابى سلمة عن عبد الله بن عمرو ان النبى صلى الله عليه وسلم قال له اقرأ القرآن فى شهر قال انى اجد قوّة قال اقرأ فى عشرين قال انى اجد قوّة قال اقرأ فى خمس عشرة قال انى اجد قوّة قال اقرأ فى عشرة قال انى اجد قوّة قال اقرأ فى سبع ولا تزيدن على ذلك قال ابو داود وحديث

۱۰۰

ترجمہ

مسلم بن ابراہیم اور موسیٰ بن اسماعیل نے بسند امان بردایت بھی بطریق محمد بن ابراہیم واسطہ ابو سلمہ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: قرآن ایک ماہ میں ختم کیا کر۔ انھوں نے کہا: مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا: پندرہ دن میں ختم کر لیا کر۔ انھوں نے کہا: مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا: دس دن میں ختم کیا کر۔ انھوں نے کہا: مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا: سات دن میں ختم کرادو اس سے مت بڑھا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ مسلم کی روایت اتم ہے۔ فقہریچے

قول باب الخ: قرآن پاک کم سے کم کتنے روز میں ختم کرے؟ زیر بحث حدیث میں ہے کہ سات دن سے کم میں ختم نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن باب کی تیسری حدیث میں ہے کہ اگر طاقت ہو اور حرجی جلسہ تو تین روز میں بھی ختم کر سکتا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد میانہ روی اور اعتدال فی العبادہ کے فیصلے سے ہے اور اس سلسلہ میں اسلاف کا ذوق قرابت ان کے احوال و انہام اور وظائف و معمولات کے لحاظ مختلف رہا ہے۔ بعض کے یہاں ہر ماہ ایک ختم ہوتا تھا اور بعض کے یہاں ہر مہینہ دو ختم اور بعض کے یہاں ہر دس روز میں اور بعض کے یہاں ہر مہینہ میں اور بعض کے یہاں ہر تین دن میں اور بعض کے یہاں ہر شب دو روز میں اور بعض کے یہاں ہر شب دو روز میں تین ختم اور اور بعض کے یہاں ہر شب دو روز میں آٹھ ختم ہوتے تھے۔

اس میں صرف یہی بتانا ہے کہ شیخ مسلم بن ابراہیم کی روایت شیخ موسیٰ بن اسماعیل قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۸۸) کی روایت کی بہ نسبت اتم و اکمل ہے۔

۱۹۴

(۱۹۳) باب فنن یب القرآن

(۲۹۳) حدثنا عباد بن موسیٰ نا اسماعیل بن جعفر عن اسرار شیل عن ابی اسحق عن علقمہ والاسود قالوا فی ابن مسعود رجل فقال فی اقرأ المقتل فی رکعة فقال اھذا کھنہ الشیخ ونثر کثر الدقل لکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ النطاثر السورین فی رکعة النجم والرحمن فی رکعة واقربت والحاقة فی رکعة والطور والذاریات فی رکعة واذا وقعت ونون فی رکعة وسأل سائل و اذا زعات فی رکعة وویل للطیفین وعبس فی رکعة والمدثر والمزمل فی رکعة وقل آتی ولا ایتیم بیوم القيمة فی رکعة وھم یتساءلون والمرسلات فی رکعة والدخان واذا الشمس کورت فی رکعة قال ابو داؤد ھذا تألیف ابن مسعود

صحابہ اللہ

ترجمہ

عہد بن موسیٰ نے بند اسماعیل بن جعفر بدایت اسرائیل بطریق ابواسحاق حضرت علقمہ ادا سود سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن مسعود کے پاس آیا اور بولا کہ میں مفصل ایک رکعت میں پڑھ لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے ہی پڑھ لیتا ہو مجھ جیسے شعر جلدی میں پڑھ لیتے ہیں یا سوکھی کھجوریں درخت سے چھڑتی ہیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو دو وقت سو رکعتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے جیسے نجم دسورہ رحمن، اقربت الساعۃ، والحق، طورد، ذاریات، اذا دعت دون، سال سائل، وازغات، دلی للمطففین، وعبس، بدثر و منزل، اہل ائی، ولا تقسم یوم القیامۃ، عم یتسار لون ودرسلات اور سورہ دخان واذ انشئس کورت ایک ایک رکعت میں۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی ترتیب ہے جل لغات تخریب۔ قرآن کا ایک ایک حصہ مقرر کر کے پڑھنا۔ حزب۔ ورد، وظیفہ ۵ احزاب و ۵ بیت تیز پڑھنا، نثر بکھیرنا وقل رومی مجبور، نظائر طول و توسط میں مشابہ و متقارب شعریں و نثریں جو گولس باب الخ۔ اپنی طاقت اور خواہش کے موافق ہر روز پڑھنے کے لئے قرآن کا ایک حصہ مقرر کر لینا جائز ہے تاکہ وہ دو میں آسانی ہو۔ حزب قرآن کی پوری تشریح باب کی دوسری حدیث میں موجود ہے۔ حضرت اوس بن حذیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ سے سوال کیا، آپ لوگ قرآن کے حصے کس طرح کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم پہلا حصہ تو تین سو رکعتوں کا کرتے ہیں۔ یعنی سورہ بقرہ، آل عمران اور سورہ نساء۔ دوسرا حصہ یاسع کا یعنی سورہ مائدہ، انفعام، اعراف، انفال اور سورہ توبہ۔ تیسرا حصہ سات کا یعنی سورہ یونس، ہود، یوسف، زمر، ابراہیم، حجر اور سورہ نحل، چوتھا حصہ نو کا یعنی سورہ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طہ، انبیاء، حج، مؤمنون، نور اور سورہ فرقان اور پانچواں حصہ گیارہ کا یعنی سورہ شعراء، نمل، قصص، حکمت، زمر، یقین، آل السجدہ، احزاب، سبا، فاطر اور سورہ یس۔ اور چھٹا حصہ تیرہ کا یعنی سورہ صافات، ص، زمر، مؤمن، حم السجدہ، شوری، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف، محمد، فتح اور سورہ حجرات اور ساتواں حصہ مفضل کا یعنی سورہ ق سے آخر قرآن تک۔ آج بھی اسی حساب سے سات منزلیں رواج ہیں جس کو اصطلاح قراء میں تخریب فی بشوق کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی سات منزلیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھیں۔

۱۹۵

عہ وقال الحافظ فی الفتح ای السور المتماثلۃ فی المعانی لا لموعظۃ ادا الکلم او القصاص لا المتماثلۃ فی عدد

الآی ۱۲ بذل

قوله قال ابو حنيفة الخ

(٢٩٣) حدثنا أحمد بن صالح نا ابن وهب أنا عمر بن قات الأسيوطي حدثنا أنه سمع
ابن محجيرة يخبر عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم من قام بعشر آيات لم يكتب من الغافلين ومن قام بما في
آية كتب من المائتين ومن قام بالآية كتب من المقنطين، قال ابن
داود ابن محجيرة الأصغر عبد الله بن عبد الرحمن بن محجيرة

ترجمہ

احمد بن صالح نے بسند ابن وہب باخبر عمرو بن محمد بن ابی سہام عن حمید بن حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ٹھٹھا ہو کر نماز میں دس آیتیں پڑھے گا وہ فدا ہوگا۔ لکھا جائے کہ جو شخص سو آیتیں پڑھے گا وہ فدا ہوگا۔ لکھا جائے کہ جو شخص ایک سو آیتیں پڑھے گا وہ فدا ہوگا۔ لکھا جائے کہ جو شخص دو سو آیتیں پڑھے گا وہ فدا ہوگا۔ لکھا جائے کہ جو شخص تیس سو آیتیں پڑھے گا وہ فدا ہوگا۔ لکھا جائے کہ جو شخص چار سو آیتیں پڑھے گا وہ فدا ہوگا۔ لکھا جائے کہ جو شخص پانچ سو آیتیں پڑھے گا وہ فدا ہوگا۔ لکھا جائے کہ جو شخص شیش سو آیتیں پڑھے گا وہ فدا ہوگا۔ لکھا جائے کہ جو شخص سات سو آیتیں پڑھے گا وہ فدا ہوگا۔ لکھا جائے کہ جو شخص اسی سو آیتیں پڑھے گا وہ فدا ہوگا۔ لکھا جائے کہ جو شخص سو آیتیں پڑھے گا وہ فدا ہوگا۔

194

تو داؤد کہتے ہیں کہ ابن حجرہ اصغر عبد اللہ بن عبد الرحمن بن حجرہ ہے :۔ تشریح

(१११०)

قوله قال الجود اود الخ

(۳۹۰) میرف دفع اشتباہ مقصود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابن حجرہ کا اطلاق
 دو شخصوں پر ہوتا ہے ایک ابن حجرہ اکبر جو زیر بحث حدیث کی سند میں واقع
 ہے یعنی ابو عبد اللہ محمد بن حجیرہ الخولانی القاضی اور ایک ابن حجرہ اصغر جو ابن حجرہ اکبر کا
 بیٹا ہے یعنی عبد اللہ بن عبد الرحمن بن حجرہ :-

(۱۴) باب تفريج ابواب السجود وكم سجدة في القرآن

(۲۹۵) حدثنا محمد بن عبد الرحيم ابن البرقي نا ابن ابي مريم انا نافع بن يزيد
عن الحارث بن سعيد القتيبي عن عبد الله بن مئین عن عبيد الله بن عبد الله عن

عنه ای من لهم القنطار من الاجرای ثواب بجدده او بوزنه قال الطیجی دخی الحریث ان القنطار الف
وأتانا ادتیة وقال ابن حجر القنطار اثنا عشر الفاس من الارطال ۱۲ انبل

عمر بن العاص ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خمس عشرة سجدة فی القرآن منہا ثلاث فی المفضل و فی سورة الحجج اجدتان، قال ابو داؤد مرفی عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدى عشرة سجدة واستاندة وای

ترجمہ

محمد بن عبد الرحیم ابن البرقی نے بسند ابن ابی مریم باخبار نافع بن زید بردایت، عابر بن سعید عتقی بواسطہ عبد اللہ بن مسکین حضرت عمر بن العاص سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن میں پندرہ سجدے بتائے جن میں سے تین مفصل میں ہیں اودو سورہ حج میں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء سے مرفوعاً گیارہ سجدے مرفوعی ہیں مگر اسکی

سند داہی ہے :-

قولہ اسباب الخ۔ ان ابواب میں سجد تلاموت کا بیان ہے۔ سجد تلاموت کی مشر وعبیت بتام علماء کا اجماع ہے البتہ اس کی بابت چند امور میں اختلاف ہے۔ اذل یہ کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے واجب ہے یا سنت؟ دوم یہ کہ سجد تلاموت کی تعداد کیا ہے؟ سوم یہ کہ سجد تلاموت کس لئے بھی نماز کے تمام امور طہارت، تکبیر، تسلیم وغیرہ کی رعایت ضروری ہے یا نہیں؟ چہاں یہ کہ ہر موقع سجد کیا ہیں؟ ارادل کی توضیح یہ ہے کہ احناف کے یہاں سجد تلاموت واجب ہیں تلاموت کنندہ ۱۹۷ ہو یا سامع۔ امام ہو یا معتدی، قاصد یا غیر قاصد، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر نماز میں چوتھ واجب ہے اور خارج نماز چوتھ واجب نہیں ہماری دلیل صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی مرفوعہ حدیث ہے۔ "اذا قرأ ابن آدم السجدة تسجد لعل الشیطان یبکی" و یقول یا دلیہ امر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة و امرت بالسجود و ابیت فی النار۔ کہ جب آدمی آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا اور یہ کہتا ہوا جدا ہوتا ہے۔ انوس بن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کر کے جنت کمائی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا تو میں نے انکار کر کے دوزخ کمایا پناٹھکا بنا یا۔

حضرت ابن عمر فرماتے۔ "السجدة علی من سمی" (ابن ابی شیبہ) سجدہ اس پر ہے جو آیت سجدہ کو سنے۔ اور جب سننے والے پر واجب ہوا تو پڑھنے والے پر بطریق ادلی واجب ہو گا۔

نیز حق تعالیٰ نے آیت۔ "اذا قرأ علیہم القرآن لا یسجدون" میں سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور مستحق مذمت ترک واجب ہی سے ہوتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کا استدلال حدیث زید بن ثابت سے ہے۔ "قال قرأت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یسجد" (صحیحین)

جواب یہ ہے کہ فی الفور سجدہ نہ کرنے سے اسکی نفی نہیں ہوتی۔ ممکن ہے آپ نے اسوقت کسی وجہ سے سجدہ نہ کیا ہو بعد میں کیا ہو۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے آپکا یہ معمول ذکر کیا ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ علینا القرآن فاذا امر بسجدة کبر وسجد وسجد ناموہ (ابوداؤد) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تلاوت فرماتے اور جب آیت سجدہ پر گزرتے تو سجدہ کرنے اور آپ کے ساتھ ہم بھی سجدہ کرتے۔

امام شافعی نے کتاب الام میں حدیث اعرابی سے استدلال کیا ہے جس میں یہ ہے۔ "لی علی غیرہ ولا الا ان تطوع۔" جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں صرف انہی واجبات کا بیان ہے جو اجتماع واجب ہوں۔ جو واجبات بندے کی جانب سے ہونے والے اسباب کے ذریعہ واجب ہوں ان کا ذکر اس میں نہیں ہے۔ پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جن چیزوں کا ذکر اس میں نہیں ہے وہ واجب ہی نہیں مثلاً امر سجدہ بالاتفاق واجب ہے حالانکہ اس میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

اردوم کی تفصیل یہ ہے کہ امام احمد علیث بن سعد، عبد اللہ بن المبارک، اسحاق، ابن وہب، ابن حبیب مالکی، ابن المنذر اور ابن سیرین شافعی کے نزدیک پندرہ سجدے ہیں۔ دلیل زبر بحث حدیث ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خمس عشرة سجدة فی القرآن۔ جواب یہ ہے کہ امام منذری و نووی نے گواہ اس حدیث کا تحقین کی ہے لیکن شیخ عبدالحق اور ابن النفل فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے اس کی اسناد میں عبد اللہ بن معین کلابی ابو عاصم بن سمیع حنفی معری دونوں مجہول و غیر معروف ہیں۔

۱۹۸

تو اٹک کے یہاں کل گیارہ سجدے ہیں۔ ان کے نزدیک سجدات مفصل یعنی سجدہ نجم، سجدہ انشقاق اور سجدہ خلق نہیں ہے۔ دلیل حدیث ابو الدرداء ہے جس کے متعلق ہم قول کے ذیل میں کچھ عرض کریں گے۔ امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے۔ قول جدید یہ ہے کہ چودہ سجدے ہیں۔ اخاف کے یہاں بھی چودہ ہی ہیں فرق یہ ہے کہ ہمارے یہاں سورہ حج میں صرف ایک سجدہ ہے۔ سفیان ثوری اور امام مالک بھی اسی کے قائل ہیں اور امام شافعی کے یہاں دو ہیں۔ نیز ہاکیاں سورہ حق میں بھی سجدہ ہے ان کے نزدیک نہیں ہے۔

ان کی دلیل حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ لیس قل من عزائم السجود (ابوداؤد) ہادی دلیل حضرت ابوسید خدیجی کی حدیث ہے، ان قال قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دہو علی المنبر قل فلما بلغ السجدة

لا احتمال ان یكون السبب فی الترتیب اذ ذاک اما لكونہ کان بلا ضرورہ او لکن الوقت کان وقت کراہتہ او کان الترتیب لبیان الجواز ۱۲ حقون۔

نزل مسجد و مسجد الناس معہ، (ابوداؤد، حاکم، دارمی، دارقطنی، بیہقی، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سورہ صٰحٰہ پر بھی، جب سجدہ کی آیت پر پہنچے تو منبر سے اترے اور سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ ادا لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔

نیز سنن نسائی میں خود حضرت ابن عباس سے روایت ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فی حق وقال سجد یا نبی اللہ واد توبۃ ولسجد ہا شکراً۔ حافظ ابن حجر درایہ میں فرماتے ہیں کہ اس کے اکل ہوا ثقہ ہیں۔

امر سوم کی تشریح یہ ہے کہ جہود علماء کے نزدیک سجدہ تلاوت کے لئے طہارت و حضور، شرط ہے امام شافعی اور حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک شرط نہیں کیونکہ ابن ابی نعیم نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ کان ابن عمر یقول من رجع فیہ لیل المارثم یرکب فیقرأ السجدۃ فسجد وایتوضاؤ ذکرہ عن ابن عمر سوار ہی سے اتر کر پیشاب کرتے پھر سوار ہو کر سجدہ کی آیت پڑھنے اور وضو کے بغیر سجدہ کر لیتے۔ جواب یہ ہے کہ خود حضرت ابن عمر سے ان کا قول موجود ہے۔ قال لا یسجد ارجل الا ویدھما ہر۔

پھر ہمارے یہاں شرائط نماز کے ساتھ سجدے میں جاتے وقت اور سجدے سے اٹھتے وقت تکبیر تو ہے لما روی عن ابن مسعود انه قال لتسائی اذا قرأت سجدۃ فکبر والسجدۃ اذا رفعت راسک فکبر۔ (بدائع، باقی رفع یدین، تشہد اور سلام وغیرہ کچھ نہیں۔ امام شافعی کے یہاں تکبیر تحریمہ، رفع یدین، تشہد اور تسلیم سب ہے۔

۱۹۹ امر چہارم کا توضیح یہ ہے کہ ہمارے یہاں سورہ اعراف میں دل سجدوں پر رعد میں۔ ولا یسجد من فی السموات۔ ختم آیت پر، نخل میں۔ ویفعلون ایامرون۔ پر۔ بنی اسرائیل میں۔ یجدون الا اذا قال۔ ختم آیت پر، مریم میں۔ سجد ادبکیا۔ پر۔ حج کا پہلا سجدہ۔ الم تر ان اللہ یسجد لہ الختم آیت پر فرقان میں۔ اذا قیل لہم اسجدوا للرحمن۔ پر۔ نخل میں۔ لب العرش العظیم۔ پر۔ سورہ سجدہ میں۔ وہم الیکبرون۔ پر۔ حق میں لعلی حسن آب۔ پر۔ حم السجدہ میں۔ لایسا کون۔ پر۔ نجم میں۔ فابعدا للنداء عبد آپر۔ انشقاق میں۔ واذا قرئ علیہم اھ۔ ختم آیت پر۔ علق میں۔ واسجدوا اقرب۔ پر۔ ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک سورہ حم السجدہ میں۔ ان کفتم ایاء تعبدون۔ پر اور سورہ صٰحٰہ میں۔ فخر رکعانا اب۔ پر ہے۔

حدیث ابوالدرداء کی تخریج امام ترمذی نے بابر، الفاظ لکھی ہے۔ حدیثنا سنن بن کعب نا ابن دہب عن عمرو بن الحارث عن سعید بن ابی بلال عن عمرو بن شعیب عن ام الدرداء عن ابی الدرداء قال سجدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدى عشر مہربا الی فی النجم اھ۔ (۳۹۱) قولہ قال ابوداؤد الخ

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ چنانچہ خود صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اس کی سند بالکل داہی ہے امام ترمذی اس کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں۔ حدیث ابی اللہ دار حدیث غریب۔ لاغرہ الامن حدیث سعید بن ابی ہلال عن عمرو بن شقی۔ اور عمرو بن شقی نے اس کو یوں روایت کیا ہے۔ قال سمعت عجزا یقول پس ایک تو عمرو بن شقی بھول ہے دوسرے وہ جس سے راوی ہے وہ بھی بھول ہے۔ ابن ماجہ نے اس کی تخریج۔ عن عثمان بن فائد عن یحییٰ بن رباح بن حیدہ کی ہے اس میں عثمان بن فائد کی بابت ابن حبان کہتے ہیں۔ لا یصح۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ بالکل داہی ہے۔

۱۱۵۵ باب من لم یرہ البجود فی المفضل

(۲۹۶) حدثنا محمد بن رافع نا آذہر بن القاسم قال محمد رأیتہ بمکہ نا ابو قدامہ عن مطر الوترانی عن عکرمہ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یسجد فی شوع من المفضل منذ تحول الی المدینۃ قال ابو داؤد هذا الحدیث ایضا یروی من سلا عن عکرمہ عن التبعی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ

۲۰۰

محمد بن رافع نے بغداد میں القاسم بن محمد بن رافع کہتے ہیں کہ میں نے انہیں کو کہہ میں دیکھا ہے، تجدید ابو قدامہ بن مطرانی بواسطہ عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفضل میں سجدہ نہیں کیا جب سے آپ مدینہ تشریف لائے ہیں۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث عن عکرمہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل بھی مروی ہے۔ - تشریح

قول قال ابو داؤد انہ (۳۹۶) یعنی یہ حدیث سند و مرسل ہر دو طرح مروی ہے اور امام مالک کی دلیل بھی ہے مگر یہ ضعیف اور بقول ابن عبد البر منکر ہے کیونکہ اس کا راوی ابو قدامہ عاز بن عبید یا دی بصری ہے جس کے متعلق مندرجہ کہتے ہیں کہ یہ ناقابل احتجاج ہے۔ ابن عبد البر کہتے ہیں نہیں سچی ہے۔ ابن القطان نے اپنی کتاب میں امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ یہ مضطرب الحدیث ہے۔ شیخ ابن معین نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔

امام نائی فرماتے ہیں کہ یہ صدوق ہے مگر اس کے پاس منکر روایتیں بہت ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ شیخ صالح تھا مگر بعد میں بہت دہم کرنے لگا۔ دوسرے راوی ابو رباح سلیمان بن طہان اور اسی سلمیٰ انحراسانی کو بھی ابن سعد، ابو حاتم، احمد اور امام نسائی نے ضعیف کہا ہے۔ شیخ بھی القطان اس کو سرفہر حفظ میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی ملیکی کے مشابہ کہتے تھے۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے امام مسلم سے یہ بات باعث عیب سمجھی ہے کہ انھوں نے اس کی حدیث کی تخریج کی۔

نیز شیخ عبدالحق، ابن عبد البر، تورطی اور امام نووی کہنے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف الاسناد ہوئے کے ساتھ ساتھ حضرت ابوہریرہ کی صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے۔ قال محمد نافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اذا السار الشیعت واقرأ باسم ربک الذی خلق: حالانکہ حضرت ابوہریرہ متأخر الاسلام ہیں۔ اور اگر حدیث کو صحیح ہی مان لیں تو ممکن ہے حضرت ابن عباس کو اس کا علم نہ ہو۔

(۲۹۷) حدثنا ابن السرح انا ابن وهب قال سئل عن ابن قسيط عن خارجة بن زيد بن ثابت عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم بمعناه: قال ابو داود وكان ذہباً الامام قلم یسجد

ترجمہ: ابن السرح نے بسند ابن وہب تصدیقاً ابوہریرہ روایت ابن قسیط بطریق غلطہ بواسطہ زید بن ثابت حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ زید بن ثابت امام تھے انھوں نے سجدہ نہیں کیا۔۔۔ تشبیہ

یعنی قاری چونکہ تالی ہونے کے لحاظ سے صاحب کا امام ہوتا ہے تو ممکن ہے حضرت زید بن ثابت نے سجدہ تلاوت نہ کیا ہو اور ان کی اتباع میں آپ نے بھی نہ کیا ہو۔ قال الشیخ فی البذل لعلہ کان ہذا مذہب الی داؤد فاجاب عن الحدیث علی مذہبہ:-

(۱۹۷) ہات فی الرجل یتسمع السجدة وهو راكع

۲۰۱

(۲۹۸) حدثنا احمد بن الفرات ابو مسعود الرازی لنا عبد الرزاق انا عبد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ علينا القرآن فاذا قرأ بالسجدة كبر وسجدنا فقال عبد الرزاق وكان الثوري يعجب، هذا الحديث، قال ابو داود يعجب لانه كبر

ترجمہ

احمد بن الفرات ابو مسعود راوی نے بسند عبد الرزاق باخبر عبد اللہ بن عمر بواسطہ نافع حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو قرآن سنایا کرتے، جب آپ سجدہ کی آیت پڑھتے تو تجھیر کہہ کر سجدہ کرتے اور آپ کے ساتھ ہم بھی سجدہ کرتے۔ عبد الرزاق نے کہا کہ سفیان ثوری کو یہ حدیث بہت پسند تھی۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس لئے پسند تھی کہ اس میں تجھیر کا ذکر ہے۔۔۔ تشبیہ

یعنی سفیان ثوری کے اعجاب کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں تجھیر کا ذکر ہے۔ سجدہ تلاوت میں تجھیر کا ذکر اس حدیث کے علاوہ اور کسی میں نہیں ہے۔

واخرہ الحاکم من رواۃ الثوری ایضاً:-

(۱۹۹) بَابُ فِي مَنْ يَقْرَأُ السُّجْدَةَ بَعْدَ الصُّلُوِّ

(۳۹۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ نَا أَبُو بَكْرِ نَا ثَابِتُ بْنُ عُمَارَةَ نَا أَبُو
ثَيْمَةَ الْجُبَيْنِيُّ قَالَ لَمَّا بَعَثْنَا الرَّكْبَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ يَجِيءُ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ كُنْتُ
أَقْصَى صَلَوةٍ الصُّلُوِّ فَاسْجُدْ فَفَعَلْتُ ابْنُ عُمَرَ فَلَمْ أَكُنْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ عَادَ فَعَلْتُ
أَنِّي صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَعَ ابْنِ بَكْرٍ عُمَرُ بْنُ عُمَانَ فَلَمْ يَسْجُدْ وَاحْتَقَطَ
الشَّمْسُ

ترجمہ

عبد اللہ بن الصباح عطّار نے بسند ابو بکر و تھریث ثابت بن عمارہ - ابو ثیمہ جہمی سے روایت کیا ہے
وہ کہتے ہیں کہ جب ہم رکب کے ساتھ آئے - ابو داؤد کہتے ہیں یعنی مدینہ میں، تو میں فجر کے بعد خطبہ کیا کرتا
تھا اور سجدہ تلاوت کیا کرتا تھا، حضرت عبد اللہ بن عمر نے مجھے تین بار منع کیا میں باز آیا انہوں نے پھر کہا
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر اور حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی مگر ان میں سے
کسی نے سجدہ نہیں کیا یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو جائے :- دشمنی ہے ۳۰۲
قوله بَابُ الْخَوْضِ مَخْضُ صَبْحِ النَّازِكِ بَعْدَ آيَةِ سُجْدَةِ تِلَاوَتِ كَرَعَةٍ تَوَدُّهُ سَجْدَةً كَبَّرَ ۹ عَاقِلٌ
بِهِ قِيٌّ فَرَأَتْهُ هِيَ كَحَضْرَتِ عَطَّارٍ، سَالِمٌ، قَامَ دُونَ حَضْرَتِ عَكْرَمَةَ سَعْدٍ قَوْلُ هِيَ كَهَذَا صَبْحٍ وَفَرَأَتْهُ هِيَ كَهَذَا
بَعْدَ سَجْدَةٍ كِي رَحْمَتٍ وَفَرَأَتْهُ هِيَ كَهَذَا مَكْرُوهٌ نَحْنُ ۱۰ وَفَرَأَتْهُ هِيَ كَهَذَا بَنِي الْمَكَّةِ سَعْدٍ ثَابِتٌ هِيَ كَهَذَا سَجْدَةٍ
لِلشُّكْرِ حِينَ سَمِعَ الْبَشْرَى بِالْتَوْبَةِ ۱۱ اخْتِافٌ كَانَتْ هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا
مَكْرُوهٌ نَحْنُ هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا
رَأَى ابْنَ بَكْرٍ عُمَرَ بْنَ عُمَانَ بَنِي اسْمِهِ بَنِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ بَنِي ابْنِ بَكْرٍ الشَّقْفِيُّ الْبَكْرِيُّ مَخْلُفٌ فِيهِ بَلَدٌ
ضَمِيمٌ هِيَ ۱۲ ابْنِ مَسِينٍ وَرَأَى ابْنِ مَسِينٍ هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا
لَمْ يَكُنْ هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا
لَمْ يَكُنْ هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا هِيَ كَهَذَا

(۳۹۵)

تَوَلَّاهُ قَالَ ابْنُ دَاوُدَ الْخَوْضِ | اِي مَنِ قَوْلُهُ قَالَ لَمَّا بَعَثْنَا إِلَى قَوْلِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ لَمْ يَذْكُرْهُ السَّبْقِيُّ

فِي سَنَةِ فِيمَا أُخْرِجَ لِسْنُهُ عَنْ ابْنِ دَاوُدَ بِهَذَا السُّنَدِ وَفَعَلْتُ

بَعَثْنَا أَبُو ثَيْمَةَ الْجُبَيْنِيُّ قَالَ كُنْتُ أَقْصَى صَلَوةٍ الصُّلُوِّ فَاسْجُدْ

الْحَدِيثُ (بَدَل) :-

۱۹۸۱ باب القنوت فی الوتر

(۳۰۰) حدثنا قتيبة بن سعيد واحمد بن جواس الخفي قالانا ابو الاسود عن ابى
اصحق عن بريد بن ابى مريم عن ابى الحوراء قال ابوداؤد ابو الحوراء ربيعة بن
شيبان قال قال الحسن بن علي علفي رسول الله صلى الله عليه وسلم كلمات اقولهن
في الوتر قال ابن جواس في قنوت الوتر اللهم اهديني في من هديت وعافيني في من
عافيت وتولني في من توليت وبارك لي فيما اعطيت وقبلي شرمًا قضيت انك تقضه
ولا ينقص عليك وان لا يذل من واليت تباركت ربنا وتعاليت

ترجمہ

قتیبہ بن سعید اور احمد بن جواس حنفی نے سند ابو الاحوص بردایت ابو اسحاق بطریق بريد بن ابی
مریم بواسطہ ابو الحداد۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابو الحوراء ربيعة بن شيبان سے۔ حضرت حسن بن علی
سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو چند کلمات سکھائے جن کو
میں وتر میں (بقول ابن جواس وتر کے قنوت میں) پڑھتا ہوں اور وہ کلمات یہ ہیں۔ اللہم ہدنی
فیس ہدیت اہ۔ تشریح

قول باب الخ۔ اس باب میں قنوت وتر کا بیان ہے جو صلوٰۃ وتر سے متعلق مختلف فیہ مسائل
کا ایک جزئیہ ہے۔ وتر کی پوری بحث کا صحیح مقام: باب کم الوتر تھا جو زیر بحث باب سے ایک
باب پہلے ہے مگر اس میں صاحب کتاب کا کوئی قول نہیں ہے پس وہاں اس سے بحث کرنا جائز
موضوع سے خارج تھا اس لئے ہم اس کی پوری تحقیق اس باب میں پیش کرتے ہیں کیونکہ یہ مسئلہ
بھی نہایت اہم مسئلہ ہے جن پر مستقل تصانیف موجود ہیں جن میں سے کشف الستار عن صلوٰۃ الوتر
مصنف حضرت مولانا محمد الزمخشري صاحب کشمیری اور کشف الستار عن جلس الوتر مصنف حکیم عبدالغفار
صاحب ہمارے مطالعہ میں بھی رہے ہیں فاقول وباللہ التوفیق

وتر کی بابت متعدد امور قابل لحاظ ہیں آدلی یہ کہ اس کی لغوی و شرعی حقیقت کیا ہے؟ دوم یہ کہ اس
کا شرعی حکم کیا ہے واجب ہے یا سنت؟ سوم یہ کہ اس کا کوئی وقت معین ہے یا نہیں؟ چہارم یہ کہ
اگر یہ وقت ہو جائے تو قضا لازم ہے یا نہیں؟ پنجم یہ کہ اس کی کتنی رکعتیں ہیں؟ ششم یہ کہ رکعات
وتر و قنوت کے ساتھ ہیں یا فصل کے ساتھ؟ ہفتم یہ کہ وتر میں قنوت ہے یا نہیں؟ ہشتم یہ کہ محل قنوت
کیا ہے رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ نہم یہ کہ قنوت وتر پورے سال کیلئے ہے یا صرف رمضان کیلئے؟

فہم یہ کلمات قنوت: ترک کیا ہیں؟ یاد ہم کہ دعا قنوت صرف وتر کے ساتھ خاص ہے یا دیگر نمازوں میں بھی پڑھی جاسکتی ہے؟

بحث امر اول: لغت میں لفظ وتر کے معنی فرد اور طاق یعنی بے جوڑ کے ہیں اس میں داؤ کا فقرہ اور کسرہ دونوں لغتیں پہنچے جوڑ و جبر چنانچہ آیت: "والشفع والوتر" میں یہ لفظ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ قال فی غیث اللغۃ: "قرأ الاخوان بکسر الواو والباقون بالفتح کالجود والجود بالفتح لغت میں من والا ہاد الکسر لغت میںیم: بلکہ یونس نے حضرت ابو عمرو سے وتر بفتح داؤد کسر تا بھی نقل کیا ہے۔ یہ وتر تیرہ تیرا، تیرہ (بالکسر و حدہ) فلانا۔ مالہ سے ہے بمعنی کم کرنا اور گھٹا دینا ومنہ قول لعلی: "لن یرکم اہلکم: نیز اس کے معنی جفت کو طاق کر دینے کے بھی ہیں لقال دتر د اؤ تر۔ دتر ادا تیار الشی: اس نے طاق بنا دیا۔

لیکن احادیث میں غور کرنے سے یہی واضح ہوتا ہے کہ شریعت کی زبان میں لفظ ایتار شتر کے تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ وتر کی نماز پڑھنا، مع تہجد وتر پڑھنا، جفت رکعات کو طاق بنانا، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے: "قال القاسم درأینا انما شامنا درکنار یوترون ثلاثا" اس میں ایتار کے معنی نقطہ وتر پڑھنے کے ہیں۔

منہ ابو داؤد و طحاوی میں حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے: "بکم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر؟ قالت: باربع وثلث (الی) دلم یکن یوتر یا کثر من ثلاث عشرة دلا نقص من سبع" اس میں ایتار کے معنی وتر مع تہجد پڑھنے کے ہیں۔ اسی طرح جامع ترمذی میں ہے: "قال یحییٰ بن ابراہیم معنی یاردی ان ابی صلی اللہ علیہ وسلم یوتر ثلاث عشرة۔ قال انما معناه انه کان یصلی من اللیل ثلاث عشرة رکعة من الوتر فنسبت صلوة اللیل الی الوتر"۔

اس میں امام ترمذی نے یہی معنی نقل کئے ہیں اور صحاح ستہ کی مرفوع روایات میں ہے صلوة اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعة واحدة توتر لہ ما قد صلی" اس میں ایتار کے معنی رکعتوں کو طاق بنانے کے ہیں۔ اس قسم کی اور بہت سی روایات ہیں جن سے ان معانی کا ثبوت ملتا ہے بحث امر دوم: صفت وتر کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہ سے تین روایتیں ہیں۔ حماد بن زید کی روایت یہ ہے کہ فرض ہے۔ احناف میں سے امام زفر، مالکیہ میں سے سکون، اشع بن ابراہیم اسی کے قائل ہیں اسی کو ابن بطال نے حضرت ابن مسعود، حذیفہ اور ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے اور یہی علامہ سخاوی کے نزدیک مختار ہے۔

یرسف بن خالد السیسی کی روایت یہ ہے کہ واجب ہے۔ یہ آپ کا آخری قول ہے جس کو محیط میں صحیح، خانیہ میں صحیح اور مبوط میں ظاہر مذہب قرار دیا ہے۔ داخرج ابن ابی شیبہ عن مجاہد اور ترمذی و لم یکتب۔ نوح بن ابی حمزہ کندی کی روایت یہ ہے کہ سنت ہے۔ صاحبین، امام شافعی اور دیگر علماء نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ سنت ہے البتہ یہ تمام سنن موقوفہ میں زیادہ موقوفہ ہے۔ بعض مشائخ

نے ان تینوں قولوں میں تطبیق دی ہے کہ وتر عملاً فرض ہے، اعتقاداً واجب اور ثبوتاً سنت۔ جن حضرات نے وتر کو سنت مانا ہے ان کے دلائل یہ ہیں (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ثلاث کسبت علیّ ولم یکتب علیکم الوتر والضحی والاضحیٰ" ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "ثلاث کسبت علیّ دہی لکم سنت الوتر والضحی والاضحیٰ" (۲) حضرت عبادہ بن الصامت کی مرفوع حدیث ہے۔ "ان اللہ کتب علیکم فی کل یوم ولیدۃ خمس صلوات" نیز خطبۃ الوداع میں آپ نے ارشاد فرمایا "صلوا حکم" (۳) حضرت معاذ کی حدیث میں بھی یہی ہے۔ "ان اللہ افترض علیہم خمس صلوات فی کل یوم دلیدۃ" اب اگر وتر کو واجب مانا جائے تو رات دن میں فرض نمازیں چھ ہو جاتی ہیں جو ان تمام روایات کے خلاف ہے اور اس صورت میں کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ کا نسخ بھی لازم آتا ہے جو جائز نہیں (۴) صحیحین میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے۔ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتر علی البعیر" معلوم ہوا کہ وتر سنت ہے۔ کیونکہ سواری پر نماز پڑھنے کی اباحت فاضل میں ہے نہ کہ فرائض و واجبات میں (۵) ابن نصر کی قیام اللیل میں۔ طبرانی کی معجم صغیر میں اور ابن حبان کی صحیح میں۔ حضرت جابر کی مرفوع حدیث کے آخر میں ہے "خشیت ان ینکب علیکم الوتر" (۶) امام احمد نے سند میں حاکم نے مترک میں اور دارقطنی نے سنن میں حضرت ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے۔ "ثلاث یسئل علی فرائض و یسئل لکم تطوع النذر والنحر و صلاۃ الضحیٰ" نیز ذکر کا بتعین عشاء ادا ہونا۔ اس کے لئے وقت و اذان اور اقامت و جماعت کا نہ ہونا، مسکروتر کی تکفیر نہ ہونا یہ سب اس کی سنیت کی علامات ہیں۔ وتر کے واجب ہونے کی دلیل آٹھ صحابہ کرام کی مرفوع حدیث ہے کہ "حق تبارک نے تم پر ایک نماز زیادہ کر دی جو وتر کی نماز ہے۔ سو اس کو عشاء و طلوع فجر کے درمیان پڑھو"۔

۲۰۵

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں لفظ صلوا امر ہے اور مطلق امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ نیز اس میں صلوة و تر کو زائد کہا ہے اور کسی شئی پر زیادتی اسی وقت مقصور ہو سکتی ہے جب وہ اس کی جنس سے ہو۔ سوال۔ صاحب تنقیح الحقائق کہتے ہیں کہ "ان اللہ زادکم صلوة" والی حدیث سے وجوب و ثنابت نہیں ہوتا کیونکہ زیادتی کے لئے شئی مزاد کا جنس مزاد فیہ سے ہونا لازم نہیں چنانچہ حافظ سیوطی نے حضرت ابو سعید خدری سے مرفوع روایت کیا ہے۔ "ان اللہ تعالیٰ زادکم صلوة الی صلوتکم ہی خیر من حرمانکم الا دہی انکم تلتان قبل صلوة الفجر" یعنی حق تبارک نے تمہاری نمازوں کے ساتھ ایک نماز زائد کر دی جو سرخ اوٹوں

عہ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، احمد، دارقطنی، طبرانی، ابن عدی عن خارجہ بن حذافۃ عنہم بلغظاء کم و بعضہم بلغظاء کم، الحسن بن راہویہ عن عمرو بن العاص و عقبۃ (بلغظاء ان اللہ زادکم صلوة) دارقطنی، طبرانی عن ابن عباس حاکم، احمد، لمحادی، طبرانی عن ابی بصیرۃ الفغاری وہ فیہ فصلوا، دارقطنی، احمد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جده، دارقطنی عن ابن عمر و بلغظاء زادکم صلوة الی صلوتکم، طبرانی فی مسند الشامیین عن ابی سعید الخدری ۱۲۔

سے بہت بہ اور وہ نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں ہیں۔ حالانکہ یہ دو رکعتیں واجب نہیں۔

جواب۔ حضرت مساجد صوبہ کرام میں سب سے زیادہ عالم حلال و حرام ہیں انھوں نے حدیث زیادہ سے وتر کے وجوب ہی پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ آپ ملک شام تشریف لائے دیکھا کہ اہل شام وتر کی نماز نہیں پڑھتے تو آپ نے حضرت مساجد صوبہ سے فرمایا: اہل شام وتر کیوں نہیں پڑھتے؟ انھوں نے کہا: کیا وتر ان پر واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ "زادنی ربی عز وجل صلاۃ ہی الوتر و قہتا ما بین العشاء الی طلوع الفجر" یہی حضرت ابو سعید خدری کی حدیث مذکور سواس کا عدم وجوب وتر سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ الزام آتا ہے کہ جو لوگ وجوب وتر کے قائل ہیں وہ فجر سے پہلے دو رکعت نماز کو بھی واجب کہیں سواس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ اول تو یہ لزوم اس وقت عائد ہو سکتا ہے جب یہ حدیث ان کو پہنچی بھی ہو حالانکہ شیخ ابن معین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ یعنی احادیث وتر کی شہرت کی طرح مشہور نہیں ہے بلکہ جمیع کتب سنن و مسانید اس سے خالی ہیں بجز بیہقی کی روایت کے۔ دوسرے یہ کہ امام نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ قاضی حیاض نے حضرت حسن بصری سے ان دو رکعتوں کا بھی وجوب نقل کیا ہے اور بعض مسائل میں یہ ایک روایت امام ابو حنیفہ سے بھی ہے۔

سوال۔ وتر کا زائد علی الفرض ہونا تو تسلیم ہے مگر اس کا زائد ہونا فعل ہے نہ کہ وجوباً۔ جواب فعل تو وجوب وتر سے پہلے ہی تحقق ہے کیونکہ وتر کی نماز وجوب سے پہلے بھی پڑھی جاتی تھی اس لئے آپ نے اس کو معوف بلام عہد ذکر فرمایا اور کسی بھی اہل نے آپ کی اسکی تفسیر طلب نہیں کی مگر نماز وتر وجوب سے پہلے معوف نہ ہوتی تو آپ کو حرف تعریف کیسا ذکر فرماتے معلوم ہوا کہ اس کا زائد ہونا وجوب کے اعتبار سے ہے نہ کہ فعل کے اعتبار سے۔

دجوب وتر کی دوسری دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اوتردا یا اہل القرآن فمن لم یوتر فلیس منا اسی طرح ابو داؤد، حاکم اور بیہقی نے حضرت پریدہ سے روایت کیا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا ان میں ایک تو امر ہے دوسرے ترک وتر پر سخت ترین وعید ہے اور یہ دونوں وجوب پر دال ہیں۔ بلکہ ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد، ابن حبان، حاکم، طحاوی، دارقطنی، ابو داؤد، طیالسی، دارمی، بیہقی نے

حضرت ابوالیوب سے روایت کیا ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق واجب علی کل مسلم اور حافظ بزاز نے سند میں حضرت عہد النہدین مسود سے روایت کیا ہے۔ عن ابیہنی صلی اللہ علیہ وسلم قال الوتر واجب علی کل مسلم ان میں وجوب وتر کی تصریح بھی موجود ہے۔

مع قل ابن القیم فی بدائع الفوائد لیستفاد کون الامر بالطلاق للوجوب من ذم من خالفه ولیستفاد الوجوب بالامترارة بالتصریح بالایجاب ولفظ علی وجہ علی العباد و علی المؤمنین وترتیب الذم ۱۲۔ تعلیق بر لغیب الراہ۔

دجوب وتر کی تیسری دلیل صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ "ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اوتردا قبل ان یجواہ اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے۔ "بادرد الصبح بالوترۃ اوتردی کے الفاظ ہیں۔ اذا طلع الفجر فقد فہم کل صلاۃ اللیل والوتر فوترہ قبل طلوع الفجر" ان میں خطاب بصیغہ امر ہے جس کا مقتضی دجوب ہے۔ اور حضرت حسن بصری نے وتر کے حق واجب ہونے پر تمام کلمات کا اجماع نقل کیا ہے۔

اور جو احادیث سنیت و ترکہ اثبات میں پیش کی گئی ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں فرضیت کی نفی ہے نہ کہ دجوب کی کیونکہ کتابت سے مراد فرضیت ہوتی ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں کہ وتر فرض نہیں بلکہ واجب ہے۔ اور جن روایات میں۔ "دہن کم سنتہ" کے الفاظ ہیں وہ دجوب سے قبل پر محمول ہیں نیز حدیث میں سے بھی سنیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ فرضیت پر لگانہ پر دال ہیں اور ہم پہلے کہہ چکے کہ ہمارے نزدیک وتر کی نماز فرض نہیں بلکہ واجب ہے اور جب فرض نہ ہوئی تو تراویح کا چھ ہونا اور زیاتی وتر سے نسخ کا ہونا بھی لازم نہیں آیا۔ اور حدیث میں سے جواب یہ ہے کہ ادل تو یہ دجوب سے قبل پر محمول ہے دوسرے یہ کہ یہ حضرت ابن عمر کی دوسری روایت سے معارض ہے۔ چنانچہ طحاوی میں ہے عن ابن عمر ان کان یصلی علی راعلۃ ویوتر بالارض ویزعم ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم مثل کذلک" تیسرے یہ کہ یہ روایت بقول امام نووی خود شافعی کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ وتر کی نماز امت کے حق میں گوسنت ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی دتالہ النووی فی شرح المہذب، حدیث میں سے جواب یہ ہے کہ اس کے رداۃ میں ایک تو یعقوب فی ہے جس کو دارقطنی نے غیر قوی مانا ہے۔ دوسرے عیسیٰ بن جاریہ ہے جس کے متعلق ہم تراویح کی بحث میں تفصیل کے ساتھ عرض کر چکے کہ یہ ناقابل احتجاج ہے۔ حدیث میں سے جواب یہ ہے کہ اس کو حافظ ذہبی نے اپنی مختصر میں غریب و در منکر کہا ہے کیونکہ اس کا راوی ابوجہاں کلبی بقول امام نسائی و دارقطنی ضعیف ہے۔ امام احمد اور حاکم نے اس کو ایک دستخط سے بھی روایت کیا ہے مگر کہیں جابر بھی ہے جس کے متعلق ہم قول ۲۹۳ کے ذیل میں تفصیل کے ساتھ عرض کر چکے کہ یہ انتہائی ضعیف ہے۔ حافظ ابن الجوزی نے۔ "اعلال المسامیۃ" میں اس کو ایک تیسرے طریق سے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں دضاح بن یحییٰ اور منذل ہر دو ضعیف ہیں۔ ابن الجوزی نے حضرت انس سے بھی اسی طرح روایت کی تخریج کیا ہے مگر اس میں عبد اللہ بن مجیر نیز ساقط الاعتبار ہے۔ قال ابن حبان کان یکذب۔

۵۵ دس معنی دجوب الوتر کو جب المکتوبات عند غیر ہم بل ہو واسطۃ بینہما بین السنن الضعف من ہذہ ثبوتاً و اقویٰ و اشد من تلک توکیداً ۱۲ تعلیق بر نصب الراية ۵۵ یدل علیہ لفظتہ۔ زادکم صلاۃ ۱۲

رہی یہ بات کہ وتر کی ادائیگی بشبیت عشاء ہوتی ہے سو اس کا یہ مطلب نہیں کہ نماز وتر نماز عشاء کے تابع ہے اور اس کے لئے کوئی وقت نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وتر عشاء کی تقدیم شرط ہے ورنہ ظاہر ہے کہ آخر شب تک عشاء کو مؤخر کرنا مکروہ ہے اور آخر شب تک وتر کی تاخیر صحیح ہے۔ اگر وتر تابع عشاء ہوتا تو کراہت و احتیاج میں بھی تابع ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اس کے لئے اذان و اقامت کا نہ ہونا اس لئے ہے کہ اس کی ادائیگی عشاء کے وقت میں ہوتی ہے اس لئے عشاء کی اذان و اقامت پر اکتفاء کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں واجب کے لئے اذان و اقامت کا ہونا ضروری بھی نہیں جیسے صلوٰۃ عیدین۔ اور چونکہ اس کا ثبوت حدیث متواتر یا حدیث مشہور سے نہیں ہے اور دلالت قطعی بھی نہیں ہے اس لئے اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔

بحث امر مسموم: کی تشریح: باب فی وقت الوتر کے ذیل میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔
بحث امر جہارم: بحث امر دوم کے ذیل میں ہم دلائل کے ساتھ یہ ثابت کر چکے کہ وتر کی نماز واجب ہے لہذا اگر یہ اپنے وقت سے فوت ہو جائے تو اس کی قضاء واجب ہوگی۔ ہدایہ میں ہے: "ولہذا وجب القضاء بالاجماع"۔ قال البیہقی ای کلون الوتر واجب القضاء۔

صحابہ میں سے حضرت علیؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبادہ بن الصامتؓ، عامر بن ربیعہؓ، ابوالدرداءؓ، حذافہ بن جبلیؓ، فضالہ بن عبیدہؓ، عبد اللہ بن عباسؓ اور تابعین میں سے عمر بن شریحؓ، عبیدہ سلمانیؓ، ابراہیم نخعیؓ، محمد بن المنکدرؓ، ابوالعالیہؓ، حماد بن ابی سلیمانؓ۔ اور ائمہ میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، سفیان ثوریؒ، آدم بن اسحاق بن راہویہؒ، ابوالیوب سلیمان بن داؤد ہاشمیؒ اور ابو یوسفؒ تمام حضرات وجوب قضاء وتر کے قائل ہیں۔

صحابہ میں سے نزدیک وتر کی نماز کو سنت ہے مگر وجوب قضاء کے وہ بھی قائل ہیں۔ دلائل یہ ہیں۔
۱، حدیث ابوسعید خدریؓ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن وترہ اذ نسیت فلیصل اذ ذکرہ۔ ابو داؤد فی سننہ، حاکم فی مستدرکہ، لفظہ: "فلیصل اذ اصبح او ذکرہ"۔ ترمذی، ابن ماجہ، داؤد بن علی، محمد بن نصر المروزی و لفظہ: "من نام عن الوتر اذ نسیت فلیصل اذ ذکرہ"۔

حاکم نے مستدرک میں اور حافظ ذہبی نے تلخیص میں اسکی اسناد کو بخین کی شرط پر مانا ہے۔ حافظ عراقی نے بھی اس کی سند کو صحیح مانا ہے۔ یہ حدیث وجوب قضاء پر دلالت ہے کیونکہ خطاب بصیغہ امر ہے۔ جاتے ترمذی میں زید بن اسلم سے مرسل مروی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن وترہ فلیصل اذ اصبح۔

عہ قال فی البدلۃ واما الجماعۃ والاذان والاقامۃ فلا نہا من شعار الاسلام فتحق بالفرائض المطلقۃ ولہذا لا یصل بہا فی صلوۃ النساء وصلوۃ العیدین والکسوت والاقراءۃ فی الرکعات کلہا فلقرب احتیاطاً عند تباعد الادۃ عن ادخالہا تحت الفرائض المطلقۃ ۱۳

سہال۔ روایت ترمذی اور روایت ابن ماجہ میں کی سند میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہے جس کے متعلق امام ترمذی نے بوسطہ امام بخاری علی بن عہد اللہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور امام ترمذی کی دوسری روایت میں عہد اللہ بن زید بن اسلم کو ثقہ ہے مگر یہ روایت مرسل ہے۔

جواب۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا ضعیف نو یوں ختم ہو گیا کہ ابو داؤد کی روایت میں محمد بن مطہر مدنی اس کا مستالج موجود ہے جو احادیث الاثبات اور ثقہ راوی ہے۔ یہی ارسال کی مائت سوسہ اس کے معزز نہیں کہ ابو داؤد کی روایت موصول ہے۔

(۲) حدیث عبداللہ بن عمرؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فاتہ الوتر من اللیل فلیقضہ من الغد (در اقطبی) شیخ عراقی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کے رواۃ میں شریک بن سعید ہے جس کی بعض لوگوں نے تکذیب کی ہے لیکن موصوف نے یہ بھی کہا ہے کہ سنن بیہقی میں اس کی ایک اور روایت بھی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصبح فاوتر (صحیح)

(۳) حدیث ابو ہریرہؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صبح احدکم ولم یوتر فلیوتر (حاکم بیہقی) امام حاکم نے اس کی سند کو شیعین کی شرط پر مانا ہے۔

(۴) حدیث ابوالدرداءؓ قال ربما آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر وقد قام الناس لصلوة الصبح (حاکم بیہقی) امام حاکم نے اس کو بھی صحیح کہا ہے۔

(۵) حدیث اغرزیؓ ان رجلاً قال یا بنی اللہ! انی اصعبت ولم اوتر فقال انما الوتر باللیل، فقال یا بنی اللہ! انی اصعبت ولم اوتر فقال اوتر (طبرانی فی معجم الکبیر) اس کی سند میں خالد بن ابی کریم ہے جس کو شیخ ابن معین اور ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن امام احمد، ابو داؤد اور امام نسائی نے اس کی توثیق کی ہے۔

(۶) حدیث عائشہؓ رضی اللہ عنہا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصبح فیوتر (احمد بن منہ، طبرانی فی اوسط) اس کی اسناد حسن ہے۔ یہ تمام روایات مشروعیت قضاء وتر پر دال ہیں اس لئے جمہور علماء کے نزدیک قضاء وتر واجب ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر وتر کی نماز فوت ہو جائے تو اسکو کب تک قضاء کر سکتا ہے؟ سو اس سلسلہ میں آٹھ قول ہیں۔ اول یہ کہ صبح کی نماز سے پہلے پہلے کر سکتا ہے۔ حضرت ابن عباس، عطاء بن ابی رباح، مسروق، حسن بصری، ابراہیم نخعی، کچول، قتادہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحق بن راہویہ، ابو یوسف اور ابو غنیہ کا یہی قول ہے۔ چنانچہ امام احمد سے وفات وتر کی بابت سوال ہوا آپ نے فرمایا: یعید قبل ان یصلی الغداۃ۔ کہ صبح کی نماز سے پہلے پڑھے۔

دوم یہ کہ طواف آفتاب سے پہلے تک قضاء کر سکتا ہے گو صبح کی نماز پڑھ چکا ہو۔ ابراہیم نخعی اسی کے قائل ہیں۔

موم۔ کہ صبح کی نماز کے بعد سے زوال شمس تک قضاء کر سکتا ہے۔ یہ امام متقی، عطار بن رباح، حسن بصری، طاؤس، مجاہد، حماد بن ابی سلمہ اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے۔
چہاں یہ کہ طلوع آفتاب کے بعد سے عصر کی نماز تک اور مغرب کے بعد سے عشاء کی نماز تک قضاء کر سکتا ہے۔ صبح کی نماز کے بعد سے مغرب تک اور عشاء کے بعد قضاء نہ کرے تاکہ ایک رات میں دو تہوں کا جمع ہو! لازم نہ آئے، یہ امام، وزاعی سے منقول ہے۔
پہچم یہ کہ اگر صبح کی نماز پڑھ چکا ہو تو اس کے بعد دن میں اس کی قضاء نہ کرے کیونکہ وتر کی نماز صلوٰۃ میل سے ہے اس لئے اس کو رات میں قضاء کرے یعنی آئندہ شب کے وتر سے پہلے۔ یہ حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے۔

ششم یہ کہ جب وہ صبح کی نماز پڑھ چکا ہو تو دن میں جس وقت بھی یاد آ جائے قضاء کر لے لیکن اگر دوسری رات آگئی اور وہ ابھی تک قضاء نہیں کر سکا تو اب وتر نہ پڑھے کیونکہ اگر وہ رات میں وتر پڑھے تو وتر قضاء اور تراویح دونوں مل کر اس کی نماز شفع ہو جائے گی۔ یہی امام ازاعی سے منقول ہے ہفتم یہ کہ ہر وقت قضاء کر سکتا ہے، رات میں ہو یا دن میں۔ یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور شوافع کے یہاں بھی اسی پر فتویٰ ہے۔ پھر ہمارے اور شوافع کے مذہب میں فرق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رات میں وتر نہ پڑھ پائے اور اس کو صبح کی نماز سے پہلے یاد آ جائے تو ہمارے نزدیک جب تک وہ وتر نہیں پڑھے عشاء تک اس کی صبح کی نماز بھی درست نہ ہوگی۔ قال فی اللہ الرحمان۔ فلم یجز فی من تہکرا لم یوتر لوجہ عندہ الا اذا ضاق الوقت ادنیست الفاتۃ او ماتت مست اعتقاد یہ۔
ہشتم یہ کہ اگر وتر کی نماز سو جانے یا بھول جانے کی وجہ سے فوت ہو جائے تو جب بیدار ہو یا یاد آئے اس وقت قضاء کر لے دن ہو یا رات المعجم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ من نام عن صلوٰۃ اولیہا فلیبھا اذا ذکرہ اور اگر جان بوجھ کر ترک کر لے تو اب اس کی قضا کی کوئی صورت نہیں۔ شیخ ابن حزم نے اس کو اختیار کیا ہے۔

بحث امر پنجم، رکعات وتر کی تعداد میں صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے مابین اختلاف ہے علامہ خطابی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان، سعد بن ابی وقاص، زید بن ثابت، ابو موسیٰ الاشعری، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن زبیر اور حضرت عائشہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے نزدیک وتر کی ایک رکعت ہے اور حضرت عطار بن ابی رباح و سعید بن المسیب کا یہی مذہب ہے امام مالک کے نزدیک صرف ایک رکعت وتر پڑھنا مکروہ ہے۔ مدونہ کبریٰ میں ہے۔ قال مالک لا یغنی لاحد ان یوتر بواحدۃ لیس قبلہا شیء لانی حضرت دلائی سفر و کلن یصلی رکعتین ثم یسلم ثم یوتر بواحدۃ۔
امام مالک فرماتے ہیں کہ وتر کی صرف ایک رکعت پڑھنا کہ اس سے قبل کچھ نہ ہو مناسب نہیں۔ سفر میں: حضرت بلکہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرے اس کے بعد ایک رکعت پڑھے اس طرح تین رکعات

پوری کرے۔

مخطّام میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے ایک رکعت وتر والا اثر نقل کرنے کے بعد امام مالک فرماتے ہیں: "ولیس یصل علیٰ ہذا عندنا وکن ادنیٰ الوتر ثلاث"۔ احکام الاحکام میں ہے: "وخطّام ہب انک لا یوتر برکۃ فردۃ بکذا من غیر حاجۃ اھ"۔

امام شافعی کے اس سلسلہ میں تین قول ہیں۔ اول یہ کہ صرف ایک رکعت بھی جائز ہے۔ دوم یہ کہ تین رکعات ہیں۔ اور روضہ میں ہے کہ امام شافعی کے نزدیک ایثار کی سنت طاق عدد یعنی ایک سے گیارہ تک کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے۔ سوم یہ کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرے اس کے بعد پھر ایک رکعت پڑھے اس طرح تین رکعات پوری کرے۔

امام احمد کے نزدیک وتر کا کل کم از کم تین رکعات ہے اور ایک رکعت بھی جائز ہے چنانچہ میزان شعرائی میں امام احمد اور امام شافعی کا مذہب یہ لکھا ہے: "دادنی الکمال ثلاث رکعات"۔ سفیان ثوری کے نزدیک وتر کے لئے تین سے گیارہ تک ہر طاق عدد ہے۔

احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اکثر اہل علم نے اسی کو اختیار کیا ہے اور ابن بطلان نے مدینہ کے فقہار سبہ یعنی سعید بن المسیب، عروہ ابن الزبیر، قاسم بن محمد، ابو بکر بن عبد الرحمن، خارجہ بن زید، عبید اللہ بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار کا یہی قول ذکر کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے

۲۱۱

چنانچہ صاحب تہذیب علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت حضرت عمر، علی، ابن مسعود، زید بن ثابت، ابی بن کعب اور حضرت انس سے وتر کی تین ہی رکعات مزی ہیں اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تین رکعات وتر مشروع ہے۔ التبعیل و وصل میں اختلاف ہے جس کو ہم بحث امر ششم میں وضاحت کے ساتھ ذکر کریں گے۔

صحیح بخاری میں حضرت قاسم سے مروی ہے: قال رأینا انا سامنا وادرنکنا یوتر دن ثلاث اھ"۔ حضرت قاسم جو جلیل القدر تابعی، حضرت ابو بکر صدیق کے فرزند زادے اور فقہار سبہ میں سے ہیں جن کی ولادت ۳۳ھ میں ہے اور وفات ۸۳ھ میں دہذیب التہذیب و الکمال، ان کے زمانہ میں بہت سے صحابہ بھی موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو زمانہ بوع سے اب تک لوگوں کو وتر کی تین ہی رکعات پڑھتے دیکھا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جمہور صحابہ و تابعین تین رکعات وتر پر متفق تھے۔

جن لوگوں کے یہاں وتر کی ایک رکعت بھی جائز ہے ان کا استدلال حضرت ابن عمر کی حدیث کے الفاظ "والوتر رکعة من آخر الیل" اور حضرت ابو ایوب انصاری کی حدیث کے الفاظ "ومن احب ال یوتر بواحدة فلیفعل" وغیرہ سے ہے۔

جواب یہ ہے کہ ان الفاظ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وتر کی صرف ایک ہی رکعت ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ

تجد کی نماز جو دو رکعت کر کے شفعہ شفعہ پڑھی گئی ہے وہ ایک رکعت سے طاق ہو جائیگی۔ چنانچہ امام مالک وغیرہ کی روایت میں صلی رکعت واحدہ کے بعد تو تر لم یاقہ صلی کے الفاظ اس سنن کا بین ثبوت ہے۔ اور یہ معنی اس لئے ضروری ہیں کہ بقول لامعی قاری کسی صحیح حدیث بلکہ کسی ضعیف روایت سے بھی صرف ایک رکعت نماز کا ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ حضرت ابو سعید خدری کی حدیث: **ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من البتراء ان یصلی الرعل واحدہ یوتر بہا۔** (التمہید) اور ابن سعد کی روایت: **ما اجزأت رکعتہ قط** دو طوار محمد دہلوی) میں صرف ایک رکعت نماز پڑھنے کی صریح مانعت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر میں صبح کے نزدیک صرف ایک رکعت وتر پراکتفاء کرنا کر رہا ہوں۔ تین رکعات وتر کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) حدیث عائشہ: **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الركعة الادنی من الوتر بغایتہ الكتاب وسبح اسم ربک الاعلیٰ فی الثانیۃ بقل یا ایہا الکافرون** دنی الثانیۃ بقل ہو اللہ احد والمعوذین (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، طحاوی، ابن حبلی، حاکم، دارقطنی) حاکم نے مندرک میں اس کو صحیح بلکہ شرط شیعین پر مانا ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ آپ وتر کی تین رکعات پڑھتے تھے۔ دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں سورہ اخلاص و معوذتین پڑھتے تھے۔ تین رکعات وتر کی اس سے زیادہ اور کیا تصریح ہو سکتی ہے؟

(۲) حدیث ابی بن کعب: **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر سبح اسم ربک الاعلیٰ دنی والركعة الثانیۃ بقل یا ایہا الکافرون دنی الثانیۃ بقل ہو اللہ احد ولا یسلم الا فی آخرہن۔** (دہلوی) (۳) حدیث ابن عباس: **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث یقرأ فی الادنی سبح ۱۱** بخو حدیث عائشہ۔

۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳

(نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، طحاوی) حضرت عبد الرحمن بن ابی نعیر، حضرت علی (ع) حضرت عمر (ع) بن حصین سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام نووی نے خلاصہ میں اس کی اسناد کو صحیح انا ہے۔
 (۴) حدیث ابن مسعود: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تراویح ثلاث کو تراویح ثلاثہ المغرب وداوطلبی، بیہقی، طبرانی، اس حدیث کے رفع میں گو کلام ہے مگر موقوف فاسب کے نزدیک صحیح ہے
 (۵) حدیث عائشہ: قالت کان یوتر باربع ثلاث دست و ثلاث دشان و ثلاثہ عشر ثلاث و لم یکن یوتر بانقص من سبع ولا اکثر من ثلاث عشرة (ابوداؤد، طحاوی، احمد)
 حضرت عائشہ نے اس حدیث میں ہر عدد کے ساتھ لفظ ثلاث ذکر کر کے اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعتیں پڑھتے تھے اور باقی چار، چھ، آٹھ اور دس رکعتیں تہجد کی ہوتی تھیں۔

(۶) حدیث عائشہ: یصلی الرباعی ثلاثاً عن حسنہ وطلہن ثم یصلی الرباعی ثلاثاً عن حسنہ وطلہن ثم یصلی ثلاثاً (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اس میں بھی تصریح ہے کہ وحقیقت وتر کی تین رکعات ہیں اور باقی آٹھ رکعتیں نماز تہجد کی ہیں۔

(۷) حدیث ابن عباس: انہ رآہ عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم رونیہ، ثم اوتر، قال عثمان ثلاث رکعات (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

(۸) حدیث ابن عمر: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوۃ المغرب و تراویح فاد تراویح ثلاث (احمدی سند) ان تمام احادیث مرفوعہ صحیحہ میں تین رکعات وتر کی ایسی صاف تصریح ہے کہ ان میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی اور بقول امام طحاوی متفقہ نظر بھی یہی ہے اس واسطے کہ وتر کی نماز حال سے خالی نہیں، فرض ہوگی یا سنت۔ اگر فرض ہے تو فرض کی دو اور تین اور چار بھی رکعتیں ہیں اور اس ہمت پر سب کا اتفاق ہے کہ وتر کی دو اور چار رکعتیں نہیں ہیں۔ پس تین رکعات کا ہونا مستحکم ہوا۔ اور اگر وتر کی نماز سنت ہے تو کوئی سنت نہیں جس کی نظیر فرض میں نہ ہو اور فرض میں اس کی نظیر مغرب کی نماز ہے کہ اس کی تین ہی رکعتیں ہیں، فقہ ان الوتر ثلاث۔

سوال۔ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں تین رکعات وتر کی صراحت نفی موجود ہے۔ حدیث یہ ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا وترنا ثلاث واد تراویح خمس و سبع ولا تسبیل صلوۃ المغرب (داود قطنی، طحاوی، حاکم، حافظ دارقطنی) اس کے رد اذہ کو فقہ کہا ہے اور حاکم نے اس کو تین کی شرط پر صحیح مانا ہے جواب۔ اس حدیث میں ایثار کے معنی تہجد وتر پڑھنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ تہجد وتر کی تین ہی رکعات پر اکتفاء نہ کیا کرو بلکہ پانچ یا سات یعنی کم سے کم دو رکعت تہجد اور تین وتر یا چار رکعات وتر پڑھا کرو۔ حضرت ابن عباس کی بدایت۔ الوتر سبع و خمس ولا یجب ثلاثاً بتیراء و فی رد المحتار لا کرہ ان یکن ثلاثاً بتیراء و لکن سبع و خمس۔ اور حضرت عائشہ کی روایت الوتر سبع و خمس وانی لا کرہ ان

یوں ثلاثاً بتیار ہے۔ دینی لفظاً دینی الوتر خمس اہ۔ میں اس معنی کی تجویزی وضاحت موجود ہے۔

بحث اشرشتم: وتر کی نماز موصول ہے یا مفصول؟ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ صرف ایک رکعت وتر پڑھئے۔ یہ تین رکعات موصولہ پڑھنا افضل ہے اور تین رکعات موصولہ مفصولہ افضل ہے۔ امام غزالی قعدہ اولیٰ میں دو رکعات ہیں۔ ایک یہ کہ دو قعدہ کرنا افضل و ادنیٰ ہے اور بعض کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ قعدہ اولیٰ ضروری ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ کافی ہے۔ امام غزالی وجیز میں لکھتے ہیں: "واذا زاد علی الواحدة فتشہد تشہدین فی الاخرتین علی وجہ تشہد ادا حدانی الاخر علی الوجہ الثانی وہما منقولان والکلام فی الاولیٰ والاخرین ثلاثہ مفصولہ افضل من ثلاثہ موصولہ وان الثلاثہ الموصولہ افضل من رکعة فردة اھ۔"

مختصر افضل حضری کی عبارت مع شرح ابن حجر عسقلانی یوں ہے: "و يجوز وصله ای الوتر لکن بتشہد فی ال رکعة الاخرہ دہر افضل اور تشہدین فی الاخرتین بشارت کل منہما لا باکثر من تشہدین ولا بہا فی غیر الاخرتین لان خلاف الوارد افضل بالسلام من کل رکعتین ان اور ثلاثا ناکثر افضل من الوتر بقسمہ لان اکثر اخبار اہل علم۔"

امام مالک کے نزدیک وتر کی تین رکعات دو قعدہ دل کے ساتھ ہیں مگر شافعی کے بعد سلام بھی ہے احناف کے یہاں وتر کی تین رکعات موصولہ و مفصولہ ایک ایک کیساتھ ہیں۔ حاصل یہ کہ شوافع کے یہاں عام روایات میں دو رکعتوں پر قعدہ واجب نہیں۔ اہل حدیث بھی اس کو نہیں مانتے لیکن احناف کے یہاں ہر دو رکعت پر قعدہ واجب ہے۔

دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم، مسند امام احمد اور سنن ابوداؤد میں بعض حدیث طویل حضرت عائشہؓ سے مروی عام دی ہے۔ "وکان یقول فی کل رکعتین التیمۃ اھ۔" اس میں لفظ: کل رکعتین۔ اعتبار عموم کتبہ وغیرہ، ثنائیہ ثلاثیہ در باحیہ ہر نماز کو شامل ہے جس میں وتر کا قعدہ ادنیٰ بھی افضل ہے کیونکہ اس کا استثناء کسی حدیث اور نص صریح سے ثابت نہیں اور غیر منصوص منصوص کا معارف نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح مسند امام احمد اور جامع ترمذی میں حضرت فضل بن عباس سے مروی عام دی ہے۔ "الصلوة شئی مثلاً تشہد فی کل رکعتین و تقضی و تحسب اھ۔" قال الترمذی قال محمد یعنی البخاری و حدیث اللیث بن سعد صحیح من حدیث شعبہ۔ یہ حدیث بھی اپنے عموم کے اعتبار سے وتر وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اس کے راوی عہد ائمہ بن ماسخ بن ہمار کو بعض نے گرجہولی کہا ہے مگر حافظ ابن حبان نے اسکو ثقات میں ذکر کیا ہے (کمافی تہذیب التہذیب)۔

پھر سنن نسائی، دارقطنی، بیہقی، طحاوی اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ "قال کان ابی صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر۔" و لفظ الحاکم: یکان رسول اللہ علیہ السلام یوتر بثلاث لا یسلم الا فی اخر من: حاکم نے اس کی سند کو ضعیف کی شرط پر مانتا ہے۔

طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مسور بن مخرمہ کا اثر مروی ہے۔ قال وفتناہما بکرم قال عمرانی
لم ادر فیقام و صفتنا و اہ تفصیل بتثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرہن۔

نیز طحاوی میں حضرت ثابت سے مروی ہے۔ قال صلی علیہ وسلم اتس الوترنا خلف دام و لدہ خلفنا ثلاث
رکعات لم یسلم الا فی آخرہن فطنت انہ یرید ان یعلیٰ

ہذا تمام روایات میں تصریح ہے کہ وتر کے شفعہ میں سلام نہیں بلکہ سلام تیسری رکعت پر ہے۔
پس یہ تمام روایات امام مالک پر محبت ہیں و

جو لوگ وتر میں قعدہ اولیٰ کو نہیں مانتے ان کی دلیل حضرت عائشہ کی حدیث ہے۔ کہان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یقعد الا فی آخرہن (رداۃ المحکم فی المتذکر)

یہ حدیث فتح الباری، المحیط، البیہقی، شرح منوط، اور تعلین منہی حاشیہ دارقطنی میں منقول ہے جس میں
قعدہ اولیٰ کی صاف طور پر نفی موجود ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ حدیث قابل احتجاج نہیں اور نہ اس سے مخالف کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے
اولاً اس لئے کہ اس حدایت میں لفظ لا یقعد غیر محفوظ اور محفوظ لفظ لا یسلم اور غیر محفوظ روایت
سے احتجاج درست نہیں۔ غیر محفوظ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کو قتادہ سے ملنے کے باوجود

شاگردوں نے کیلئے سعید بن ابی عروبہ، ہشام الدستوائی، معمر، ہام اور ابان بن یزید اور ان کے
شاگردوں میں سے بجز ابان کے سب نے لا یسلم روایت کیا ہے اور ابان نے لا یقعد کہا ہے
تو ان اس روایت میں منفرد ہے جس کا کوئی متابع نہیں۔

چنانچہ حافظ بیہقی معرفۃ السنن میں لکھتے ہیں۔ ورواہ ابان بن یزید عن قتادہ و قال فیہ کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یقعد الا فی آخرہن و ہو بخلاف روایۃ ابن ابی عروبہ و
ہشام الدستوائی و معمر و ہام عن قتادہ اھ

پھر ابان سے فقط شیبان بن فروخ نے لا یقعد روایت کیا ہے جس پر شیبان کا کوئی متابع نہیں
بخلاف سعید بن ابی عروبہ کے کہ اس سے بشیر بن الفضل (عند النسائی)، عیسیٰ بن یونس (عند

الجمہاک)، یزید بن زریع، ابو بدر شجاع بن الولید (عند الدارقطنی)، ادھمہ الوہاب بن عطاء (عند
البیہقی)، پانچ آدمی لا یسلم روایت کرتے ہیں۔ میں ابان بن یزید اور شیبان بن فروخ کو
دیکھتا ہوں کہ یہ کس درجہ کے راوی ہیں۔ سوچنے لگتا ہوں کہ ابان گویا ہے مگر سعید بن ابی عروبہ
اور معمر وغیرہ کے مثل محفوظ و ضبط نہیں اسی لئے امام بخاری نے اس سے مستقل روایت نہیں کی

صرف متابعت کی ہے قال فی الخلاصۃ۔ و حدیث فی البخاری متابعہ اھ اور غالباً اسی وجہ سے حافظ
ابن طاہر مقدسی نے اس کو رجال بخاری سے شمار نہیں کیا اور شیبان بن فروخ اس سے بھی کم درجہ
کا راوی ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں شیخ ابو حاتم کا قول ہے قدری اضطر الناس باخرہ اھ اور تقریباً

یہاں ہے صدوق میم درمی ہا نقد راہ
 ابن طاہر مقدسی کتاب الجمع بین رجال الصحیحین میں ایک حدیث کی سند پر بحث کر کے لکھتے ہیں۔
 و حکم علی شیبان باوہم فی ہذا الحدیث من عدولہ بالمدن ابان الی حادہ اور یہی وجہ ہے کہ
 امام بخاری نے اپنی تصحیح میں شیبان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔
 بہر کیفیت ابان و شیبان، سمر و غیرہ کی طرح اعلیٰ درجہ کے اذوق و اضبط نہیں ہیں اور بقول
 بیہقی ابان اپنے سے احتضاد اذوق کی مخالفت کر رہا ہے تو یہ روایت حسب اصطلاح محدثین غیر
 محفوظ لہذا شاہ ظہری جس کے حق میں لایحجج بہ درود کہا گیا ہے اور جب لفظ لا یقتضی غیر محفوظ احد
 متخذاً ظہراً تو اس سے احتجاج باطل ہو گیا۔

ثانیاً اس لئے کہ حاکم کی دوسری روایت جس کے متعلق انھوں نے کہا ہے: "ہذا حدیث صحیح علی
 شرطہ للبخین ولم یخراہ اور سانی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ اس میں سجائیے لایقعد کے لایلم الانی
 آخر میں ہے اور ایک روایت میں لایلم فی الکعتین الاولیین من الذرتے۔

اب اگر اس غیر محفوظ روایت "لایقعد" کے ایسے سنی لئے جائیں جو محفوظ روایت کے مطابق ہوں
 قاس میں کوئی چون دجرا نہیں ہوتی چاہئے لان اعمال الکلام ادلی من اہمالہ۔ اور وہ سنی یہ ہیں
 کہ لایقعد للسلام الانی آخر میں اس توجہ سے معارضہ بھی دینا ہو گیا اور معنی بھی صحیح ہو گئے اور یہ

۲۱۶

توجہ ہماری طرف سے کوئی نئی ایجاد نہیں بلکہ قاضی شوکانی نے قبل الاوطار میں امام سانی کی مختلف
 روایات میں اسی قسم کی توجہ کی ہے۔ دیکھئے "قولہ لم یجلس الانی اس سادسہ و سابقہ و فی الروایۃ
 الثانیۃ صلی سبع رکعات لایقعد الانی آخر میں الروایۃ الادلی بدل علی اثبات المقود فی السادسہ و
 الروایۃ الثانیۃ بدل علی نغیہ و لیکن الجمع کل انغنی للمقود فی الروایۃ الثانیۃ علی المقود الذی یكون فیہ
 التسلیم اھ"۔ یہ بالکل یہی تطبیق ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی۔

ثالثاً اس لئے بر تقدیر تسلیم "لایقعد الانی آخر میں" جمعی المراد ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ قعدہ
 بالکل نہ کرتے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ قعدہ سلام نہیں کرتے تھے اور روایت۔ بقول فی کل کعتین
 التیمہ "منطوق الکلام ہے اور ان دونوں میں معارضہ ہے تو حسب قاعدہ دجہ ترجیح منطوق
 کلام مرجح ہو گا جیسا کہ حازی نے کتاب الاعتبار میں لکھا ہے۔ الوجه الثالث والثلاثون ان کیوں
 الحکم الذی تضمنہ احد الحیثین منطوقاً و ما تضمنہ الحدیث الاخر کیوں محتملاً اھ"۔

رابعاً اس لئے کہ قطعی کی حدیث ابن مسودہ۔ قال کنا نقول قبل ان یفرض علینا التمشید فی الخوف
 و لکن قولنا التیمات اھ"۔ اس پر دال ہے کہ دجوب تشہد بعد کو ہوا ہے توجہ تک یہ ثابت نہ کیا جائے
 کہ ترک قعدہ دجوب تشہد کے بعد تھا اس وقت تک دعائی کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ بصورت
 تسلیم ممکن ہے کہ یہ نہ ہو کہ دجوب تشہد سے قبل واقع ہوا ہو۔

(مندیہ) مولانا شمس الرحمن نے دارطنی کے حاشیہ التعلیل المصنی میں لکھا ہے: "انی ظفرت علی نسخة متدرك اتي مرت عليها النظار حسن على الحديث اللكنوني من تلامذة الشيخ عبد العزيز المحدث الدلموي وكان نسخة حنة ورايت بهذا الحديث ابي حديث ابان بن يزيد الطارنيها فاذا كان فيها بياض على لفظ لا يقعد او كان الكتاب سبي من كتابه هذه اللفظة من غير ترك البياض لم يحضر في الآن كبقية وعلى كل حال اما ان فيه لفظ لا يقعد ولا لفظ لا يسلم قطا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ متدرك کے قدیم قلمی نسخہ میں لا يقعد کا لفظ نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ خالی بیاض ہے۔ نیز علامہ زمینی نے نصب الراية میں، ابن حجر نے درایہ میں، عینی نے بنایہ میں، مرتضیٰ زبیدی شارح قاموس نے حقوق الجواہر المنیفة میں اور محقق ابن الہمام نے فتح القدیر میں حکم کی روایت کو نقل کیا ہے مگر کسی نے لا يقعد کا لفظ نقل نہیں کیا۔ قیام اہل میں بھی حاکم کی روایت مقول ہے اس میں بھی لا يقعد نہیں ہے۔ اور صحاح ستہ، مؤطا امام مالک، مسند امام احمد، مسند امام شافعی، دارطنی اور طحاوی میں بھی تین روایات وتر کے باب میں کوئی روایت اس لفظ کے ساتھ نہیں ہے۔ البتہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری، دیلمی، الجہیز میں اور بیہقی نے معرفۃ السنن میں اور زر قانی نے شرح مؤطا میں حاکم کی روایت بلفظ لا يقعد نقل کی ہے۔ لیکن یہ متدرك کے نسخے مختلف ہوں یا سہونا تخمین ہو۔

دوسری دلیل حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ہے: "لا توترد ابثلث وتر و الخمس اذ سبع ولا تشبوا"۔ بصلوة المغرب: اس حدیث سے قعدہ اولیٰ کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ترک قعدہ کے بغیر مغرب کے ساتھ مشابہت زائل نہیں ہوتی۔

جواب یہ ہے کہ اول تو اس میں ترک قعدہ کا ذکر ہی نہیں دوسرے یہ کہ مشابہت کے زوال کو ترک قعدہ میں مختصر کرنا غلط ہے کیونکہ مشابہت یوں بھی زائل ہے کہ مغرب کی کل رکعات میں قرأت نہیں ہوتی اور وتر کی تمام رکعات میں قرأت ہوتی ہے۔ چنانچہ طحاوی میں حضرت ابو العالیہ سے اس کی تصریح موجود ہے۔ عن اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم علمونا ان الوتر مثل صلوۃ المغرب غیر انما نقرہ فی الثالثۃ فہذا وتر اہل و ہذا وتر النہار"۔

نیز مغرب میں دعاء قنوت نہیں وتر میں دعاء قنوت ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ ابن عمر کی روایت: "ان ابی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوۃ المغرب وتر النہار فاوتروا صلوۃ اللیل" (دعاء صلوۃ اللیل) سے معارض ہے اور تطبیق کی صحت ہم اس سے قبل ذکر کر چکے۔

تیسری دلیل حضرت عائشہ کی حدیث ہے: "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلاث عشرة رکعة یوتر من ذلک بخمس لا یجلس فی شیء الا فی آخرہ (دسلم وغیرہ) کہیں قعدہ اولیٰ کی نفی صریح

ہے دایا اما ان طریق سیدہ جوا محفوظ لانه ثقة حافظ اثبت الناس فی قتادة دار داہ ابان علی لفظ الشيخ فهو موافق له واما بلفظ البیهقی فی سننہ فقال فی سننہ موافقا بان خطاء و اللہ اعلم بالتعلیل بر نصب الراية۔

جواب۔ بالکل نہیں اور اس لئے کہ مستثنیٰ مذممتی کا جنس واحد سے ہونا اصل ہے پس قاعدہ کے مطابق حدیث کے یہ معنی ہیں لا یجلس للسلام فی شیء الا فی آخرہ: اور مستثنیٰ میں سلام کا ذکر متعدد روایات میں موجود ہے۔ مثلاً مسند احمد میں ہے۔ "یوترخص لا یجلس الا فی الخامسة فیسلم" اور سنن دارمی میں ہے۔ "یوترخص لا یجلس لا یجلس فی شیء من الخس حتی یجلس فی الآخرة فیسلم" اور سنن ترمذی میں ہے۔ "یوترسخ و یجلس لا یفصل یمین یمین" اور ابوداؤد میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ "ثم صلی سبعا و خمسا و ترہن لم یسلم الا فی آخرہن" پس حدیث عائشہ سے اتنا ثابت ہو گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے لئے آخر ہی میں جلسہ کرتے تھے اور باقی جلسوں سے منہ صاف کرتے تھے۔

ثانیاً اس لئے کہ حدیث کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ لا یجلس جلسۃ طویۃ فی شیء من الركعات الا فی آخرہ فان کان یجلس فیہ جلسۃ طویۃ للسلام۔

بحث امر مقیم۔ مجمع اور نہایہ وغیرہ میں ہے کہ فقط قنوت مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) طاعت، حضرت ابن عباس، حسن، عطاء اور امام شعبی سے آیت: "وقوموا للہ قانتین" کی تفسیر تطیعین مروی ہے (۲) طول قیام، تافع نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ "انہ قال القنوت طول القیام، وقرأ: (من ہو قانت آنا باللیل"۔

تیسری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ "انہ قال۔ افضل الصلوۃ طول القنوت" یعنی القیام، (۳) سکوت، قال مجاہد: "القنوت السکوت والقنوت الطاعة" (۴) دعا، طاعلی قاری فرماتے ہیں کہ کئی ہر بھی ہے کہ یہاں قنوت سے مراد دعا ہے۔ دکنہ انقل الاہیری عن زین العرب۔ (۵) خشوع و خضوع۔

وترکی آخری رکعت میں دعا و قنوت کا ثبوت حضرت حسن بن علی، ابی بن کعب، ابن مسعود ابن عباس، ابن عمر، علی، ابو موسیٰ اشعری اور حضرت برادر بن عازب وغیرہ متعدد حضرات کی احادیث سے ہے، اسی لئے علماء کرام اکی کے قائل ہیں۔

چنانچہ ہمارے یہاں دعا و قنوت واجب ہے اور امام مالک کے نزدیک مستحب اور امام احمد کے نزدیک سنن۔ البتہ محل قنوت میں اختلاف ہے کہ رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد جبکی تشریح بحث امر ششم کے ذیل میں آ رہا ہے۔

عہ ردی الحارث بن شہل عن ابی عمرو الشیبانی قال کنا نکلم فی الصلوۃ علی عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت وقوموا للہ قانتین یا قانوا یا سکوت ۱۱ احکام القرآن عہ دما کان اصل القنوت الدوام علی الشیء جازان لیسیم الطاعة قانتا وکذا لک من اطال القیام والقراءة والدعاء فی الصلوۃ ادا طال النخوع والسکوت کل ہولاء فاعلموا القنوت ۱۲ ایضاً۔

بجست امر مستقیم۔ وتر کی نماز میں دعاء قنوت آخری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھے یا رکوع کے بعد؟ شرح ارشاد میں ہے کہ امام شافعی سے اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں بلکہ ان کے اصحاب میں اختلاف ہے بعض قبل رکوع کہتے ہیں اور بعض بعد رکوع۔ لیکن ان کے مذہب میں بعد رکوع ہی صحیح ہے۔ امام احمد سے دونوں کا جواز منقول ہے۔

ہمارے یہاں دعاء قنوت وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے متعین ہے۔ شیخ ابن المنذر نے الاثرات میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر، علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ الاشعری، انس بن مالک، براء بن عازب، ابن عباس، عمر بن عبدالعزیز، عبیدہ، حمید طویل اور ابن ابی سلی سے یہی مروی ہے کہ ان حضرات کے نزدیک دعاء قنوت قبل رکوع ہے اور اسحق بن راہویہ کا قول بھی یہی ہے۔ امام شافعی کی دلیل حضرت حسن بن علی کی حدیث ہے جس کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے الفاظ یہ ہیں۔ قال: سلمیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وتری اذا رفعت رأسی ولم یکن الا سجود اللہم ابدنی فیمن بدیت اعدہ۔ نیز اصحاب سنن ابن ماجہ اور حافظ بیہقی نے حضرت علی سے روایت کیا ہے۔ ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی آخر وترہ اللہم انی اعوذ برضاک من بخلک اھ۔

امام ابو حنیفہ کا استدلال متعدد احادیث صحیحہ سے ہے (۱) حدیث ابی بن کعب۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر فبقنوت قبل رکوع: دنائی، ابن ماجہ، ابوداؤد، بیہقی، دارقطنی، (۲) حدیث ابن مسعود۔ ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم قنوت فی الوتر قبل رکوع: (ابن ابی شیبہ، دارقطنی، بیہقی، خطیب بغدادی، (۳) حدیث ابن عباس۔ اور البنی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث بقنوت فیہا قبل رکوع: (ابو نعیم الحلی، (۴) حدیث ابن عمر۔ ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر ثلاث رکعات ویکمل القنوت قبل رکوع: (طبرانی فی معجم الوسط،

۲۱۹ رہا امام شافعی کا استدلال جو لفظ آخر سے بعد رکوع مراد لیتے ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز نصف سے زائد پر آخر کہلاتی ہے۔ لہذا تیسری رکعت کے رکوع سے قبل پر بھی آخر کا اطلاق صحیح ہے۔

بجست امر منہم۔ مجہور کے نزدیک وتر کی نماز میں دعاء قنوت ہمیشہ پڑھنا واجب ہے۔ شواہخ اور امام احمد کے یہاں صرف رمضان کے نصف آخر میں ہے اور وہ بھی بطور استحباب۔ معاذ بن عمار، ابن عمر، حسن بھری، محمد بن عمرو اور حضرت قتادہ سے بھی یہی مروی ہے کہ قنوت صرف رمضان کے نصف آخر میں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ احادیث قنوت میں لفظ اجعل ہدائی وترک: اھ کان یقول اور اجعلوا آخر صلوٰۃکم وغیرہ الفاظ مقتضی دوام اور مطلق ہیں جن میں رمضان کے نصف آخر کی قید نہیں ہے۔ شواہخ کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا تھا تو ابی بن کعب نے جس روز تک نماز پڑھائی اور صرف نصف آخر میں قنوت پڑھا (ابوداؤد)

جواب یہ ہے کہ یہ حدیث معطوق سے مروی ہے اور امام ہندی نے غلامہ میں تصریح کی ہے کہ مردی طریق ضعیف ہیں۔ اس کی مزید تحقیق ہم قول بیہقی کے ذیل میں پیش کریں گے۔

یزابن عدی نے الکابل میں حضرت انس سے مرفوع روایت کیا ہے: "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنن فی النصف من رمضان" کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے نصف آخر میں قنوت پڑھتے تھے۔

جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ابو عاصمہ طریف بن سلمان ضعیف ہے۔ حافظ بیہقی فرماتے ہیں ہذا حدیث لا یصح اسنادہ۔

بحث امر دہم۔ احادیث میں دو اہم قنوت مختلف الفاظ و کلمات کے ساتھ مروی ہے۔
مسلکہ کلمات جو زیر بحث حدیث حسن بن علی میں مروی ہیں یعنی: "اللہم اہدنی فی سن ہدیت" اور
اس کو اصحاب سنن اربعہ امام احمد، ابن ابی شیبہ، ابن حبان، حاکم، بیہقی، اسحق بن راہویہ،
بخاری، دارمی اور ابن حارثہ نے روایت کیا ہے۔ الفاظ میں قدرے کمی بیشی ہے۔

مسلکہ کلمات جو حضرت علی بن ابی طالب کی حدیث میں مروی ہیں یعنی: "اللہم انی اعوذ
برضاک من سخطک و بمعافاک من عقوبتک و باعوذک منک لا اھمی شاة علیک انت کما
اغنیت علی نفسک" اس کو اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے۔

مسلکہ کلمات جو خالد بن ابی عمران کی روایت میں آئے ہیں یعنی: "اللہم انا نستعینک و
نستغفرک و نؤمن بک" اس کو امام ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کیا ہے۔ اور حافظ
بیہقی نے اس کی تخریج سعادیہ بن صالح سے کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود
سے اور ابن السنی نے حضرت ابن عمر سے موقوف روایت کیا ہے۔

شیخ جمال الدین سیوطی نے الذمالمشور میں اس کو بطریق متعددہ اور بالفاظ مختلفہ روایت کیا ہے
بحث امر بارز دہم کی تشریح: باب القنوت فی الصلوات کے ذیل میں آئیگی اللہ اللہ
قوالے دہن آخر الجمیع والحمد للہ رب العالمین۔

صرف برید بن ابی ریم کے شیخ ابوالخوار کا نام بتانا مقصود ہے کہ یہ بیہقی
قولہ قال ابوداؤد الخ (۳۹۶)
بن خیہان السعدی البصری ہے۔ امام نسائی اور بیہقی نے اس کی توثیق
کی ہے اور ابن حبان نے بھی اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ پھر تقریب سننی اور قاموس دغیرہ میں ابو
الخوار عار ہمدرد اور ہمدرد کیا ہے بعض کتابوں میں جو ناہم اور ار کے ساتھ ہے جو تصحیف نسخ ہے۔

(۳۰۱) حدثنا موسیٰ بن اسماعیل نا حماد عن هشام بن عمر عن النضر بن عبد الرحمن
بن الحارث بن ہشام عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان
یقول فی آخر و ترہ اللہ انی اعوذ برضاک من سخطک و بمعافاک من عقوبتک

صاحبِ کتاب نے یحییٰ بن یسین سے بھی یہی نقل کیا ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ ہشام مجہول بعین ہے مگر چونکہ ائمہ فن نے اس کی توثیق کی ہے اس لئے حیاتِ مرتفع ہو گئی۔

یہاں سے قنوت وتر کے قبل اذکر کیجھونے کی بحث شروع
 قولہ قال ابو داؤد روی عیسیٰ الخ کہ ہے ہیں۔ علامہ منذری فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤد نے جو

حدیث سعید بن عبد الرحمن کو تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ حدیث کا ایک حصہ ہے۔ امام نائی نے اس کو سنن میں مطلوباً ذکر کیا ہے جس میں فتوت بھی مذکور ہے۔ امام نائی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

عن ابی بن کعب ان رسول اللہ علیہ وسلم کان یقرئ ثلاث یقرئ فی المادوی حج ام ربک الاعلیٰ و فی الثانیة قل یا ایہا الکافرون و فی الثالثہ قل ہو اللہ احد ولقد نزل المکروہ فاذا فرغ قال سبحان الملک العزیز ثلاث مرات یمیل فی آخرہن یمیل بن ریس کی تعلیم کی تحریج : اے یحییٰ اور جبریل نے منہ کی ہے ۔

قولہ قال ابو داؤد وروی عیسیٰ الخ (۳۹۹) یعنی جس طرح عیسیٰ بن یونس نے یہ حدیث عن سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ اور رداۃ کہے اسی طرح اس نے یہ حدیث عن فطرن خلیفہ

عن زید اہ روایت کی ہے۔ فطر بن خلیفہ تاج سعید بن ابی عروہ (عمران المعبود) عیسیٰ بن یونس کی اس تعلیق کو دار قطنی اور بیہقی نے مسترد کیا ہے۔

قولہ قال ابوداؤد وروی عن حفص الخ (۳۰۰)
اس میں مبین میں یونس اور نضر بن غلیفہ ہر دو کا متابع ذکر ہے جس کے
میں بن یونس کا متابع حفص بن غلیفہ اور نضر بن غلیفہ کا متابع سہیل

۲۲۲

عمر بن عبد الملک بن ابی سلیمان اور جریر بن عازم چار آدمیوں نے روایت کیا ہے لیکن کسی نے قنوت کو ذکر نہیں کیا پس فطر بن خلیفہ کی روایت ان چاروں کے خلاف ہے۔

تقریباً ۳۰۳ | قولہ قال ابو داؤد ویس ہذا الخ | یعنی حدیث حفص میں جملہ قنوت قبل الرکوع : مشہور نہیں لیکن ہے کہ حفص سے یہ روایت سحر کے علاوہ کسی اور کی ہو۔ گویا سحر نے

ح فطر بن خلیفہ کی متابعت کی ہے یہ متابعت بھی ضعیف ہے۔ اس پر دے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ جملہ مذکورہ کی زیادتی عیسیٰ بن یونس کا دیم ہے۔ لیکن یہ فیصلہ محل بحث ہے۔

اولاً اس لئے کہ عیسیٰ بن یونس کوئی ضعیف اور کمزور راوی نہیں بلکہ اس کو شیخ ابو زہرہ نے ثقہ و حافظ اور امام ابن المدینی نے ثقہ و مامون کہا ہے پس اس کی زیادتی ایک ثقہ راوی کی زیادتی ہوئی جو مقبول ہونی چاہئے۔

ثانیاً اس لئے کہ خود صاحب کتاب کے قول کے بموجب فطر بن خلیفہ کی روایت عن زبید عن سمید بن عبد الرحمن اھ میں بھی یہ جملہ مذکور ہے۔ استخراج سہیح میں اس کی صراحت بھی موجود ہے ثالثاً اس لئے کہ سنن نسائی میں سفیان ثوری کی روایت عن زبید عن سمید بن عبد الرحمن اھ میں بھی یہ قنوت قبل الرکوع کی تصریح موجود ہے جس کے تمام روایۃ ثقہ ہیں فقہران ذکر القنوت عن زبید زیادۃ ثقہ من وجہ فلا یعیہ سکت من سکت عند حجة علی من ذکرہ۔

۳۰۴ | قولہ قال ابو داؤد یروی الخ | یعنی حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ آپ صرف نصف رکعت میں قنوت پڑھتے تھے۔ یہ روایت بھی حدیث مذکور کے ضعیف پر وال ہے لیکن صاحب کا اسکو یردی بصیغہ تریض ذکر کرنا خود بتا رہا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے غزوہ چناغہ الکی حدیث کے ذیل میں معلوم ہوا جائیگا کہ یہ روایت خود ضعیف ہے کیونکہ اسکی سند میں راوی مجہول ہے۔

۳۰۵ | حدیث شجاع بن مخلد نا ہشیم انا یونس بن عبید عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لھم عشرین لیلة ولا یقنت بہم الا فی نصف الباقی فاذا کان فی العشر الاواخر تخلت فصلی فی بیعتہ ذکا نواہقون

ابن ابی ش۔ قال ابو داؤد وھذا یدل علی ان الذی ذکرہ فی القنوت یس بشی وھذان الحدیثان یدلان علی ضعف حدیث ابی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قننت فی الوتر

ترجمہ : شجاع بن مخلد نے ہشیم یا خبر یونس بن عبیدہ حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا تو حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس راتوں تک نماز پڑھاتے اور قنوت نصف آخر میں پڑھتے تھے اور جب آخری دس دن باقی رہ جاتے تو اپنے گھر میں پڑھتے جس پر لوگ کہتے کہ ابی بھاگ گئے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ روایت اس پر دال ہے کہ قنوت

ہیں۔ تشریح

قَالَ قَالَ ابْنُ دَاوُدَ وَالْحَمْدُ

۲۳ میں ہے پس حسن نے حضرت عمر کو نہیں پایا۔ اسی لئے امام نووی نے فلاحہ میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے ابن عدی نے الکامل میں بطریق ابو عاتکہ حضرت انس سے روایت کیا ہے کبھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نصف رمضان میں قنوت پڑھتے تھے لیکن ابو عاتکہ ضعیف ہے حافظ بیہقی فرماتے ہیں لایصح اسنادہ

(١٩٩) بَابُ فِي وَقْتِ الْمَوْتِ

(٣٠) حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا الليث بن سعد عن معاوية بن صالح عن عبد الله بن أبي قيس قال سألت عائشة عن وتر رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت رُبما أوثر أو ليل وربما أوثر من آخره قلت كيف كانت قرأته إذا كان نبيها بالقرأة أم يحكمها قالت كل ذلك كان يفعل ربما أنه رزقها جرك وربما أنه سئل فنام وربما نوحها فنام قال أبو داود وقال غير هاتين
تعلق في الحنابة

ترجمہ: قتیبہ بن سعید نے ابن کثیر بن سعد روایت معاویہ بن صالح بطریق عبد اللہ بن ابی قیس روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کی بابت سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کبھی اول شب میں پڑھتے تھے کبھی آخر شب میں۔ میں نے کیا: قرأت کیونکر کرتے تھے سرائیاجرا؟ آپ نے فرمایا، دونوں طرح کرتے تھے کبھی سرائیاجرا اور کبھی غل کر کے سوتے کبھی وضو کر کے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ قتیبہ کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے کہ غل سے مراد غل جنابت ہے:- تشریح

قول میں باب الخ۔ یہ باب بحث امر سوم سے متعلق ہے جس کا حوالہ ہم نے بحث دتر میں دیا تھا۔ وقت دتر کے متعلق صاحب جامع نے کھلایا ہے کہ اس میں دو دگر کلام ہے ایک یہ کہ دتر کا اصل وقت کیا ہے دوسرے یہ کہ اس کا تعجب وقت کیا ہے۔ سو امام صاحب کے نزدیک دتر کا اصل وقت تہ غری

البتہ وتر کی نماز کی مشرور عبت عشا، پر مرتب ہو کر ہے کہ نماز عشا سے پہلے وتر کی ادائیگی درست نہیں صاحبین ادوام شافعی کے نزدیک وتر کا وقت نماز عشا کی ادائیگی کے بعد ہے کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی نماز سنت ہے بعد عشا کی نماز کے تابع ہوگی۔ لیکن از روئے دلیل امام صاحب کا قول راجح ہے کیونکہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص طلوع فجر تک عشا کی نماز نہ پڑھے تو جیسے اس پر عشا کی قضاء لازم ہے اسی طرح وتر کی قضاء بھی لازم ہے۔ اگر وتر کا وقت ادائیگی عشا کے بعد ہو تا تو صورت مفروضہ میں وتر کی قضاء لازم نہ ہوتی۔ کیونکہ اس صورت میں اس کا وقت ہی نہیں پایا گیا اس لئے کہ فعل عشا کے بغیر ابداً فعل عشا کا تحقق محال ہے۔ وتر کا مستحب وقت آخر شب ہے جبکہ ذی بحث باب کے ذیل میں حضرت عائشہ کی حدیث کے الفاظ۔ "لکن انتہی وترہ صین ات الی السحر" سے واضح ہے۔

لیکن اسی شخص کے حق میں ہے جس کو آخر شب میں بیدار ہونے پر پھر دسہ ہو دن اول شب ہی میں وتر پڑھ لینا بہتر ہے جبکہ باب فی الوتر قبل النیم کے ذیل میں حضرت ابو ہریرہ کا حدیث میں ہے۔ "و ان لا تأم الا علی وتر" کہ مجھے شی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت کی اول دور رکعت چار پڑھنے کی دوم ہر اربعین روزے رکھنے کی سوم سونے سے پہلے وتر پڑھ لینے کی۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ شاید آپ نے حضرت ابو ہریرہ کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا حکم اس لئے دیا ہو کہ وہ آپ کی احادیث سننے میں کافی رات تک مشغول رہتے تھے اس لئے انہیں ہوا کہ کہیں وتر کی نماز قضاء نہ ہو جائے۔

۲۲۶

اس کا ماحصل یہ ہے کہ قیام کے علاوہ بعض دیگر رداۃ نے آخر حدیث میں الفاظ "قوله قال ابو داؤد" (۳۰۶) "تقنی فی الخبائہ" زائد ذکر فرماتے ہیں جس سے یہ بتانا ہے کہ حضرت عائشہ نے افستل کے ساتھ یہ لفظ جابت ذکر نہیں کیا لیکن مراد یہی ہے۔

(۲۰۰) باب القنوت فی الصلوات

(۳۰۳) حدثنا ابو الولید و مسلم بن ابراہیم و حفص بن عمر و وحد ثنا ابن معاذ حدثنا ابی کلثومنا شعبۃ عن عمرو بن قرۃ عن ابن ابی لیلی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنۃ فی صلوۃ العصر، قال ابو داؤد زاد ابن معاذ و صلوۃ المغرب

ترجمہ ابو الولید مسلم بن ابراہیم اور حفص بن عمر نے اپنے والد معاذ کے واسطے سے تحدیث شعبہ بردایت عمرو بن مرہ بطریق ابن ابی لیلی حضرت برادر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابن معاذ نے مغرب کی نماز کو بھی ذکر کیا ہے۔

تشریح

قول میں باب الا۔۔۔ باب بحث اربعہ از دہم سے متعلق ہے جس کا حالہ پہلے بحث دتر کے آخر میں دیا تھا اس کے متعلق طبع حازمی نے کتاب التایخ والتسوخ میں ذکر کیا ہے کہ قنوت فجر کی اہم تکرار کا اختلاف ہے کہ فجر میں قنوت ہے یا نہیں؟

صحابہ میں سے خلفاء اربعہ ہمارے بنی اسرائیل بن کعب، ابو موسیٰ الاشعری، عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق، ابن عباس، ابو ہریرہ، ہریرہ بن ہانبل، انس بن مالک، ہبیل بن سعد، سعدی امادہ بن ابی سفیان، حضرت عائشہؓ اور حضرت مسین بن سے ابو جہاد عطاردی، سوید بن غفلہ، ابو عثمان نہدی، ابو رافع الصائغ اور تابعین میں سے سعید بن المسیب، حسن بصری، ابن سیرین، ابان بن عثمان، قتادہ، طاؤس، عبید بن عمر، ربیع بن خثیم، ابوبکر سفینی، عبیدہ سلمانی، عروہ بن الزہری، زبید بن عثمان، عبدالرحمن بن ابی سلمیٰ، عمر بن عبدالعزیز، حمید طولی اور فقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ فجر میں قنوت ہے۔ اس کے برخلاف اہل علم اور فقہاء کی ایک جماعت کو اس کا انکار ہے ان کے نزدیک قنوت فجر منسوخ ہے۔

لیکن بات درحقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفس ثبوت قنوت میں کسی کو بھی اختلاف نہیں سب کا اعتراف ہے کہ اس کا ثبوت ہے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ظہر، عصر، مغرب و عشاء چار نمازوں میں بلا سبب شوافع کے یہاں بھی قنوت نہیں ہے۔ چنانچہ امام نووی نے تصریح کی ہے کہ فجر کے علاوہ باقی چار نمازوں میں امام شافعی کے تین قول ہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ اگر مسلمانوں پر غوث دشمن، قحط اور دباؤ وغیرہ کوئی آفت نازل ہو جائے دالعیاذ باللہ تو ہر نماز میں دعاء قنوت جائز ہے (وہذا القول لم یقلہ الا الشافعی) اب صرف فجر کی نماز باقی رہ جاتی ہے کہ اس میں بلا سبب قنوت ہے یا نہیں؟

محدث ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی بن ابی طالب، ابن عباس، عبداللہ بن مسعود، ابن عمر، ابن الزبیر، انس بن مالک، امام ابو حنیفہ، صاحبین، عبداللہ بن المبارک، امام احمد، اسحق بن راہویہ اور بقول امام ترمذی اکثر اہل علم کے نزدیک فجر میں بلا سبب قنوت نہیں ہے۔ امام شافعی کے یہاں فجر کی نماز میں دائمی طور پر قنوت ہے جو بعض صحابہ سے بھی مروی ہے۔ دلائل دونوں کے پاس ہیں۔

علامہ ابن الجوزی نے تحقیق میں ذکر کیا ہے کہ شوافع کی احادیث (جن سے وہ استدلال کرتے ہیں) چار قسم کی ہیں۔ اول وہ جو مطلق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء قنوت پڑھی۔ اس میں کسی کا نزاع نہیں کیونکہ یہ امر ثابت ہے۔ دوم وہ جو متعین ہیں کہ آپ نے صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی۔ تیسری قسم کی احادیث ادلہ کی روشنی میں صرف ایک ماہ قنوت پڑھنے پر محمول ہیں جن کو ہم منفرج بیان کریں گے۔ سہم وہ جو حضرت ہریرہ سے مروی ہے کہ آپ نماز فجر اور نماز مغرب میں قنوت پڑھتے تھے (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد، طحاوی) اس کا جواب یہ ہے کہ بلا سبب مغرب کی نماز

(۱) قیس بن ربیع نے عاتق بن سلیمان سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت انس سے دریافت کیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: جو بڑے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت صرف ایک ماہ تک چند قبائل عرب مشرکین پر بددعا کی تھی۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے: قال لم یقنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصبح الا شہراً ثم ترکہ لم یقنّت قبلہ ولا بعدہ ذبزار، طبرانی، ابن ابی شیبہ، طحاوی
حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں ایک ماہ قنوت پڑھا پھر چھوڑ دیا۔ اس سے پہلے کبھی پڑھا تھا اس کے بعد پڑھا۔

(۳) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے: ان ابیہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن القنوت فی صلاۃ الصبح داہن فی دار قطنی، بیہقی، حازمی فی الاعتبار

ام المومنین حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں قنوت سے حالت کر دی تھی (۴) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقنّت فی صلاۃ الصبح الا ان یدخل قوم ادعی قوم (ابن حبان) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے الا یہ کہ کسی قوم کے لئے دعا یا بددعا کرتے۔

۲۲۹ (۵) حضرت ابن عمر سے مروی ہے: انه ذکر القنوت فقال واللہ انہ لبدعہ ما قنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر شہر واحد (ابن عدی فی الکامل، طبرانی فی الکبیر، بیہقی فی سننہ، حازمی فی الاعتبار)
حضرت ابن عمر کے سامنے قنوت کا تذکرہ ہوا۔ آپ نے فرمایا: بخدا! بدعت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کے علاوہ کبھی قنوت نہیں پڑھا۔ (۶) ابو مالک سود بن طارق بن الاشیم الکحجی اپنے والد حضرت طارق سے روایت کرتے ہیں: قال صلیت خلف ابیہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقنّت وصلیت ابی بکر فلم یقنّت وصلیت عمر فلم یقنّت وصلیت خلف عثمان فلم یقنّت وصلیت خلف علی فلم یقنّت ثم قال یا نبی انہا بدعۃ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی)

۷۵ قال الدارقطنی محمد بن یحییٰ وغنیۃ وعبداللہ بن نافع کلہم ضوعفار ولا یصح لنا فی سماع من ام سلمہ وعلیہ التعلیل بعبیۃ ونقل عن البخاری انه قال ترکہ ۱۲ نصب۔

۷۵ قال الحافظ فی الدرایۃ بعد ما ذکر الحدیث وہذا بن خزیمہ عن انس مثله واسناد کل منہا صحیح
تعلیق سے داؤد ابن عدی بمشربین حرب ثم قال دہو عنہی لا باس بہ ولا اعرف لہ حدیثا منکراً
وغنیۃ عن النسائی وابن سعید ۱۲ نصب۔

للع قال الترمذی حدیث حسن صحیح وقال الحافظ فی التلخیص اسنادہ حسن ۱۲ نصب وتعلیق۔

حضرت طاہر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان اور حضرت علیؓ سب کے کچھ نماز پڑھی لیکن کسی نے قنوت نہیں پڑھا پھر کہا، بیٹا! یہ توبہ عت ہے، حافظہ بیٹھی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ ابن عمرؓ نے صبح کی نماز پڑھی، میں نے کہا، آپ قنوت نہیں پڑھتے؟ فرمایا: کسی صحابی سے یاد نہیں رکھتا، حافظہ بیٹھی فرماتے ہیں کہ روایت صحیح ہے اور بیٹھی نے جو یہ کہا ہے کہ ابن عمرؓ کو یاد نہیں رہا یہ بالکل محال سی بات ہے کہ روزانہ صبح کی نماز پڑھی جائے اور پھر بھول جائیں۔

اس میں صرف یہی بتانا ہے کہ شیخ ابن معاذ نے صلوۃ الصبح کے ساتھ صلوۃ قولہ قال ابو داؤد الخ المغرب بھی ذکر کیا ہے۔ منہ امام احمد، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حضرت براہ بن عازبؓ سے روایت ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنت فی صلوۃ المغرب والمغربین وخرج البخاری عن انس قال کان القنوت فی المغرب والمغربین۔

۲۰۱ باب الدعاء

۳۵۵۔ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ نا عبد الملک بن محمد بن آقین عن عبد اللہ بن یعقوب بن اسحق عن حماد بن عمار عن محمد بن کعب القرظی عن حدیث عبد اللہ بن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تستروا الجہنم من نظر فی کتاب الخیہ بغیر اذنیہ فاما ینظر فی الناس ویستلوا اللہ ببطونکم ولا تسألوا بظہورہا فاذا فرغتم فامسحوا بها وجوہکم قال ابو داؤد مدی بدنا الحدیث من غیر وجہ عن محمد بن کعب کلھا وایہیۃ وهذا الطريق امثلھا وهو ضعیف ایضاً

۲۳۰

حل لغات

لا تستروا دن، من، سترنا۔ الشی۔ چھپانا، پردہ لگانا، الجہنم جمع جہار، دیوار۔ کتاب خطا، یا ہر کتاب، ستلوا دن، سوال سے امر حاضر ہے، مانگنا، درخواست کرنا۔ بطون جمع بطن اندرونی حصہ اکف جمع کف بھٹی۔ غہور جمع غہر پشت، بیرونی حصہ، داہمیہ ضعیف، ترجمہ عبد اللہ بن مسلم نے ہند عبد الملک بن محمد بن ابی بن بردایت عبد اللہ بن یعقوب بن اسحق تجدیث شخصے بطرین محمد بن کعب قرظی حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیواروں پر غلات مست ڈالو جس شخص نے اپنے بھائی کے نام کا خط اس کی اجازت کے بغیر دیکھا تو وہ گویا جہنم دیکھ رہا ہے۔ اللہ سے دعا کرو کہ تمہاریاں اوپر اٹھا کر یہ کہ تمہاریوں کی پشت اوپر کر کے۔ جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے ہاتھ منہ پر پھیر دو۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث محمد بن کعب سے کئی طریقوں سے مروی ہے مگر سب طرق ضعیف ہیں اور یہ طریق سب میں بہتر ہے پھر بھی ضعیف ہے۔ ۱۔ تفسیر

قول میں باب الخ۔ اس باب میں دعا کی فضیلت اور اس کے آداب ہیں۔ اب کی پہلی حدیث عثمان بن ہشیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دعا عبادت ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے دعا کرو مجھ سے میں قبول کروں گا۔ ان للذین یسکرون عن عبادتی سیدخلون جہنم و اخرین: جب تک لوگ تہجر کرتے ہیں میری بندگی سے وہ داخل ہوں گے جہنم میں ذیل ہو کر۔

اس آیت میں دعا پر عبادت کا اطلاق ہے معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ حدیث عبادت ہوئی تو غیر مذکور دعا مانگنا شرک کا جیسے غیر مذکور عبادت شرک کا سوال۔ آیت میں لفظ ادعونی: صیغہ امر اور اطلاق وعید دعا کی فرضیت و وجوب پر دلالت ہے حالانکہ دعا کے عدم وجوب پر امت کا اجماع ہے۔

۱۳۱ جواب دعا کا مفہوم جمیع عبادات کو شامل ہے فرائض ہوں یا نوافل پس اس کے بعض افراد فرض ہیں اور بعض نفل۔ فلا اشکال۔ یا یہ کہا جائے کہ امر برائے استحباب ہے اور وعید مطلقاً ترک دعا پر نہیں بلکہ بطریق مجرور ترک دعا ہے۔ ۱۔

قول میں لا تستروا الخ۔ آج کل دیواروں پر کپڑے یا چھینٹ یا مائل یا باتاں منڈھنا بہت مروج ہے اس حدیث سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے کہ دیواروں پر غلات نہ ڈالو کیونکہ یہ تنگ بین کی عادت ہے اور فیض مال ہے۔ ۱۔

قول میں من نظر الخ۔ کتاب سے مراد خط ہے کہ دوسرے کا خط اس کی اجازت کے بغیر نہیں پڑھنا چاہیے۔ بعض حضرات کے نزدیک عام ہے ہر کتاب کو شامل ہے کہ دوسرے کی کتاب اس کی اجازت کے بغیر نہیں دیکھنی چاہیے لان صاحب الشیء اولیٰ بالہ و احق بہنفعہ ملک:-

۲۰۸ قولہ قال ابو داؤد الخ | قول کا مقصد ترجمہ ہی سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث محمد بن کعب قرطبی سے بطریق متعدد مروی ہے۔ لیکن سب ضعیف ہیں اور ان سب طرق میں پیش نظر طریق سب سے بہتر ہے لیکن یہ بھی ضعیف کیونکہ اسکی سند میں عبد اللہ بن یعقوب کا سچ معمول ہے قال فی التقریب یقال ہوا المقدم ہشام بن زیاد:-

۲۰۹ حدثنا سلیمان بن عبد الحمید البقری فی قال فرأی فی اصل اسماعیل یعنی ابن عیاض حدثنی صفصم عن شریح نا ابو ظبئیة ان ابا بکر یثیة السکونی حدثنی عن مالک

بن یسار السکونی ثم العوفی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سألتم اللہ فاسئلوه ببطون الکفکم ولا تسئلوه بظہور معاً، قال ابو داؤد قال سلیمان بن عبد الحمید لہ عندنا صحبۃ یعنی مالک بن یسار

ترجمہ

سلیمان بن عبد الحمید ہرانی کفرات اہل انیل بن حیاش بسند ضعیف ہدایت شرح بتحدیث ابو طیب بطریق ابو جریہ سکونی حضرت مالک بن یسار سکونی عوفی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم دعا مانگو تو تنہیدیاں ازہر کر کے مانگو ان کی پشت ادھر کر کے نہ مانگو ابو داؤد کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبد الحمید نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مالک بن یسار کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے۔۔۔ تشریح

حضرت مالک بن یسار صحابی ہیں یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔
قوله قال ابو داؤد الخ علامہ ابوالقاسم بغوی فرماتے ہیں کہ اس اسناد کے ساتھ اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث مجھے معلوم نہیں اور میں نہیں جانتا کہ مالک بن یسار کو صحبت حاصل ہے یا نہیں۔ صاحب کتاب کے شیخ سلیمان بن عبد الحمید کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک انکو صحبت حاصل ہے لیکن سنن ابو داؤد کے ایک نسخہ میں عبارت اس طریق سے ہے: مالک بن یسار صحبۃ اللہ علیہ وسلم۔۔۔

۲۳۲

(۳۷۰) حدیث عثمان بن ابی شیبہ تا حفص بن غیاث عن الامام عن حبيب بن ابي ثابت عن عطاء عن عائشة قال سئل قلت لعلها جعلت نذ عوفی من من قہا فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تشقی عنہ قال ابو داؤد لا تشقی ولا تخفی عنہ

ترجمہ

عثمان بن ابی شیبہ نے بسند حفص بن غیاث بروایت امش بطریق حبیب بن ابی ثابت بواسطہ عطاء حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ان کا لحاظ چوری ہو گیا تو یہ چور کو بد دعا کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے گناہ میں من مست کر۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ لا تشقی کے معنی لا تخفی عنہ ہیں یعنی اس کے گناہ میں تخفیف نہ کرو۔۔۔ تشریح

قوله قال ابو داؤد الخ لفظ لا تشقی کے معنی بیان کر رہے ہیں کہ اس کے معنی لا تخفی عنہ کے ہیں، یعنی اس کے گناہ میں تخفیف نہ کرو۔ یعنی اگر تو زیادہ بد دعا کرے گی تو آخرت میں اس کا گناہ اور عذاب بڑھا ہو جائے گا۔ لیکن اس سے آپ کا مقصد یہی من تخفیف نہیں، بلکہ چور کو بالکلیہ معاف کر دینا اور حضرت عائشہ کا بد دعا کرنے سے رک جانا ہے کیونکہ قہار کے

بددعا اور چوری دونوں کو تولا جائے گا۔ اب اگر بددعا بمعصیت سرقت سے کر رہی ہے تو چور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کچھ حق باقی رہے گا اور اگر بمعصیت سرقت بددعا سے کم رہے تو حضرت عائشہ پر چور کا حق رہے گا۔ اور اگر دونوں برابر رہے تو کسی کا حق باقی نہ رہے گا۔ اس لئے آپ نے عفو و درگزر کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ اس میں اجر عظیم ہے۔

(۲۰۲) باب ما یقول الرجل اذا سلم

(۳۰۸) حدثنا مسلم بن ابراہیم نا شعبۃ عن عاصم الاحول و خالد الحذاء عن عبد اللہ بن الحارث عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سلم قال اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاكرام۔ قال ابو داؤد وسمع سفیان من عمرو بن مرة قالوا ثمانية عشر حدیثاً

ترجمہ

۲۲۳ مسلم بن ابراہیم نے بسند شعبہ بردایت عاصم احول و خالد حذاء بطریق عبد اللہ بن الحارث حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیر کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللهم انت السلام ابو داؤد کہتے ہیں کہ سفیان نے عمرو بن مرہ سے سنا ہے۔ محدثین نے کہا ہے کہ اٹھارہ حدیثیں سنی ہیں اس کا مقصد ترجمہ ہی سے ظاہر ہے کہ عمرو بن مرہ سے سفیان قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۱۱) ڈوری کا سماع ثابت ہے۔ بلکہ محدثین نے کہا ہے کہ انھوں نے عمرو بن مرہ سے اٹھارہ حدیثیں سنی ہیں جن میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ چونکہ سنن ابن ماجہ میں حدیث عمرو بن مرہ کی تصریح موجود ہے۔

(۲۰۳) باب فی الاستغفار

(۳۰۹) حدثنا مسدد نا عبد اللہ بن داؤد عن عبد العزیز بن عمر عن ہلال عن عمر بن عبد العزیز عن ابن جعفر عن اسماء بنت عمیس قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا أعفک کلمات تقو لیتھن عند الكرب او فی الكرب اللہ اللہ ربی لا اکتیرک یہ شیئاً قال ابو داؤد ہذا ہلال مولیٰ عمر بن

بن عبد العزیز و ابن جعفر ہو عبد اللہ بن جعفر

ترجمہ

معدنے بن عبد اللہ بن داؤد بردایت عبد العزیز بن عمر بطریق ہلال بواسطہ عمر بن عبد اللہ عن ابن جعفر حضرت اسرار بنت عیس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا اکیس مجھے چند کلمے نہ سکھاؤں جن کو تو مصیبت اور سختی میں کہا کرے ؟ اللہ اللہ ربی لا شرک بہ شیئاً۔ یعنی اللہ میرا رب ہے۔ میں اس کے ساتھ کچھ شریک نہیں کرتی۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ہلال، عمر بن عبد العزیز کا آزاد کردہ ہے اور ابن جعفر سے مراد عبد بن جعفر ہے۔ ۱۔ تشریح

عبد العزیز بن عمر کے شیخ کا تعارف مقصود ہے کہ یہ ابولقلمہ ہلال شامی قولہ قال ابوداؤد الخ^{۳۱۲} ہیں جو حضرت عمر بن عبد العزیز کے آزاد کردہ ہیں۔ ابن ہمار موصی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ ولم یثبت ان کھولاراء بالکذب اور سند میں ابن جعفر سے مراد عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب ہاشمی صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ ۱۔

(۲۰۳) باب النہی ان یدعوا لنساک علی اہلہ و عیالہ

۲۳۴

(۳۱۰) حدثنا هشام بن عمار و یحییٰ بن الفضل و سلیمان بن عبد الرحمن قالوا انا حاتم بن اسمعیل ثنا یعقوب بن مجاہد ابو خزرة عن عباد بن الولید بن عبادہ بن الصامت عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدعوا علی انفسکم ولا تدعوا علی اولادکم ولا تدعوا علی خدامکم ولا تدعوا علی اموالکم ولا توافقوا من اللہ ساعة نیل فیہا عطاء فیستجیب لکم، قال ابوداؤد هذا الحدیث متصل بعبادہ بن الولید بن

عبادہ یقول جابر

۱۔ بالنقصان والہلاک فان بعض الناس یدعون علی نفسہ عند الفجر والملاۃ ۱۲ بذل۔

۲۔ وقد کثر فی الناس ہذا المرض فانہن یدعون علی اولادہن الصغار ۱۲ بذل۔

۳۔ ہن للراعی دملۃ للہی ای لا تدعوا علی من ذکر سلا تو اتقوا دلتا تعاد تو اساعۃ اجابۃ دنیل فتستجاب دعوتکم السرور ۱۲ دعوان المعبود۔

ترجمہ

ہشام بن عمار بھی بن الفضل اور سلیمان بن عبد الرحمن نے بندہ حاتم بن اسماعیل تقدس ثبوت یعقوب
بن مجاہد ابو حزرہ بردایت عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت حضرت جابر بن عبد اللہ سے
روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خود پر، اپنی اولاد پر، اپنے خادموں
پر اور اپنے مالوں پر بدو عبادہ نہ کر داپا نہ ہو کہ وہ گھر کی ایسی ہو جس میں دمار قبول ہوئی ہو۔
ایک روایت ہے کہ یہ حدیث متصل ہے حضرت جابر سے عبادہ بن ولید بن بن عبادہ کی
طاعات ہے، ورنہ نہیں

مقصود بالکل واضح ہے کہ زیر بحث حدیث متصل ہے نہ کہ منقطع کیونکہ
قولہ قال ابو داؤد الخ حضرت جابر سے عبادہ بن ولید بن عبادہ کی لغات ثابت ہے۔

کتاب الزکوۃ

(۳۱۱) حدیثنا قتیبہ بن سعید الثقفی نا الیث عن عقیل عن الزہری أخبرنی عبید
اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن ابی ہریرۃ قال لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واسقطت ابوبکر بعدہ وکفر من کفر من العرب قال عمر بن الخطاب لا بی بکر کیف
تقاتل الناس وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہرت ان اقاتل الناس
حق یقولوا لا الہ الا اللہ لمن قال لا الہ الا اللہ عصم ماله ونفسه الا بجمعة
وحسابہ علی اللہ فقال ابوبکر واللہ لا فاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ
فان الزکوۃ حق المال واللہ لو منعونی حقاً لا کافرا یؤدونه الی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لقاتلتہم علی منعه فقال عمر بن الخطاب فواللہ ما ہو الا ان
رأیت اللہ قد شرح صدر ابی بکر للقتال قال فعرفت انه الحق قال ابو داؤد
قال ابو عیینہ معمر بن المثنی العقال صحابۃ سنة والعقلان صدقة سنتین
قال ابو داؤد رواہ رباح بن زید عن معمر عن الزہری باسناده قال بعضهم عقلاً
ورواہ ابن وہب عن یونس قال عناناً قال ابو داؤد قال شعب بن حمزة
ومعمر والزبیدی عن الزہری فی هذا الحدیث لو منعونی عناناً وروی عنبہ
عن یونس عن الزہری فی هذا الحدیث قال عناناً

ترجمہ

قتیبہ بن سعید ثقفی نے بنہ لیث بروایت عقیل بطریق زہری یا اخبار عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عرب کے بعض لوگ مرتد ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیق سے کہا: آپ ان لوگوں سے قتال کیسے کریں گے؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ مجھے لوگوں سے قتال کا حکم ہوا ہے یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ جب کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں تو انھوں نے اپنی جان و مال کو بچا لیا مگر حق اسلام سے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: بخدا! میں ٹروں گا اس شخص سے جو نماز اور زکوٰۃ میں تقصیر کرے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ بخدا! وہ لوگ جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے اگر اس میں سے ادنیٰ کے پاؤں باندھنے کی رسی نہ دیں گے تو میں ان سے ٹروں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: خدا کی قسم میں سمجھ گیا کہ حق تعالیٰ نے لڑائی کے لئے ابو بکر کا سینہ کھول دیا ہے پس میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابو عبیدہ عمر بن المثنیٰ نے کہا ہے کہ عقاب ایک سال کا صدقہ ہے اور عقاب دو سال کا صدقہ ہے۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو رباع بن زید نے بطریق سمیر زہری سے اس کی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں عقاب ہے اور اس کو ابن دہب نے یونس سے روایت کرتے ہوئے عناق کہا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ شعیب بن ابی حمزہ، معمر اور زبیدی نے زہری سے اس حدیث میں کیا ہے کہ اگر ایک بکری کا بچہ نہ دیں گے (تب بھی ٹروں گا) اور غنبلے یا سطر یونس زہری سے اس حدیث میں لفظ عناق ذکر کیا ہے۔ - - - - -

قول کتاب الزکوٰۃ الخ۔ قرآن پاک میں بیسیں جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہوتا اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں میں نہایت ارتباط اور کمال اتصال ہے۔ اس لئے صاحب کتاب کتاب الصلوٰۃ کے بعد کتاب الزکوٰۃ لایا ہے۔

فریقہ زکوٰۃ ایمان کا تیسرا رکن ہے جس کا ثبوت کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع تیموں سے ہے۔ قال قتال: اقیمو الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: بخدا! اسلام علی خمس اھذا اور ادوا زکوٰۃ امواکم و اسی پر اجماع منعقد ہے۔ پس اس کا منکر کا فراہ تارک فاسق ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق نے زکوٰۃ سے باز رہنے والوں کے ساتھ جہاد کا فیصلہ فرمایا جس کی تشریح زیر بحث حدیث میں موجود ہے۔

نخت میں لفظ زکوٰۃ بقول حافظ زیادہ ہوئے اور ترجمہ کے ہیں، بقول: زکا الزرع: بکھیتی شروع کی۔ قال النابغہ:

وما آخرت من دنیاك نقصاً وما قدمت عادلك الزکاء

چونکہ خدا کے نام پر دینے سے مال بڑھتا ہے قال قتالؑ: دیر نبی الصدقات تزداد بڑھاتا ہے خیرات کو، یعنی اس میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور اللہ بکرمت دیتا ہے یا اس کا ثواب بڑھایا جاتا ہے۔ اس لئے سال تمام پر مال سے حصہ معین دینے کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔

بعض کے نزدیک زکوٰۃ بمعنی پاکی سے مشتق ہے قال قتالؑ: خیر امنہ زکوٰۃ۔ چونکہ زکوٰۃ دینے سے مال پاک ہوتا ہے۔ قال قتالؑ: فخذ من أموالهم صدقة تطہرهم وتزکیہم: اس لئے اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں اور اکملنے کے ذریعہ کہنے سے نجس خون نکل جائے گا اور کونکر کی کہتے ہیں دنیاوی علوم شیخ ابن العربی فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کا اطلاق صدقہ حاجبہ، صدقہ مندوبہ، نفقہ، حق اور غفور سب پر ہوتا ہے۔ شریعت میں زکوٰۃ کی تعریف یہ ہے: ہی اعطاء جز من النصاب الخولی الی فقہر دعوہ غیر ناشی ولا مطلبی بشرط تلح المنفعة من المعطى من کل دعوہ للند قتالؑ،

پھر اہل فرضیت زکوٰۃ کے بارے میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن خزیمہ نے صحیح میں ذکر کیا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت سے پہلے ہوتی ہے جس کی دلیل ہجرت الی الحبشہ سے متعلق حضرت ام سلمہ کی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب نے نبیؐ کی ساسے جہاں اور باتیں ذکر کیں وہیں یہ بھی بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو صلوٰۃ و زکوٰۃ اور روزہ کا بھی حکم فرماتے ہیں۔

لیکن صحیح نہیں، صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت کے بعد ہوئی ہے کیونکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ صیام رمضان کی فرضیت ہجرت کے بعد ہوئی ہے کیونکہ آیت صیام رمضان بلا خلاف مدنی ہے اور مسند احمد صحیح ابن خزیمہ، سنن نسائی، داہن ماجہ اور مستدرک حاکم میں حضرت قیس بن سعد بن عبادہ کی حدیث ہے: قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد قتل الفطر قبل ان تنزل الزکوٰۃ ثم نزلت فرضیت الزکوٰۃ فلم یامرنا ولم یہننا ونحن نفعلہ! یہ حدیث اس پر دال ہے کہ فرضیت صدقہ نظر فرضیت زکوٰۃ سے پہلے ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ فرضیت زکوٰۃ فرضیت رمضان کے بعد ہے اور رمضان کی فرضیت بالاتفاق ہجرت کے بعد ہے تو فرضیت زکوٰۃ بھی ہجرت کے بعد ہوئی رہو المطلوب۔

پھر ہجرت کے کتنے دن بعد ہوئی ہے؟ علامہ ابن الاثیر نے تاریخ میں بطریق جزم ذکر کیا ہے کہ اسکی فرضیت ہجرت کے نویں سال ہوئی ہے۔ بعض حضرات نے ابن الاثیر کے اس نظریہ کو نقض بن

عہ اسناد صحیح رجالہ رجال الصحیح الا باہام الراوی لہ عن قیس بن سعد وہو کوفی اسمہ عریب بالہبلیۃ المفتوحہ ابن حمید وقد دفعہ احمد داہن معین ۱۲ بذیل عہہ داہن حدیث ام سلمہ فادلی ماہل ہو علیہ ان سلم من قدح فی اسنادہ ان امراد بقولہ یا مرنا یا معلوۃ والزکوٰۃ والصیام ای فی ہبلیۃ ولا یلزم ان یکون المراد یا معلوۃ الصلوۃ الخمس ولا بالصیام رمضان ولا بالزکوٰۃ ہذہ الزکوٰۃ الخضرۃ ذات النصاب الخولی ۱۲ بذیل

حاطب کے قصہ سے مراد بھی کیا ہے جس میں ہے کہ جب آیت حدیث نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے عامل بھیجا تو لوگوں نے کہا: "تا ہذا الاجزۃ فاحت البخرۃ اور جزیرہ کا وجوب طلوع ہجری میں ہوا ہے تو زکوٰۃ کی فرضیت بھی سنیہ میں قرار پائی۔ لیکن چہرہ محل نظر ہے اس واسطے کہ اول تو یہ حدیث ضعیف ہے دوسرے یہ کہ حدیث ضام بن ثعلبہ، حدیث وفد عبد القیس اور دیگر احادیث میں زکوٰۃ کا ذکر موجود ہے۔ اسکی طرح ہر قول کے ساتھ حضرت ابوسفیان کے مخالفہ میں اس کا ذکر ہے۔ چنانچہ مخالفہ ابوسفیان میں ہے: "یا مرنّا بالزکوٰۃ" حالانکہ یہ سنہ کے شروع کے شروع کا قصہ ہے نیز ضام بن ثعلبہ کے قصہ میں ہے: "الشدک اللہ! اللہ امرک ان تاخذ ہذہ الصدقات من اغنیائنا منقسما علی فقرائنا" اور ضام بن ثعلبہ کی آمد سنہ میں ہے۔ پس صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت فرضیت رمضان سے پیشتر سنہ میں ہوئی ہے۔ اکثر علماء کی رائے یہاں ہے انشاء اللہ اللہ فی باب السیر من الردفۃ۔

قول ما کثر من کفر الخ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو لوگ مرتد ہو گئے تھے وہ دو طرح کے تھے اول وہ لوگ جو دین و ملت سے ارتداد کر کے کفر کی طرف لوٹ گئے تھے۔ کفر من کفر سے حضرت ابوہریرہ کی مراد یہی لوگ ہیں۔

پھر اس فرقہ میں دو جماعتیں تھیں ایک اصحاب سبیلہ کذاب اصحاب اسودنی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے ان کی نبوت کے مقرر ہو گئے تھے، ان لوگوں کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق نے کھل کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ ہمارے میں سبیلہ کذاب کو درصنوار میں اسودنی کو قتل کر دیا گیا۔ ان کی جہیت ٹوٹ گئی اور اکثر لوگ ہلاک ہو گئے۔

دوسری جماعت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے دین سے مرتد ہو کر شرائع اسلام کا انکار کیا اور صلوٰۃ و زکوٰۃ و غیرہ دینی امور کو چھوڑ کر جاہلی ردش اختیار کر لی تھی یہاں تک کہ روئے زمین پر مسجد کعبہ مسجد مدینہ اور صوبہ بحرین کے شہر جو اثنی میں مسجد عبد القیس۔ ان تین مساجد کے علاوہ کوئی مسجد خدا کے لئے باقی نہیں رہ گئی تھی۔

مرتدین میں دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے صلوٰۃ و زکوٰۃ میں تفریق کر کے نماز کا اقرار اور فرضیت زکوٰۃ کا انکار کر دیا تھا۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کو فرضیت زکوٰۃ کا اعتراف تھا اور اس کو ماننے تھے لیکن اس کی ادائیگی میں ان کے کچھ رد سامان تھے جیسے بنی ربیعہ کہ انہوں نے

عہدہ الذی دخی فی التا سبتہ انما ہو بعث العمال لاخذ الصدقات و ذلک یستدعی تقدّم فرضیت الزکوٰۃ قبل ذلک ۱۲ ہذل۔

اینا کل مال زکوٰۃ بن کر کے حضرت ابو بکر صدیق کے پاس پہنچانا چاہا مگر مالک بن نویرہ نے ان کو سدک دیا اور یہ لوگ زکوٰۃ دے سکے۔

امام واقعہ نے کتاب الردۃ میں مرتدین کی جو تفصیل ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسد و غطفان، بنو نزار، بنو الحنفیہ اہل بحرین، بکر بن وائل، اد دھان، نمر بن قاسط، کلب، اکثر بن قحیم، عیسہ، خفاف، بنو عوف بن امرئ القیس، ذکوان، حارثہ اور بنو سلیم کے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اور اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں میں اسلم و غفار، جہینہ و مزینہ، الشیخ، کعب بن عمرو بن خزاعہ، ثقیف، ہذیل، کنانہ، بجیلہ، خثعم، ہواذہ، جشم، سعد بن بکر اور عبدالقیس وغیرہ لوگ تھے۔

قولی قال عمر بن الخطاب الخ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حدیث کا صرف اتنا ہی حصہ مستحضر تھا۔ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ۔ پس آپ نے۔ الابجۃ۔ میں غور و فکر کئے بنی لڑا ہر حدیث۔ سے احتجاج کیا۔ حالانکہ خود ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں۔ لا الہ الا اللہ کے بعد دان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و یقیم الصلوۃ و یؤتی الزکوٰۃ۔ کی زیادتی موجود ہے اور ابو العلاء بن عبد الرحمن کی روایت میں ہے۔ حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ و یؤمنوا بہا جنت بہ۔

۲۳۹

تو۔ یؤمنوا بہا جنت بہ۔ الفاظ شریعت کے تمام احکام کو شامل ہیں جس کا مقتضی یہ ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے کسی حکم کا انکار کرے اور دعوت و تبلیغ کے بعد بھی نہ مانے بلکہ برسرِ پیکار ہو جائے اس کے ساتھ مقاتلہ ضرور ہے اس لئے حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا جو شخص صلوٰۃ و زکوٰۃ میں تفریق کرے گا، بخدا! اس سے مقاتلہ کروں گا۔ کیونکہ زکوٰۃ حق مال ہے جیسے نماز حق نفس ہے پس زکوٰۃ بھی۔ الابجۃ کے تحت میں داخل ہے تو جس طرح حق صلوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو عصمت شامل نہیں اسی طرح حق زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو بھی عصمت حاصل نہ ہوگی۔

سوال۔ مقاتلہ قتال تو بہت اہم ہے اس کے لئے کسی نفس کا ہونا ضروری ہے تو حضرت ابوبکر صدیق نے کسی نفس پر اہتمام کرتے ہوئے عمل کیا؟ جواب۔ حاکم نے اکلیل میں حضرت عبدالرحمن غفاری صحابی سے روایت کیا ہے۔ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی رجل من اہل نجد فخذ منہ قال ان یعطیہا فرد، الیہ الثانیۃ فابی ثم رده الیہ الثالثۃ و قال ان الی فاضرب عنقه۔ قال عبدالرحمن بن عبد العزیز احد رواۃ الحدیث قلت حکیم دہو حکیم بن عباد بن حنیف لما روی ابو بکر الصدیق قال اہل الردۃ الا علی ہذا الحدیث قال اجل۔ (بخاری)۔

ع و محمل ان یكون یحرقون ان السقائۃ انما کانت لکفرهم لا لتعہم الزکوٰۃ فاستشهدنا بحدیث اداہ۔
اصدق بن ابی انا قاتلہم بکفرهم بل لتعہم الزکوٰۃ ۱۲ بذل۔

قال ابو داؤد قال ابو عبد اللہ الخ (۳۳) قال ابو داؤد سے سنن تک عبارت سنن ابو داؤد کے

کا حاصل یہ ہے کہ بقول علامہ عینی و امام نووی لفظ عقال کفراد میں اختلاف ہے۔ علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ عقال سے مراد ایک سال کی زکوٰۃ ہے اور عقال کے یہ معنی لغت میں مشہور و معروف ہیں یہاں اذیت عقال سنہ سے پہلے ایک سال کی زکوٰۃ ادا کر دی۔ یہ امام کسائی، لغز بن سمیل، ابو عبیدہ، سبر و غیرہ اہل لغت اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے۔ احتجاج بقول عمر بن عبد العزیز

سنی عقلا فلم یرک لنا سداۃ، کیف لو قد سنی عمر و بقاء لیس

لیکن اکثر محققین کے نزدیک عقال سے مراد وہی ہے جس سے اذیت کے زانو کو پانڈھا جائے امام مالک، ابن ابی ذئب و غیرہ سے یہی منقول ہے۔ صاحب تحریر اور حذافہ متاخرین کی ایک جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس قول پر اہل زکوٰۃ کے ساتھ رسی بھی لی جائے گی کیونکہ جتنا زکوٰۃ پر تسلیم اور قبضہ کرنا ضروری ہے امداد نٹوں پر قبضہ کا تحقق اسی وقت ہو گا جب ان کی قبضہ میں لانے والی اشار کے ساتھ حوالہ کیا جائے۔

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ عقال سے مراد شیء حقیر ہے جس سے مبالغہ مقصود ہے کہ اگر کوئی شخص مقدار واجب میں سے حقیر سی چیز کا بھی انکار کرے گا اس سے بھی لعن ہو گا۔

یعنی جس طرح اس حدیث کو زہری سے معقل نے روایت کیا ہے اسی طرح اس کو رباح بن زید نے بواسطہ عمر بن

الزہری روایت کیا ہے جس کی تخریج امام احمد نے سند میں بطریق ابراہیم بن خالد یوں کی ہے۔

نثار رباح عن سمر عن الزہری عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن ابی ہریرۃ قال لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفر من کفر اھ؛ لیکن اس میں عقلا کے بجائے عناق ہے، معنی بکری کا چھوٹا بچہ۔

حدیث کے الفاظ - واللہ لو منونی کے بعد لفظ عقلا ہے

قال ابو داؤد قال شعیب الخ (۳۴) یا لفظ عناق اس میں رواد کا اختلاف ہے صاحب کتاب نے

سے ارادۃ عقلا فنصب علی النظر و عمر و ہذا السامی ہو عمر بن عتبہ بن ابی سفیان دلاء عمر سادۃ بن ابی سفیان حدیثات کلب فقال فیہ قاکم ذلک ۱۲ عون المعبود۔

عمر ردی ابن القاسم وابن دہب عن مالک العقالی القلوص ۱۲ بذل۔

سے دقال لغز بن سمیل اذا بلغ الابل خمساً و عشرين و حبت فیہا بنت مخاض من جنس الابل فیہا لعقال و قال ابو سعید الخدری کل ما اخذ من الاموال و الحسنات فی الصدق من الابل و النعم و النثار من العشر و نصف العشر فیہذا کل فی صنفه عقال لان المودعی عقل بہ عنہ طلبۃ السلطان و عقل عنہ الاثم لہذی یطلبہ اللہ تعالیٰ بہ ۱۳ بذل۔

بطریق قتیبة عن اللیث عن عقیل عن الزہری لفظ عقار روایت کیا ہے۔ امام شافعی نے بھی بطریق مذکور عقار ہی روایت کیا ہے اور امام مسلم و امام ترمذی کی روایت میں بھی یہی ہے دو کذا فی البخاری لکن اختلاف نسخہ، لیکن (پہری سے شعیب بن ابی حمزہ، اسمر اور زبیدی کی روایات میں اور روایت ابن دریم و عنبہ عن یونس عن الزہری میں لفظ عقار ہے۔

المتردین میں جہاد والی روایت میں دو نسخے ہیں ایک میں عناق ہے دوسرے میں عناق لا اہ استناب
المتردین والی روایت میں صرف عناق ہے۔

تعلیں متحرکی تخریج بھی امام نائی نے کی ہے جس میں بطریق ابو الوام عمران القطان لفظ عننا قاسم روایت کی تخریج کے بعد امام نائی نے کہا ہے۔ عمران القطان لم یس بالقی فی الحدیث و ہذا الحدیث خطاء الذی تبدل ہوا انتصاب، حدیث الزہری عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن (ابی ہریرۃ)۔

امام ترمذی نے بھی روایت عمران کو غلط کہا ہے۔ لیکن ذہبی نے تعلیق میں اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ تعلیق زہیدی کی تحریج امام شافعی نے جہاد میں کی ہے جس میں عنایتا ہے:

(خاندان) زیر بحث حدیث کو امام زہری نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود بن السائب اور حضرت انس بن شيوخ سے روایت کیا ہے۔ حدیث عبید اللہ کی تخریج ابن ماجہ کے علاوہ احمد نے اور حدیث سعید کی تخریج امام شافعی نے کیا ہے۔ نیز امام شافعی نے حدیث انس کی بھی تخریج کی ہے مگر ہر صورت میں اس کو خطا قرار دیا ہے۔

پھر امام لہری سے ان کے آٹھ شاگردوں نے روایت کیا ہے۔ یعنی شعیب بن ابی حمزہ، عقیل بن عمر، عبد الرحمن بن ملک، زبید بن عینیہ، سفیان بن عیینہ، سفیان بن اکحین اور یونس ابن یونس کے علاوہ سب نے عتقا ق روایت کیا ہے بخلاف یونس کے کہ اس نے کبھی عتقا ق کہا ہے اور کبھی عتقا۔

پھر مقل سے بیٹ بن سعد راوی ہے اور لیث سے دوا دیوں نے روایت کیا ہے ایک بھی بن بکر نے اور ایک تنہا بن سعد نے۔ بھی بن بکر کی روایت جماعت حفاظ کی روایت کی طرح نفع حفاظ

عنه يروي ابن السرح وسليمان بن داود شيخنا المصنف عن ابن وهب عن يونس عن الزهري وقائل
حقه وروى على هذا قول المصنف .. رواه ابن وهب عن يونس قال عن عائشة قالت كان في اسن فيرواية
ابن السرح وسليمان بن داود فكان الاثر ان يصرح ب ١٣ بدل عنه اخرج النسائي بطريق الوليد عن
شبيب عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة بلفظه عن عائشة عن ابن وهب عن يونس عن الزهري
بخرجه بطريق ابى الهيثم بن الحكم بن مثنى عن شبيب بن ابى حمزة عن الزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن
ابى هريرة ب ١٢ عن لهه ي عند البخاري في استنباط المرتبة ١٢ عن

کے ساتھ ہے اور قتیبہ بن سعد کی روایت بھی عقلاً ہے اور کبھی۔ "لو شغبونی کذا و کذا"۔
اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اکثر روایات کی روایت میں لفظ عناقہ ہے۔ روایت زہری
کے طبقہ میں یونس کے علاوہ اور بعد کے روایت میں قتیبہ کے علاوہ کسی نے عقلاً نہیں کہا۔ اسی
لئے امام بخاری نے اپنی تصحیح میں کہا ہے۔ "قال لی ابن بکر و عبد اللہ عن اللیث عن عقیل عناقہ
وہو صحابہ و رواہ الناس عناقہ و عقلاً ہینا لا یجوز"۔

(۲۰۵) باب ما تجب فیہ الزکوۃ

(۳۱۱) حد ثنا ایوب بن محمد السرقی نا محمد بن عبید نا ادریس بن یزید الاودی عن
محمد بن حماد الجعفی عن ابی البختری الطائی عن ابی سعید یرفقہ الی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال لیس فیما دون خمسة اوساق زکوۃ و اوسق ستون مختوما ،
قال ابو داؤد ابو البختری لو یسمع من ابی سعید

ترجمہ

ایوب بن محمد رقی نے بسند محمد بن عبید بخدیث ادریس بن یزید اودی بردایت محمد بن
مرہ جلی بطریق ابوالبختری طائی حضرت ابوسعید خدری سے مروی روایت کیا ہے کہ رسول
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ دسق سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور دسق ساٹھ صاع کا
ہوتا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابوالبختری نے حضرت ابوسعید خدری سے نہیں سنا۔ تشریح
قولی باب النخ۔ اس باب میں مقدار نصاب کا بیان ہے جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے۔
مال زکوۃ کی چند قسمیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا نصاب جدا ہے۔

اول نقد مال یعنی سونا چاندی، دھم سواکم و موشی اور چرند یعنی اونٹ، گائے، بیل، بھیر،
بکری وغیرہ سوم کشت و زراعت اور زمین کی پیداوار۔ چہارم عروض یعنی تجارتی سامان۔
باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں یعنی اونٹ کی زکوۃ
کا نصاب پانچ ہے۔ پس بچیں تک ہر پانچ میں ایک بکری ہے۔ اور بچیں میں بہت مختص،
اس کی پوری تفصیل باب فی زکوۃ الساعۃ کے ذیل میں آرہی ہے۔

سونے کا نصاب بیس دینار ہے۔ دینار ایک منقال کے پیموزن ہوتا ہے یعنی بیس قیراط کا
اور ایک قیراط پانچ کچ کا ہوتا ہے۔ پس ایک دینار ستر کچ کا ہوا جس کا وزن ار باب تحقیق

عہ ہی عند مسلم والترمذی فی کتاب الایمان وعند ابی داؤد والنسائی فی کتاب الزکوۃ ۱۱ عون
عہ عند البخاری فی الامتصاۃ ۱۲ عون۔

کے نزدیک ساڑھے چار ماشہ ہوتا ہے کو سونے کا نصاب ، پلوں کا چار سواں سہ دو ماشہ در رتی ہوتا ہے۔ پس جو بخش میں دینا یعنی ، پلوں ساڑھے سات تولے سونے کا مالک ہو اس پر دو ماشہ در رتی بھر زکوۃ واجب ہوگی۔

چاندی کا نصاب پانچ اوقیہ ہے اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے تو کل دو سو درہم ہوئے ایک درہم سا تیراٹھ کا ہوتا ہے پس درہم شرعی۔ جو یعنی تین ماشہ ایک تہ اور ایک رتی کے پانچویں حصہ کے مجوزن ہوا تو دو سو درہم کے چھ سو تیس ماشہ ہوئے جس کی ۷۲ پلوں ساڑھے بادلن تول چاندی ہوتی ہے پس چاندی کا نصاب ساڑھے بادلن تول ہے۔

پھر سونے چاندی کے نصاب پر جو مقدار زائد ہو تو نصاب کے ہر پانچویں حصہ میں اسی حساب سے واجب ہے پس ہر چالیس درہم میں ایک درہم اور ہر چار دینار میں دو تیراٹھ واجب ہیں۔ اور جو مقدار خمس سے کم ہو اس میں کچھ واجب نہیں۔ یہ تو امام صاحب کے نزدیک ہے۔ حضرت عمر فاروق کا بھی یہی قول ہے اور حضرت حسن، عطار، طاووس، شبلی، انکھول اور امام زہری سے بھی یہی رد ہوا ہے۔

صاحبین، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، ابو عبید، ابراہیم نخعی، ابن ابی لیلیٰ اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ بیس دینار اور دو سو درہم پر جو کچھ زائد ہو اس کی زکوۃ اس کے حساب سے ہوگی۔ حضرت علی ابن عمر سے بھی یہی مروی ہے۔ چنانچہ حضرت علی کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "فاذا نصاب ذلک" (ابوداؤد) امام صاحب کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لا تأخذ من اکسور شیئاً" (دارقطنی عن معاذ) نیز آپ نے فرمایا: "یس فیما دون الالبین صدقۃ" (عبدالحق فی احکام عن عمر بن حزم) بکشت و ذراعت اور زمین کی پیداوار کی بخت: "باب صدقۃ الزراع" کے ذیل میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

عروض یعنی تجارتی سازد سامان جس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے عام علماء کے نزدیک اس میں بھی چالیسواں حصہ واجب ہے علامہ منذری وغیرہ نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔ فرقہ ظاہریہ اس کے خلاف ہے۔

وہ یہ کہتا ہے کہ زکوۃ کا وجوب نقص سے معلوم ہوا ہے اور نقص صرف درہم و دینار اور سواکم میں وارد ہے۔ اگر اس کے علاوہ میں بھی زکوۃ کو واجب مانا جائے تو یہ وجوب تیس سے ہوگا جو حجت نہیں ہے۔

جہود کی دلیل باب العروض اذا كانت للتجارة کے ذیل حضرت سمرہ بن جندب کی مرفوع حدیث ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامرنا ان نخرج الصدقة من الذی نفد البیع" کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم کرتے تھے کہ ہم اس سامان کی بھی زکوٰۃ دیں جو تجارت کے لئے بیویہ حدیث باسناد حسن مروی ہے۔ چنانچہ صاحب کتاب اور علامہ سندھی نے اس کی تخریج کے بعد سکوت اختیار کیا ہے۔ جو دلیل قویہ و تحقیق ہے۔

اس کے علاوہ مؤطا مالک میں حضرت عمر بن عبدالعزیز سے اور سند امام احمد، مفقوف عبدالرزاق سنن دارقطنی میں حضرت عمر سے اور سنن ترمذی میں حضرت عمر سے اور سنن ابی یوسف میں حضرت عمر سے اور سنن ابی داؤد میں حضرت عمر سے آثار بھی ہیں جن کی تخریج نصیب الرایہ میں موجود ہے۔

شیخ عبدالحق نے الاحکام میں جو حدیث سرہ بن جندب کے متعلق کہا ہے کہ اس کا راوی ضعیف غیر مشہور ہے اور جعفر بن سعد جو اس سے راوی ہے وہ قابل اعتماد نہیں اس پر علامہ ابن القطان نے شیخ عبدالحق کی گرفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ موصوف نے کتاب الجہاد میں حدیث من کتم غلًا غیر مثله کی تخریج بردایت جعفر بن سعد عن ضعیف بن سلیمان عن ابیہ کے بعد سکوت اختیار کیا ہے نہ وہ منہ تصحیح ہے۔

اس میں صرف یہی بتانا ہے کہ حضرت ابی سعید خدری سے ابو الجہری سعید ^(۳۱۴) قولہ قال ابو داؤد والحو ^(۳۱۵) بن زبیر، ابن ابی عمران الطائی الکوفی کا ساخ ثابت نہیں۔ وہ جو نقد بشت کثیر الامسال تلیل التبع ہے۔

(۲۰۶) باب فی زکوٰۃ السائغة

(۳۱۲) حدثنا موسى بن اسماعيل نا حماد قال اخذت من ثمانية بن عبد الله بن ابي كيثابا زعيم ان ابا بكر كتبه لانس وعليه خاتم رسول الله صلى الله عليه وسلم حين بعثه مصدقا وكتبه له فاذا فيه هذه فريضة الصدقة التي فرضها رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين التي امر الله بها نبيه عليه السلام فمن مثلها من المسلمين على وجهها فليعطها ومن مثل فوقها فلا يعطها فها دون خمس وعشرين من الابل الغنم في كل خمس ذود شاة فاذا بلغت خمسا وعشرين ففيها بنت مخاض الى ان تبلغ خمسا وثلاثين فان لم يكن فيها بنت مخاض فابن لبون ذكر فاذا بلغت ستا وثلاثين ففيها بنت لبون الى خمس واربعين فاذا بلغت ستا واربعين ففيها حقة طروقة الفحل الى ستين فاذا بلغت احدى وستين ففيها جذعة الى خمس وسبعين فاذا بلغت ستا وسبعين ففيها بنتا

عنه هذه كلها تدل على ان قول ابن عباس وعائشة لا زکوٰۃ فی العود و فی النواضح والقینہ ۱۲

لبون الى تسعين فاذا بلغت احدى وتسعين فيها حقتان طرقتا الفحل الى
عشرين وماثلة فاذا زادت على عشرين وماثلة ففي كل اربعين بنت لبون و
في كل خمسين حقة فاذا بتاين اسنان الابل في فرائض الصدقات فمن
بلغت عنده صدقة الحمل عة وليست عنده جذعة وعنده حقة فانما
تقبل منه وان يجعل معها شاتين ان استيسر تاله او عشرين درهما ومن
بلغت عنده صدقة الحقة وليست عنده حقة وعنده جذعة فانما تقبل منه
ويعطيه المصدق عشرين درهما او شاتين ومن بلغت عنده صدقة الحقة و
ليست عنده حقة وعنده ابنة لبون فانما تقبل منه

قال ابو داود من ههنا لم اضبط عن موسى كما احب ويجعل معها شاتين ان
استيسر تاله او عشرين درهما ومن بلغت عنده صدقة بنت لبون وليست
عنده الا حقة فانما تقبل منه قال ابو داود الى ههنا لم اتقنتم اتقنتم يعطيه
المصدق عشرين درهما او شاتين ومن بلغت عنده صدقة ابنة لبون و
ليس عنده الا ابنة لها من فانما تقبل منه وشاتين او عشرين درهما ومن
بلغت عنده صدقة ابنة لها عن وليس عنده الا ابن لبون ذكر فانه يقبل

منه وليس معه شئ ومن لم يكن عنده

الا اربع فليس فيها شئ الا ان يشاء درهما

حل لغات

الاسامة لغت میں چرنے والے جانور کو کہتے ہیں اور شرفاً اس جانور کو کہتے ہیں جو سال کے
اکثر حصے میں مساج چرائی پر اکتفا کرے۔ بعث دن، بعثاً۔ تنہا بھیجا۔ مقدق صدقات وصول
کنندہ۔ اہل اونٹ، غنم۔ کبریاں۔ اس لفظ سے واحد نہیں واحد کے لئے لفظ شاة ہے۔ ذود بیخ
زال و سکون دائرہ۔ اونٹ (دین سے دس تک) اس لفظ سے اس کا واحد نہیں آتا واحد کے لئے
لفظ پیر ہے۔ کما قبل للواحدة من النساء امرأة۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ لفظ ذود مادین کے لئے
خاص ہے۔ قال سبیر۔ تقول ثلث ذودان الذود مؤنث۔ لیکن نہایہ میں ہے کہ حدیث میں یہ
لفظ عام ہے کیونکہ جو شخص پانچ سال کا مالک ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہے خواہ وہ نہرہوں یا مادین
قال الزین ابن المیرا صفات خمس الی ذود و مردہ کرانہ یقع علی المذکر والمؤنث۔ بنت مخاض
مخاض دروزہ۔ بنت مخاض۔ اونٹنی کا بچہ جو ایک سال کا ہو کر دوسرے سال میں لگ جائے

ابن لبون۔ لبون دودھ دالی۔ ابن لبون۔ ارکشی کا بچہ جو مجھ سے سال میں لگ جائے۔ حقہ بکسر
حار و تشدید ثانی، جو چوتھے سال میں لگ جائے۔ طرۃ یعنی مفعولہ ہے اسی طرۃ جیسے
صلوۃ معلومہ۔ نعل نر طرۃ النعل، جو نر کو دینے کے قابل ہو گئی ہو۔ جذۃ بفتح جیم۔ جو پانچویں سال میں
لگ جائے۔ تباین اسی اختلاف، استنان جمع سن۔ دانت، عمر۔ ترجمہ

موسیٰ بن اسماعیل نے حماد سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثمامہ بن عبد اللہ بن انس
سے ایک صحیفہ لیا جس کی بابت وہ کہتے تھے کہ اس کو حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت انس کے لئے
لکھا تھا اس پر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتی مبارک کی ٹہر تھی۔

جب انھوں نے حضرت انس کو مصدق (صدقہ تفصیل کنندہ) بنا کر بھیجا تھا اس وقت ان کو
یہ صحیفہ کھ دیا تھا۔ اس میں یہ عبارت تھی۔ یہ فرض زکوٰۃ کا بیان ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بحکم خداوندی مسلمانوں پر مقرر کیا ہے۔ سو جس مسلمان سے اس کے مطابق زکوٰۃ مانگی
جائے وہ دے دے اور اگر اس سے زیادہ طلب کی جائے تو نہ دے۔ بچپن اور نطول سے کم میں
ہر پانچ پر ایک بکری ہے اور بچپن میں ایک بنت مخاض ہے ۳۵ تک۔ اگر بنت مخاض نہ ہو تو ابن
لبون دے ۳۶ میں ایک بنت لبون ہے ۴۵ تک اور ۴۶ میں ایک حقہ ہے نر کو دینے کے
لائق ۴۰ تک اور ۴۱ میں ایک جذعہ ہے ۵۰ تک اور ۴۶ میں دو بنت لبون ہیں ۵۰ تک اور
۹۱ میں دو حقہ ہیں نر کو دینے کے لائق ۳۰ تک اور جب اس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں ایک
بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ ہے۔ اگر اس قسم کا اونٹ نہ نکلے جو مطلوب ہے مثلاً گھوڑے
پاس اتنے اونٹ ہوں جن میں ایک جذعہ واجب ہے اور اس کے پاس جذعہ ہے نہیں حقہ
ہے تو وہی لے لیا جائے گا اور اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم اور لے لیں گے اگر اسکو میر ہو
اور جس پر حقہ واجب ہو اور اس کے پاس حقہ نہ ہو جذعہ ہو تو وہی لے لیں گے اور دو بکریاں
یا بیس درہم اس کو پھر دیں گے۔ اسی طرح اگر اس پر حقہ واجب ہو اور اس کے پاس حقہ نہ ہو
بنت لبون ہو تو وہی لے لیں گے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہاں سے میں اس حدیث کو موسیٰ سے حسب فشار ضبط نہیں کر سکا
اور اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم اور لے لیں گے اگر اس کو میر ہو۔ نیز جس پر بنت
لبون واجب ہو اور اس کے پاس بنت لبون نہ ہو حقہ ہو تو حقہ لے لیں گے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہاں تک میں اس کو اچھی طرح ضبط نہ کر سکا۔ اور اس کو بیس درہم
یا دو بکریاں پھر دیں گے، اور جس پر بنت لبون واجب ہو اور اس کے پاس صرف بنت
مخاض ہو تو وہی لے لیں گے اور دو بکریاں یا بیس درہم اور لے لیں گے۔ اور جس پر بنت
مخاض واجب ہو اور اس کے پاس صرف ابن لبون ہو تو وہی لے لیں گے مگر اس کے ساتھ کچھ
نہیں پھر دیں گے اور جس کے پاس صرف چار ہجڑا اونٹ ہوں تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ الا یہ کہ

وہ اپنی خوشی سے دے :- تشریح

قولہ قال اخذت من ثمانۃ الخ: صحیح بخاری اور سنن نائی میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت انس کو بھین بر عامل بنا کر روانہ کیا تو زکوٰۃ کے مسائل و احکام کے متعلق ایک مفصل تحریر لکھ کر ان کے حوالے کی جو ان نفلوں سے شروع ہوئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہذہ فریضۃ الصدقۃ الہی فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المسلمین و اہل البیت و امرا اللہ بہا رسولہ اھ دمع بخاری، باب الزکوٰۃ الغنم،

امام بخاری نے اس نوشتہ کی روایات کو کتاب الزکوٰۃ کے تین مختلف ابواب میں متفرق طور پر درج کیا ہے اور اپنی جمع میں گیارہ جگہ اس کو روایت کیا ہے۔ جہ جگہ کتاب الزکوٰۃ میں دو جگہ کتاب اللباس میں اور ایک ایک جگہ کتاب الشکر، ابواب الخس اور کتاب الخیل میں یہ نوشتہ حضرت انس کے خاندان میں برابر محفوظ چلا آتا تھا۔ چنانچہ امام بخاری نے اس کو محمد بن عبد اللہ بن المثنیٰ بن عبد اللہ بن انس سے جو حضرت انس کے پوتے ہیں روایت کیا ہے۔ محمد اس کو اپنے والد عبد اللہ سے اور عبد اللہ اپنے چچا ثامہ بن عبد اللہ بن انس سے اور وہ خود حضرت انس سے اس کے راوی ہیں۔

حافظ کہتے ہیں کہ حدیث کے مشہور امام حاد بن سلمہ، حضرت عبد اللہ بن المثنیٰ کے متابع ہیں۔ چنانچہ صاحب کتاب کی روایت میں حاد سے تصریح موجود ہے کہ میں نے خود حضرت ثامہ سے اس نوشتہ کو اخذ کیا ہے۔ سند امام احمد میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔ اسحاق بن راہویہ نے اپنے منہ میں اس کو بطریق نضر بن شہیل یوں روایت کیا ہے: "حدثنا حاد بن سلمہ اخذنا ہذا الکتاب من ثمانۃ یحد عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھ اس میں اس کے مرفوع ہونے کی بھی تصریح موجود ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جن لوگوں نے اس حدیث کو یہ کہہ کر کہ یہ مکانہ بنی اور عبد اللہ بن المثنیٰ کا کوئی متابع نہیں" معلول قرار دیا ہے، یہ بالکل غلط ہے۔

قولہ من ثمانۃ الخ: یعنی اگر محصل مقدار واجب سے زائد طلب کرے تو زکوٰۃ دہندہ کے لئے جائز ہے کہ وہ زائد مقدار نہ دے یا بالکل ہی نہ دے بلکہ بذات خود مقدار تقسیم کر دے کیونکہ محصل مقدار واجب سے زائد طلب کرنے پر خائن ٹھہرے اور اس کی طاعت ساقط ہو گئی معلوم ہوا کہ اگر محصل زکوٰۃ دہندہ پر ظلم کرے تو اس کو راضی رکھنا ضروری نہیں۔ مزید گفتگو باب رضی المصدق کے ذیل میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قولہ نفعیہا بنتی الخ: یعنی جو میں از مٹوں تک چار کبریاں ہیں اور جب چھپیں ہو جائیں تو ان میں ایک بنتی معاض ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ جہیر علماء اسی کے فاک ہیں لیکن حضرت علی سے شاذ روایت ہے کہ چھپیں میں پانچ کبریاں ہیں اور چھپیں میں ایک بنتی معاض ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے حضرت علی سے موقوفہ و مرفوعہ دونوں طرح روایت کیا ہے اور مرفوعہ کی

اسناد ضعیف ہے لیکن سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے اور غلطی رواۃ میں سے کسی آدمی کی ہے ورنہ حضرت علی کا مقام فقہ است۔ اس سے بالاتر ہے کہ آپ ایسا کہیں۔
قول میں فان لم یکن فیہا بنت مخاض الخ اگر مال میں بنت مخاض واجب ہو اور وہ موجود ہو بلکہ ابن لبون ہو تو ہمارے یہاں ابن لبون لینا مستحسن نہیں ہے امام شافعی کے یہاں مستحسن ہے۔ امامی میں امام ابو یوسف سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ دلیل زیر بحث حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ فان لم یکن فیہا بنت مخاض فان لبون۔

جواب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ معنوی طور پر مالیت میں برابری مقصود ہے کیونکہ قیمت کے اعتبار سے ادنیٰ ادنیٰ سے اور میضہ غیر میضہ سے افضل ہوتا ہے اس لئے آپ نے منقول الیہ میں زیادتی عمر کو منقول عنہ کی زیادتی انوثت کے قائم مقام رکھا اور منقول الیہ میں نقصان ذکرہ کو منقول عنہ کے نقصان عمر کے قائم مقام رکھا۔

لیکن یہ اختلاف اوقات و اختلاف المکن کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے اگر قیمت کا اعتبار کئے بغیر ابن لبون کو لینا معین کر دیا جائے تو فقرہ کا نقصان لازم آئے گا یا ارباب اموال کو گراں بار ہونا پڑے گا۔

قول میں فی کل اربعین الخ۔ ایک سو بیس اونٹوں میں دو حقے واجب ہوتے ہیں جو اصل نقصان کہلاتا ہے اور متفق علیہ ہے۔ اس کے بعد جو مقدار زیادہ ہو اس میں اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں ایک سو بیس کے بعد اسر نو حساب لگایا جائے گا جس کو استنباط اہل کہتے ہیں۔ بس ۵۰ تک ہر پانچ میں ایک بکری ہوگی یعنی ۱۲۵ میں دو حقے ایک بکری اور ۱۳۰ میں دو حقے دو بکریاں اور ۱۳۵ میں دو حقے تین بکریاں اور ۱۴۰ میں دو حقے چار بکریاں اور ۱۴۵ میں دو حقے ایک بنت مخاض اور ۱۵۰ میں تین حقے۔

اس کے بعد پھر اسر نو حساب لگایا جائے گا جس کو استنباط ثانی کہتے ہیں بس ۱۴۵ تک ہر پانچ میں دو حقے ایک بکری ہوگی۔ یعنی ۱۵۵ میں تین حقے ایک بکری اور ۱۶۰ میں تین حقے دو بکریاں اور ۱۶۵ میں تین حقے تین بکریاں اور ۱۷۰ میں تین حقے چار بکریاں اور ۱۷۵ میں تین حقے ایک بنت مخاض اور ۱۸۰ میں تین حقے اور بنت لبون اور ۱۹۰ میں چار حقے دو سونگ۔ اب اگر چاہے تو دو سو میں ہر بچا بس پر ایک حقہ کے حساب سے چار حقے دیدے۔ اور چاہے تو ہر چالیس پر ایک بنت لبون کے حساب سے پانچ بنت لبون دیدے۔

اس کے بعد پھر اسی طرح حساب ہوگا جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں ہو اٹھاپن ۲۰۵ میں چار حقے ایک بکری اور ۲۱۰ میں چار حقے دو بکریاں اور ۲۱۵ میں چار حقے تین بکریاں اور ۲۲۰ میں چار حقے چار بکریاں اور ۲۲۵ میں چار حقے ایک بنت مخاض اور ۲۳۰ میں چار حقے ایک بنت لبون اور ۲۳۵ میں پانچ حقے ۲۵۰ تک اور ۲۵۵ میں پانچ حقے ایک بکری اور ۲۶۰ میں پانچ حقے دو بکریاں اور ۲۶۵ میں پانچ حقے تین بکریاں اور ۲۷۰ میں پانچ حقے چار بکریاں اور ۲۷۵ میں

پانچ حقے ایک بنت محض اور ۲۸۶ میں پانچ حقے ایک بنت لبون اور ۲۵۶ میں چھ حقے تین سو تک، یہ کل تفصیل احناف کے یہاں ہے،

امام مالک کے نزدیک ۱۲۰ کے بعد ہر چالیس میں بنت لبون ہے اور ہر پچاس میں ایک حقہ اور عدد اوقاص کو تو ہے پس اس زائد عدد میں کچھ واجب نہیں جب تک کہ ۱۳۰ نہ ہوں پس ۱۳۰ میں ایک حقہ اور دو بنت لبون ہیں کیونکہ ۱۳۰ میں ایک خسون ہے اور دو اربعون، اور ۲۰۰ میں دو حقے ایک بنت لبون اور ۱۵۰ میں تین حقے اور ۱۶۰ میں چار، بنت لبون اور ۱۷۰ میں ایک حقہ تین بنت لبون اور ۱۸۰ میں دو حقے دو بنت لبون اور ۱۹۰ میں تین، حقے ایک بنت لبون ہے دوسرو تک، امام مالک سے ایک روایت مذہب احناف کے مش ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب ۱۲۰ پر ایک زائد ہو جائے تو اس میں تین بنت لبون ہیں ۱۳۰ تک باقی تفصیل وہی ہے جو امام مالک کے یہاں ہے پس ان حضرات کے یہاں فریضہ ہر چالیس اور ہر پچاس پر دائر ہے اور تغیر کا ظہور ہر دس کے اضافہ پر ہے، امام اوزاعی، سفیان ثوری بھی اسی کے قائل ہیں اور یہی ایک روایت امام احمد سے ہے۔

امام مالک کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس بن مالک کی روایت ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب کتاب الصدقة وقرنہ بقرب سیفہ ورفیہ، اذا زادت الابل علی مائتہ وعشرین ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمین حقہ۔ (بخاری) امام شافعی کی دلیل بھی یہی ہے فرق یہ ہے کہ امام مالک اس کو اس زیادتی پر محمول کرتے ہیں جس میں منصوص علیہ کا اعتبار ہو سکے اور یہ دس سے کم میں نہیں ہو سکتا اور امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کو نفی زیادتی پر معلق کیا ہے وذلک بزيادة الواحدة، اس کی دلیل ابو داؤد کی روایت ہے: ان ابی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا زادت الابل علی مائتہ وعشرین واحدة ففیہا ثلث بنات لبون، ہمارے دلیل حضرت فیس بن سعد ہے جس میں یہ ہے: فاذا کانت اکثر من عشرين و مائتہ فانه یعاد الی اول فریضۃ الابل دماکان اقل من خمس وعشرین ففیہا الغنم فی کل خمس ذود شاة، ابو داؤد فی المرسل، اسحاق بن راہوی طحاوی، ایک شاذ روایت میں یہ بھی مروی ہے: اذا زادت الابل علی مائتہ وعشرین فلیس فی الزیادۃ شاة حتی تکون خمساً فاذا کانت مائتہ وخمساً وعشرین ففیہا حقان وشاة، نیز ایک سو بیس کے بعد استیان فریضہ کا قول حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ سے مشہور ہے۔

قوله قال ابو داؤد من ههنا الخ یعنی و یجعل معہا شاتین سے فامنا تقبل منه، تک حدیث کے الفاظ میں اپنے پیچ موسیٰ بن اسماعیل سے اچھی طرح ضبط نہیں کر سکا۔
قوله قال ابو داؤد الخ مہنا الخ قول سابق میں ابتدا کو بتایا تھا اس قول میں انتہا کو بتا رہے ہیں۔
بہر کیف روایت حدیث میں غایت احتیاط کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

وفی سائمة الغنم اذا کانت اربعین ففیہا شاة الی عشرين ومائۃ فاذا

نرادت علیٰ عشرين ومائة ففيها شتان الى ان تبلغ مائتين فاذا ارادت
على مائتين ففيها ثلاث شياكة الى ان تبلغ ثلاثمائة فاذا ارادت على ثلاث
مائة ففي كل مائة شاة شاة ولا يوخذ في الصدقة هيمة ولا ذات
عوار من الغنم ولا تيس الغنم الا اريشاء المصدق -

ترجمہ

اور اکثر باہر چرنے والی بکریاں جب چالیس ہوں تو ان میں ایک بکری واجب ہے ایک سو بیس
ایک اور اس سے زیادہ میں دو بکریاں ہیں دو سو تک اور اس سے زیادہ میں تین بکریاں ہیں تین سو
تک اور اس سے زیادہ ہوں تو ایک بکری ہے ہر سینکڑے میں اور زکوٰۃ میں پورے ہی اور عیب
دار بکری نہیں لی جاتے گی اور نہ بکرا لیا جائے گا۔ الّا یہ کہ محصل کو نزلینا منظور ہو۔ بہ تشریح
قولہ وفی سائمة الغنم الخ بکریوں کی زکوٰۃ کا نصاب چالیس ہے پس چالیس میں ایک بکری
ہے اور ۲۱ میں دو اور ۲۰ میں عین اور چار سو میں چار بھر ہر سو میں ایک بکری ہے۔
قولہ الا ان اريشاء المصدق الخ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ لفظ مصدق تشدید کے ساتھ ہے
یا تخفیف کے ساتھ اس میں اختلاف ہے اکثر کے نزدیک بالتشدید ہے جس سے مالک مراد ہے
ابو عبید نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ میں عیب دار اور
پورے ہی بکری بالکل نہیں لی جاتے گی اور بکرا بھی نہیں لیا جائے گا الّا یہ کہ مالک راضی ہو
ظہور میں استثناء صرف تیس غنم سے ہے۔ بعض حضرات نے صاد کی تخفیف کے ساتھ ضبط
کیا ہے جس سے مراد عامل و ساعی ہے۔ وقال ابو موسیٰ الروائیة بتشديد الصاد والبدال معا وکسر
البدال وهو صاحب المال واصله المصدق فاذا عمت التام في الصاد والاستثناء من
التيس خاصة۔

۲۵۰

ولا يجمع بين مفترق ولا يفرق بين مجتمع خشية الصدقة وما كان من
خلفين فانما يتراجعان بينهما بالسوية فان لم تبلغ سائمة الرجل ربعين
فليس فيها شيء الا ان يشاء ربها وفي الرقة ربع العشر فان لم يكن للمال اكا
تسعين ومائة فليس فيها شيء الا ان يشاء ربها۔

ترجمہ

اور نہ جمع کیا جائے مفترق مال اور نہ جدا کیا جائے مجتمع مال زکوٰۃ کے خوف سے اور جو نصاب
دو آدمیوں میں مشترک ہو تو وہ برابر کا حصہ لگا کر آپس میں ایک دوسرے پر رجوع کر
لیں۔ اگر چاہو چالیس سے کم ہوں، تو ان میں کچھ نہیں ہے الّا یہ کہ مالک چاہے۔ اور چاندی
میں چالیسواں حصہ واجب ہے اگر ایک سو نو سے درہم ہوں تو ان میں کچھ نہیں الّا یہ کہ۔

مالک چاہے تو دیدے۔ تشریح

قوله ولا يجمع بين متفرق الخ لفظ مخافة الصدقة مفعول له ہونے کی بنا پر منصوب ہے جس میں لا یجمع اور لا یفرق دو فعلوں کا تنازع ہے، پھر مخافة کا تعلق محصل اور رب المال دونوں سے ہو سکتا ہے، اگر رب المال کی طرف راجع ہو تو اس کی طرف سے وجوب صدقہ یا اس کی کثرت کا اندیشہ ہوگا اور محصل کی طرف راجع ہو تو اس کی طرف سے سقوط صدقہ یا اس کی قلت کا اندیشہ ہوگا، بہر حال دونوں کو منع کیا جا رہا ہے کہ ان میں سے کوئی وجوب و کثرت اور سقوط و قلت کے اندیشہ سے مجتمع مال کو متفرق اور متفرق مال کو مجتمع نہ کرے جس کی چار صورتیں نکلتی ہیں، ان صورتوں کی تفصیل پہلے جمع و تفریق کا ایک اصول ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

صاحب بدائع لکھتے ہیں کہ جب ساتھ جائیداد آدمیوں میں مشترک ہوں تو ان کی زکوٰۃ کس اعتبار سے لی جائے گی اس میں اختلاف ہے، ہمارے یہاں اصل یہ ہے کہ شرکت کی حالت میں بھی اسی چیز کا اعتبار ہوگا جس کا اعتبار انفرادی حالت میں ہوتا ہے یعنی شریکین میں سے ہر ایک کے حق میں نصاب کا کامل ہونا کہ اگر ہر ایک حصہ مقدار نصاب کو پہنچ جاتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

۲۵۱

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر اسباب اسامۃ متحد ہوں یعنی ان کا چرہ یا چر اگاہ، پانی پلانے کا ڈول اور جانوروں کے رہنے کی جگہ اور ان کی حفاظت کا کتا ایک ہو اور دونوں شریک وجوب زکوٰۃ کے اہل ہوں تو ان دونوں کا مال شخص واحد کا مال سمجھا جائے گا اور دونوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی گو انفرادی حالت میں ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوتی ہو، پس امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ گھلوں کے حساب سے لی جائے گی مالک ایک ہو یا متعدد ہوں، امام صاحب کے نزدیک زکوٰۃ مالک کے اعتبار سے ہے۔
گٹھ کا اعتبار نہیں۔

امام شافعی حدیث کے ظاہر الفاظ "لا يجمع بين متفرق ولا يفرق بين مجتمع خشية الصدقة" واماکن بین خلیطین فانما تیراجعان بالسویۃ سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع و تفریق کا اعتبار کیا ہے کیونکہ آپ نے متفرق کو جمع کرنے اور مجتمع کو متفرق کرنے سے منع فرمایا ہے اب اگر جمع کی حالت کا اعتبار حالت افراد کے ساتھ کیا جائے اور ہر ایک کے حق میں کمال نصاب کو شرط قرار دیا جائے تو اس صورت میں جمع متفرق و تفریق مجتمع کے معنی کا ابطال لازم آتا ہے۔

ہماری دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا لیس فی سائمتہ المرء المسلم اذا كانت اقل من اربعین صدقۃ" ہمیں آپ نے چالیس سے کم میں وجوب زکوٰۃ کی علی الاطلاق نفی کی ہے شرکت و افراد کی کوئی تفصیل نہیں۔ معلوم ہوا کہ وجوب زکوٰۃ کے

لتے ہر ایک کے حق میں کمال نصاب کا ہونا شرط ہے، رہی حدیث مذکور سو اس سے مراد تفرق فی الملک ہے نہ کہ تفرق فی المكان کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ اگر ایک ہی نصاب دو جگہوں میں ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے معلوم ہوا کہ تفرق سے مراد تفرق فی الملک ہے جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو اب جمع و تفریق کو سمجھو، امام صاحب کے نزدیک جمع و تفریق باعتبار املاک ہے اور امام شافعی کے نزدیک باعتبار رعاۃ و منزل و مرغی ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کی بیٹیاں ایک گھر میں ہیں اور بیٹیاں بکریاں دوسرے گھر میں ہیں تو امام صاحب کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے ورنہ تفریق مجتمع فی الملک لازم آئے گی اور امام شافعی کے نزدیک نہیں کیونکہ جمع متفرق لازم آتا ہے، یا مثلاً دو آدمیوں کی بیٹیاں بکریاں ایک چرواہے کے تحت میں ہیں تو امام صاحب کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ ہر ایک کا نصاب ناقص ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے ورنہ تفریق لازم آئے گی۔

پھر جمع و تفریق باعتبار خشیۃ صدقہ کی چار صورتیں ہیں (۱) پانچ اونٹ یا تیس گائے یا چالیس بکریاں دو آدمیوں میں مشترک ہیں جن پر سال گذر گیا اور محصل نے زکوٰۃ لینی چاہی تو غلط ہے کہ یہاں دونوں کی ملک متفرق رکھنے کی صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ شریکین میں سے ہر ایک کا نصاب ناقص ہے پس محصل نے یہ کیا کہ دونوں کی ملک کو جمع کر کے ملک واحد قرار دے دیا تاکہ زکوٰۃ واجب ہو جائے لا جمع بین متفرق میں اس سے منع کر دیا گیا کہ محصل ایسا نہیں کر سکتا، اس صورت میں لا جمع کی نہیں سائی کی طرف راجع ہوتی۔

۲۵۲

(۲) انٹی بکریاں دو آدمیوں میں مشترک ہیں جن پر سال گذر گیا تو ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک بکری واجب ہے کیونکہ دونوں کا نصاب کامل ہے یعنی ہر ایک کی چالیس چالیس بکریاں ہیں اب انھوں نے دونوں ملکوں کو جمع کر کے ملک واحد قرار دے دیا تاکہ صرف ایک بکری واجب ہو تو شریکین ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ملک متفرق کو جمع کرنا ہے اس صورت میں نہیں رب المال کی طرف راجع ہے اور یہ دونوں صورتیں لا جمع بین متفرق کی ہیں، لا یفرق بین مجتمع کی بھی دو صورتیں ہیں۔

(۳) ایک شخص کی اسی بکریاں دو گھلوں میں ہیں تو اس پر ایک بکری واجب ہے کیونکہ ملک متحد ہے اب محصل کو چاہتا ہے کہ ہر گھر کو جدا جدا شمار کرے تاکہ دو بکریاں وصول کر سکے تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہ تفریق مجتمع ہے۔

(۴) ایک شخص کی چالیس بکریاں دو گھلوں میں ہیں تو اس پر ایک بکری واجب ہے کیونکہ ملک واحد ہے اب مالک ان کو جدا جدا شمار کرتا ہے تاکہ زکوٰۃ واجب نہ ہو تو یہ جائز نہیں، یہ تفصیل مسلک احناف پر ہے۔

امام شافعی کے مسلک پر اس کی توضیح یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں ایک گلہ میں ہیں اور چالیس دوسرے گلہ میں ہیں تو ہر گلہ کے حساب سے دو بکریاں لازم آئیں اور امام صاحب کے نزدیک ایک بکری کیونکہ ملک واحد ہے، جب محصل آیا تو مالک نے دونوں گلوں کو ملا دیا تاکہ وہ ایک ہی گلہ سمجھ کر صرف ایک بکری لے تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہ مجمع متفرق ہے، اسی طرح شریکین میں سے ہر ایک کی بیس بیس بکریاں ملی جلی تھیں جن میں امام شافعی کے نزدیک ایک بکری لازم ہے اور امام صاحب کے نزدیک ایک نہیں کیونکہ ہر ایک کا نصف مال نہیں جب محصل کو لے لے آیا تو انھوں نے اپنی اپنی بکریاں جدا کر لیں تاکہ زکوٰۃ واجب نہ ہو تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہ تفریق مجمع ہے وحش علی ہذا۔

امام مالک نے لایعین میں متفرق تلافیق میں مجمع کی تفسیر ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً دو شخص تھے ان میں سے ہر ایک کی چالیس بکریاں جدا جدا تھیں جب محصل آیا تو انھوں نے اپنی اپنی بکریوں کو ایک گلہ کر دیا تاکہ محصل ایک ہی شخص کی اسی بکریاں سمجھ کر ایک بکری لے، یا مثلاً دو شخص خلیط تھے ہر ایک کی ایک سو ایک بکریاں تھیں اور ان پر تین بکریاں واجب تھیں جب محصل آیا تو انھوں نے اپنی اپنی بکریاں جدا جدا کر دیں کہ ہر ایک پر ایک ہی بکری لازم ہو، قال فیہ الذی سمعت فی ذلک، لگویا خطاب جمع و تفریق موشیوں کے مالکان سے ہے سفیان ثوری بھی اسی طرف گئے ہیں۔

قولہ واما کان من خلیطین الخ خلیط لغت میں شریک کو کہتے ہیں جو خلطہ بمعنی شریکت سے ہے لیکن یہاں اس کی تفسیر کیا ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے، امام مالک نے موطا میں ذکر کیا ہے کہ اگر دو آدمی کچھ جانوروں میں اس طرح شریک ہوں کہ ان کا چرواہا، نر جانور، جانوروں کے رہنے کا مکان، پانی بلانے کا ڈول ایک ہو اور ان میں سے ہر ایک اپنے مال کو ہی جانتا ہو تو ان دو آدمیوں کو خلیطین کہتے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی اپنے مال کو دوسرے کے مال سے تمیز نہ کر سکتا ہو تو ان کو شریکین کہتے ہیں ابو عبید نے کتاب الاموال میں حضرت عطاء و طاؤس سے روایت کیا ہے کہ اگر وہ دونوں بڑی مال کو بیچتے ہوں تو وہ بھی خلیط نہیں ہیں۔

امام شافعی و امام احمد کے یہاں خلطہ کے لئے اتحاد مراح و مسروح اور اتحاد سقی و اختلاط فحولہ تو شرط ہے لیکن ہر ایک کیلئے نصاب کا کامل ہونا شرط نہیں امام مالک کے یہاں بھی شرط ہے کہ دونوں کا نصاب کامل ہو۔ امام ابو حنیفہ کے یہاں خلیطین وہ دو آدمی ہیں جن میں سے ہر ایک مال کے ہر ہر جزء شائع میں دوسرے کا شریک ہو، امام شافعی کے یہاں یہ ضروری نہیں کہ دونوں ہر ہر جزء شائع میں شریک ہوں مثلاً چالیس اونٹ دو آدمیوں میں مشترک ہیں اور ہر ایک کے بیس بیس اونٹ ہیں جو ایک چرواہی کے ماتحت ہیں تو امام شافعی کے یہاں ان کو خلیطین کہا جائے گا لیکن امام صاحب کے نزدیک وہ خلیطین نہیں ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک ہر ہر جزء شائع میں شریک نہیں۔

اب مثال کے طور پر ایک شخص کے بیس اونٹ ہیں اور دوسرے کے چالیس اور یہ سب ایک چرواہے کے ماتحت ہیں جن پر سال گذر گیا اور محصل زکوٰۃ لینے کے لئے آگیا تو وہ زکوٰۃ کیسے لے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ ساٹھ اونٹوں کے مجموعہ کی زکوٰۃ یعنی ایک حقہ لے گا اور ہر ایک

کی ملک کا لحاظ نہ ہوگا، ہمارے یہاں مجموعہ کی زکوٰۃ نہیں لے سکتا بلکہ ہر ایک کے حصہ میں جو مقدار واجب ہوتی ہے وہ لے گا یعنی بیس دالے سے چار بکریاں اور چالیس دالے سے ایک بنت لبون پھر زکوٰۃ لے لینے کے بعد شریکین میں سے ہر ایک دوسرے پر رجوع کرے گا جس کی ترتیب امام شافعی کے یہاں یوں ہوگی کہ مثلاً اس حقہ کی قیمت ساٹھ درہم ہیں تو بیس درہم بیس اونٹ دالے کی طرف سے ہوں گے کیونکہ اس کا مال دو سر کے مال کی بہ نسبت تہائی تھا لہذا قیمت میں بھی تہائی کی نسبت ہوگی اور چالیس درہم چالیس درہم دالے کی طرف سے ہوں گے کیونکہ اس کا مال دوسر کی نسبت دو تہائی تھا۔

ہمارے یہاں خلیطین کی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو آدمیوں کو بذریعہ شراب یا بطریق ارث یا بطور ہبہ ساٹھ اونٹ حاصل ہوئے بیس ایک کے اور چالیس ایک کے اور ان پر سال گذر گیا تو بیس دالے سے چار بکریاں اور چالیس دالے سے ایک بنت لبون لی جائے گی دینہ کے مجموعہ نصاب کی زکوٰۃ ایک حقہ اور ترتیب ترجیح یہ ہوگی کہ چار بکریوں کی قیمت لگائی جائے گی اور اس کو املاک پر تقسیم کیا جائیگا مثلاً چار بکریوں کی قیمت تیس درہم ہے تو ان میں چالیس دالے کو بیس درہم واپس کریں گے اس کے بعد بنت لبون کی قیمت لگائی جائے گی اور اس کو بھی املاک پر تقسیم کیا جائے گا۔ مثلاً اس کی قیمت ساٹھ درہم ہے تو ساٹھ کو اٹھائیاں تقسیم کر کے بیس دالے کو بیس درہم دیے جائیں گے اور چالیس دالے کو چالیس۔

قوله وفي الرقة الخ رقة اور ورق، ورق مثل گند و گندہ و کبیر۔ چاندی یا چاندی کے سکے کو کہتے ہیں لسان العرب (صواع) اس جملہ میں چاندی کی زکوٰۃ کا بیان ہے جس کی تشریح شروع باب میں گذر چکی۔

۲۵۴

(۳۱۳) حد ثنا عمر بن عون انا ابو عوانة عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمره عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد عفوت عن الخیل الرقیق فہا تو اصدقة الرقة من کل اربعین درہما درہم و لیس فی تسعین و مائۃ شئ فاذا بلغت مائتین ففیہا خمسۃ درہم، قال بوداد وروی هذا الحدیث الراعمش عن ابی اسحق کما قال ابو عوانۃ ورواہ شیبان ابو معاویۃ و ابو ہریرہ بن طہمان عن ابی اسحق عن الحارث عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثله قال بوداد وروی حدیث النفیلۃ شعبۃ و سفیان و غیرہما عن ابی اسحق عن عاصم عن علی لم یرفعوا و دفعوا علی علی۔

ترجمہ

عمر بن عون نے بنا ابو عوانہ بروایت ابو اسحق بطریق عاصم بن ضمرہ حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے گھوڑوں اور غلام باندی کی زکوٰۃ معاف کر دی پس

چاندی کی زکوٰۃ دو ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم اور ایک سونے کے میں کچھ نہیں یہاں تک کہ دسویں ہو جائیں پس دسویں پانچ درہم ہیں، ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو اشمس نے ابواسحاق سے ابو عوانہ کی طرح روایت کیا ہے اور شعیبان ابو معاویہ اور ابراہیم بن طہمان نے ابواسحاق سے یوں روایت کیا ہے۔ عن الحارث عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو داؤد کہتے ہیں کہ نقیض کی حدیث کو شعبہ و سفیان وغیرہ نے عن ابی اسحاق عن عاصم عن علی موقوفہ روایت کیا ہے مرفوع نہیں کیا۔ تشریح

قوله قد عفوت عن الخلیل الخ صاحبین کے نزدیک باہر چرنے والے گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ بحث حدیث میں ہے ”قد عفوت عن الخلیل اھ“ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”مسلمان پر اس کے غلام میں اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے“ دائمہ ستہ عن ابی ہریرۃ احناف کے یہاں اسی پر فتوے ہے دھانیہ، طحطاوی، اسرار، زلیعی، یانایج جواہر، کافی، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد کا یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ کے یہاں اس میں تفصیل ہے کہ گھوڑے سائتہ ہوں گے یا علوفہ؟ ان میں سے ہر ایک برائے تجارت ہوں گے یا نہیں؟ اگر تجارت کے لئے ہوں تو بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے سائتہ ہوں یا علوفہ اور اگر تجارت کے لئے نہ ہوں تو بابررداری اور سواری کے لئے ہوں گے یا کسی اور فائدہ کے لئے، اگر بابررداری اور سواری کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں اور اگر کسی اور فائدہ کے لئے ہوں اور علوفہ ہوں تب بھی زکوٰۃ نہیں اور اگر سائتہ ہوں اور نزد مادین دولوں ہوں اور عربی النسل ہوں تو مالک کو اعتبار ہے جابے ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار دے دے اور چاہے تو سب کی قیمت تکا کر ہر دسویں پانچ درہم دے دے۔

نفس وجوب تو اس لئے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر سائتہ گھوڑے میں ایک دینار ہے یا دس درہم ”رد دارقطنی، بیہقی عن جابر، اور تخیر اس لئے ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس لکھا تھا ”خیرا بابہا ان ادوا من کل فرس دینار اذ لا تقومہا وخذ من کل یا منی درہم خمسۃ درہم“ علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں امام صاحب کے قول کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل کا جواب بہ تبعیت صاحب ہدایہ یہ دیا ہے کہ حدیث ”لیس علی المسلم فی عبیدہ اھ“ اور قد عفوت عن الخلیل میں فرس سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں کہ ان میں زکوٰۃ نہیں، حضرت زید بن ثابتؓ سے یہی تاویل منقول ہے (اسرار)۔

عہ بدلیل ان فرس بن الخلیل والرفیق والمراد منها عبیدہ الخ لہذا انہ واجب فیما صدقہ ”عطر وصدقۃ العطر انما تجب فی عبیدہ الخ لہذا انہ فرس بن الخلیل علیہ علامہ بالبدلیلین لفظ لا مکان ۱۲ بذل

قوله قال أبو داود مروي بهذا الحديث الخ یعنی جس طرح زیر بحث حدیث کو ابو عوانہ نے بلا ذکر حادث اعمود عن عاصم بن ضمرہ عن علیؑ روایت کیا ہے اسی طرح اس کو اعمش نے "عن ابی اسحق عن عاصم بن ضمرہ عن علیؑ" روایت کیا ہے حادث اعمود کو ذکر نہیں کیا، لیکن شیخان ابو معاذ یہ نخوی اور ابراہیم بن ہمان نے ابو اسحق سے روایت کرتے ہوئے "عن الحارث عن علیؑ" کہا ہے انھوں نے عاصم بن ضمرہ کو ذکر نہیں کیا۔

قوله قال أبو داود وروی حدیث النفیل الخ۔ حدیث عبداللہ بن محمد نفیل جو زکیث حدیث سے ایک حدیث پہلے ہے اور حضرت علیؑ سے مروی ہے اس کے رفع دو وقف میں اختلاف ہے اسی اختلاف کو ظاہر کر رہے ہیں کہ اس کو زبیر اور جریر بن حازم وغیرہ نے ابو اسحاق سے روایت کرتے ہوئے مرفوع کیا ہے اور شعبہ و سفیان وغیرہ نے حضرت علیؑ پر موقوف کیا ہے۔

(۳۱۴) حدثنا هارون بن نريد بن ابی الزرقاء نا ابی عن سفیان عن الاعمش عن ابی وائل عن مسروق عن معاذ بن جبل قال بعثه النبي صلى الله عليه وسلم الى اليمن فذكر مثله لم يذکر ثیا باتكون باليمن ولا ذکر یعنی محتلم، قال ابوداؤد رواه جریر و یعلی و معمر و شعبه و ابو عوانة و یحیی بن سعید عن الاعمش عن ابی وائل عن مسروق قال یعلی و معمر عن معاذ مثله۔

ترجمہ

ہامدون بن زید بن ابی الزرقانہ نے ہند والد (زید بن ابی الزرقانہ) بردایت سفیان بن عثمٰش بواسطہ ابو داؤد اہل عن مسروق حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا پھر حسب سابق بیان کیا لیکن اس میں ثیاہا مکون بالیمن اور محکم

کا ذکر نہیں ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو خبریر، یعلیٰ، اسمر، شعبہ، ابو عوانہ اور یحییٰ بن سعید نے بردایت عثمٰش بطریق ابو داؤد حضرت مسروق سے روایت کیا ہے۔ یعلیٰ اور عمر نے حضرت معاذ کو بھی ذکر کیا ہے۔۔۔ تشریح

زیر بحث حدیث کے وصل و ارسال کو بتا رہے ہیں کہ اس کو یعلیٰ (۲۲۶) قولہ قال ابو داؤد الخ بن عبید نے عن الأعمش عن شقیق عن معاذ عن الأعمش عن مسروق عن معاذ عن عبد البقیع (عند النائی) اور معمر (سفیان ثوری) نے عن الأعمش عن ابی داؤد عن مسروق عن معاذ (اور ابو مسعود) نے عن الأعمش عن مسروق عن معاذ عن عبد البقیع اور ابن اسحاق نے عن سلیمان الأعمش عن ابی داؤد بن سلمہ عن معاذ اور صفیل بن یسہیل نے عن الأعمش عن شقیق عن مسروق عن معاذ (عند النائی) موصلاً روایت کیا ہے لیکن خبریر، شعبہ، ابو عوانہ اور یحییٰ بن سعید نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے۔ حضرت معاذ ۲۵۷ کو ذکر نہیں کیا۔ اور امام ترمذی نے روایت مرسلاً ہی کو ترجیح دی ہے کیونکہ مسروق نے حضرت معاذ سے ملاقات نہیں کی۔ جواب یہ ہے کہ یہ حضرت معاذ کے زمانہ میں یمن میں تھے پس ان کی نقار ممکن ہے فقہ محکم اتصال علیٰ راہی الجہود۔

(۳۱۵) حدثنا مسددنا ابو عوانہ عن ہلال بن خباب عن میسرۃ ابی صالح عن سويد بن غفلة قال سالت ابا خبیری عن سارم عن مصدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تأخذ من راضع لبن ولا یفقی بین مہترق ولا تفرق بین مجتمع وكان انما یافی الیہ ما حین ترد الغنم، فیقول ادوا صدقات اموالکم قال فحمد رجل منهم الی ناقة ذرۃ قال قلت یا ابا صالح ما الکوماء قال عظیمة السنام قال فابی ان یقبلها قال انی احب ان تأخذ خیر ابی قال فابی ان یقبلها قال فحطم لہ اخری دوغما فابی ان یقبلها ثم حطم لہ اخری

تلت دکان راہی الترمذی راہی البخاری انہ لا بد من تحقق القار ۱۲ بذل الجہود۔

دو غنا فقیہا و قال انی اخذھا واخاف ان یجد تنقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یقول عمدت الی رجل ففقیہت علیہ ابلہ، قال ابو داؤد و ترمذی و ہشیم عن ہلال بن
 خیاب کہوہ الا انہ قال لا یفرق

حل لغات

مصدق۔ عامل و محصل زکوٰۃ، عہد ہی الورقۃ الہی کتب فیہ الوصیۃ لاحکام الزکوٰۃ وغیرہا
 دہو السند، رافع دودھ پیتا بچہ، مراد دودھ والی۔ ترد۔ المائر۔ پانی پر آنا، اتانہ ادمنی، کو مار
 بڑی کو ہان دالی، اسام کو ہان، خطم نکیل لگانا، بچہ دھن، دجدا۔ علیہ۔ غضبناک ہونا، ترجمہ
 سد نے ہند ابو عوانہ بروایت ہلال بن خیاب بطریق مسرہ ابو صباع حضرت
 سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں خود گیا یا جو شخص حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے مصدق کے ساتھ گیا تھا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کی کتاب میں لکھا
 تھا کہ زکوٰۃ میں دودھ والی بکری دبا دودھ پیتا بچہ، سنت لے اور نہ اکھٹا کر جدا
 ال اور نہ جدا کر اکھٹا مال۔ اور آپ کا مصدق اس وقت آتا تھا جب بکریاں پانی
 پر جاتیں پس وہ کہتا کہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کر دو۔

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی کو مار ادمنی دینی چاہی۔ ہلال کہتا ہے کہ میں نے ابو
 صباع سے پوچھا: کو مار کیا؟ انھوں نے کہا: بڑی کو ہان والی ادمنی۔ مصدق نے اس کے لینے
 سے انکار کیا۔ اس نے کہا: میری خوشی یہی ہے کہ تو میرا بہتر سے بہتر ادمنٹ لے۔ مصدق نے
 اس کے لینے سے بھی انکار کیا۔ اس نے کچھ کم درجہ کا ادمنٹ کھینچا مصدق نے اس سے
 بھی انکار کیا۔ پھر اس نے اس سے کم درجہ کا ادمنٹ کھینچا، مصدق نے اس کو لے کر کہا
 کہ میں اس کو لے تو رہا ہوں، مگر ڈرتا ہوں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر غصے
 نہ ہوں اور فرمادیں کہ تو نے ایک شخص کا بہتر ادمنٹ چن کر لے لیا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو ہشیم ہلال بن خیاب سے اسی طرح روایت کیا ہے مگر اس
 نے لا یفرق کہا ہے۔ ۱۔ تشریح

قوله قال ابو داؤد و ترمذی (۲۲۳) یعنی جس طرح زیر بحث حدیث کو ہلال بن خیاب سے

سے ہشیم نے روایت کیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ابو عوانہ کی روایت میں لفظ لا
 تفرق، بصیغہ خطاب ہے جس میں نہی عن التفریق کا مخاطب مصدق ہے۔ اور
 ہشیم کی روایت میں لا یفرق، بصیغہ غائب ہے جس میں نہی عن التفریق رب
 المال کو ہے۔

(۳۱۶) حدثنا الحسن بن علی نا وکیع عن زکریا بن اسحق المکی عن عمرو بن ابی سفیان الجلی عن مسلم بن ثنفة الیشکری قال الحسن روح يقول مسلم بن شعبه قال استعملنا نع بن علی بن علی عرافة قومه فامرنا ان یصدقهم فقال فبعثنی الی فی طائفة منهم فأتیت شیخا کبیرا یقال له سحر فقلت ان ابی بعثنی الیک یعنی لا صدقک قال ابن اخی وای نموتنا خذون قلت فمخار حق انا بنین ضررع الغنم قال ابن اخی فانی احدثک انی کنت فی شعب من هذه الشعب علی محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غنم لی فجاء فی رجلان علی بعیرفقلا الی انا رسول الله صلی الله علیه وسلم الیک لتودی صدقة غنمک فقلت ما علی فیها فقال لا شاة فمحدث الی شاة قد عرضت مکا غنا ممتلئة محضنا وشیخا فاخرجتهما الیهما فقال لا هذه شاة الشافع وقد نھا نارسل الله صلی الله علیه وسلم ان نأخذ شافعا قلت فانی شیء تأخذ ان قالوا غنا فاجدعة او ثنیة قال فاعمد الی عناق معتاط والمعتاط التی لم تلد ولدا وقد حان ولادها فاخرجتهما الیهما فقالا لا ناولناها فجعلناها معهما علی بعیرفقلا ثم انطلقا قال ابو داود ابوعاصم مره عن زکریا قال ایضا مسلم بن شعبه کما قال روح

۲۵۹

حل لغات

عراقہ دن، چودھری ہونا۔ قوم کے معاملات کا انتظام کرنا۔ عریف قوم کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا۔ یصدقہم زکوۃ وصول کرے۔ بنین من البنین یعنی نذر در فی اکثر النسخ اشیرای شیخ بالشریعہ جو دتھا۔ و فی بعض النسخ اشیرای النون ثم السین المهملة قال فی النہایۃ اشیرای اختبر و اعتبر و انظر ضررع جمع ضرع بمعنی تھن۔ شباب جمع شب۔ درۃ کوہ، پہاڑی راستہ۔ ممتلئة بھر پور۔ محض ای بپنا۔ و قال ابن الاثیر ای سمینۃ کثیرۃ اللبن شہم چربی۔ الشافع بچہ والی، حامل عناق بکری کا بچہ سال بھر سے کم۔ جذۃ بکری کا بچہ جو دوسرے مال میں لگ جائے۔ ادنیٰ کا بچہ جو چار سال کا ہو۔ گائے کا بچہ جو دو سال کا ہو۔ بھڑا در ونبہ کا بچہ جو ایک سال کا ہو۔ معتاط جو کئی سال تک بانچہ پن کے بغیر حامل نہ ہو۔ ترجمہ

حسن بن علی نے بسند دیکھ بردایت زکریا بن اسحاق کی بطریق عمرو بن ابی سفیان حمی حضرت مسلم بن ثنفة یشکری سے روایت کیا ہے دحسن نے کہا ہے کہ روح نے مسلم بن شعبہ ذکر کیا ہے،

وہ کہتے ہیں کہ ابن علقمہ نے میرے والد کو اپنی قوم کے کاموں پر منتظم بنایا اور ان کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا۔ پس میرے والد نے مجھے ایک جماعت کے پاس بھیجا۔ میں ایک بڑے شخص کے پاس آیا جس کا نام سحر تھا۔ میں نے کہا کہ میرے والد نے مجھ کو آپ سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ وہ بولا: برادر زادے! تم کس قسم کے جانور لو گے؟ میں نے کہا: ہم چمن کرکھنوں کو دیکھ کر عمدہ جانور پس گئے۔ وہ بولا: میں تم کو ایک حدیث سنا ہوں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بکریاں لئے ہوئے یہیں کسی گھائی میں رہا کرتا تھا۔ ایک روز دو آدمی آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ سے زکوٰۃ لینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ میں نے کہا: مجھے کیا دینا چاہیے؟ انھوں نے کہا: ایک بکری۔ میں نے ایک بکری کا قصہ کیا جس کو میں سچا بتاتا تھا جو چربی اور دودھ سے بھری ہوئی تھی، میں اس کو نکال لایا۔ انھوں نے کہا: یہ بکری پیٹ والی (حامل) ہے۔ ایسی بکری لینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرما دیا ہے۔ میں نے ان سے کہا: پھر کیا لو گے؟ انھوں نے کہا: ایک برس کی بکری جو دوسرے میں لگی ہو یا دو برس کی جو تیسرے میں لگی ہو۔ میں نے ایک ایسی بکری کا قصہ کیا جو موٹی تھی بیاہی تھی مگر بیاہنے والی تھی، نکال کر دے دی جس کو انھوں نے لے لیا اور ادنیٰ پر سوار ہو کر چلے گئے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابو عامر نے بھی زکریا سے روایت کرتے ہوئے مسلم بن شعبہ کہا ہے جیسے روح نے کہا ہے :- **تشریح**

اس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کتاب کے شیخ حسن بن علی نے زیر قولہ قال ابوداؤد الخ **۶۴۲۴** بحث حدیث کو دیکھ سے روایت کرتے ہوئے مسلم بن شعبہ :-

ثامر مفتور و ذہن کمورہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور روح سے روایت کرتے ہوئے مسلم بن شعبہ کہا ہے جیسا کہ میں نے اس کو ابو عامر ضحاک بن مخلد نے بھی زکریا سے روایت کرتے ہوئے مسلم بن شعبہ ہی کہا ہے۔ لیکن یہ کہ قول مسلم بن شعبہ ضعیف اور جرح مسلم بن شعبہ ہے چنانچہ امام احمد فرمایا میں انفاق دیکھ امام بخاری فرماتے ہیں قال دیکھ مسلم بن شعبہ ولا یصح، امام نسائی فرماتے ہیں لا أعلم احدا تابع دیکھا علی قولہ ابن شعبہ۔ وارطی کہتے ہیں وہم دیکھ والصواب مسلم بن شعبہ :-

(۳۱۷) حدثنا محمد بن یونس النسائی فاعرج حدثنا زکریا بن اسحق باسنادہ
بجہذا الحدیث قال مسلم بن شعبہ قال فیہ والشافعی التی فی بطنہا الولد
قال ابوداؤد وقرأت فی کتاب عبد اللہ بن سالم مخرج عن عمرو بن

عہ قلت وقد اخرج النسائی حدیث روح وقال فیہ مسلم بن شعبہ وعلیہ تصحیف من الکاتب ۱۲

الحادث المحض عن الزبیدی قال واخبرنی یحیی بن جابر عن جابر بن تغیر
عن عبد اللہ بن معاویہ الخاضری من غاضرة قیس قال قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ثلاث من فعلہن فقد طعم طعم الایمان من عبد اللہ وحده و
انہ لا الہ الا اللہ واعطى زکاة ماله طيبة بها نفسه رافذة علیہ کل عام ولا
يعطى الحرمة ولا الدسنة ولا المریضنة ولا الشرط اللیثنة ولكن من
وسط اموالکوفات اللہ لم یبشکم خیرہ ولا یأمرکم بدشہ

حل لغات

غاضرة قبیلہ اسد، طعم چکھنا، طعم مزہ، رافذة دمن، رذائد دنیا ای تنبیہ نفسہ علی اذانیہا
الہرمة بوڑھا۔ الدسنة غاشی، شرط کمتر، لیسہ رذیل، گھٹیا، وسط عمدہ، ترجمہ
محمد بن یونس نے بسند روح بخدیث زکریا بن اسحق باسناد سابق اس حدیث کو روایت
کرتے ہوئے کہا ہے سلم بن شعب، اس میں یہ ہے کہ شافع وہ ہے جس کے پیٹ میں بچہ ہو
ابوداؤد کہتے ہیں کہ عمر بن مارث حمصی کی آل کے پاس حص میں میں نے عبد اللہ بن سالم کی
کتاب میں پڑھا جو زبیدی سے مروی ہے۔

۳۴۱ عبد اللہ بن سالم کہتے ہیں کہ مجھے یحیی بن جابر نے بواسطہ جابر بن نفیر حضرت عبد اللہ بن معاویہ
خاضری سے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین باتیں ہیں جو
شخص ان کو کرے گا وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔ خاص خدا کی عبادت کرے اور لا الہ الا اللہ
کا اقرار کرے اور اپنے مال کی زکوٰۃ بطیب خاطر ہر سال ادا کیا کرے اور بوڑھا غافل
بہار اور گھٹیا جانور نہ دے بلکہ متوسط درجہ کا دے کیونکہ حق تعالیٰ نہ عمدہ مال چاہتا ہے
نہ گھٹیا کو پسند کرتا ہے۔۔۔ تشریح

(۳۲۵) صاحب کتاب نے حضرت عبد اللہ بن معاویہ خاضری صحابی
قولہ قال ابوداؤد الخ (در منی اللہ عنہ) کی اس حدیث کو منقطعاً روایت کیا ہے۔
علامہ منذری کہتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم بنوی نے سجم الصحابہ میں اور ابوالقاسم طبرانی وغیرہ
نے اس کو مستند روایت کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن معاویہ کے متعلق بعض حضرات نے
ذکر کیا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی حدیث روایت کرتے ہیں۔

(۲۰۷) باب رضى المصدق

(۳۱۸) حدثنا الحسن بن علی و یحیی بن موسی قالانا عبد الرزاق عن معمر

عن ایوب باسناده ومعناه الا انه قال قلنا یا رسول اللہ ان اصحاب الصدقة قال ابو داؤد رقعہ عبد الرزاق عن معمر

ترجمہ

حسن بن علی اور یحییٰ بن موسیٰ نے بند عبد الرزاق بواسطہ معمر حضرت ایوب سے اسناد میں کے ساتھ اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ قلنا یا رسول اللہ ان اصحاب الصدقة۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو عبد الرزاق نے معمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ تشریح قول باب الخ۔ باب فی زکوٰۃ البائتہ کے ذیل میں حدیث کے الفاظ گزرتے ہیں۔ دمن سئل فوہا فلا یط۔ یہ الفاظ اس پر دال ہیں کہ اگر محصل زکوٰۃ دہندہ پر ظلم کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کو زکوٰۃ نہ دے اور اس کی ناراضگی کی پروا نہ کرے اور حضرت جریر کی حدیث جو زیر بحث باب کی آخری حدیث ہے اس کے الفاظ، أرضوا مصدقکم وان ظلمتم بتا ہے ہیں کہ محصل کو خوش رکھنا ضروری ہے گو وہ ظلم کرے علامہ طیبی اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ محصلین صواب کرام ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بھیجے جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ظالم کو عامل بنا کر نہیں بھیج سکتے۔ پس ان کی طرف ظلم کی نسبت زکوٰۃ دہندہ کے زعم کے لحاظ سے ہے کہ محصل کو راضی رکھنا چاہیے اگرچہ وہ تمہارے ذہن میں ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ یا یہ نسبت بطریق مبالغہ ہے، یا اول استحباب پر محمول ہے اور یہ رخصت و جواز پر۔ و قیل الاول اذا نفي التهمة والفتنة دہنا عندہما۔

روایت کے رفع ووقف کو بتا رہے ہیں کہ اس حدیث کو قولہ قال ابو داؤد الخ۔ حماد بن زید نے بلاد اسطہ اور عبد الرزاق نے بواسطہ معمر روایت کی ہے۔

قلنا یا رسول اللہ ان اصحاب الصدقة اھ۔ اور حماد بن زید کی روایت بشیر بن الخصاصیہ پر موقوف ہے ان دیسا قال قلنا لبشیر بن الخصاصیۃ ان اہل الصدقة اھ۔

۳۱۹۰ حدیثنا عباس بن عبد العظیم و محمد بن المثنیٰ قالانا بشیر بن عمر عن ابی القس عن حمز بن اسحق عن عبد الرحمن بن جابر بن عتیق عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سیأتیکم من کث مبعضون فاذا اجاؤکم فلیخبروا بھم

وخلوا بينهم وبين ما يبتغون فان عدلوا فلا نفوسهم وان ظلموا فعليه راضون
فان تمام زكوتكم رضاهم وليدعواكم قال ابو داود ابو الغصن هو ثابت بن
قيس بن غصن

ترجمہ

عباس بن عبد الغلیم اور محمد بن النثنی نے بند بشر بن عمر بردایت ابو الغصن بطریق صحیح بن اسحاق بواسطہ عبد الرحمن بن جابر بن عتیک اپنے والد حضرت جابر بن عتیک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قریب ہے تمہارے پاس زکوٰۃ لینے کے لئے کچھ لوگ آئیں جن کو تم نہیں جانتے، جب وہ تمہارے پاس آئیں تو مرجا کہو اور جو لینا چاہیں لینے دو۔ اگر وہ انصاف کریں تو انہیں کو فائدہ ہو گا اور ظلم کریں تو اس کا وبال بھی انہیں پر پڑے گا۔ اور ان کو راضی رکھو کیونکہ تمہاری زکوٰۃ اس وقت پوری ہو گی جب وہ خوش ہو جائیں گے۔ اور ان کو تمہارے حق میں دعا کرنی چاہیے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابو الغصن کا نام ثابت بن قیس بن غصن ہے۔۔۔ تفسیر

قولہ قال ابو داؤد الخ ^(۳۲) بشر بن عمر کے شیخ ابو الغصن کا نام بتانا چاہتے ہیں کہ یہ ثابت بن قیس بن غصن غفاری ہے۔ علامہ آجری نے ابو داؤد سے نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث کچھ زیادہ قوی نہیں اور حاکم سے منقول ہے کہ یہ حافظ و ضابط نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ضعیف میں سے ہے اور قلیل الحدیث و کثیر الوهم ہے۔ اس کی روایات سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس کا کوئی مستاح نہ ہو۔ لیکن امام احمد نے اس کو ثقہ مانا ہے۔ ابن عمیر اور امام نسائی فرماتے ہیں یسیر ہاں ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ شیخ ہے مگر قلیل الحدیث ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں جو من یکتب حدیثہ۔

(٢٠٨) باب تقصیر اسنان الزویل

قال ابو داود سمعته من الرياشي والي حاتم وغيرهما ومن كتب النضر بن
شميل ومن كتب ابى عبيد وربما ذكر احدهم الكلمة قالوا ليسى الحوار ثم
الفصيل او ا فصل ثم تكون بنت مخاض لسنة الى تمام سنتين فاذا دخلت في
الثالثة فهي ابنة لبون فاذا تمت له ثلاث سنين فهو حق وحقه الى
تمام اربع سنين لانها استحققت ان تتركب ويحمل عليها الحمل وهي تلقو

لا یلحق الذكر حق یتقی ویقال للحقة طردة الفحل لان الفحل یطرق ان تمام اربع سنين فاذا اطعنت فی الخامسة فهي جذعة حتى یتقی لها خمس سنين فاذا دخلت فی السادسة والعق ثلثة فهو حیض ثانی حتى یتکمل ستا فاذا طعن فی السابعة سمی الذکر رباعی والاثنی، رباعیة التي تمام السابعة فاذا دخل فی الثامنة والعق السن السدیس الذي بعد الرباعیة فهو سدیس و سددس الى تمام الثامنة فاذا دخل فی التسع طلع نابه فهو بازل ای بزل نابه یعنی طلع حتى یدخل فی العاشرة فهو حیض ثانی مخلع ثم لیس له اسم ولكن یقال بازل عام وبازل عامین ومخلع عام ومخلع عامین ومخلع ثلاثه اعوام الى خمس سنين والمخلعة الحامل قال ابو حاتم والمجدوعة وقت من الزمن لیس بین وفصول الاسنان عند طلوع سهیل قال ابوداؤد انشدنا الربا شئ شعر اذا سهیل اول اللیل طلع به فابن اللبون المحق والمحق جددع به لویق من اسنا غفا غیر المبع به والمبع الذي یولد فی غیر حیضه

۲۷۴

ترجمہ

ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے یہ ریاضی اور ابو حاتم سے سنا ہے اور نظیر بن شریک ابو عبیدہ کی کتاب سے حاصل کیا ہے۔ کوئی بات ان میں سے کسی ایک ہی نے کہی ہے۔ ان لوگوں نے کہا ہے کہ اونٹ کا بچہ (جب تک پیٹ میں رہے) حار کہلاتا ہے جب پیدا ہو جائے تو فیصل۔ جب دوسرے برس میں لگے تو بنت مخاض، جب تیسرے میں لگے تو بنت لبون، جب تین برس کا ہو جائے تو چوتھے سال تک اس کو حق اور حقہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اب وہ سواری اور حقہ کے قابل ہو گیا۔ اور نہ جو ان نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ چھ برس کا ہو جائے اور حقہ کو طردة الفحل بھی کہتے ہیں کہ نہ اس پر کووتا ہے۔ جب پانچواں برس لگے تو جذعہ ہے پانچ برس پورے ہونے تک، جب چھٹے میں لگے اور سابع

عہ بکسر الراء والیاء المحففة ابوالفضل اسمعہ بن عباس بن الفرج البصری النخوی وثقة ابن حبان و الخطیب ۱۲ عہ محمد بن ادیس الرازی النخلی الحافظ الکبیر روی عن ابن معین و ابی جعفر قال انسانی ثقة وقال الخطیب کن احد الاثمة الحفاظ الاثبات ۱۲ عہ وثقة ابن معین انسانی و کتاب فی غریب الحدیث ۱۲ عہ القام بن سلام البغدادی صاحب التصانیف قال ابوداؤد ثقة یؤمن و کتاب فی غریب الحدیث ۱۲ عہ ابن المجدود۔

کے دانت گمائے تو ٹھنی ہے چھ برس پورے ہونے تک، جب ساتواں برس گئے تو
نرکور باغی اور بادہ کو رہا عیب کہتے ہیں سات برس پورے ہونے تک۔ جب آٹھواں
برس گئے اور چھادانت نکالے تو دھ سیدیں اور سدس ہے آٹھ برس پورے ہونے تک جب نواں برس گئے
تو وہ ہازل ہے کیونکہ اس کی کھلیاں گل آئیں دسواں برس شروع ہونے تک
جب وہ دسویں میں لگ جائے تو مختلف ہے۔ اس کے بعد اس کا کوئی نام نہیں
مگر یوں کہیں گے ایک سال کا ہازل، دو سال کا ہازل اور دو سال کا مختلف، تین سال
کا مختلف یا پنج سال تک۔ اور خلفہ عالمہ کو کہتے ہیں۔ ابو حاتم نے کہا ہے کہ جذوعہ
ایک وقت کا نام۔ سر کوئی دانت نہیں ہے اور داغوں کی فصل سہیل یا تیکہ کہتے ہیں
ابو داؤد کہتے ہیں کہ ریاشی نے ہم کو یہ شعر سنایا اذہ سہیل جب پہلی رات کو سہیل
نکلا تو ابن لبون حق ہو گیا اور حق جذوعہ ہو گیا۔ داغوں میں سے کوئی نہ بڑا سوائے ہج
کے۔ ہج وہ بچہ ہے جو بے وقت پیدا ہو۔ تشریح

قوله قال ابو داؤد سمعہ الخ یعنی ذیل میں جو ہم اسنان و اعمار اور اسماہ اہل کی تفصیل پیش
کر رہے ہیں۔ ریاشی داہو حاتم سے مسوع اور نضر بن شہیل
اور ابو عبیدہ کی کتاب سے ماخوذ ہے جس کو ہم نے بطریق استعجاب جمع کر دیا ہے۔ اس میں
بعض الفاظ کی تفسیر پر تو سب متفق ہیں اور کہیں ایسا بھی ہے کہ کوئی ایک بات ان
میں سے کسی ایک بخائے ہو۔

۲۶۵ قولہ قال ابی ایسی الخ۔ حار۔ حار کے ضمہ کے ساتھ ہے اور کسرہ بھی جائز ہے ادغنی کے بچ
کو کہتے ہیں جب تک وہ مال کے پیٹ میں رہے اس کی حج آخرہ ہے اور زبادہ کے لئے
جیران اور حوران دجوح، قال الشاعر

ترکت ابن نور کا حار و حولہ (۱)؛ نو ارج تغری کل جیب مقدہ
اور جب پیدا ہو جائے تو اس کو فضیل کہتے ہیں دفعیل یعنی مفعول جیبہ جریج و قیل یعنی
مجرد و مقتول، جمع فضلان اور فضال ہے۔ اور جب ایک سال کا ہو کر دوسرے میں
لگ جائے تو اس کو بنت محاض کہتے ہیں۔ محاض کے معنی دروزہ کے ہیں۔ چونکہ انھا مدت
میں اس کی ماں دوسرے حمل کے دروزہ میں مبتلا ہو جاتی ہے اس لئے اس کو بنت محاض
کہتے ہیں۔ اور جب تیسرے برس میں لگ جائے تو اس کو بنت لبون کہتے ہیں کہ اس
کی ماں دودھ دانی ہو گئی۔ اور جب تین برس کا ہو کر چوتھے میں لگ جائے تو ذکر کرنا
بکسر حار اور مؤنث کو حقہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اب وہ سواری اور حفتی کے قابل ہو گیا۔

یہ دنی الشل قال صاحب یار الکواعب لہ: یا یار اہل کم الحوار دا شرب لبن
العشار دایاک دبنات الاحرار ۱۲۔

نیز حقہ کو طرقتہ العمل بھی کہتے ہیں کہ نر اس پر کو دیتا ہے۔ اور جب پانچویں برس میں لگ جائے تو اس کو جذعہ کہتے ہیں۔

قولہ س دالقی ثنیۃ الخ۔ سان العرب اور قاموس وغیرہ میں ہے کہ سامنے کے اوپر نیچے کے دو دانت ثنیۃ کہلاتے ہیں۔ اس کی جمع ثنا یا ہے۔ قال ابن سیدہ ولانسان دانتان دالبع ثنیۃ من فوق وثنیۃ من اسفل۔ وقال ابوہریرۃ الثنی الذی یلقی ثنیۃ دیکون ذلک فی الظلف دالما فرنی البنت الثالثۃ و فی الخف فی السنۃ السادستۃ یعنی اسی کا بچہ جب پانچ سال کا ہو کر چھٹے میں لگ جائے تو اس کو ثنی کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے سامنے کے دو دانت گرا دیتا ہے۔ اور جب ساتویں برس میں لگ جائے تو نر کو رابعی اور مادہ کو رابعیہ کہتے ہیں۔

قاموس میں ہے کہ رابعیہ بر وزن ثانیۃ ان دانتوں کو کہتے ہیں جو سامنے کے چار اور کھلیوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ اور جب آٹھویں برس میں لگ جائے تو اسکو تیس کہتے ہیں قولہ فیہ بازل الخ۔ جب نویں سال میں لگ جائے تو اس کو بازل کہتے ہیں نر ہو یا مادہ جمع بازل۔ بزل اور بزل ہے۔ یہ بزل دن، بزل سے بھی سراخ کرنا اور کسی چیز کا بھٹنا دلیقال بزل، بزل۔ ناب البعیر کھلی والے دانت نکل آئے۔

قولہ قال ابوداؤد انشدنا الخ ^(۳۲۹) یعنی اذنیوں کی عمر میں اور ان کا حساب سہیل کے طلوع ہونے سے لگایا جاتا ہے۔ کیونکہ سہیل اسی وقت طلوع ہوتا ہے جب اذنیوں کے بیاہنے کا زمانہ ہوتا ہے۔

پس جو اذنی ابن لبون ہو وہ سہیل کے طلوع ہونے پر حقہ ہو جائے گا اور جو حقہ ہو وہ جذعہ ہو جائے گا۔ اور جو بچہ طلوع سہیل کے علاوہ (موسم گرما میں) پیدا ہو جس کو بیج کہتے ہیں اس کی عمر کا حساب طلوع سہیل سے نہیں ہوتا بلکہ اس کی پیدائش کے وقت کو ہوتا ہے۔ شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

سہیل ایک روشن ستارہ ہے جو بلاد عرب میں گرمی کے آخر ایام میں طلوع ہوتا ہے۔ ازہری نے کہا ہے کہ یہ خراسان میں دکھائی نہیں دیتا البتہ عراق میں نظر آتا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حجاز اور جمیع ارض عرب میں دیکھا جاتا ہے۔ لیکن ارض اریس میں نظر نہیں آتا۔

مشہور ہے کہ اس کے طلوع ہونے پر گریٹے مرجاتے ہیں۔ منہی کہتا ہے۔
و تنکر موتہم دانا سہیل دہ، طلعت بموت اولاد الزمار۔

۵ دلیقال للذی یلقیہ رابع کتمان فاذا انصبت اتمت وقلت رکبت برؤنار باعہاد
جل و فرس رابع و لا تفرہا سوی ثمان و بیان و شاع دجوار ۱۲

(۲۰۹) باب صدقة الزرع

۲۰۹، حدثنا الربيع بن سليمان نا ابن وهب عن سليمان يعني ابن بلال عن
 شريك بن ابی نمر عن عطاء بن يسار عن معاذ بن جبل ان رسول الله صلى الله
 عليه وسلم بعث الى اليمن فقال خذ الحب من الحب والشاة من الغنم والبيبر
 من الابل والبقرة من البقر، قال ابو داود وشيخه قتادة بمصر ثلاثه عشر شبرا
 قال ابو داود ورويت اُتوجهة عدا، بغير بقطعتين
 قطعت وصيرت على مثل عدلين

ترجمہ

ربیع بن سلیمان نے ابن ہذا بن وہب پر روایت سلیمان بن بلال بطریق شریک بن ابی
 نمر واسطہ عطاء بن یسار حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیلئے کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ غلہ میں سے فلفلہ نو اور بکریوں میں سے
 بکری اور اونٹوں میں سے اونٹ اور گائے بیلوں میں سے گائے بیل۔
 ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے مصر میں ایک لکڑی تیرہ ہالشت کی دیکھی۔ ابو داؤد کہتے ہیں
 کہ اور ایک ترج دیکھا اونٹ پر لدا ہوا جس کے دو ٹکڑے کاٹ کر دو بوجھ کر دے گئے
 تھے۔ - تشبیہ

قولی باب الخ۔ اس باب میں زراعت و کاشت کی مقدار واجب کا بیان ہے جس کی
 بابت چند مسائل مختلف فیہ ہیں۔ اول یہ کہ زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہے۔ لیکن
 عشر کے لئے احاث کے یہاں زمین کا عشری ہونا شرط ہے۔ اگر زمین خراجی ہو تو اس میں
 عشر واجب نہ ہوگا بلکہ خراج واجب ہوگا۔ کیونکہ عشر اور خراج دونوں جمع نہیں ہوتے
 امام شافعی فرماتے ہیں کہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ پس ان کے یہاں خراجی زمین میں عشر
 اور خراج دونوں واجب ہوں گے۔

جاری دلیل حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
 لا یجمع عشر و خراج فی ارض مسلم: نیز ائمہ عدل و دلائل جور میں سے کسی نے بھی آجنگ ارض
 سوا میں سے عشر نہیں لیا۔ پس خراجی زمین میں وجوب عشر کا قول خلاف اجماع ہے۔
 دوم یہ کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب عشر کے لئے نصاب کی کوئی تحدید اور کم و بیش

کی کوئی تعیین نہیں۔ پس امام صاحب کے نزدیک زمین کا پیداوار میں عشر واجب ہے۔
قلیل ہو یا کثیر۔

صحابین فرماتے ہیں کہ جو چیزیں تحت الکیل آسکتی ہیں جیسے گہوں، جو، جوار وغیرہ ان کا نصف پانچ دست ہے۔ امام شافعی بھی پانچ دست نصاب ہونے کے قائل ہیں۔ دلیل حضرت ابو سعید، غدیری کی حدیث ہے۔ "لیس فیما دون خمسہ دست حدیثہ" جو۔ باب ما تجب فیہ الزکوۃ کے ذیل میں گذر چکی اس کو صاحب کتاب کے علاوہ محققین، دارقطنی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ نیز امام مسلم نے حضرت جابر سے اور امام احمد و طحاوی نے حضرت ابو ہریرہ سے بھی اس طرح روایت کیا ہے۔ ایک دست ساٹھ صاع کا ہوتا ہے پس اس سے کم میں زکوۃ نہ ہوگی۔

امام صاحب کی دلیل حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "انفقوا من طیبات ما کسبتم وما خیرہم من الارض" اس میں ما آخر جنا اپنے عموم کی وجہ سے قلیل و کثیر سب کو شامل ہے۔ نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "و اتوا حقہ یم حصاۃ" اس میں بھی لفظ حق عام ہے جس کی تفسیر عامۃ المفسرین کے نزدیک عشر یا نصف عشر ہے۔ اسی طرح زیر بحث باب کی پہلی حدیث میں ہے۔ "فیما سقت السماء و الانہار و المیعون اذ کان بعلاء العشر و فیما سقی بالسواقی و المنفخ نصف العشر"

اس کو امام بخاری اور امام طحاوی نے بھی حضرت ابن عمر سے قدرے تغیر الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ نیز امام مسلم نے حضرت جابر سے اور ابن ماجہ نے حضرت ساذ سے بھی اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے۔ اس میں بھی کلمہ عام ہے کم و بیش کی کوئی تفصیل نہیں۔ بلکہ مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز، مجاہد اور ابراہیم نخعی کے آثار میں اس کی تصریح بھی وارد ہے قال۔ "فیما انبتت الارض من قلیل او کثیر العشر" دبی حدیث حسن و اس کا جواب اولیٰ ہے کہ منسوخ ہے اور ثانیاً یہ کہ یہ خبر واحد ہے جو کتاب و خبر مشہور کے معارضہ میں مقبول نہیں ہو سکتی۔ سوال معارضہ کا تو اس میں شائبہ بھی نہیں ہے بلکہ یہ تو مقدار واجب فیہ العشر کا بیان ہے اور بیان خبر واحد کے ذریعہ سے جائز ہے۔

۲۶۸

مع صاع کی متصل بحث باب کم بودی فی حدیث الفطر کے ذیل میں تشریح کے ساتھ آرہی ہے ۱۲

مع و لم فی تقریر تاجدۃ لکرمہا السفاتی نقلا عن الفوائد البلیغۃ قال اذا ورد حد شیئان احدہما عام و الاخر خاص فان علم تعذیم علی النخی من خص العام بالنخی من کن یقول لعلہ لا نقط احد الشیئان قال لا اعط زید و رہما فان ہذا تخصیص زید۔ وان علم تاخیر العام کان العام مانما نخی من کن قال لعلہ اعط زید و رہما ثم قال لا نقط احد الشیئان فان ہذا مانا لا دل۔ ہذا مذہب عیسیٰ بن ابان و ہوا لما خذ بہ قال محمد بن شجاع الشلبی ہذا اذ علم التاريخ اما اذ لم یعلم فان العام یجعل آخر المانہ من الاحاطا۔ دہنا العلم التایخ فیحمل آخر احاطا فی ۱۲ نصب الراۃ۔

جواب۔ اس کو بیان پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ہم جس حدیث سے تہک کر رہے ہیں وہ مایہ فعل تحت الوسق دمالا یدخل ہر دو کو عام ہے اور یہ خبر قسم ادل کے ساتھ خاص ہو پس یہ خبر اس مقدار کے لئے بیان نہیں ہو سکتی جس میں عشر واجب ہوتا ہے لان من شان البیضاء ان یکون شاملاً لجمع ما یقتضی البیاض۔

ثالثاً۔ یہ کہ لفظ صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے کیونکہ مطلق لفظ صدقہ زکوٰۃ منہودہ ہی کی طرف راجع ہوتا ہے۔ پس یہ زکوٰۃ تجارت پر محمول نہ گا کیونکہ عرب لوگ دس کے ذریعہ خرید و فروخت کرتے تھے اور ایک دس کی قیمت چالیس درہم ہوتی تھی تو پانچ دس کی قیمت دو سو درہم ہوتی اور ظاہر ہے کہ دو سو درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ سوّم یہ کہ وجوب عشر کے لئے پیداوار کا ایسا ہونا ضروری ہے جس کی کاشت مقصود ہو اور عادت اس کی کاشت میں زمین کو مشغول رکھا جاتا ہو۔ پس بانس، گھاس اور لکڑی وغیرہ میں عشر واجب نہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کے ساتھ زمین کو عادت مشغول نہیں کیا جاتا چھاؤں کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب عشر کے لئے پیداوار کا سال بھر تک دیر پا ہونا شرط نہیں۔ دیر پا ہونا نہ ہو۔ پس گھیراں، جو، جوار، گنش، بھجور وغیرہ اور سبزیاں، بھیرہ، لکڑی، تر بوڑ، غروبڑ، انار، لہسن، پیاز وغیرہ سب میں عشر واجب ہے۔

صاحبین کے نزدیک وجوب عشر کے لئے پیداوار کا سال بھر تک دیر پا ہونا شرط ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لیس فی الخضر دات شئاً سبز یوں میں کچھ واجب نہیں دترمذی، حاکم، طبرانی، دارقطنی، بیہقی، ابن مبارک، ابن رزاق، دارقطنی، ابن عدی عن طلحہ بن عطیہ دارقطنی عن علی و محمد بن عبد اللہ بن عیسیٰ و انس بن مالک و عائشہ رضی اللہ عنہا۔ امام صاحب کا استدلال ادلہ سابقہ کے عموم سے ہے اور حدیث خضر دات کا جواب یہ ہے کہ نہ نہایت ضعیف ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں اور حاکم نے جو اس کو صحیح الاسناد کہا ہے صاحب تنقیح نے اس کی تردید کی ہے۔

ان دونوں قولوں کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ
قوله قال ابو داؤد و شبر التاج ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے اس میں منجانب اللہ بہت برکت ہوتی ہے۔ قال الشيخ فی البدل وعلی ہذا اشارۃ الی عظیم البرکۃ فی المال الای یودی منہ الزکوٰۃ فیہا برکۃ کثیرۃ۔
قوله قال ابو داؤد و رأیت التاج صاحب مصباح اللغات نے۔ التاج دالتراجم کا ترجمہ یہوں اور لیموں کا درخت کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ عادت نہ

عہ علی تقدیر الصلۃ بحیل علی الزکوٰۃ اذ یحل علی انہ لیس فیہا صدقۃ تو خذ بل ار باہا ہم الذین یؤدونها بانفسہم فکان ہذا قولاً لا ینال الامام ۱۲ ہذا۔

مکرمی تیرہ ہشت کی برقی ہے اور نہ لیوں و دبو جھ کے برابر ہوتا ہے۔ پس یہ دونوں چیزیں صاحب کتاب کے چشم دید عجائبات میں شمار ہو سکتی ہیں۔

(۲۱۰) باب فی خرص العنب

(۳۲۱) حدثنا محمد بن اسحق المسيبي نا عبد الله بن نا فح عن محمد بن صالح التمار

عن ابن شهاب بامانة ومعناه قال ابو داود

وسعيد لم يسمع من عتاب شيئا

ترجمہ

محمد بن اسحق مہسی نے بسند عبد اللہ بن نا فح برادایت محمد بن صالح تمار، ابن شہاب سے اس کی سند کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ سعید نے حضرت عتاب سے کچھ نہیں سنا۔ تشریح

۲۷۰ قولی باب الخ۔ خرص کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں یقال خرص دن، من، خرصا۔ فی الامر۔ اکل سے کہنا۔ قیاس کرنا، اندازہ لگانا و خرص المخلت۔ اس نے درخت خرما کے پھلوں کا اکل سے اندازہ کیا۔ پس مطلب یہ ہوا کہ جب پھل اچھی طرح نکل آئے تو اس کا اندازہ کر لیا جائے تاکہ عشر واجب کی مقدار معلوم ہو جائے اس کے بعد جب پھل سوکھ کر درخت سے اتریں اس وقت اس سے عشر واجب کی مقدار وصول کر لی جائے۔ اب یہ خرص اندازہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ امام زہری، عطار، حسن، عمرو بن دینار، عبد الکریم بن ابی الحارث، مردان، قاسم بن محمد، ابو ثور، ابو عبید، امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ انگور اور کھجور میں یہ چیز جائز ہے اور قاضی شریح و داؤد ظاہری کے یہاں کھجور کے ساتھ خاص ہے لیکن امام شعبی، سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ قال اشعی الخرص بقدر۔ قال الثوری خرص الثمار لای يجوز، و فی احکام ابن بزیہ قال ابو حنیفہ دصاحا الخرص باطل۔

جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل زیر بحث باب کی حدیث عتاب بن اسیدہ پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کے اندازہ کرنے کا حکم دیا جیسے کھجور کا اندازہ کیا جاتا ہے اور یہ کہ جب انگور سوکھ کر درخت سے اتریں اس وقت ان کی زکوٰۃ لی جائے

جیسے کھجور کی زکوٰۃ سوکھنے پہنچی جاتی ہے۔

نیز باب فی الخمر میں ذیل میں حضرت سہل بن ابی حمزہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ جب تم اندازہ کیا کرو تو دو تہائی لے لیا کرو اور ایک تہائی چھوڑ دیا کرو۔ اگر تہائی نہ ہو تو چوتھائی چھوڑ دیا کرو۔

اسی طرح باب میں بخر من التمر کے ذیل میں حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ انھوں نے خیبر کا حال بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن رواحہ کو یہود کے پاس بھیجتے چنانچہ وہ بھل اچھی طرح نکل آنے کے بعد کھلے جانے سے پہلے انکا اندازہ لگاتے تھے۔

امام صاحب کی دلیل حضرت جابر کی مرفوع حدیث ہے جس کو امام لحادی نے روایت کیا ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں عن الخمر وقال اراکم ان ہلک التمر ایجب احکم ان یاکل مال اخیه بالباطل۔ اسی طرح حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں عن بیع کل ثمرۃ بخر من:

یہی احادیث مذکورہ سو حدیث کتاب بن اسید کا جواب تو ہم قول کے ذیل میں دیں گے۔ حدیث سہل بن ابی حمزہ اور حدیث عائشہ کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں کہ خمر کے سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں اور نہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے بجز یہود کے کہ ان کے معاملہ میں یہ عمل اس لئے تھا کہ وہ ناقابل اطمینان تھے۔ اور بتقدیر صحت یہ عمل منوہ ہے جس کی دلیل حضرت جابر کی مذکورہ بالا حدیث ہے۔ لان الخمر بعد الا اذۃ علامۃ الخمر :-

قولہ قال ابو داؤد الخ (۴۳۲) یعنی سعید بن المسیب جو حضرت عتاب بن اسید سے راوی ہیں، انھوں نے حضرت عتاب سے کچھ نہیں سنا۔ کیونکہ حضرت عتاب کی وفات اس دن ہے جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وفات پائی یعنی ۱۳ھ میں۔ قال محمد بن سلام النجفی وغیرہ جابر بن ابی بکر الی مکہ یوم ذی القعدہ اور حضرت سعید کی پیدائش خلافت عمرؓ میں ہے یعنی ۱۵ھ میں بلکہ بعض نے ان کا سن پیدائش ۲۵ھ ذکر کیا ہے۔ پس روایت منقطع ہے۔

سوال۔ حافظ دارقطنی فرماتے ہیں کہ اس کو داؤدی نے عن سعید عن السمر بن الخمرۃ عن عتاب قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ روایت کیا ہے جس میں انقطاع نہیں ہے۔

جواب۔ جب اپنا مطلب ہوتا ہے تو داؤدی قابل احتجاج ہو جاتا ہے اور جب ہم اس کا کوئی قول یا روایت پیش کرتے ہیں تو یہ لوگ چراغ پا ہو جاتے ہیں۔ اس کو بھی چھوڑیے حافظ ابوبکر بن العربی نے تو اس باب کے متعلق علی الاطلاق کہا ہے۔ لم یصح حدیث سعید ولا حدیث سہل بن ابی حمزہ ولا فی الخمر حدیث صحیح الا حدیث البخاری :-

باب ثالثا لا يجوز من الثمرة في الصدقة

(۳۲۲) حدثنا محمد بن يحيى بن خالد بن سعيد بن سليمان نا عباد عن صفیان بن حسين عن الزهري عن ابی امامة بن سهل عن ابيه قال سئل عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الجعور ولون الحبيق ان يوخذا في الصدقة قال الزهري لو بين من ثمر المدينة قال ابو داود اسندنا ايضا ابو الوليد عن سلمی بن كشير عن الزهري

ترجمہ

محمد بن یحییٰ بن فارس نے بند سعید بن سلیمان بنجدیث عباد بردایت صفیان بن حسین بطریق زہری بواسطہ ابوامامہ بن سهل ان کے والد حضرت سهل بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ میں جعور اور لون الحبیق لینے سے منع فرمایا زہری نے کہا ہے کہ یہ مدینہ کی کھجوروں میں سے دو قسمیں ہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اسکو ابو الولید نے بھی بواسطہ سلیمان بن کثیر امام زہری سے سنداً روایت کیا ہے۔ تشریح

۲۷۲

قول باب الخ۔ جعور یعنی جیم و سکون عین و ضم راہ بروزن عصفور ایک قسم کی ردی کھجور ہے۔ اسی طرح لون الحبیق یعنی حار و فتح بار سکون یا بروزن زبر بھی نہایت گھٹیا قسم کی کھجور ہے جو ابن حبیب کی طرف منسوب ہے جس کو بنات حبیب بھی کہتے ہیں۔ بقول امام نسبی یہ دونوں انتہائی ردی کھجوریں ہیں۔ اسی لئے ان کو زکوٰۃ میں لینے سے منع فرمایا۔ امام نسبی کی روایت میں ہے کہ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دلائیمو الحبیث منه تنفقون دستم بأخذ۔ الاغصوافیه۔ (اور قصہ نہ کرو گنہی چیز کا اس میں ہے کہ اس کو خرچ کرو حالانکہ تم اس کو سمجھو نہ لو گے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ)

باب کی دوسری حدیث عوف بن مالک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی کسی نے ایک گچھا حشف (یعنی خراب قسم کی کھجور) کھا لیا وہ پانچواں آپ نے اس میں لکڑی ماری اور فرمایا کہ جس شخص نے یہ صدقہ دیا ہے وہ اگر چاہتا تو اس سے بہتر دیتا یہ صدقہ دینے والا قیامت کے روز حشف کھائے گا۔ یعنی اگر خدا کی راہ میں چیز دی تھی تو بہتر اور عمدہ دی ہوتی، جیسا دے گا قیامت کے روز ایسا ہی بدلے پائے گا۔

(٢١٢) باب كم نوّدي في صدقة الفطر

(٣٢٣) حدثنا يحيى بن محمد بن السكن نا محمد بن جهم نا اسمعيل بن جعفر عن
عمر بن نافع عن ابيه عن عبد الله بن عمر قال قرأ رسول الله صلى الله عليه
وسلم زكاة الفطر صائاً فذكر بمعنى فالك زادو الصغير والكبير و امر بها ان
تؤدى قبل خروج الناس الى الصلوة، قال ابو داود
رواه عبد الله العمري عن نافع قال على كل مسلم ورواه سعيد الحمصي عن
عبيد الله عن نافع قال قال في من المسلمين والمشركين عبيد الله ليس فيه
من المسلمين

تجربہ

یحییٰ بن محمد بن السکن نے بسند محمد بن جعفر بن اسماعیل بن جعفر برادیت عمر بن نافع بطریق
نافع حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر
ایک صاع مقرر فرمایا۔ پھر حدیث مالک کی طرح ذکر کیا۔ اس میں اتنا زیادہ ہے۔ والیغیر
والکثیر۔ و امر بہا ان تو دی قبل خروج الناس الی الصلوة :-
ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو عبد اللہ عمری نے نافع سے روایت کیا ہے اس میں علی کل
مسلم ہے اور سیب جمحی نے نافع سے روایت کیا ہے اس میں من المسلمین ہے لیکن علی
سے جو مشہور ہے اس میں من المسلمین نہیں ہے :-۔ تیسری روایت
قول ابی الخ۔ اس باب میں صدقہ فطر کی مقدار بیان کر رہے ہیں۔ صدقہ فطر
کی بابت کئی امور قابل لحاظ ہیں۔ آدلی یہ کہ اس کی لغوی تحقیق کیا ہے ؟ دہم یہ کہ اس
کی شرعی حیثیت کیا ہے فرض ہے یا واجب ؟ سوم یہ کہ اس کا وجوب کس پر ہے ؟

چہارم یہ کہ وقت و وجوب اور کیا ہے؟ پنجم یہ کہ صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے ایک صاع یا نصف صاع؟ ششم یہ کہ صاع کی مقدار کیا ہے؟

بحث امر اول: صدقہ کے معنی عطیہ کے ہیں جس سے عند اللہ ثواب مقصود ہو۔ چونکہ اس کی ادائیگی صاحب صدقہ کی رغبت کا اظہار کرتی ہے اس لئے اس کو صدقہ کہتے ہیں جیسے صدق یعنی مہر کہ اس کی ادائیگی شوہر کی رغبت کا اظہار کرتی ہے۔ کلمہ فطر اسلامی لفظ ہے جس پر فقہاء کی اصطلاح قائم ہے۔ عام لوگ جو صدقہ فطر کے لئے لفظ فطرہ بولتے ہیں۔ لغوی نہیں بلکہ خود ساختہ ہے۔

سوال۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے۔ الفطرة بالكسر صدقة الفطر معلوم ہوا ہے کہ یہ لفظ بنایا ہوا نہیں ہے۔ جواب۔ صاحب قاموس نے بہت سی جگہ حقائق شرعیہ کو حقائق لغویہ کے ساتھ مخلوط کیا ہے۔ یہ قول بھی اغلاط قاموس میں شمار ہے۔

علامہ نووی نے تحریر میں کہا ہے کہ لفظ فطرہ مؤنث ہے اور غالباً فطرہ بمعنی فَلَطَتْ سے ماخوذ ہے۔ گویا بدن کی زکوٰۃ ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے شیخ ابن قتیبہ کا قول نقل کیا ہے۔ "قال المراد بصدقۃ الفطر صدقۃ النفوس مأخوذة من الفطرة التي هي اصل الخلقة۔"

سوال۔ اہل لغت نے بیان کیا ہے کہ فطر صوم کی ضد ہے۔ "فطر الصائم اكل و شرب کا فطر" و الصوم الامساك عن الاكل و الشرب و الکلام۔" (قاموس) معلوم ہو کہ لفظ فطر اسلامی نہیں جواب۔ اسلامی ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قبل از اسلام کسی نے اس کا تلفظ نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ ایک حقیقت شرعیہ ہے جس کو فطر صائم کے لئے اتم قرار دیا گیا جیسے لفظ ستوتہ کہ عبادت مخصوصہ کے لئے اس کا ظہور اسلام میں ہوا ہے۔ گو اسلام سے قبل اپنے معانی میں مستعمل تھا۔

بحث امر دوم: احناف کے یہاں صدقہ فطر واجب ہے نہ کہ فرض، کیونکہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے نہیں ہے فقہ فرض علی لا اعتقادی، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک فرض ہے۔ حافظ عبد الرزاق نے حضرت عطاء سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن سیرین سے ابو العالیہ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ بلکہ علامہ ابن المنذر وغیرہ نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ دعویٰ اجماع عمل فطر ہے کیونکہ ابراہیم بن علیہ اور ابو بکر بن کیسان الامام اس کے قائل ہیں کہ صدقہ فطر کا وجوب منوش ہے۔ دلیل سنن نسائی وغیرہ

ع قال علی النعمانی و یقال للخروج منها فطرة بكسر الفاء وهي مولدة لا عریة ولا معریة بل اصطلاحیة للفقہاء فی حقیقة شرعیة علی النعمان کا مصلاة و الزکاة و الزکاة۔

کی حدیث تیس بن سعد بن عبادہ ہے: "قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصدقة الفطر قبل ان تستل الزکوة فلما نزلت الالاکة لم یامرنا ولم یهتدنا ونحن نفعده"
 نیز حضرت حسن بصری اور سعید بن اسلم سے منقول ہے کہ صدقہ فطر اسی پر واجب ہے جو روزہ رکھے یعنی بچہ پر واجب نہیں۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ صدقہ فطر انہیں پر واجب ہے جو نماز روزہ کی طاقت رکھتے ہوں۔ امام زہریؒ لیث، ربیعہ سے منقول ہے کہ صدقہ فطر صرف شہر لوں پر واجب ہے۔ مالکیہ نے امام اشعوب سے نقل کیا ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔ شوافع میں سے ابن السمان اور بعض اہل نفاہر بھی اسی کے قائل ہیں۔ بہر کیف اس نزاع سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں۔

جو لوگ صدقہ فطر کی فرضیت کے قائل ہیں ان کا استدلال حدیث ابن عمرؓ سے ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض زکوة الفطر من رمضان علی الناس اھ"۔ صحیحین، نیز باب زکوة الفطر میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے: "فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوة الفطر طہرۃ للصائم من اللغو والرفث اھ"۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی، حاکم)

احناف کی دلیل حضرت ثعلبہ بن صیرؓ کی حدیث ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ادا صدقة الفطر صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر او نصف صاع من بر او ادا ابو داؤد، حاکم، دارقطنی، طحاوی، احمد، عبد الرزاق، طبرانی، بیہقی بالفاظ مختلفہ و طرق متعدده"۔ یہ حدیث اخبار آحاد میں سے ہے جس سے وجوب ہی ثابت ہو سکتا ہے نہ کہ فرضیت کیونکہ یہ دلیل قطعی نہیں ہے۔ حدیث کی پوری بحث "باب من ردی نصف صاع من تمح کے ذیل میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

۲۷۵

اور حدیث فرضیت کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں لفظ فرض کے اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ کہنئی قدر ہے جو بقول شیخ ابن دین العید لغت میں اس کے اصلی معنی ہیں چنانچہ صحیحین میں یہی حدیث: "امر بزکوة الفطر" الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے۔ حاکم نے متدرک میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر صا رفا

عہ استدلال بہا بحدیث ابن عباسؓ مرفوعاً: "صدقۃ الفطر طہرۃ للصائم من اللغو والرفث اھ"۔ آخرہ ابوداؤد و حلیب بان ذکر التطہیر خرج علی الغالب کا انہا تجب علی من لم ینب کتحقق الصلاح ابن اسلم قبل غروب الشمس بمجلۃ ۱۲ فتح الباری۔
 عہ قال الامام المحموبی و احباب الاسلام سبعة صدقة الفطر و نفقة ذوی الارحام و الوتر و الاضحية و العمرۃ و خدمۃ الوالدین و خدمۃ المرأة و زوجه ۱۲ البجہرۃ۔

بطن کہ بنا دی ان صدقۃ الفطر حق واجب علی کل مسلم اھ۔ اس کو حاکم نے صحیح الاثر اندانا ہے اور ظاہر ہے کہ جو امر دلیل قطعی سے ثابت ہو وہ مفید و موجب ہی ہوتا ہے۔ نیز اس بات پر اجماع ہے کہ منکر صدقۃ فطر کا فرض نہیں ہے۔ اگر یہ فرض ہوتا تو یقیناً اس کا منکر کا فرض ہوتا۔

بحث امر سوم۔ احناف کے یہاں صدقۃ فطر ہر آزاد مسلمان پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہو، اور وہ نصاب اس کی اور اس کے اہل و عیال کی ضروریات خانگی، مسکن، لباس، ہتھیار وغیرہ سے فاضل ہو۔ اور یہ خود اس کی جانب سے اور اس کے نادار بچے، خدام، مدبر ام و دلہ کی جانب سے واجب ہے۔ اس کی بیوی اور مالدار اولاد اور عہدہ مکاتب و عہدہ شریک کی طرف سے واجب نہیں۔

حریت کی شرط اس لئے ہے تاکہ تملیک متحقق ہو سکے اور اسلام کی شرط اس لئے ہے کہ صدقۃ قربت واقع ہو سکے۔ حدیث کے الفاظ "من المسلمین" سے یہی ثابت ہے کہ وجوب صدقۃ فطر کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے جس کی تشریح قول ۳۳ میں آ رہی ہے۔

۱۔ مالک نصاب ہونا اس لئے شرط ہے کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ لا صدقۃ الا عن ظہر عنی۔ (راحمہ فی سندہ عن ابی ہزیرۃ، بخاری تعلیقاً، امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ایک ہوم کی خوراک سے زائد کا مالک ہو اس پر بھی صدقۃ فطر ضروری ہے مگر حدیث مذکور ان پر محبت ہے۔

۲۷۶

پھر داؤد ظاہری کے یہاں حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہ کی حدیث کے الفاظ۔ علی العبد والحر اھ۔ کے پیش نظر غلام کا صدقۃ خود اسی پر واجب ہے۔

امام شافعی کے یہاں اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ غلام پر اس کا صدقۃ ابتداء ہی واجب ہے۔ دوم یہ کہ واجب تو اسکی پر ہے لیکن اس کا تحمل اس کا آقا کرے گا۔ امام بخاری کا میلان بھی اسکی طرف ہے۔

ہماری دلیل حضرت ابو ہریرہ کی مرفوع حدیث ہے۔ "لیس فی العبد صدقۃ الا صدقۃ الفطر" ایک اور روایت میں ہے۔ "لیس علی المسلم فی عہدہ ولا فرسہ صدقۃ الا صدقۃ الفطر والرقیب" (آخر جہلم، اس کا مقتضی یہی ہے کہ غلام کا صدقۃ فطر اس کے آقا پر ہے۔ اور جن احادیث

عہ قال ابن الہمام ولا خلاف فی المعنی فان الافتراض الذی یشبہہ لیس علی وجہ کفر جاحدہ فہو معنی الوجوب الذی نقول بہ غایۃ ان الفرض فی اصطلاحہم اعم من الواجب فی عرفنا نا طلقنا علی احد جزایہ ۱۲ مرتباً۔ عہ فا قال ابن ہزیرۃ لم یدل دلیل علی اعتبار النصاب فیہا لانہا زکوۃ بدنیۃ لا مالیۃ فخر صحیح ۱۲۔ عہ فانا قال یجب علی المید ان یکن العبد من الاکتساب لہا کما یجب علیہ ان یمکن من الصلوۃ ۱۲ فتح الباری۔

میں کلمہ علی وارد ہے۔ ان میں علی بمعنی عن ہے کقولہ ۵ اذ ارضیت علی بنو تشریح
 عمرائد اعجمی رضی اللہ عنہما۔ بالخصوص جبکہ دیگر احادیث میں کلمہ عن کی تصریح بھی موجود ہے
 احناف، سفیان ثوری اور ابن المنذر کے نزدیک عورت کا صدقہ فطر خود اسکا پردا جب
 ہے خواہ اس کا شوہر ہو یا نہ ہو۔ امام شافعی، امام مالک، امام احمد، لیث بن سعد اور احنق
 بن راہویہ کے نزدیک عورت کا صدقہ اس کے شوہر پردا جب ہے اور دلیل وہ روایت ہے
 جس کو امام شافعی نے کتاب الام میں بطریق محمد بن علی روایت کیا ہے۔ اس میں من تونون
 کی زیادتی ہے۔ لیکن یہ روایت مرسل ہے جس کی جمہوریت میں خود امام شافعی کو کلام ہے اور
 حافظ بیہقی نے اس روایت میں گو حضرت علی کو ذکر کیا ہے مگر یہ روایت منقطع ہے اور
 بیہقی نے حضرت ابن عمر سے جو حدیث روایت کی ہے بقول حافظ اس کی اسناد ضعیف ہے
 بحث اخیر چارم۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ صدقہ فطر کے وجوب کا وقت
 آخر رمضان میں غروب شمس ہے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں بروایت مالک حضرت ابن عمر کی حدیث کے
 الفاظ: "فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکاة الفطر کے بعد لفظ من رمضان آیا ہے۔
 وقت الفطر من رمضان ہو غروب شمس قبلہ الفطر۔ سفیان ثوری، امام احمد، احنق بن ابراہیم
 اور امام شافعی کا قول جدید اور امام مالک سے ایک روایت یہی ہے۔ امام ابو حنیفہ، لیث بن
 سعد اور امام شافعی کا قول قدیم اور امام مالک سے دوسری روایت یہ ہے کہ صدقہ فطر کے
 وجوب کا وقت طلوع فجر ہے کیونکہ رات محل صوم نہیں ہے اور فطر حقیقی کا ظہور طلوع فجر کے
 بعد کھانے پینے سے ہو گا نہ کہ اس سے قبل قال الحافظ رقیہ قولہ فی حدیث الباب
 و امر بہا ان تؤدی قبل خروج الناس الى الصلوة ۶

پھر ہمارے عام اصحاب کے نزدیک نفس امار کا وقت تو جس عمر ہے جب بھی دیگا
 ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ ادا صدقہ فطر کا حکم مطلق ہے جس میں وقت کی کوئی قید نہیں
 البتہ مستحب یہ ہے کہ عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے پہلے ادا کر دے کیونکہ حضرت
 ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ فطر ادا کرنے کا
 حکم دیا اس سے پہلے کہ لوگ عید کی نماز کے لئے نکلیں:

اور اگر کسی نے عید کے روز ادا نہ کیا تو اس کے ذمہ ہے صدقہ ساقط نہ ہو گا بلکہ واجب
 ہی رہے گا۔ لیکن حسن بن زیاد کے نزدیک اس کی ادائیگی کا وقت عید ہی کا دن ہے

۵ کافی حدیث ابن عباس عنہما بطعن فی سندہ: اوداعن کل حرد عبد اھۃ و کما فی
 روایت عبد اللہ بن مسعود السبقی بلفظ عن، قال ابیخ وقد استدل علی ہذا المقام ایضاً بحديث عمار
 بن مالک عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صدقۃ علی الرجل فی فرسہ ولا
 فی عبدہ الا زکاة الفطر ۶ رواہ الدارقطنی ۱۲ نصب الراية

طلوع فجر سے غروب آفتاب تک۔ اگر اس دن میں ادا نہیں کیا تو ساتھ ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے عید کے دن سے پہلے ہی ادا کر دیا تو یہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر عید سے ایک دو دن پہلے ہی ادا کر دیتے تھے۔ امام شافعی کے نزدیک تعمیل ہی مستحب ہے مگر حسن بن زیاد کے نزدیک تعمیل جائز نہیں۔ خلف بن ابوب سے منقول ہے کہ رمضان شروع ہونے کے بعد تعمیل جائز ہے اس سے پہلے جائز نہیں۔

بحث امرہ مخم ہمارے یہاں گیسوں، گیسوں کے آٹے، ستوا در شمش سے صدقہ فطر کی مقدار نصف صاع ہے اور کھجور اور جو سے ایک صاع۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ان تمام اشیاء میں ایک صاع واجب ہے۔ اس کی مفصل بحث: باب من ردی نصف صاع من قح کے ذیل میں آئے گی۔

بحث امر ششم: صاع، صووع، جمعہ اصووع، دکیاب و ابواب، اصووع، اصووع، صووع، ضیعان۔ سارھے تین سیر کا ایک پیانہ ہے جو باعتبار ارطال آٹھ رطل، باعتبار آنداد چار مد، باعتبار درہم ایک ہزار چالیس درہم، باعتبار مثاقیل سات سو بیس مثقال اور باعتبار استار ایک سو ساٹھ استار کا ہوتا ہے۔

قال الشافعی اعلم ان الصاع اربعة امداد والمد رطلان والرطل نصف من دالمن بالدرہم امة دستون درہم ہا الاستار رجون والاستار کبیر الہمزہ بالدرہم ستہ ونصف بالمثاقیل اربعة ونصف کذا فی در البجار فالمد والمن سوار کل منہما رلج صاع رطلان بالعراقی والرطل امة دستون درہم

۲۷۸

یعنی صاع چار مد کا، مد دو رطل کا، رطل نصف من کا اور من بحساب درہم ایک سو ساٹھ درہم کا اور بحساب استار چالیس استار کا ہوتا ہے۔ استار کبیر ہمزہ بحساب درہم ساٹھ چھ درہم اور بحساب مثقال ساٹھ چار مثقال کا ہوتا ہے۔ پس مد اور من برابر ہیں۔ ان میں کبیر ایک چوتھائی صاع کی برابر ہے جو دو رطل عراقی کے برابر ہے۔ اور رطل ایک سو ساٹھ درہم کی برابر۔ مقدار صاع کی بابت اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ یہ چار مد کا ہوتا ہے لیکن

عہ دوہ قولہ ان ہذا حق معروف یوم الفطر فیمقتضی ادائہ بہ کالاضحیۃ ۱۲ ہذل عہ دیکل علی ذلک ما اخرجہ البخاری فی الوکالۃ وغیرہا عن ابی ہریرۃ قال دکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحفظ لکۃ صاعا وھذہ فیہ انہ اسک الشیطان ثلاث لیلال دہو یاخذ من التمر فذل علی انہم کانوا یجملونہا وعلکہ لمجوز فی فاسد علی جواز تاخیرہ عن یوم الفطر ویمثل ظاہر من ۱۲ فتح الباری۔

عہ دوہ قولہ ان وقت وجوب ہذا الحق ہو یوم الفطر کان تعمیل ادار الواجب قبل وجوب دانہ متنع بتعمیل الاضحیۃ قبل یوم الفطر ۱۲ ہذل

للعہ دوہ قولہ ان ہذہ فطرۃ عن الصوم فلا یجوز تقدیمہا علی وقت الصوم ۱۲ ہذل۔

مردود طرح کا ہوتا ہے۔ ایک عراقی جس کی مقدار دو رطل ہوتی ہے۔ رطل عراقی بیس لتار کا ہوتا ہے اور ایک استارچہ درہم اور دو دانق کا۔ پس ایک صاع آٹھ رطل کا ہوا۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہی معتبر ہے۔

دوسرا حمازی جو ایک رطل اور تہائی رطل کا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ایک صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا ہوا۔ امام ابو یوسف، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ قول میں جو صاحب کتاب نے یہ نقل کیا ہے۔ سمعت احمد بن حنبل یقول یقول الصاع خستہ ارطال قال ابو داؤد وہو صاع ابن ابی ذئب۔

یہ اس پر مبنی ہے کہ امام احمد نے کسر کو شمار نہیں کیا اس لئے صرف پانچ رطل فرمایا دلیل صاحب کتاب کا قول۔ وہو صاع ابن ابی ذئب ہے۔ کیونکہ صاع ابن ابی ذئب پانچ رطل اور تہائی رطل ہے۔ چنانچہ صاحب کتاب نے۔ باب مقدار المار الذی یجوز بہ النسل کے ذیل میں امام احمد سے نقل کیا ہے ان قال صاع ابن ابی ذئب خستہ ارطال وثلاث۔

اور قول میں امام احمد سے اس کی تصریح کی ہے کہ آپ فرماتے تھے جو شخص ہمارے اس رطل دینی رطل بغدادی سے صدقہ فطر ادا کرے اور پانچ رطل اور تہائی رطل دے تو اس نے اپنا صدقہ فطر کامل طور پر ادا کر دیا۔

بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ طرفین اور امام ابو یوسف کے درمیان حقیقی اختلاف نہیں صرف تعبیر کا فرق ہے۔ کیونکہ امام ابو یوسف نے صاع کا اندازہ مدنی رطل سے کیا ہے جس میں استار کا ہوتا ہے اور عراقی میں استار کا۔ پس جب آٹھ رطل عراقی کا ۱۰ رطل مدنی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو دونوں برابر ہوتے ہیں کیونکہ میں استار کو آٹھ میں ضرب دینے سے ایک سو ساٹھ ہوتے ہیں اور پانچ کو تیس میں ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہیں اور تیس کا تہائی یعنی دس ملانے سے ایک سو ساٹھ استار ہو جاتے ہیں۔

پھر بعض حضرات نے اس کی تصدیق بھی کی ہے۔ اس واسطے کہ امام محمد نے امام ابو یوسف کا اختلاف ذکر نہیں کیا۔ اگر اختلاف ہوتا تو اپنی عادت کے مطابق ضرور ذکر کرتے قال الشافعی۔ وہذا هو الاشبه لان محمد الم یذکر خلاف ابی یوسف ولو کان لذکرہ لانہ اعرف بمذہبہ۔

مگر صاحب مینا سچ نے کہا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی ہے اور سب کے نزدیک رطل عراقی ہی معتبر ہے چنانچہ جو ماہرین ہیں۔ نقد فی کتاب العشر وخراج خستہ ارطال وثلاث رطل بالعراقی۔ اسرار میں ہے۔ خستہ ارطال کل رطل ثلاثون استاراً ثانیۃ ارطال کل رطل عشرون استاراً۔

امام ابو یوسف اور ان کے ہم خیال حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرض

کیا گیا: یا رسول اللہ! صاعنا صغیرا یصعنا و صدنا اکبر الامداد! کہ ہمارا صاع سب صاعوں سے چھوٹا اور ہمارا صد سب صدوں سے بڑا ہے۔ آپ نے اس پکڑی بکیر نہیں فرمائی بلکہ یہ دعا فرمائی: اللہم بارک لنا فی صاعتنا و بارک لنا فی قلیلنا و کثیرنا و اجعل لنا مع البرکۃ برکتین۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس میں بیان واضح ہے اس بات کا کہ صد فی صاع سب سے چھوٹا صاع ہے۔

مسلم ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع پانچ رطل اور ثلث رطل کا تھا کیونکہ سب سے چھوٹے صاع کی مقدار یہی ہے۔

حافظ بیہقی نے حسین بن الولید قرظی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف حج سے واپسی پر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم پر ایک بڑی اہم علمی بات واضح کرنا چاہتا ہوں جس کی میں نے تفتیش کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منیہ کی لوگوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کی بابت پوچھ گچھ کی۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارا یہ صاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کے برابر ہے۔ میں نے کہا، دلیل کیا ہے؟ لوگوں نے کہا، دلیل کل پیش کریں گے۔ چنانچہ اگلے روز ابنہا جبرین میں سے تقریباً پچاس آدمی حاضر ہوئے جن میں سے ہر ایک کے پاس چادر میں ایک ایک صاع تھا اور ہر ایک نے اپنے آہار و اہل بیت سے نقل کیا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کے برابر ہے۔ میں نے ان کو دیکھا تو وہ سب برابر تھے پھر میں نے ان کا اندازہ کیا تو وہ پانچ رطل اور ثلث رطل اور اس سے کسی قدر کم تھے۔ پس میں نے اس بات کو مضبوط پایا اور اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہ کا قول ترک کر کے اہل مدینہ کے قول کو اختیار کر لیا۔

حافظ ابن الجوزی نے تحقیق میں امام شافعی اور امام احمد کے مسلک پر حدیث کعب بن عجرہ سے استدلال کیا ہے۔ ان بنی علیہ السلام قال لہم ثلاثۃ ایام و اطعم ستۃ ماکین کل مسکین نصف صاع۔ اس کو حنفی نے روایت کیا ہے۔ دوسری روایت میں ان کے الفاظ یہ ہیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اطعم فرقا بین ستۃ و بیہدی ستۃ و یوم ثلاثۃ ایام۔ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ حدیث میں لفظ نصف صاع پہلے ہی جمعیت ثلث لے لیا ہے کہ ایک فرق بارہ مکہ کا ہوتا ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ ایک فرق سولہ رطل کا ہوتا ہے۔ اور صاع ایک فرق کا تہائی یعنی پانچ رطل اور ثلث رطل اور صد ایک رطل اور ثلث رطل کا ہوتا ہے۔

عنہ روایہ ابن حبان فی صحیحہ فی النوع التاسع والعشرين من القسم الرابع عن ابن خزيمة بنہ عن العلاء عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ۱۲ نصب الراية عنہ قال ابی الخ ان الہام فی فیجۃ القہ بردلا اعجب من ہذا الاستدلال شیء ۱۲۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدینہ دو وطنوں سے حضور اور ایک صاع یعنی آٹھ رطل سے غسل فرماتے تھے۔ چنانچہ دارقطنی نے سنن میں حضرت انس سے اور ابن ہدی نے "اکمال" میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے: "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤمئذ بالمدینین یغتسل بالصاع ثمانیۃ ارطال"۔

حدیث ابوداؤد میں حدیث انس کے الفاظ یہ ہیں: "کان ابنی صلی اللہ علیہ وسلم یؤمئذ بالمدینین یغتسل بالصاع اھ"۔ نیز دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے: "جرت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغسل من الجنبۃ صاع من ثمانیۃ ارطال و فی الوضوء رطلان"۔ امام طحاوی نے حضرت عائشہؓ کی ایک دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو موصوف نے شرح اہل بیت میں اور امام نسائی نے سنن میں عن موسیٰ الجعفی عن مجاہد بن یوسف روایت کیا ہے: "قال و غلت علی عائشۃ فاستغنی بفضا قاتی بعض ثلث عائشۃ کان ابنی صلی اللہ علیہ وسلم یغتسل بمثل ذلک قال مجاہد فخررتہ فیما اخرز ثمانیۃ ارطال تسعۃ ارطال عشرۃ ارطال اھ"۔

نیز ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں عن الحجاج بن ارطاة عن الحكم عن ابراہیم روایت کیا ہے: "قال کان صاع ابنی صلی اللہ علیہ وسلم ثمانیۃ ارطال و مدہ رطلین"۔

حضرت عمر فاروقؓ کے صاع کی مقدار بھی یہی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن شیبہ نے مصنف میں حسن بن صاع سے نقل کیا ہے: "یقول صاع عمر ثمانیۃ ارطال و قال شریک: اکثر من سبعة ارطال و قال ابن ثمانیۃ: امام طحاوی روایت کے الفاظ: الحجاجی صاع عمر بن الخطاب: ذکر کرنے کے بعد ابراہیم نخعی سے نقل کرتے ہیں: غیر انصاع فوجدناہ حجاجیا، والحجاجی عندہم ثمانیۃ ارطال بالبغدادی:۔

ان تمام روایات میں تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع آٹھ رطل کا تھا اور فاروقی صاع کی مقدار بھی یہی تھی و درہمی صاع کا ثبوت نقل صحیح سے ہے نہیں اس کا ثبوت تو بقول امام اہلک، عبد الملک بن مروان کے اندازہ سے ہے اس لئے فاروقی صاع پر عمل کرنا ادلی ہو گا۔ پھر: صاع بایں سخی اصغر الصیحان بھی کہ اہل مدینہ صاع ہاشمی استعمال کرتے تھے جو تیس رطل کا تھا اسی لئے اس صاع کو رطل ہاشمی بھی کہا جاتا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عہ مصنف ابن ہدی، عمر بن موسیٰ عن البخاری و النسائی و ابن سین و انعم ۱۲ جو عن شریک و جو مختلف فیہ ۱۲ عہ قال الطحاوی: قالوا: لم یثبک مجاہد فی الثمانیۃ انما شک فیما فوقہا فثبت الثمانیۃ بہذہ الحدیث و اتفق ما فوقہا یصلق سے و کان صاع عمرۃ نقد الی زمن الحجاج فاخرجہ و کان یمن علی اہل العراق یقول فی خطبۃ باہل العراق یا اہل الشقاق و النفاق و مساوی الاخلاق الم اخرجکم صاع عمر و لہ لک سخی حجاجیا۔ و انما ہر انہ کان صاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان عمر لا یخالف فی شیء کفایہ للعہ قال الطحاوی و سمعت ابی حزم ینکر عن اہلک قال ہر سخی عبد الملک بصاع عمر ۱۲ نصب الراية۔

کے یہاں مریع نفقات و صاع صدقات مختلف تھے تو جس صاع کی مقدار پانچ رطل اور تہائی رطل منقول ہے وہ صاع نفقات پر محمول ہے۔ (ہذا دالہ علیہ)

ابو عبد الرحمن عبد اللہ عمری کی روایت کی تخریج دارقطنی نے بطریق قولہ قال ابو داؤد و ابن ماجہ

عمر بن نافع عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقۃ الفطر علی کل مسلم و عبد بن عبد الرحمن جمی کی روایت متدرک میں باہر الفاظ ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض زکوۃ الفطر صاعاً من تمر و صاعاً من بر علی کل حر و عبید کوا و انقی من المسلمین اس کو دارقطنی نے بھی سنن میں روایت کیا ہے لیکن سنن دارقطنی کے بعض نسخوں میں عن عبد اللہ عن نافع ہے جو غلط ہے۔ صحیح عبید اللہ ہے۔

قولہ ما المشہور الخ۔ یعنی عبید بن عبد الرحمن جمی نے عبید اللہ سے روایت کرتے ہوئے جو لفظ من المسلمین۔ زائد ذکر کیا ہے یہ عبید اللہ سے مشہور نہیں ہے۔ چنانچہ امام مسلم نے بطریق عبد اللہ بن نمیر بطریق ابواسامہ اور صاحب کتاب نے بطریق جمی بن سعید و بشر بن الفضل اور بطریق ابان بن عبد اللہ عن نافع عن ابن عمر۔ روایت کی تخریج کی ہے لکن ان میں سے کسی نے بھی لفظ من المسلمین۔ ذکر نہیں کیا۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ زیر بحث حدیث کو حضرت نافع سے امام مالک، عمر بن نافع، ابو عبد الرحمن عبد اللہ عمری اور عبید اللہ بن عمر نے روایت کرتے ہوئے لفظ من المسلمین میں اختلاف کیا ہے۔ امام مالک کی اکثر روایات میں یہ لفظ مذکور ہے بجز قتیبہ بن سعید کی روایت کے کہ انھوں نے امام مالک سے اس لفظ کو ذکر نہیں کیا۔ اسی لئے نام ترمذی ابو طلحہ رقاشی، محمد بن و فہاح اور ابن صلاح وغیرہ نے علی الاطلاق کہا ہے کہ حضرت نافع سے اس لفظ کی روایت میں امام مالک متفق ہیں۔ لیکن حافظ ابن عبد البر اور حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ امام مالک کے تفرک کا دھوئی صحیح نہیں۔ اس واسطے کہ حضرت نافع سے امام مالک کے علاوہ ایک جماعت نے اس لفظ کو روایت کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے صحیح میں عمر بن نافع سے، امام طحاوی، دارقطنی اور حاکم نے کثیر بن فرقہ سے، دارقطنی اور حاکم نے عبید اللہ بن عمر سے، امام مسلم نے ضحاک بن عثمان سے، امام طحاوی نے یونس بن یزید سے ابن حبان نے معی بن اسماعیل سے، دارقطنی نے ابن ابی یسلی سے اور دارقطنی و ابن الجارود نے عبد اللہ عمری سے۔ عن نافع عن ابن عمر۔ روایت کرتے ہوئے اس لفظ کو ذکر کیا ہے تو حضرت نافع سے امام مالک کے علاوہ آٹھ حضرات اس لفظ کو روایت کیا جو ابھی امام مالک کے تفرک کا دھوئی غلط ہے۔

صاحب کتاب کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن عمر سے روایت کرنے والوں میں سعید بن جبہ، جحیٰ نے اس لفظ کو روایت کیا ہے اور عبید اللہ بن عمر کی روایت میں یہ لفظ مشہور نہیں۔ مگر یا اس لفظ کو عبید اللہ سے روایت کرنے میں سعید متغرد ہے۔ لیکن سنن دارقطنی میں سفیان ثوری نے سعید کی متابعت کی ہے۔

بہر کیفیت حدیث میں: من المسلمین کی زیادتی صحیح ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وجوب صدقہ فطر کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔ کافر پر واجب نہیں۔ یہ تو متفق علیہ ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مسلمان پر اس کے کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے یا نہیں؟ سو مجہور عدم وجوب کے قائل ہیں۔ لیکن عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور امام ابو حنیفہ وجوب کے قائل ہیں واسند لا یجوز قولہ: لیس علی المسلم فی عبده صدقۃ الا صدقۃ الفطرۃ۔

(۳۲۴) حد ثنا مسددان یحییٰ بن سعید و بشر بن المفضل حد ثنا ہم عن عبید اللہ ح ونا موسیٰ بن اسماعیل نا ابان عن عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه فرض صدقة الفطر صاعاً من شعیر او تمر علی الصغیر و الکبیر و الحر و المملوک زاد موسیٰ و الذکر و الانثی
۲۸۳ قال ابو داؤد قال فیما یوب و عبد اللہ یعنی العمری فی حدیثہما عن نافع ذکر و انثی ایضاً

ترجمہ

مسدد نے بند یحییٰ بن سعید و بشر بن المفضل اور موسیٰ بن اسماعیل نے بند ابان بردایت عبید اللہ بطریق نافع بواسطہ عبید اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے صدقہ فطر مقرر کیا ایک صاع جو یا کھجور سے چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام پر۔ موسیٰ نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ مرد اور عورت پر۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یوب اور عبد اللہ عمری نے نافع سے روایت کرتے ہوئے یہی حدیث میں: ذکر و انثی الغلط ذکر کئے ہیں۔۔۔ تشریح

قولہ قال ابو داؤد و انہ یعنی جس طرح عمر بن نافع نے اپنے والد نافع سے جملہ الذکر و الانثی

عہ قال الحافظ ذہل بخبر جہا عن فیہ کستولد المسکة مثلاً نقل ابن السنہ فیہ الاجماع علی عدم الوجوب مکن فیہ وجہ لثانیۃ ۱۲ فتح الباری۔

الانی: ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ایوب سختیانی اور عبداللہ عمری نے بھی ذکر کیا ہے۔ روایت
ایوب کی تخریج بخین نے اور روایت عبداللہ عمری کی تخریج دارقطنی نے سنن میں کی ہے
رواق حدیث کی تفصیل قول سابق میں گزر چکی۔

(۳۲۵) حدثنا عبد اللہ بن مسلمة نا داؤد بن قیس عن عیاض بن عبد اللہ
عن ابوسعید الخدری قال کنا فخر ج اذا کان فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم زکاة الفطر عن کل صغیر وکبیر حر او مملوک صاعاً من طعام او صاعاً
من اقط او صاعاً من شعیر او صاعاً من تمر او صاعاً من زبيب فلم نزل
فخر جہ حتی قدم معاویة حاً جا او معتمراً فکلم الناس علی المنبر فکان فیما
کلم بہ الناس ان قال انی اری آت مدائن من سمراء الشام تعدل صاعاً من
تمر فاخذ الناس بذلک فقال ابوسعید فاما انا فلا ازال اخرج ابداً ما عشت
قال ابو داؤد سمعنا ابن علیة وعبدہ وغیرہما عن ابن اسحق عن عبد اللہ
بن عبد اللہ بن عثمان بن حکیم بن حزام عن عیاض عن ابی سعید بمعناہ
وذکر رجل واحد فیہ عن ابن علیة او صاع حنطة و لیس بمحفوظ

۲۸۴

ترجمہ
عبداللہ بن مسلمہ نے بسند داؤد بن قیس بزدایت عیاض بن عبد اللہ حضرت ابوسعید خدری
سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے تو ہم صدقہ
فطر ہر چھوٹے بڑے آزاد اور غلام کی طرف سے آناج یا پنیر یا حب یا کھجور یا کشمش کا ایک صاع
دیتے تھے اور پھر ہم اسی طرح دیتے رہے یہاں تک کہ سادیہ حج یا عمرہ کے لئے آئے اور
انھوں نے منبر پر لوگوں سے بیان کیا کہ میری رائے میں دو دیکھیں جو شام سے آتے
ہیں ایک صاع کھجور کے برابر ہیں۔ پس لوگوں نے اسی کو اختیار کر لیا۔ لیکن میں تو اپنی
ذندگی تک ایک ہی صاع دیتا رہا ہوں گا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابن علیہ اور عبدہ وغیرہ نے بطریق ابن اسحاق بروایت عبداللہ بن
عبداللہ بن عثمان بن حکیم بن حزام بواسطہ عیاض حضرت ابوسعید سے اسی طرح روایت
کیا ہے۔ اس میں صرف ایک شخص نے۔ او صاع حنطة ذکر کیا ہے جو غیر محفوظ ہے۔ تشریح
قول صاعاً من طعام الخ۔ علماء اخاف کے یہاں طعام سے مراد اس کے عام معنی ہیں یعنی غلہ، آناج،
اس صورت میں اس پر مابعد والی اشیاء کا عطف از قبیل عطف خاص علی العام ہوگا۔ شوافع
کے نزدیک طعام سے مراد خاص طور پر کھجور ہیں۔ اسکے متعلق ہم اب باب میں کچھ عرض کر سکتے ہیں۔

قولہ اوصاعا من اقط الخ۔ آقط، اقط پنیر کو کہتے ہیں۔ اس کی بابت علماء کا اختلاف ہے کہ صدقہ فطر میں پنیر دینا جائز ہے یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عبیدہ پنیر دینا جائز نہیں بلکہ اس کی قیمت دی جائے گی۔ قال فی البدائع واما الاقط فتعبر فیہ القیۃ لا بحری الا بانہ القیۃ: امام مالک اور امام احمد ظاہر حدیث کے پیش نظر فرمانے ہیں کہ پنیر کا ایک صاع دینا جائز ہے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اور چیز اپنے فو پنیر دے سکتا ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں پنیر دینا اچھا نہیں سمجھتا۔ اور کوئی ایک صاع پنیر دے تو اس پر اعانہ ضروری ہے یا نہیں؟ اس کی بابت مجھے شکاف نہیں۔ خدامہ یا دروی کا خیال ہے کہ شہریوں کے لئے پنیر دینا جائز نہیں ہاں دیہات میں کے لئے جائز ہے و تعقید المنودی فقال قطع الجہود بان الخلاف فی الجمع۔

یعنی زیر بحث حدیث کو اسمعیل بن ابراہیم، ابن علیہ، عبد بن سلیمان (۳۳۶) قولہ قال ابو داؤد الخ۔ ارکلابی اور احمد بن خالد دیکھنے میں بھی اسی طرح روایت کیا ہے جیسے اوپر مذکور ہوئی یعنی صاعا من طعام۔ اس حدیث میں لفظ اوصاعا من حنظل: ابن علیہ سے صرف ایک شخص نے یعنی یعقوب و درقنی نے روایت کیا ہے جو غیر محفوظ ہے۔ یعقوب و درقنی کی روایت کی تخریج دارقطنی نے سنن میں کی ہے۔ و لفظ صاعا من تمر اوصاعا من حنظل: اوصاعا من شعیرا: اور اس کو حاکم نے متدرک میں بطریق احمد بن حنبل عن ابن علیہ روایت کیا ہے۔ حدیث ابوسعید خدری پر مفصل کلام: باب من ردی نصف صاع من تمح تکے ذیل میں آ رہا ہے۔

۲۸۵

(۳۲۶) حدثنا مسدد بن اسمعیل لیس فیہ ذکر الحنظل، قال ابو داؤد وقد ذکر معاویۃ بن ہشام فی هذا الخبر عن الثوری عن زید بن اسلم عن عیاض عن

ع قال الا زہری یخذ من اللبن المہین یطبخ ثم یرک حتی یتصل ۱۲ عون عنہ روایت عند الطحاوی ۱۲ عون سے قال الشیخ تقی الدین قال ابن خزمیہ ذکر الحنظل فی الخبر غیر محفوظ دلاوری میں ابوہم و قول الرجل او مدین وال علی ان ذکر الحنظل فی اول الخبر خطا و دوم اذ لو کان صحیحاً لم یکن لقولہ او مدین من تمح معنی و عولی، یعنی بقول الرجل ما وقع فی روایت الدار قطنی: فقال لرجل من القوم او مدین من تمح قال لا تلک قیۃ معاویۃ لا قبلہا ولا عمل بہا: ۱۲

للف قال الشیخ دلم اجد روایت معاویۃ بن ہشام القدی فیہا ذکر نصف صاع من بر فیما عندی من الکتاب ۱۲ بذل۔

ابی سعید نصف صاع من بروہو و ہم من معاویہ بن ہشام
او من سواہ عنہ

ترجمہ

مسدوئے بسند اسماعیل روایت کیا ہے اس میں خط کا ذکر نہیں ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ معاویہ نے اس حدیث میں بروایت ثوری بطریق زید بن اسلم بواسطہ عیاض حضرت ابو سعید سے نصف صاع من برہ ذکر کیا ہے جو معاویہ کا یا اس سے بیچے کے کسی راوی کا ہم ہے۔ تشریح

قول من حدیث مسدود الخ۔ قول سابق میں جو روایت ابن علیہ کو تعلیقاً ذکر کیا تھا اسکو موصول کر رہے ہیں:-

یہی معاویہ بن ہشام نے جو حدیث ثوری میں نصف صاع من برہ ذکر کیا ہے۔ یہ معاویہ کا یا اس سے کسی روایت کنندہ کا ہم

ہے۔ ثوری کی محفوظ روایت وہ ہے جس کو امام طحاوی نے باس اتفاق روایت کیا ہے۔ حاشا علی بن شیبہ ثنا قبیلہ بن عقبہ ثنا سفیان عن زید بن اسلم عن عیاض بن عبد اللہ عن ابی سعید الخدری قال کان نعطی زکوۃ الفطر من رمضان صاعاً من طعام و صاعاً من تمر و صاعاً من شعیر و صاعاً من اقط۔

۲۸۶

و ۳۲۷ حدیثا حامد بن یحییٰ اناس سفیان ح ونا مسدودنا یحییٰ عن ابن عباس سمع عیاضاً قال سمعت ابی سعید الخدری یقول لا اخرج ابد الا صاعاً انا کنا نخرج علی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاع تمر او شعیر او اقط او زبیب
هذا حدیث یحییٰ زاد سفیان او صاعاً من دقیق قال حامد
فانکرہ علیہ فترکہ سفین قال ابو داؤد فہذا الزیادۃ
و ہم من ابن ہیینہ

ترجمہ

۳۲۷ و اصل سفیان نے ذکر الدقیق فیہ اولاد متیقن بہ دکانی روایت الدارقطنی.. قال ابو الفضل فقال لہ علی بن المدینی دہو عنایا! اھذا حدیث کفری ہذا الدقیق قال علی بن ہونید ثم وقع انکاف فیہ فترکہ ۱۳۔

حامد بن یحیی نے باخباہ سفیان اور سعد نے یہ حدیث بھی بروایت ابن مجہلان بسند صحیح حضرت
ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے کہ میں ہمیشہ ایک صاع ہی عود لگا کر دیکھتا ہوں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کھجور یا کڑیا پنیر یا کنش کا ایک صاع کتنا لگاتے تھے۔ یہ روایت
بھی کہ ہے۔ سفیان نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ یا ایک صاع آئے گا۔ حامد نے کہا ہے کہ حدیث میں نے اس
کا انکار کیا تو سفیان نے اس کو چھوڑ دیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ زیادتی ابن عیینہ کا ہم جو۔ تشریح
قولہ قال ابو داؤد الخ | قول کا مقصد ترجمہ ہی سے ظاہر ہے کہ زیر بحث حدیث میں "او
ما قنط من ذری نے امام بیہقی کا قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن مجہلان سے حاتم
بن اسماعیل، یحیی القطان، ابو خالد احمد اور حماد بن مسدد وغیرہ ایک جماعت نے روایت
کیا ہے۔ لیکن سفیان کے علاوہ کسی نے دقیق کو ذکر نہیں کیا۔

لیکن دقیق کا ذکر اس حدیث کے علاوہ دوسری حدیث میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ ابن
خثیمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ قال امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان تووی زکوۃ رمضان (دونہ) واجب قال من ادی دقیقاً قبل منہ ومن ادی سو بقابل
منہ۔ اس کو دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔ صدقہ فطر میں آمادینے کے جواز پر اسی سے
استدلال کیا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام احمد جواز ہی کے قائل ہیں۔

(۲۱۳) باب من دوی نصف صاع من قح

(۳۲۸) حدثنا احمد بن صالح قال عبد الرزاق اننا ابن جریج قال وقال ابن شهاب
قال عبد الله بن شعبة قال احمد بن صالح قال العدي قال ابو داؤد قال احمد بن
صالح وانما هو العذري خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس قبل الفطر
بيومين بمحق حديث المقرئ

ترجمہ

احمد بن صالح نے بند عبد الرزاق باخباہ ابن جریج روایت کیا ہے ابن جریج کہتے ہیں کہ

عہ من ذلک الوجہ آخرہ سلم فی الحج ۱۲ عہ مکن قال ابن ابی حاتم سألت ابی عن ہذا الحدیث
فقال منکر لان ابن سیرین لم یسمع من ابن عباس ۱۲ عن۔

ابن شہاب نے (بلا شک) عبد اللہ بن ثعلبہ کہا ہے۔ احمد بن صالح کہتے ہیں کہ شیخ عبد اللہ رزاق نے ان کی نسبت حدیثی ذکر کی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ احمد بن صالح نے کہا ہے کہ یہ ہذریک ہیں انہ کہ حدیثی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید سے دو دن پہلے خطبہ پڑھا۔ پھر حدیث مقرر کی طرح روایت کیا۔ تشریح

قول میں باب الخ۔ یہ باب بحث امریج سے متعلق ہے جس کا جو الہم نے باب کم یودی فی صدقہ الفطر کے ذیل میں دیا تھا۔ گیسوں، گیسوں کے آٹے، ستودہ کشش سے صدقہ فطر کی مقدار نصف صالح ہے اور کچھ اور جو سے ایک صالح۔

صحابہ میں سے حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی بن ابی طالب، ابن مسعود، ابن عباس، ابن زبیر، جابر بن عبد اللہ، ابو ہریرہ، معاذ، عبد اللہ بن ثعلبہ، اسامہ بنت ابی بکر صدیق در فہوان اللہ علیہم اجمعین،

اور تابعین وغیرہ میں سے سعید بن المسیب، عطاء، مجاہد، سعید بن جبیر، عمر بن عبد الغنی، طاؤس، ابراہیم غنی، قاسم، شعبی، علقمہ، اسود، عروہ، ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، عبد الملک بن محمد، ابو قلابہ، اوزاعی، ذری، ابن مبارک، مصعب بن سعد، قاسم، ابن القاسم، سعد بن ابراہیم، سالم، حکم اور حماد سے یہی مروی ہے۔ امام مالک سے بھی یہی روایت ہے۔ امام ابو حنیفہ اسی کے قائل ہیں۔

۲۸۸

حضرت ابو سعید خدری، ابو العالیہ، ابو الشعثاء، حسن بصری، جابر بن زید، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک ان تمام اشیاء میں ایک صالح ہے۔ کیونکہ (۱) ائمہ نے حضرت ابوسعی خدری سے مطلقاً و مختصراً دونوں طرح روایت کیا ہے۔ قال کنا نخرج اذ کان خیرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکاة الفطر عن کل صغیر و کبیر و مملوک و مملوۃ من طعام او صاعا من اقط او صاعا من شعیراھ: (ابو داؤد حدیث ۳۲۵)

یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صدقہ فطر ہر چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام کبیر و صغیر سے ایک صالح طعام یا شعیر یا اقط نکالتے تھے۔

دجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں صاعا من طعام ہے اور عرف میں طعام کا اطلاق گیسوں پر ہوتا ہے۔ متدرک حاکم کی روایت میں اد صاعا من حنظلہ کی تصریح بھی موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ گیسوں بھی ایک صالح دینا ہو گا۔

اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ بقول بعض شوافع یہ حدیث فقہ ہمارے دلیل ہے نہ کہ شوافع کی کیونکہ حضرت معاذ نے نصف صالح گیسوں کو ایک صالح کچھ اور ایک صالح کشش کی برابر قرار دیا ہے

معلوم ہوا کہ صدقہ فطر میں نصف صاع گہوں کافی ہے۔ امام نووی شرح مسلم میں "ہذا الحدیث" معتد ابی حنیفہؒ کہہ کر اس کا جواب دیتے ہیں کہ نصف گہوں کو ایک صاع کھجور اور ایک صاع کشمش کی برابر قرار دینا صحابی کا فعل ہے جس میں حضرت ابوسعید خدری وغیرہ صحابہ نے اس کے خلاف کیا ہے۔ خود حضرت معاذؓ نے اس کا اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا بلکہ میری ذاتی رائے ہے۔ جواب یہ ہے کہ صحابی کا فعل ہے یہ تو ٹھیک ہے لیکن صحابہ کے ایک جم غفیر نے اس پر ان کی موافقت کی ہے۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں: "فاخذ الناس بذلك" اسی طرح صحیحین میں ایوب سختیانی کی روایت عن نافع عن ابن عمر میں ہے: "فدول الناس بدين من حنطة" اور لفظ الناس عموم کے لئے ہے۔ پس یہ محض نفل صحابی نہ ہوا، بلکہ اجماع صحابہ ہوا۔

ثانیاً یہ کہ لفظ طعام کو حنطہ دگنم کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس کا اطلاق ہر ناکول شئی پر ہوتا ہے اور یہاں لفظ طعام سے دیگر اشیاء کا مراد ہونا ثابت بھی ہے جن میں گندم نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری کی روایت کے الفاظ ہیں: "کنا نخرج في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفطر صاعاً من طعام"۔ قال ابو سعید وکان طعامنا الشعير والزبيب والاقط والتمر" اسی طرح ابن خزیمہ نے ابن صحیح حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے: "قال: لم تكن الصدقة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الا التمر والزبيب والشعير ولم تكن الحنطة"۔

بہر کیف حدیث ابوسعید خدری ہی میں طعام کا اطلاق گندم کے علاوہ جو کشمش، پنیر اور کھجور پر موجود ہے۔ پس لفظ طعام کو حنطہ کے ساتھ خاص کرنا غلط ہے۔ رہی یہ بات کہ حاکم نے اس حدیث میں "اد صاعاً من حنطة" روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے سو اس کی تصنیف صاحب کتاب کی طرف سے قول میں گزر چکی۔ حافظ ابن خزیمہ فرماتے ہیں: "وذكر الحنطة في هذا الخبر غير محفوظ"۔ ثالثاً یہ کہ حدیث ابوسعید میں "کنا نخرج" ہے۔ یہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس کا حکم کیا ہے۔ پس یہ سقار قطعاً پر محمول ہے۔ لہذا حکایت عن نافع فیہ علی الجواز لا علی الوجوب۔

الحمد لله ولا يضر مخالفة ابی سعید لذلك بقوله: "اما انما ازال اخرجه" لانه لا يقدح في الاجماع سيما اذا كان فيه الخلاف الاربعۃ ۱۲ نصب الراية على نفي قول صاعاً من تمر صاعاً من شعير تغيير القول صاعاً من طعام ۱۳ بطلان سے وقدرت تامل الحاکم فی تصحیح الاحادیث المدخولة ۱۲ نصب الراية۔

(۲) حدیث ابن عمر: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض زکاة الفطر صاعاً من تمر او صاعاً من من بتر علی کل حراد عبد ذکر او ادنی من السنین (حاکم، دارقطنی، بیہقی، طحاوی فی المسائل، اسین اور صاعاً من برکات تشریح موجود ہے۔

جواب: یہ ہے کہ یہ حدیث بطریق ستید بن عبد الرحمن مجھی، بطریق مبارک بن فضالہ اور بطریق ابن شوزب وغیرہ مختلف طرق سے مروی ہے مگر اس کے تمام طرق معقول ہیں جن کی تشریح نصب الراية میں موجود ہے۔

(۳) حدیث ابو ہریرہ: ان ابی بنی علیہ السلام حض علی صدقۃ رمضان علی کل انسان صاع من تمر او صاع من شعیر او صاع من قمح (حاکم، دارقطنی، جواب: گو حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے مگر موصوف تصبیح احادیث میں بہت ہی متماثل ہیں اور اس حدیث کی تصبیح متماثل پر ہی مبنی ہے کیونکہ اس کی روایت میں دو راوی متکلم فیہ ہیں۔ ایک بکر بن اسید جس کے متعلق خود دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے اور اکثر محدثین اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ اور ایک سفیان بن حسین کہ زہری سے اس کی روایت ناقابل احتجاج ہے۔ چنانچہ امام نسائی فرماتے ہیں یس: پاس الا فی الزہری من ابن عدی کہتے ہیں ابو فی غیر الزہری صالح الحدیث دخی الزہری مروی اشباہ خالف فیہا النورہ کورہ ہا لا حدیث کو اس نے زہری ہی سے روایت کیا ہے۔

۲۹۰

(۴) حدیث عمرو بن عوف: قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکاة الفطر علی کل صغیر کبیر صاعاً من تمر او صاعاً من طعام او صاعاً من زبیب (دارقطنی، جواب: اس کا راوی کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف ہے جس کا ضعیف ہونا مجمع علیہ ہے امام احمد فرماتے ہیں یس بشی: امام شافعی فرماتے ہیں جو رکن من ارکان الکذب۔ ابن معین فرماتے ہیں یس حدیثہ بشی: امام نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں ہو ستروک۔ نیز اس کا دوسرا راوی اسحاق بن ابراہیم حنینی بھی ضعیف ہے جس کے متعلق امام بخاری، امام نسائی، ازوی اور ابن معین نے کلام کیا ہے۔

(۵) حدیث ادس بن حذان: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجوا زکاة الفطر صاعاً من طعام۔ قال: وطعامنا یومئذ البرد والتمر والزبیب والاقط (دارقطنی، جواب: یہ بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کے راوی عمر بن محمد بن صہبان کے متعلق امام احمد فرماتے

ع فی الاول ذکر البر غیر محفوظ فی الثانی مبارک بن فضالہ ضعیف دخی الثالث قال الطحاوی لا تعلم احد من اصحابنا تاج ابن شوزب علی زیادة البر فیہ وقد خالفہ حماد بن زید و حماد بن سلمة عن ابوب ۱۳۱۔

ہیں یس بٹھی۔ ابن مسین فرماتے ہیں ویسا دی خدشاہ امام ثانی، رازی اور دارقطنی کہتے ہیں ہو متروک۔

(۶) حدیث علی بن ابی صلیہ السلام فی صدقۃ الفطر عن کل صغیر و کبیر حراد عہد صاع من براد صاع من تمر (حاکم، دارقطنی، بیہقی)

جواب۔ اول تو اس کا راوی حارث نا قابل احتجاج ہے دوم یہ کہ اس کے رفع و دفع میں اختلاف ہے صحیح ہے کہ یہ موقوف ہے۔ سوم یہ کہ حاکم کی روایت میں صاع من بر ہے اور دارقطنی کی روایت میں "ان نصف صاع" برب اخلاف کی اول حسب ذیل ہیں۔

(۱) حدیث ثعلبہ بن ابی صعیر یعنی زیر بحث باب کی پہلی حدیث۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاع من براد و تمخ علی کل اثنتین صغیر و کبیر حراد عہد ذکر ادا شی اھ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک صاع گیہوں ہر دو آدھیوں کی طرف سے چھوٹے، بٹے، آزاد، غلام، مرد اور عورت پر لازم ہے۔

اس کو امام ابو داؤد نے بروایت بکر بن دائل، ابو داؤد، طحاوی، دارقطنی اور امام احمد نے بروایت یحییٰ بن جریج، ابو داؤد، احمد، عیسیٰ بن داؤد، دارقطنی اور طبرانی نے بروایت ابن جریج اور حاکم نے بروایت بکر بن کنیز السقاء (کھیم عن ابیہ) مستدرک طرق سے روایت کیا ہے۔ جس کو بعض حضرات نے چند وجہ سے معلول کہا ہے۔

اول یہ کہ ابن ابی صعیر کے نام میں شدید ترین اختلاف ہے۔ صاحب کتاب نے بروایت مسدود "ثعلبہ بن ابی صعیر" اور بروایت سلیمان بن داؤد "عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر" ثعلبہ بن عبد اللہ بن ابی صعیر اسی طرح بروایت بکر بن دائل "ثعلبہ بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن ثعلبہ" (بطریق شک) اور بروایت محمد بن یحییٰ "و بروایت ابن جریج عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر" (بطریق جزم) ذکر کیا ہے۔ اور دارقطنی نے بروایت سلیمان بن حرب "ثعلبہ بن ابی صعیر عن ابیہ" اور حاکم نے بروایت بکر بن کنیز "عبد اللہ بن ثعلبہ عن ابیہ" کہا ہے۔

جواب یہ ہے کہ ان کے نام میں بے شک اختلاف ہے لیکن اکثریت اسی طرف ہے کہ یہ عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر دیا ابن ابی صعیر، ہیں۔ چنانچہ شیخ ابوالحجاج المزیقی تہذیب الکمال

۷۵ قال ان اطلق و الصیح موقوف۔ ثم اخرج عن عتبہ بن عبد اللہ بن مسود عن ابی اسحاق بن موقوف و قال فی کتاب العلل ہذا حدیث یرویہ ابوالاسحاق و اختلف علیہ فرواہ ابو بکر بن عیاش عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی و قال فیہ نصف صاع من بر۔ ثم اختلف عندہ فرواہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن غیلان البزار عن ابی بکر بن عیاش۔ و وہم فی رفعہ و غیرہ یرویہ موقوفاً۔ و رواہ ابو العیسیٰ عتبہ بن عبد اللہ بن مسود عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی و قال فیہ صاعاً من حنظل و دقظ ایضاً و الصیح موقوف ۱۲ نصب الراية۔

میں لکھتے ہیں: "عبد اللہ بن ثعلبہ بن صغیر، دیقال: ابن ابی صغیر العذری ابو محمد المذنی الش عراہ: اور ابو احمد حاکم کہتے ہیں: عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صغیر العذری ابن عم خالد بن عرفطہ بن صغیر، حلیف بنی زہرہ۔"

طبقات ابن سعد میں ہے: "عبد اللہ بن ثعلبہ بن صغیر، کئی بابی محمد و تدرای ابی صلی اللہ علیہ وسلم صغیرات سنۃ سبع و ثمانین بالمذنیۃ دبو ابن ثلث و ثمانین سنۃ۔ اخیر الزہری عن سمر عن الزہری عن عبد اللہ بن ثعلبہ بن صغیر قال: اما عقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد صح راہی: حافظہ و اقطنی کہتے ہیں: "الصواب فیہ عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صغیر، لثعلبۃ صحبہ و لعبد اللہ ذویۃ: علامہ ابو بشر الدولابی نے بھی کتاب المغنی میں "من کنیۃ ابو محمد من الصحابة کے ذیل میں عبد اللہ بن ثعلبہ بن صغیر ہی ذکر کیا ہے۔

دوم یہ کہ ان کی نسبت میں بھی اختلاف ہے کوئی العدوی کہتا ہے اور کوئی العذری۔ جواب یہ ہے کہ صحیح العذری ہے اور العدوی، العذری ہی کی تصحیف ہے۔ چنانچہ حافظ ابو علی غزالی نقیہ المجلد میں لکھتے ہیں: "العذری یضم الذال المجتہد الرار ہو عبد اللہ بن ثعلبہ بن صغیر ابو محمد، حلیف بنی زہرہ راہی ابی صلی اللہ علیہ وسلم و العدوی تصحیف۔ شیخ ابو الحجاج مزنی نے تہذیب الکمال میں حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اور ابو احمد حاکم وغیرہ نے بھی یہی نسبت ذکر کی ہے۔

سوم یہ کہ اس کے متن میں اختلاف ہے یسن ابو داؤد میں بردایت مسدود۔ صاعمان براد تمج علی کل اثین: ہے۔ اور بردایت بکرمین داکل: عن کل رأس: ہے۔ صاحب الامام کہتے ہیں کہ عن کل رأس کو عن کل اثین کے معنی میں لیا جاسکتا ہے۔ مگر عبد الرزاق کی روایت کے الفاظ: "صاعمان براد تمج بین اثین: سے یہ تاویل بعید معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔

چہارم یہ کہ اس کے راوی ابو اسحاق نغان بن راشد جزری رقی مولیٰ بنی امیہ کے متعلق معادیہ نے شیخ ابن مبین سے تصنیف اور عباس نے لیس ثبوتی: الفاظ نقل کئے ہیں۔ اور امام احمد نے اس کو مضطرب الحدیث کہا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث میں دہم کثیر ہے۔ ابو حاتم سے بھی یہی منقول ہے۔ امام نسائی اس کو ضعیف اور کثیر الغلط کہتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ مختلف فیہ ہے بعض نے اس کی تصنیف کی ہے اور بعض نے توثیق چنانچہ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ شیخ ابن مبین کی رائے اس کی بابت مختلف ہو کبھی ضعیف و مضطرب الحدیث کہتے ہیں اور کبھی ثقہ۔ اسی طرح امام نسائی کبھی ضعیف و کثیر الغلط کہتے ہیں اور کبھی صدوق فیہ ضعف۔

حافظ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس سے حماد بن زید، جریر بن حازم اور دہیب بن خالد وغیرہ جیسے ثقات نے روایت کی ہے اور اس کے پاس زہری سے ایک نسخہ ہے جس میں کوئی معنی

نہیں۔ علامہ عقیلی کہتے ہیں کہ یہ زیادہ قوی نہیں بلکہ اس میں کچھ ضعف معلوم ہوتا ہے۔
 (۲) حدیث ابن عباس: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث صارخاً بکے صاوح، ان صدقۃ
 الفطر حق واجبٌ لمدان من تمح او صاع من شعیر او تمرۃ دھاکم، جیتی، دارقطنی، بزار ولفظہ: اد
 صاع مما سوی ذلک من الطعام، یعنی بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں ایک سنا دی کو بھیجا،
 جس نے پکار کر کہا کہ صدقۃ فطر واجب ہے دو ماہ گیہوں سے یا ایک صاع جو یا بھجور سے۔
 حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے لیکن حافظ بیہقی نے اس میں یہ علت ظاہر کی ہے کہ اس کو ابن جریج
 سے روایت کرنے میں بھی بنی جریج سے روایت ہے۔

(۳) حدیث ابن عباس: "یعنی زیر بحث حدیث سے اگلی حدیث: "انہ فطبت فی آخر رمضان
 علی المنبر بالبصرۃ فقال: اخرجوا صدقۃ صوکم ذکاکن الناس لم یعلموا۔ قال من جہنا من
 اہل المدینۃ قوموا الی اخوانکم فاعلموہم فانہم لا یعلمون۔ فیرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہذہ الصدقۃ صاعاً من تمر او شعیر او نصف صاع من تمح علی کل حر او مملوک ذکر او انثی
 صغیر او کبیر۔ فلما قدیم علی رأی رخص السرف فقال قد ادسح اللہ علیکم فلو جعلتموہ صاعاً من
 کل شیء اود بوداد، نائی، احمد، دارقطنی، بزار،

یعنی حضرت ابن عباس نے آخر رمضان میں بصرہ کے منبر پر خطبہ پڑھا اور کہا: اپنی روزوں
 کا صدقہ لگا لو۔ لوگ نہ سمجھے تو آپ نے کہا: اہل مدینہ میں سے کون کون لوگ یہاں موجود
 ہیں؟ انھیں اور اپنے بھائیوں کو سمجھا میں کیونکہ وہ نہیں سمجھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اس صدقہ کو فرض کیا ہے ایک صاع بھجور یا جو سے یا نصف صاع گیہوں سے چر آزاد
 اور غلام، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے پر۔ جب حضرت علی تشریف لائے تو ازانی
 دیکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو دوست دیدی۔ سو اگر سب چیزوں سے ایک ہی صاع دیا کرو تو
 اچھا ہے۔

اس حدیث کی تخریج کے بعد امام ابو داؤد نے سکوت اختیار کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث
 صحیح ہے چنانچہ صاحب تصحیح نے تخریج کی ہے کہ اس کے روائے مشہور ثقافت ہیں لیکن اس میں
 ارسال ہے۔ کیونکہ امام نسائی، امام احمد، علی بن المدینی، ابو حاتم اور حافظ بزار نے ذکر کیا ہے
 کہ حضرت حسن نے حضرت ابو جابر سے کہیں سنا۔ جواب یہ ہے کہ اول تو سند ابویعلیٰ موصیٰ میں حضرت
 حسن کی ایک روایت میں: "اخبرنی ابن عباس: داروہے جو ان کے صاع پر دال ہے۔

عہ رواہ الحاکم فی المستدرک و لیس فیہ لمدان من تمح و کذا فی البیہقی من طریق الحاکم لکن
 الظاہر من قولہ: "عن عطاء من قولہ فی المدین: "ان الشرک من الناح۔" رواہ الدارقطنی من حدیث
 عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ: "فیہ لمدان من تمح" ثم عن یحیی بن عبد عن ابن جریج بإسنادہ
 و قال: مثله سوار ۱۲ تعلیق بر نصب الراہ۔

۱ اور اگر سماع ثابت نہ بھی ہو جیسا کہ اکثر کی رائے ہے تب بھی کچھ منہ نہیں لیونکہ مرسل حدیث قابل حجت ہے۔

(۴) حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ: ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم بخت منادیا ینادی فی نخلج کہ الا ان صدقۃ الفطر واجبۃ علی کل مسلم ذکر اوائلی حراد و جد صغیر اد کبیر مدان من نخلج اد صاع ما سواہ من الطعام: (ترمذی، دارقطنی)

اس کو ابن الجوزی نے "التحقیق" میں سالم بن نوح کی وجہ سے معلول کہا ہے۔ کیونکہ اس کو شیخ ابن مسیین نے بیس لٹھی کہا ہے۔ صاحب تنقیح ان کا تعاقب کرنے ہوئے کہتے ہیں کہ صدوق ہے امام مسلم نے صحیح میں اس سے روایت کی ہے۔ ابو زرعہ نے اس کو صدوق اور ثقہ کہا ہے۔ ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ البتہ امام نسائی نے بیس بالقوی اور دارقطنی نے نہ لٹھی کہا ہے پھر دارقطنی نے اس کو ایک اور طریق سے روایت کیا ہے جس میں ابن الجوزی نے علی بن صالح کے متعلق کہا ہے کہ لوگوں نے اس کو ضعیف مانا ہے۔

صاحب تنقیح کہتے ہیں کہ یہ بھی ابن الجوزی کی غلطی ہے کیونکہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو جس نے اس کی مصراۃ تصنیف کی ہو۔ البتہ اتنی بات ہے کہ یہ غیر مشہور الحال ہے۔ کیونکہ ابن ابی حاتم نقل ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا: **مجهول لا اعرفہ** ۲۹۴

لیکن اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ غیر مشہور و مجهول بھی ہے کیونکہ ابو حاتم کے علاوہ دوسرے حضرات نے ان کا پتہ لگا یا ہے کونکا ہے مشہور ہے اور زیادہ میں سے ایک ہے۔ اس کی کنیت ابو الحسن ہے۔ عمرو بن دینار، عہد اللہ بن عثمان بن خثیم، یحییٰ بن جریج، اوزاعی، عبید اللہ بن عمر اور ایک جماعت سے راوی ہے۔ اور اس سے سعید بن سالم القحاح، معتز بن سلیمان اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے۔ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں اس سے روایت کی ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقافت میں ذکر کیا ہے اور معروف بتایا ہے۔ اس کا سنہ وفات ۱۵۱ھ ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا تعارف ہو سکتا ہے۔

(۵) حدیث اسامہ بن ابی بکر صدیق: قال قلت لکنائ ذوی زکاة الفطر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدین من نخلج بالمد الذی یقتاتون بہ: (احمد، طحاوی، طبرانی)

علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے کہ اس کو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے جس کی اسناد کا ایک طریق ایسا ہے کہ اس کے رجال رجال صحیح ہیں۔ علامہ ابن الجوزی نے اس کو ابن ہبید کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ صاحب تنقیح کہتے ہیں کہ ابن ہبید کی حدیث متابعت کے قابل ہے بالخصوص جبکہ اس کو ابن ہبید سے شیخ ابن المبارک نے روایت کیا ہے۔

(۶) حدیث ابن عمر: قال: کان الناس یخرجون حدقۃ الفطر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاعا من شغیر او صاعا من تمر او زبیب، فلما کان عمر و کثرت الخبث جعل نصف صاع خطۃ مکان صاع من تہک الا شیاء:

ابوداؤد، یعنی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صدقہ فطر جو یا کھجور یا کھجور سے ایک صاع نکالا کرتے تھے۔ جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور گیسوں بہت آنے لگے تو لوگوں نے ان چیزوں کے ایک صاع کی جگہ گیسوں کا نصف صاع مقرر کر دیا۔

ابن الجوزی نے اس کو عبد الغزیز بن ابی رواد کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ یہ محض اٹکل اور گمان سے حدیث روایت کرنا تھا اس لئے یہ ساقطاً محتاج ہے علی بن جنید نے کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی احادیث منکرات ہیں۔

جواب۔ صاحب تصحیح کہتے ہیں کہ ابن حبان نے گو اس کے متعلق کلام کیا ہے لیکن بحیث بن سعید القطان، ابن عسین اور ابو حاتم رازی وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے (وقال بحی القطان) عبد الغزیز ثقہ فی الحدیث یس منی ان یرک حدیثہ مرآۃ خطاء فیہ: وقال ابن عسین ثقہ: وقال ابو حاتم صدوق ثقہ فی الحدیث مقبہ: وقال ابی حاتم ثقہ عابد محبہ شریف النسب: وقال ابی حاتم ثقہ: وقال احمد کان رجلاً صالحاً کان مرجأ لیس ہو فی الثبت مثل غیرہ: وقال النسائی یس بآس: وقال ابن المبارک کان من اہل الناس: اس کے بعد فرماتے ہیں والی ثقیون لا عرف من الضعیفین وقد اخرج لہ البخاری استنبھا۔

(۷) مرسل سعید بن المسیب: قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ فطر مدین من حنظل (ابوداؤد فی مراسیل) یہ روایت گو مرسل ہے لیکن تقویت وصحت میں بقول صاحب تصحیح مثل افتا ہے اور مراسیل سعید محبت ہیں۔

علامہ ابن الجوزی کو جب کوئی علت نظر نہیں آئی تو عقلی گھوڑے دوڑانے لگے، کہتے ہیں کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ مدین من حنظل: تفسیر خود سعید نے کی ہو۔ صاحب تصحیح فرماتے ہیں کہ سعید بن مسعود کی روایت: حدیثا بشیم عن عبد اللہ بن ابی شیبہ فی قال سمعت سعید بن المسیب یقول کان ثقیلاً یخرج علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی بکر نصف صاع من برہ کے بعد یہ احتمال باطل ہے۔ (۳۳۹) اس کا جاصل یہ ہے کہ صاحب کتاب کے استاد احمد بن صالح کہتے ہیں قولہ قال ابوداؤد الخ اگر میرے شیخ عبد الرزاق نے عہد اللہ بن ثعلبہ کی صفت العدوی: ذکر کی ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ صحیح العذری ہے وقد مر تحقیق۔

۷۷ ورداء ابو سعید فی کتاب الاسوال عن الشبانہ: قال کانت صدقۃ الفطر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاعاً ثم اذ نصف صاع حنظل عن کل رأس ۱۲ نصب الراية۔
۷۸ نقل البیہقی من الشافعی قال حدیث مدین خطاء، قال البیہقی وہو کما قال فان الاخبار انشأہ تدل علی ان التعذیل بمدين کان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال الشافعی فی الامام وہو اطریق استدالی فیہ راجع الی حال الرداء والا فالسند کما رجال تصحیح و مراسیل سعید اشہر تقویتہا کلام الشافعی فیہا۔ واللہ اعلم ۱۲ نصب الراية۔

(۲۱۴) باب فی تعجیل الزکوۃ

۲۹۶ حدیثاً سعید بن منصور نا سمعیل بن زکریا عن الحجاج بن دینار
عن الحكم عن حمیة عن علی ان العباس سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی
تعجیل الصدقة قبل ان تحل فرخص له فی ذلك قال ابو داؤد وروی هذا
الحديث هشیم عن منصور بن زاذان عن الحكم عن الحسن بن مسلم عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم و حدیث هشیم صحیح

ترجمہ

سعید بن منصور نے بنی اسرائیل بن زکریا بطریق حجاج بن دینار بروایت حکم بواسطہ حمیہ حضرت
علی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سال گزرنے سے پیشتر زکوۃ
دینے کی اجازت سوال کیا تو آپ نے ان کو اس کی اجازت دیدی۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو
ہشیم نے بروایت منصور بن زاذان بطریق حکم بواسطہ حسن بن مسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کیا ہے۔ اور ہشیم کی حدیث اس کے ہے :- قشعر ہے

۲۹۷

قاضی شوکانی نے ذکر کیا ہے کہ حدیث علی کی تخریج اہم نصاب کے علاوہ
قولہ قال ابو داؤد الخ | ائمہ خمسہ، حاکم، دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔ اور حدیث ہشیم مرسل ہے۔
کیونکہ حسن بن مسلم ۳ ہجری کے جس نے کسی صحابی کو ذکر نہیں کیا۔ حافظ دارقطنی نے روایت کے اصل
دار سال کا اختلاف ذکر کر کے ارسال کو ترجیح دی ہے، صاحب کتاب بھی اسی کو ترجیح دے رہے ہیں۔

(۲۱۵) باب من یعطی من الصدقة وحد الغنی

(۳۳۰) حدیثاً عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن
یسار عن رجل من بنی اسد انه قال نزلت انا واهلی ببقیع الغرق قد قال لی
اهلی اذهب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسأله لنا شیئاً فاکلہ فجعلوا
یذکرون من حاجتهم فذہبت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرجت
عندہ رجلاً یسأله ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا اجد ما اعطیک
فتولی الرجل عنه وهو مغضب وهو یقول لعمری انک لتعطی من شئت فقال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغضب علی ان لا اجد ما اعطیہ من سأل منکم
ولہ اوقیۃ او وعد لہا فقد سأل الحافا قال الاسدی فقلت للفقہ لناخیر
من اوقیۃ والاوقیۃ اربعون درہما قال فرجعت ولم اسأله فقد علم علی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذلک شعیر وخریبیب فقسّم لنا منہ
او كما قال حتی اغنانا اللہ عن رجل قال ابو داؤد هكذا رواہ الثوری
كما قال مالک -

ترجمہ

عبداللہ بن مسعود نے بند مالک بطریق زید بن اسلم بروایت عطاء بن یسار، جزاس کے ایک شخص سے
روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے گھر والے بقیع غرقہ میں اترے تو میری بری نے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور کھانے کے لئے کچھ مانگ کر لا اور انھوں نے اپنی
محتاجی بیان کی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا تو آپ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہے جو
سوال کر رہا ہے اور آپ فرما رہے ہیں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے جو تجھ کو دوں۔ پس وہ مجھے ہرگز
نہ کہتا ہوا چلا؛ قسم ہے میری زندگی! آپ جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ مجھ پر اس
لئے غصہ ہو رہا ہے کہ میں اس کو دینے کے لئے کچھ نہیں پاتا۔ تم میں سے جس شخص نے سوال کیا اس
۲۹۷
حال میں کہ اس کے پاس ایک اوقیہ یا اس کے برابر مالیت ہو تو اس نے تنگ کرنے کیلئے سوال کیا۔
یہ سنکر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میرے پاس تو ایک اذنیہ اوقیہ سے بہتر ہے۔ اوقیہ تو چالیس
ہی درہم کا ہوتا ہے۔ پس میں سوال کئے بغیر لوٹ آیا۔ اس کے بعد آپ کے پاس چڑھ اور سوکھے
انگور آئے تو آپ نے ہمارا بھی حصہ لگایا یہاں تک اللہ نے ہم کو غنی کر دیا۔
ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو ثوری نے اسی طرح روایت کیا ہے جیسے امام مالک نے روایت
کیا ہے۔

فتنہ

قولی باب النحر غنی اور مالدار کے لئے اخذ صدقہ حرام ہے کیونکہ زیر بحث باب کی آخری
حدیث ابن عمر میں ہے۔ لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذلّی مرہ سویم؛ کہ غنی اور طاقتور مغنی آدمی
کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔ لیکن شریعت میں غنی اور مالدار کس کو کہتے ہیں جس کے لئے
صدقہ حلال نہیں؟ زیر بحث باب کی پہلی حدیث عبداللہ بن مسعود میں ہے۔ فقیل: یا
رسول اللہ! واللغنی؟ قال خمسون درہما اذقیہا من الذہب؛ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے لوگوں نے سوال کیا کہ کتنے مال سے آدمی غنی ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: چالیس درہم یا
اسی قدر سونے سے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث اسی پر دال ہے کہ جو شخص پچاس درہم یا اتنی مالیت کا مالک ہو وہ غنی ہے اور اس کے لئے اخذ صدقہ اور سوال کرنا حرام ہے۔ سفیان ثوری ابن المبارک، اسحاق بن راہویہ اور امام احمد اسی کے قائل ہیں۔

ابو عبیدہ قاسم بن سلام کے یہاں غنی کی تحدید چالیس درہم سے ہے اور دلیل زیر بحث حدیث من سال مکمل دلہ اوقیۃ اوعدہا نقد سال الحاقاۃ ہے۔ لیکن اسی باب میں حضرت سہیل بن الخظلیہ کی حدیث میں ہے: "والغنی الذی لا یسئلی من المسالۃ قال قد راہبغدیہ دبیشہ" کہ لوگوں نے کہا وہ غنا کیا ہے جس سے سوال حرام ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کے پاس صبح و شام کھانے کے لئے کھانا موجود ہو۔

بعض حضرات کے نزدیک حدیث الیغدیہ دبیشہ حدیث اوقیۃ سے منسوخ ہے اور حدیث اوقیۃ حدیث خمین سے منسوخ ہے اور حدیث خمین حدیث خمس اداق سے منسوخ ہے۔ امام ابو حنیفہ اسی پر ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حرمت اخذ صدقہ اور حرمت سوال دو علیحدہ علیحدہ مسئلے ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک مالک نصاب کے لئے اخذ صدقہ حرام ہے اور جو شخص صبح و شام کی خوراک کا مالک ہو اس کے لئے سوال کرنا حرام ہے۔ فنانسب الیہ غیر صحیح، دیاتی بحث الفقیر و المسکین مفصلاً، انشاء اللہ تعالیٰ۔

ممكن ہے اس کا مقصد یہ ہو کہ متن حدیث من سال مکمل دلہ اوقیۃ ^(۲۴۱) قولہ قال ابو داؤد الخ | اوعدہا نقد سال الحاقاۃ کو جس طرح امام مالک نے عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن رجل من بنی اسد روایت کیا ہے اسی طرح اس کو سفیان ثوری نے روایت کیا ہے بخلاف عبد الرحمن بن ابی الرجال کے کہ اس نے یہ متن ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری کی حدیث سے روایت کیا ہے جو زیر بحث حدیث کے بعد ہے :-

(۳۳۳) حدثنا مسدد وعبيد الله بن عمر وابو كامل المعنى قالوا نا عبد الواحد بن زياد نا معمر عن الزهري عن ابی سلمة عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثله ولكن المسكين المتعفف زاد مسدد في حديثه ليس له ما يستغنى به الذي لا يسأل ولا يعلم بحاجته فيصدق عليه فذلك المحروم ولهم ذكر مسدد والمتعفف الذي لا يسأل، قال ابو داؤد رمى هذا احمد

عہ ای الذکور فی قولہ تعالیٰ و فی امواہم حق للسائل والمحروم ۱۳ عہ و اصل الکلام ان الرعاة الثلثة انفقوا اولی قولہ ولكن المسکین ثم اختلفوا فلفظ حدیث عبد اللہ و ابی کمال کذا ولكن المسکین المتعفف الذی لا یسأل الناس ولا یعلم بحاجتہ فیتصدق علیہ فذاک المحروم و اما لفظ حدیث مسدد و فیکذا و لكن المسکین لیس لہ ما یتغنی بہ ولا یعلم بحاجتہ فیتصدق علیہ فذاک المحروم ۱۳ بڈل۔

بن ثور و عبد الرزاق عن معمر جعل المحرم من كلام الرضی و هو اصح ترجمہ

مسدود، عبید اللہ بن عمر اور ابو کمال دفعیل بن حسین محمدی نے بسند عبد الواحد بن زیاد بخاریث معمر روایت زہری بواسطہ ابوسلمہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مثل اس کے جو اس سے پہلے حدیث میں ہے لیکن مسکین متعفف یعنی سوال سے بچنے والا۔ مسند نے اپنی حدیث میں اتنا زیادہ کیا ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہے جو اس کی محتاجی رفع کرے اور وہ لوگوں سے نہیں انگٹا نہ اس کی احتیاج کا حال کسی کو معلوم ہے تاکہ اس کے پاس صدقہ آئے اس کو محرم کہتے ہیں۔

مسدود نے المتعفف الذی یسأل ذکر نہیں کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو محمد بن ثور اور عبد الرزاق نے منسوخ روایت کیا ہے۔ اور المحرم کو زہری کا قول بنایا جو اور بھی صحیح و مشہور قول دکن المسکین الخ۔ فقیر اور مسکین کے معنی میں اور یہ کہ ان میں کون زیادہ خراب حال ہے۔ اس میں اہل لغت و اہل تادیل کا اختلاف ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہے جو سوال نہ کرے اور مسکین وہ ہے جو سوال کرے۔

۲۹۹

ابن ساعد نے بواسطہ امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ سے فقیر و مسکین کی تعریف میں اسی کے مثل روایت کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ فقیر کی نسبت مسکین زیادہ خراب حال ہے۔ حضرت ابن عباس، جابر بن زید، مجاہد، اور امام زہری سے بھی یہی مروی ہے پس امام صاحب کا قول حضرات سلف کے موافق ہے۔

شیخ ابوالحسن کرخی فرماتے تھے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس تھوڑا بہت مال ہو مگر بقدر نقاب نہ ہو، اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ امام صاحب سے بھی یہی مشہور ہے اور امام مالک، ابوالحسن مروزی اور اہل لغت میں سے اخفش، فرار اور ابوالعباس ثعلب اسی کے قائل ہیں۔ محمد بن سلام بھی نے یونس نحوی سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ امام ثعلب نے بعض سے نقل کیا ہے کہ کسی نے ایک دیہاتی سے کہا، افقر انت؟ قال لا۔ بل مسکین۔ وانش عن ابن الاعرابی۔ اما الفقیر الذی کانت علوبتہ و دفعی العیال فلم یرکس لربہ

شیخ ابوالحسن کرخی اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث: ان المسکین نیس بالطواف الذی نرہ النمرۃ والتمرجان والاکتہ والاکتاتان وکن المسکین الذی لا یجد ما یغنیہ: سے استدلال کرتے تھے کیونکہ اس میں اس شخص سے سکنت کی نفی کی گئی ہے جو ایک آدھ ٹھوڑا یا ایک آدھ بقیہ لے کر واپس جو جائے اور اس شخص کے لئے سکنت ثابت کی گئی ہے جو اتنا بھی نہ پائے۔ معلوم ہوا کہ فقیر کی نسبت مسکین کا حال اتر ہے۔ آیت: او مسکینا ذا متربہ: بھی اسی پر دال ہے۔ کیونکہ اس میں

مسکین کی صفت ذاتی ہے۔ یعنی جو فقر و فاقہ اور تنگ دستی کی وجہ سے خاک میں مل گیا ہے۔ امام شافعی، امام طحاوی اور اصحابی کا قول اس کے برعکس ہے کیونکہ آیت: "وَالْمَسْكِينُ" کثافت مسکین یعطون فی البحر میں مالک کشتی ہونے کے باوجود مسکین کہا گیا ہے۔ جو آپ یہ ہے کہ اگر مسکین سے تعبیر کرنا ترجمہ ہے پایہ کشتی ان کے پاس بطور عاریت تھی یا وہ مزدوری پر کام کرتے تھے۔ آبراہیم غنی اور ضحاک سے ان دونوں کا فرق یوں مروی ہے کہ فقراء مہاجرین ہیں اور مسکین غیر مہاجرین۔ ذابہالی قولہ تعالیٰ: "لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ" (المہاجرین) دیا رہا۔

سندی نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ فقیر وہ ہے جو گناہ مغلوب بھی ہو اور ضرر و نقصان بھی ہو اور مسکین وہ جو ضرر و نقصان ہو۔ سمر نے بروایت ابوبواسطہ ابن سیرین حضرت عمر سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جس کے پاس مال نہ ہو بلکہ مسکین وہ ہے جو کمائے۔ ابن القاسم اور اصحاب امام مالک کے نزدیک فقیر و مسکین دونوں برابر ہیں۔

یہی اس حدیث کو ابو عبد اللہ محمد بن ثور انصاری اور عبد الرزاق (۳۴۲) قولہ قال ابو داؤد الخ نے سمر سے روایت کرتے ہوئے غفا، الحرم، کو زہری کا قول امام ہے اور یہی صحیح ہے۔ عبد الواحد بن زیاد نے اس کو حدیث کا جزء قرار دیا ہے۔ لفظ ہر اربع نسخ مجتبأ قادر یہ اور نسخوں میں ہے۔ نسخہ مکتوبہ قدیمہ مصریہ اور کانپور میں نہیں ہے۔

(۳۳۳) حدثنا عباد بن موسیٰ الالبانی المحدثی نا ابراہیم یعنی ابن سعد اخبرني

ابی عن ریحان بن یزید عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تخل الصدقة لثقی ولا لذی مراً سوی، قال ابو داؤد ورواه سفین عن سعد بن ابراہیم کما قال ابراہیم ورواه مشجعة عن سعد قال لذی مرة قوی الاحادیث الاخر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعضہا لذی مرة قوی وبعضہا لذی مرة سوی و

۵ فی محیط النبی علی ثلاثہ انواع غنی یوجب الزکاة و ہو ملک نصاب حولی نام و غنی یخر الصدقة و یوجب صدقة الفطر و الاضحية و ہو ملک ما یبلغ بمئة نصاب من الاموال الفاضلة عن حاجته الاصلية و غنی یجرم السؤال دون الصدقة و ہو ان یكون له قوت یومہ و ما یتر عورتہ یكون و بذل ۵۰ اما نبیہا الیہم بالتصرف و لکن فیہا کما قال اللہ تعالیٰ لا تفلوا بیوت النبی و قال فی موضع آخر و قرن فی بیوتکم فاذا ضاقت البیوت تاروا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و آراة الی ازداجہ و معلوم انہا لم تخل من ان یكون لکالہ او لہن لانه لا یجوز ان یكون لہن و لہ فی حالة واحدة لا تسامحہ کو نبیہا لکال کل واحد منہم علی حدة فثبت ان الاضافة انما صحت لاجل الفقر و السکنی ۱۲ احکام القرآن

قال عطاء بن زهیر انہ لقی عبد اللہ بن عمر فقل ان الصدقة لا تحل لقوی
ولا لذی مرة سوی

ترجمہ

عباد بن موسیٰ انباری نقلی نے بندہ ابراہیم بن سعد باخباہ طریق رجحان بن یزید بواسطہ عبد اللہ بن عمرو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: مالدار اور طاقتور مضبوط آدمی کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو سفیان نے سعد بن ابراہیم سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسے ابراہیم نے روایت کیا ہے اور شعبہ سعد سے روایت کرتے ہوئے لذی مرة قوی کہا ہے۔ اور موسیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض دوسری روایات میں لذی مرة قوی ہے اور بعض میں لذی مرة سوی۔ عطاء بن زہیر کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے یہ الفاظ ذکر کئے: ان الصدقة لا تحل لقوی ولا لذی مرة سوی۔ - - -

قولی ولا لذی مرة سوی ۶۱۔ ابن ملک فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے اعضاء صحیح سالم ہوں اور وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کی کفایت کے بقدر کمانے پر قادر ہو اس کے لئے زکوٰۃ لینا حلال نہیں۔ امام شافعی اور اسحاق بن راہویہ اسی کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ مولانا کے اصحاب کے نزدیک اس کے لئے اخذ صدقہ جائز ہے جبکہ وہ دوسودہم یا اس سے زائد کا مالک نہ ہو۔ قال علی القاری فیہ نفی کمال الحمل لا نفس الحمل لا تحل لہ بالسوال۔ - - -

۳۰۱

ترجمہ ۳۳۴) قولہ قال ابوداؤد الخ۔ سفیان ثوری کی روایت کی تخریج امام ترمذی، دارمی اور ابن الجارود نے اور روایت شعبہ کی تخریج امام طحاوی نے کی ہے۔ - - -

قولی والا حدیث الاخر الخ۔ زیر بحث حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر سے بلفظ لا تحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی۔ اور حضرت ابو ہریرہ سے بلفظ: ان الصدقة لا تحل لغنی ولا لذی مرة سوی۔ اور حضرت عیسیٰ بن جناہ سلولی سے بلفظ: ان المال لا تحل لغنی ولا لذی مرة سوی۔ اور حضرت جابر سے بلفظ: انہا لا یصلح فنی ولا یصلح سوی ولا لغالی قوی۔ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے بلفظ: لا تحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی۔ اور حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے بلفظ حدیث طلحہ مروی ہے۔ - - -

عہ ابوداؤد، ترمذی، طحاوی، حاکم، شافعی، ابن ماجہ، ابن حبان، جرانی، حاکم، بزار
عہ ترمذی، ابن ابی شیبہ، دہلیہ بن جناہ، ومن طریقہ الطبرانی ۱۲
عہ دارقطنی، حمزہ شہمی، دینی، تاریخ جرہان ۱۲
عہ ابویعلیٰ المرصلی، ابن عدی ۱۲، حطری ۱۲، ابن عدی ۱۲

قولی عن، یعنی صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لفظ لذی مرة قوی اور لفظ لذی مرة سہمی دونوں حضرت عبداللہ بن عمرو وغیرہ کی حدیث میں متفق طور پر مروی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے عطاء بن زہیر کی روایت موقوف ہے جس میں دونوں لفظ جمع ہیں۔

(۲۱۶) یاب من یحوزہ اخذ الصدقة وهو غنی

(۳۳۳) حدثنا الحسن بن علی ناعبد الرزاق انا معمر بن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بمعناه قال ابوداؤد سہماہ ابن عیینة عن زید کما قال مالک و رواہ الثوری عن زید قلک حدثنی الثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ

حسن بن علی نے بند عبد الرزاق باخبا معمر بن زید بن اسلم ابو اسط عطاء بن یسار حضرت ابوسید خدری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، حدیث سابق کے مثل، ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابن عیینہ نے اسی طرح روایت کیا ہے جیسے مالک نے روایت کیا ہے اور سفیان ثوری نے زید سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک ثقہ راوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی، تشریح

قولی باب الخ۔ معارف زکوٰۃ کے سلسلہ میں اصل الاصول یہ آیت کریمہ ہے: انا الصدقات الفقراء والمساکین والعالمین علیہا۔ اس میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں۔ (۱) فقراء (۲) مساکین۔ ان دونوں کی تشریح حدیث الخ ۲۳ کے ذیل میں تفصیل کے ساتھ گذر چکی (۳) عالمین جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات پر امور ہوں۔ ہمارے یہاں ان کو ان کے عمل کے مطابق بقدر کفایت ملے گا جیسا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے معلوم ہے۔ انہیں بیطون بقدر عما تہم۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان کو سمن ملے گا۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے صدقات کو اصناف ثمانیہ پر تقسیم کیا ہے جن میں سے ایک صنف عالمین ہے۔ لہذا ان سمن کے حقدار ہیں۔

جواب یہ ہے کہ عالمین کا استحقاق بطریق زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ بطریق عمالت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو غنی ہونے کے باوجود زکوٰۃ میں سے دیا جاتا ہے۔ اگر ان کا استحقاق بطریق زکوٰۃ ہو تو ان کے غنی

سے ملکی انقاری عن ابی داؤد ہذا الکلام فقال حدثنی الثبت وهو تعجیف ۱۲ بذل۔

ہونے کی صورت میں زکوٰۃ سے دینا جائز نہیں ہونا چاہئے، حالانکہ بالاجماع جائز ہے۔ یہی آیت
سواس میں صدقات کی تقسیم نہیں ملے مصارف زکوٰۃ کا بیان ہے۔
(۳) مؤلفۃ القلوب جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا وہ اسلام میں کمزور ہوں وغیرہ۔ اکثر علماء
کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ بد نہیں رہی۔ حضرت عمر، ابو جعفر، ابی
بن عامر، حسن بصری اور امام زہری وغیرہ سے یہی مروی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب
کو زکوٰۃ دی جاتی تھی وہ اسلام کی عزت اور غلبہ کے لئے دی جاتی تھی۔ حضرت عمر کے الفاظ: ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یثابھنکم والاسلام یومئذ قلیل وان اللہ اعلم الاصلح
میں اس کی طرف اشارہ ہے اور جب رفتہ رفتہ اسلام زور پکڑ گیا تو اس کی ضرورت نہیں رہی۔ یا
اس وجہ سے کہ ان لوگوں کو دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "توخذ من اغنیائہم فرد علی
فقرائہم" کے ذریعہ منسوخ ہو گیا۔

(۵) رقاب۔ یعنی غلاموں کا بدل کتابت ادا کر کے آزاد کرانا۔ ابراہیم نخعی، شعبی، سعید بن جبیر، محمد
بن سیرین اور احناف و شوافع اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ رقاب سے مراد یہ ہے
کہ زکوٰۃ کے پیسے سے غلام کو خرید کر آزاد کیا جائے۔ جواب یہ ہے کہ آیت میں: "انما الصدقات للفقراء
الکھالہ" اور عتق رقبہ کو محدود نہیں کہہ سکتے۔
(۶) غارمین۔ یعنی متدین و مستقر ضعیفین جن پر کوئی حادثہ آ پڑے اور وہ مفقر و عی ہو جائیں۔
اور جو کچھ ان کے پاس مال ہے اتنا ہی یا اس سے زیادہ ان کے ذمہ قرض ہو یا اس سے کم جو اگر
قرض کے بدلہ باقی ماندہ مال بقدر نصاب نہ ہو۔ حضرت جابر بن ابی جعفر، سعید اور حضرت مجاہد
سے اسی کے مثل مروی ہے۔

(۷) فی سبیل اللہ یعنی قربات و غیرات۔ اطاعت خداوندی اور جہاد وغیرہ میں سبکی کرنے والوں
کی اعانت کی جائے جبکہ وہ محتاج ہوں امام ابو یوسف کے نزدیک اس سے مراد فقراء غزاة ہیں
کیونکہ عرف شرع میں جب لفظ سبیل اللہ سلطان بولا جائے تو اس سے یہی مراد ہوتے ہیں۔ امام محمد
کے نزدیک اس سے مراد حاج منقطع ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا ادنیٰ
فی سبیل اللہ دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اھل علیہ الحاج۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک فازی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے
خواہ وہ غنی ہو یا فقیر۔ دلیل حضرت ابو سعید خدری کی زبردستی حدیث ہے: "لا تلحل الصدقات

عہ روای اسرائیل عن جابر بن ابی جعفر فی قولہ تعالیٰ: "والغارمین" قال المسندین فی غیر صرف حق علی
الامام ان یقینی حذ۔ وقال سعید: "ناس علیہم دین من غیر نادر ولا تکلف ولا تبغیر لعل اللہ یمنہم
فیہا سہما وقال مجاہد: "من ذہب السبل ہمالہ ادا صابہ حریق فاذا ذہب مالہ اور جل لہ عیال لا یجدا
یفق علیہم فیستدین ۱۲۔ احکام القرآن

یعنی الاغنیٰ غازی سبیل الشہادۃ اس میں اغنیاء کے لئے حلت صدقہ کی نفی ہے اور غازی کا استثناء غازی کے لئے استثناء ثابت ہے معلوم ہوا کہ غازی غنی کے لئے اخذ صدقہ حلال ہے۔

ہماری دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا تحمل الصدقة یعنی: نیز آپ کا ارشاد ہے: امرت ان اخذ الصدقة من اغنیاء کم دار دہانی فقر انکم: اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک وہ جن سے زکوٰۃ لی جائے اور ایک وہ جن کو زکوٰۃ دی جائے۔

اب اگر غنی کے لئے اخذ صدقہ جائز ہو تو یہ تقسیم باطل ہو جاتی ہے۔ رہی حدیث مذکور سوا اس میں غازی کا استثناء حدود حاجت کی حالت پر محمول ہے اور اس کو غنی کہنا حدود حاجت سے قبل کی حالت کے اعتبار سے ہے۔ (۸) ابن السبیل۔ یعنی مسافر جو حالت سفر میں مالک نقاب نہ ہو گو مکان پر دولت رکھتا ہو حضرت ابو جعفر قتادہ اور مجاہد سے اسی طرح مروی ہے:-

اس کا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث کو زید بن اسلم سے امام مالک اسفیان بن عیینہ قولہ قال ابو داؤد الخ (۴۴۲) اور سفیان ثوری تمیز نے روایت کیا جو مگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نے عطاء بن یسار کی تصریح کی ہے اور سفیان ثوری نے ان کو ذکر نہیں کیا بلکہ یوں کہا ہے: حدیثی الثبت:-

(۳۳۳) حدیثنا محمد بن عوف الطائی ذالفریابی نا سفیان عن عمران الباری عن عطیة عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحمل الصدقة لغنی الا فی سبیل اللہ او ابن سبیل او جبار فقیر یتصدق علیہ فیہدی لک لوید عول قال ابو داؤد ودرہم فراس ابن ابی لیلی عن عطیة مثله

۳۴

ترجمہ

محمد بن عوف طائی نے بند فریابی بتحدیث سفیان بطریق عمران باری بواسطہ عطیہ حضرت ابوسید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غنی کے لئے صدقہ حلال نہیں مگر جو جہاد میں ہو یا مسافر ہو یا ایک محتاج ہو یا یہ جو جس کو کوئی خبر صدقہ میں ملے اور وہ تجھے بطور ہدیہ دیدے یا تیری دعوت کرے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو فراس اور ابن ابی لیلی نے بروایت عطیہ بواسطہ ابوسعید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل روایت کیا ہے:- کثیر صحیح

۱۔ بان یكون فنیاً ثم تحدث له الحاجة بان کان له دار لیکن ہا و متاع یمتہنہ و ثیاب یمسہا دلہ مع ذلک یفضل ما فی درہم حق لا تحمل له الصدقة ثم یبزم علی الخروج فی سفر غزوہ فیتحتاج الی آلات سفر و سلاح یتعمد فی غزوہ و مرکب یمز و علیہ و خادم یتبعین بخدمتہ علی بالم کن محتاجاً لہ فی حال اقامتہ فجوہر ان یصلی من الصدقات الیتبعین بہ فی حاجتہ الی تحدث له فی سفر و ہو فی مقامہ غنی ہا بلکہ ۱۲ ہذل

عنه اخرج له ابو داؤد ودرہم الحدیث الواحد ۱۲ ہذل

(۳۳۵) روایت ابن ابی لیلیٰ کی تخریج امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں کیا
 قوله قال ابو داؤد الخ ہے۔ مافظ بھیقی نے سنن میں کہا ہے کہ حدیث ابوسعید کا صحیح طریق
 طریق عطار بن یسار ہے اور اس میں ابن السبیل کا ذکر نہیں ہے۔ صاحب کتاب اس تعلیق
 کو ذکر کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اس حدیث کو عطیہ سے روایت کرنے میں عمران باری متفق
 نہیں بلکہ اسکو فراس اور ابن ابی لیلیٰ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث
 میں لفظ ابن السبیل صحیح ہے۔

(۲۱۷) باب فی الاستعفاف

(۳۳۵) حدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك عن نافع عن عبد الله بن
 عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وهو على المنبر وهو يذكر الصدقة
 والمتعفف منها والمستغلة اليد العليا خير من اليد السفلى واليد العليا
 المنفقة والسفلى السائلة، قال ابو داؤد اختلف على ايوب عن نافع في
 هذا الحديث قال عبد الوارث اليد العليا المتعفة وقال اكثرهم
 عن حماد بن زيد عن ايوب اليد العليا المنفقة وقال
 واحد عن حماد المتعفة

ترجمہ

عبد اللہ بن مسلمہ نے بطریق مالک بروایت نافع حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور حدیث کا تذکرہ اور حدیث
 لینے سے بچنے اور سوال سے باز رہنے کو بیان فرما رہے تھے کہ اوپر والا ہاتھ بہتر ہے بچنے والے
 ہاتھ سے۔ اور اوپر والا ہاتھ اللہ کی راہ میں دینے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے
 ابو داؤد کہتے ہیں کہ نافع سے اس حدیث میں ایوب پر اختلاف ہے۔ عبد الوارث نے الید
 العلویا المتعفف روایت کیا ہے اور اکثر روایات نے ابوسعید، ابن زید، ایوب سے الید العلویا
 المنفقة نقل کیا ہے اور صرف ایک راوی نے حماد سے المتعفف ذکر کیا ہے۔ کثیر ہے

(۳۳۶) قولہ قال ابو داؤد الخ پر جو حضرت نافع سے راوی ہیں اور حماد بن زید پر جو ایوب سے راوی
 ہیں اختلاف واقع ہوا ہے۔ چنانچہ ایوب سے امام مالک اور حماد بن زید سے الید العلویا
 والمنفقة روایت کیا ہے اور عبد الوارث نے الید العلویا المتعفف۔ پھر حماد بن زید سے اکثر روایات
 نے الید العلویا المنفقة روایت کیا ہے اور صرف ایک راوی نے المتعفف۔

ایک راوی سے مراد شیخ مسدد ہیں جنہوں نے اس کو اپنے سند میں روایت کیا ہے اور انہی کے طریق سے حافظ ابن عبد البر نے تنبیہ میں اس کی تخریج کی ہے۔ حافظ زین العزاقی فرماتے ہیں کہ حماد بن زید سے یہی لفظ یعنی المستغفہ ایک اور راوی ابو الزبج سلیمان زہرائی نے بھی روایت کیا ہے جس کو ہم نے قاضی یوسف بن یعقوب کی کتاب الزکوٰۃ میں روایت کیا ہے۔ نیز حضرت نافع سے اس کو موسیٰ بن عقبہ بھی روایت کرتے ہیں اور ان پر اختلافی آئے ہوئے ہیں چنانچہ ابراہیم بن طہمان نے المستغفہ ہی روایت کیا ہے اور حفص بن میسرہ نے المستغفہ۔ ان دونوں کی تخریج ہم نے سنن بیہقی میں کی ہے۔

علامہ خطابی نے معالم میں المستغفہ والی روایت کو ترجیح دی جو فقال انہا اشبه دمع اور ابن عبد البر نے تنبیہ میں المستغفہ والی روایت کو ترجیح دی ہے فقال انہا اولی واشبه بالصواب من قول من قال استغفہ امام بخاری نے بھی صحیح میں عن عمار بن حماد بن زید اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام نسائی کی روایت بطریق طارق حارثی "یہ المعطی العلویا" بھی اسی کی موافق ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ آثار کا حاصل یہ ہے کہ سب بہتر ہاتھ مستغفہ ہے پھر لینے سے باز رہو والا پھر بلا سوال لینے والا اور سب کے فرد تر ہاتھ اٹھنے اور نہ دینے والا ہے۔

(۳۱۸) باب الصدقة علی بنی ہاشم

(۳۳۶) حد ثنا نصر بن علی انا ابی عن خالد بن قیس عن قتادة عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجد تمرًا فقال لولا انی اخاف ان نکون صدقة لا کلنہا، قال ابو داؤد مرآۃ ہاشم عن قتادة ھکذا

ترجمہ

نصر بن علی نے باخبار والد علی بروایت خالد بن قیس بواسطہ قتادہ حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور پائی۔ فرمایا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ صدقہ کی ہے تو میں اس کو کھا لیتا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو ہشام نے قتادہ سے اس طرح روایت کیا کہ قال فی باب الخبز زیر بحث باب کی پہلی حدیث ابو رافع کے الفاظ: "لا نکل لنا الصدقة" کے ذیل میں قاضی شوکانی نے کہا ہے کہ یہ الفاظ بظاہر اسی پر دال ہیں کہ صدقہ فرض و صدقہ تطوع دونوں حرام ہیں۔ چنانچہ علامہ خطابی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دونوں حرام ہیں۔ لیکن علامہ نے خطابی کے اس دعویٰ اجماع پر گرفت کی ہے کیونکہ امام شافعی سے ایک قول صدقہ تطوع کی حلت کی ہے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اکثر احناف و زیدیہ کی رائے یہ ہے کہ ان کی صدقہ تطوع جائز ہے۔ شوافع و حنابلہ کے یہاں بھی یہی صحیح ہے۔ البتہ صدقہ فرض جائز نہیں کیونکہ

یہ اسلخ الناس اور ان کے مال کا سبب کچل ہے جو ان حضرات کے حق میں قطعاً ناجزیا ہے۔
 امام ابو یوسف اور ابو العباس کے نزدیک تعدد قیام بھی حرام ہے لان الدلیل لم یفصل۔
 پھر امام شافعی کے نزدیک یہاں آل بھی سے مراد بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں بعض موالک
 بھی اسکی کہ قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک خاص طور سے بنو ہاشم مراد ہیں۔
 اور اصبح الحی کے نزدیک آل بنو قصی ہیں۔

(۴۴۴) اس کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کو تنہا وہ سے تین آدمیوں نے روایت
 قوله قال ابو داود الخ کیا ہے حماد بن سلمہ، خالد بن قیس اور ہشام بن سالم۔ ان کی روایات
 میں فرق یہ ہے کہ حماد نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں بتایا بلکہ فہم انس مانا ہے۔
 اور خالد ہشام نے اس کو آپ کا قول بتایا ہے اور مرغوع روایت کیا ہے۔
 روایت ہشام کی تخریج امام مسلم نے صحیح میں بطریق معاذ بن ہشام عن ابیہ کی ہے دیویدہ
 رواہ مسلم فی صحیح عن سفیان وزائد عن منصور بن عوف عن انس بن مالک عن رسول اللہ
 علیہ وسلم لولا ان تكون من الصدقة لاکتھا۔

(۲۱۹) باب فی المنیحة

(۳۳۷) حدثنا ابراہیم بن موسی قال اخبرنا اسرائیل بن ح وحدثنا مسدد
 قاسم بن عیسی و هذا حدیث مسدد وهو اتم عن الاوزاعی عن حسان
 بن عطیة عن ابی کبشة السلولی قال سمعت عبد الله بن عمر یقول قال
 رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اربعون خصلة اعلاهن منیحة العنز ما یعمل
 رجل بخصلة منها رجاء ثوابها وتصدیق موعودها الا دخله الله بها
 الجنة، قال ابو داود فی حدیث مسدد قال حسان، فحدنا ما دون
 منیحة العنز من رد السلام وتشمیت العاطس واماطة الاذی عن
 الطریق ونحوه فما استطعنا ان نبلیغ خمسة عشر
 خصلة

حل لغات

ینم علیہ۔ فمن یفزع عین وسکون فون بکری، رجاء ثوابها معقول رہنے کی بنا پر منصوب ہے۔ تصدیق
 موعودہا بالاضافۃ منصوب بنزع الخافض ای علی تصدیق ما وعد اللہ رسولہ علیہا تشمیت یرحمک اللہ
 کہہ دو ما کرنا، عاٹس مچکنے والا، اماطۃ دور کرنا، ہٹانا، الاذی تکلیف دہ چیز، طریق راہ، راستہ، ترجمہ

اس مالدار کی دہجائی کرتا جو بعد میں تنگ دست ہو گیا ہو۔ اس عالم پر ترس کھام جو مبالغوں میں بھٹتا ہو۔ بیمار پر ہسی کرنا۔ جو مسلمان کی غیبت کرے اس کی تردید کرنا۔ معصا غمہ کرنا۔ اللہ کے لئے محبت رکھنا۔ اللہ ہی کے لئے بغض رکھنا۔ جو شخص سواری پر بوجھ لاد رہا ہو اس کا ہاتھ بٹانا۔ نصیحت و غیر خواہی کرنا۔ اللہ ہی کے لئے کسی کے پاس بھیننا۔ مسلمان کو اس کی آبروریزی سے بچانا۔ ظلم کرنے والے کو ظلم سے روکنا وغیرہ۔

ابن علامہ کرماتی اور ابن المنیر وغیرہ نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ رجاء بالغیب ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ان کے علاوہ دیگر اعمال خبر مراد ہوں۔ نیز ان کا منہ المغز سے کم ہونا متیقن نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کے برابر اس سے بہتر ہوں۔ پس بہتر ہے کہ شرار کے چکر میں نہ پڑا جائے۔ کیونکہ ان امور کو مبہم رکھنے کی حکمت ہی یہ ہے کہ کسی نیکی کو حقیقہ نہ سمجھا جائے گودہ کم ہو۔

(۲۲۰) باب المرأة تصدق من بیت زوجها

(۳۳۸) حدثنا محمد بن سوار المصری، نا عبد السلام بن حرب عن یونس بن عبید عن زیاد بن جبیر عن سعد، قال لما بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم النساء قامت امرأة جلیلة كما كنا من نساء مصر فقالت يا بني الله انا كل على ابائنا وابنائنا، قال ابو داود واری قیہ وازواجنا فما یحل لنا من اموالهم قال الرطب تا کلنه و تخدینہ، قال ابو داود الرطب الخبز والبقل و الرطب، قال ابو داود و کذا رواه الثوری عن یونس

ترجمہ

محمد بن سوار مصری نے بن عبد السلام بن حرب بطریق یونس بن عبید بروایت زیاد بن جبیر حضرت سعد سے روایت کیا ہے کہ جب عورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئیں تو ایک جلیل القدر عورت دجو گویا قبیلہ مصر کی تھی، اٹھ کر بولی، یا نبی اللہ! ہم تو اپنے مال باپ، بیٹوں، ابو داؤد کہتے ہیں کہ میرے خیال سے اس میں یہ بھی ہے کہ اور خاندانوں کے تابع ہوتے ہیں تو ہم کو ان کے مال میں سے کیا چیز درست ہے؟ آپ نے فرمایا، رطب۔ کھاؤ اور ہدیہ دو۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ رطب سے مراد کھجور، ترکاری اور خرمائے تر ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو ثوری نے بھی یونس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ - نشر میجو

قولس باب الخ۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابو بکر بن العربی سے نقل کیا ہے کہ اگر عورت اپنے شوہر کے مال سے خیرات کرے تو یہ کہاں تک جائز ہے؟ اس کی بابت سلف کا اختلاف ہے۔

چنانچہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ سنی لیسر یعنی تھوڑی سی چیز دیدینا جو معمولی ہو اور اس سے شوہر کا کوئی نقصان نہ ہوتا ہو جائز ہے۔

بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب شوہر کی طرف سے اس کی اجازت ہو گوا جائا ہی ہو۔ امام بخاری نے اسکی کو اختیار کیا ہے وہی لئے موصوف نے ترجمہ میں: بالامر بہ کی تفسیر بڑھائی ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک یہ اختلاف عادت پر محمول ہے۔ لیکن فساد کی نیت سے نہ ہونا مستفق علیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کا مال لوگوں کو بجا طریق پر ٹٹانے کی نیت سے نہ دے بلکہ فساد کی خیر خواہی سے معمول کے مطابق خیرات کرے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو یہ اشکال ہو کہ اس باب میں مختلف احادیث وارد ہیں، مثلاً جامع ترمذی میں حضرت ابو امامہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر دینا جائز نہیں اور زیر بحث باب کی حدیث عائشہ سے اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

نیز حضرت عائشہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شوہر کی خوش دلی پر موقوف ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث اس پر دال ہے کہ یہ صرف نیت فساد نہ ہونے کے ساتھ مقید ہے گو بلا اجازت ہو اور زیر بحث حدیث سعد بن ابی وقاص یہ بتا رہی ہے کہ یہ روٹی ترکاری کے ساتھ خاص ہے۔

تو ان احادیث میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ یہ اختلاف عادات بلاد و حالات زوج حیثیت خیرات اور عادت شوہر کے اختلاف پر محمول ہے کہ ہر شخص کی عادت مختلف ہوتی ہے اور ہر علاقہ کا طور و طریق جدا۔

۳۱۰

اس میں صرف یہی بتانا ہے کہ غالباً اس حدیث میں دایمانا قولہ قال ابو داؤد و دارمی الخ (۳۴۹) کے بعد لفظ: وازواجنا بھی ہے۔

رطب کی تفسیر مقصود ہے کہ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو دیر پا اور زیادہ وقت تک رکھنے کے قابل نہ ہوں، جیسے روٹی، ترکاری اور خراہ تر وغیرہ۔ فی القاموس البقل ما بنت فی بزرہ لانی اور مرثا بتہ۔

عبدالسلام بن حرب کا متابعت مقصود ہے کہ جس طرح اس قولہ قال ابو داؤد و کنذ الخ (۳۵۱) حدیث کو یونس بن عبید سے عبدالسلام نے روایت کیا ہو اسی طرح اس سے سفیان ثوری نے روایت کیا ہے۔

(۳۳۹) حدثنا محمد بن ستوار المصری نا عبد ق عن عبد الملك عن عطاء عن ابی ہریرۃ فی المرأة تصدق من بیت زوجها قال لا الا من قوتھا والا جو بینھا ولا یحل لھا ان تصدق من مال زوجها الا باذنہ قال ابو داؤد و ہذا یضعف حدیث ہمام

ترجمہ

محمد بن سوار معمری نے بسند عبیدہ بطریق عبد الملک بواسطہ عطاء حضرت ابو ہریرہ سے اس عورت کی بابت روایت کیا ہے جو اپنے شوہر کے گھر سے غیرات کرے کہ آپ نے فرمایا: نہیں البتہ اپنے خرچ میں سے دے سکتی ہے اور ثواب دونوں کو ملے گا۔ اور اس کے لئے یہ درست نہیں کہ اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر خیرات کرے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ روایت حدیث ہمام کو ضعیف کر دیتی ہے۔ و لکن شریح

قولہ قال ابو داؤد الخ (۲۵۲) یعنی زیر بحث حدیث سے پہلے جو حضرت ابو ہریرہ سے ہمام بن منبہ کی حدیث ہے وہ اس حدیث موقوف سے ضعیف ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ کا یہ فتویٰ ان کی حدیث مرفوعہ کے خلاف ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کے نزدیک حدیث مرفوعہ کسی وجہ سے منسلک ہے۔ لیکن یہ بات کچھ میں نہیں آتی کہ اس سے حدیث مرفوعہ کیسے ضعیف ہو سکتی ہے جبکہ حدیث ہمام بن منبہ بالکل صحیح بڑی قوی اور متصل الاسناد ہے جس کی تخریج پر تین مستفیق ہیں اور اس میں کوئی غلطی نہیں۔ پس یہاں یہ قول زائد معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اکثر نسخوں میں یہ عبارت موجود بھی نہیں صرف بعض نسخوں میں پائی جاتی ہے۔

(۲۲۱) بَابُ فِي صَلَوةِ الرَّحْمِ

۳۱۱

(۳۳۰) حدثنا موسى بن اسماعيل ناحدا عن ثابت عن انس قال لما نزلت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ قَالَ ابُو طَلْحَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَدَى دَبْنَا لِيَسْأَلُنَا مِنْ اَمْوَالِنَا فَاَنْتَ اَشْهَدُ لِي اَنْي قَدْ جَعَلْتَ اَرْضِي بَادِيَا لِه فَقَالَ لَهْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجعلها في قِربتك فقسمها بين حسان بن ثابت و ابى بن كعب، قال ابو داؤد بلغني عن الانصاري محمد بن عبد الله قال ابو طلحة زيد بن سهل بن الاسود بن حرام بن عمرو بن مزيد منا لآ بن عبد بن عمرو بن مالك بن النجار، وحسان بن ثابت بن المنذر بن حوام يجمعون في حوام وهو الاب الثالث، و ابى بن كعب بن قيس بن عتيك بن زيد بن معاوية

ع قال الشيخ في البذل يمكن ان يكل قوله في الحديث المرفوع من غير امره اى من غير امره انما دها ذن دلاله دعنا دمعنى قوله في فتواه الابا ذن اى سوار كان اذن صراحة او دلاله بفتح لا. اختلاف بينهما ۱۲ بذر.

بن عمر و بن مالک بن النجار فعمرو و یجمع حسان ——— و ابی طلحة
و ابی قال الانصاری بن ابی و ابی
طلحة ستة ابناء ———

ترجمہ

موسیٰ بن اسمیل نے بند حماد بواسطہ ثابت حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب آیت
”تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ تَقْرَأُ مَا تُحْمِلُونَ“ نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں سمجھتا
ہوں کہ حماد اپر در در گار ہمارے مالوں کو طلب کرتا ہے سو میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے
اپنی زمین جو ارجامیں ہے خدا کو دے دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے عزیز نہیں تقسیم کرو
تو انھوں نے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب کے درمیان تقسیم کر دیا۔
ابو داؤد کہتے ہیں کہ مجھ کو محمد بن عبداللہ انصاری سے یہ بات پہنچی ہے کہ ابو طلحہ زید بن سہل بن
الاسود بن حرام بن عمرو بن زید مناة بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار ہیں اور حضرت حسان
بن ثابت بن المنذر بن حرام ہیں۔ پس ابو طلحہ اور حسان حرام بن عمرو پر جمع ہو جاتے ہیں جو
ان کے تیسرے باپ ہیں۔ اور حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عتبک (صحیح ابن عبیدہ ہے) بن
زید بن معادیہ بن عمرو بن مالک بن نجار ہیں۔ پس عمرو بن مالک حضرت حسان اور حضرت ابو
طلحہ اور حضرت ابی کو جمع کر دیتا ہے۔ انصاری نے کہا ہے کہ حضرت ابی اور حضرت ابو طلحہ
کے درمیان چھ آبار ہیں :- تشریح

۳۱۲

قولس بار بجا آئے۔ علامہ نجی نے ذکر کیا ہے کہ مدینہ میں کچھ باغات تھے جن میں کنوئیں تھے اور
ان باغات کو کنوئیں ہی کے نام سے پکارا جاتا تھا انہیں میں سے پیر چاہے جو پیر حاکم ہون مقبر
ہے۔ صاحب مغرب کہتے ہیں کہ یہ مدینہ میں حضرت ابو طلحہ کا ایک باغ تھا جو مسجد کے بالکل
واقع تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے
تھے جو بہت پاکیزہ تھا۔

پھر اس لفظ کے ضبط حرکات میں محدثین کے الفاظ مختلف ہیں۔ علامہ ابن الاثیر نے نہایہ میں

ع قال السیوطی فی تزییر الحوالک قال الباجی قرأنا هذه اللفظة علی ابی ذر یفتح الراء فی معنی الرفع والنصب
والخفض والجمع ود اللفظان اسم موضع ولیست مضافة الی موضع۔ وقال الحافظ ابو عبد اللہ
العسکری انما ہی یفتح الباء والراء واتفق ہود الہند و غیرہا من الحفاظ علی ان سن رفع الراء
حال الرفع فقد غلط علی ذلک کنا نقرؤہ علی شیوخ بلدنا و علی القول الاول اور ذکر
الی العلم بالشرق و ہذا الموضع یعرف بقصری حدیثہ و ہو موضع بقعی مسجد المدینہ
۱۲ تزییر۔

قول قیس بن عتیک الخ۔ ابو داؤد کے اکثر نسخوں میں قیس کے بعد عتیک ہی ہے، لیکن نسخہ مکتوبہ کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ صواب عبیدہ اور یہی ہے۔ کیونکہ تہذیب التہذیب الاصابہ، اسد الغابہ اور الاستیعاب میں عتیک کے بجائے عبیدہ لکھا ہے۔

(۳۲۲)

بَابُ فِي الشُّرْ

(۳۲۱) حَدَّثَنَا مَسْبُودٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ عِدَّةً مِنْ مَسَاكِينٍ، قَالَ ابْنُ أَبِي أَوْدٍ وَقَالَ غَيْرُهُ أَوْ عِدَّةً مِنْ صَدَقَةٍ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى وَلَا تَحْصِيَنَّ فُتِحَتْ

ترجمہ

مرد نے بسند اسماعیل بن ابی یوب بواسطہ عبد اللہ بن ابی ملیکہ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کئی مسکینوں کو گنا یا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ دوسرے روایت کے الفاظ: او عدۃ من صدقۃ۔ ہیں یعنی کئی صدقوں کو گنا یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دے اور مست گن، ورنہ مجھے بھی گن کر لے گا۔ - تشریح

۳۱۴ قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۲۲) اس مقدمہ ترجمہ ہی سے ظاہر ہے کہ اس حدیث میں: عدۃ من مساکین ہے۔ اور غالباً اسد کے علاوہ، دیگر روایت بطریق شک۔ او عدۃ من صدقۃ: ذکر کیا ہے۔

کتاب اللقطۃ (۳۲)

(۳۲۲) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَاحِيًا دَنَا سَلَمَةُ بْنُ كَهْقِيلٍ بِإِسْنَادٍ وَمَعْنَاهُ قَالَ فِي التَّعْرِيفِ قَالَ فِي عَامِينَ أَوْ ثَلَاثَةً وَقَالَ أَعْرَفَ عِدَّةً هَا وَهَاهَا وَكَأَوْهَا شَرَادَ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَعَرَفَ عِدَّةً هَا وَكَأَوْهَا فَإِنْ جَاءَ فَغَرَّهَا أَلَيْسَ قَالَ ابْنُ أَبِي أَوْدٍ لَيْسَ يَقُولُ هَذِهِ الْكَلِمَةُ الْأَحْمَادُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

یعنی فعر فعددها

حل لغات

نقطہ پڑی ہوئی چیز چڑھائی جائے۔ دعار بکسر واؤ: برتن جس میں کوئی چیز رکھی جائے۔ چڑے کا ہوا مٹی کا یا لکڑی کا۔ واؤ کا ضمہ بھی منقول ہے۔ حضرت حن کی قرأت آیت

قبل و عار اخیرہ میں ضمہ ہی کے ساتھ ہے۔ سعید بن جبیر داؤد مکسورہ کو ہمزہ سے بدل کر اعرار پڑھتے ہیں۔ دکار بکسورہ و ہندہن جس سے ہمیانی یا تشکیزہ وغیرہ کو بانڈھا جائے ترجمہ موسیٰ بن اسماعیل نے ہندہن تجدید سلسلہ بن کہیل اسناد سابقہ اسی کے ہم معنی روایت کرتے ہیں۔ کتابک کہ دو سال یا تین سال تک اعلان کرے اور فرمایا کہ اس کا عدد اور اس کی پھیلی اور ہندہن پہچان رکھ اگر اس کا ایک آئے اور عدد اور ہندہن کی پہچان بتائے تو اس کو دیدے۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ جملہ غروف عدد ہا: اس حدیث میں حادثہ کے علاوہ کوئی نہیں کہتا۔ تشریح قول کتاب اللقط الخ۔ اگر تشبیر اعلان کے بعد بھی مالک لفظ کا پتہ نہ ملے تو وہ شئی واجب الصدق ہوتی ہے خواہ تصدیق اپنی ذات پڑو یا کسی غیر پر ہو۔ اس مناسبت سے صاحب کتاب کتاب اللقط کو کتاب الزکوٰۃ میں لار ہے ہیں۔

نقط سے متعلق چند امور قابل تحقیق ہیں۔ اول یہ کہ اس کی لغوی تحقیق کیا ہے؟ دوم یہ کہ انقطاع لفظ کی شرعی حدیث کیا ہے؟ سوم یہ کہ لفظ بہیمہ و لفظ غیر بہیمہ دونوں برابر ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے؟ چہارم یہ کہ تشبیر لفظ کی مدت کیا ہے؟ پنجم یہ کہ بعد التشبیر مالک لفظ ظاہر نہ ہونے پر لفظ کا حکم کیا ہے؟

تحقیق امر اول، لفظ التقاط سے ہے يقال التقط الشئ زمین پر پڑی ہوئی چیز اٹھالی، صاحب مجمع کہتے ہیں کہ لفظ بغض لام و فتح قاف مال ناقوط کو کہتے ہیں اور بلا قصد و طلب کسی شئی پر مطلع ہونا التقاط کہلاتا ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک لام کے ضمہ اور قاف کے فتح کے ساتھ پڑی ہوئی چیز اٹھانے والے کو کہتے ہیں اور خاف کے سکون کے ساتھ اس چیز کو کہتے ہیں جو اٹھائی جائے جیسے ٹھگہ بیع ماء اسم فاعل ہے اور حار کے سکون کے ساتھ ام مفعول ہے۔ یہ خلیل نحوی کی رائے ہے جو بقول ازہری قیاس کے موافق ہے۔ کیونکہ بقول ابن بری مفعول کے لئے عین کی حرکت نادر ہے۔

لیکن اصمعی، ابن الاعرابی اور فراء نے ام مفعول ہونے کی حالت میں قاف کے فتح کو جائز مانا ہے اہل عرب سے یہی سموع ہے اور اہل لغت و اہل حدیث اسی پر متفق ہیں۔ بلکہ عیاض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اس کے سوا جائز ہی نہیں۔ صاحب مجمع نے اسی کو صرح کیا ہے۔ پھر اس میں دو لغتیں اور ہیں وقد نظم الاربعہ ابن مالک حیث قال ۛ

لَقَطًا وَلَقَطَةً وَلَقَطَهُ ۛ وَلَقَطَ لَقَطًا قَدْ لَقَطَ

تحقیق امر دوم :- امام سرخسی نے مروط میں ذکر کیا ہے کہ جو شخص کوئی پڑی ہوئی چیز پائے اس کے اٹھانے اور نہ اٹھانے کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے۔ متفلسفین کہتے ہیں کہ اس کو اٹھانا جائز نہیں کیونکہ یہ مال کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لینا ہے جو شرعاً حرام ہے بعض متفقین ائمہ تابعین اس کے قائل تھے کہ اٹھالیا جائے تو جائز ہے لیکن ترک افضل ہے۔ کیونکہ اس کا

مالک اس کو وہیں تلاش کر بیگا جہاں وہ گری ہے۔

لیکن علماء اخاف اور عام فقہاء کے نزدیک اٹھالینا ہی بہتر ہے۔ صاحب بدائع نے اس کی تفصیل یوں کی ہے کہ نقطہ کی چند حالتیں ہیں۔ بعض صورتوں میں اس کا اٹھالینا مسدوب ہے اور بعض صورتوں میں مباح اور بعض صورتوں میں حرام۔ اگر نقطہ کو نہ اٹھانے کی حالت میں اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو اس کے مالک تک پہنچانے کی نیت سے اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اس صورت میں اٹھالینا مباح ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ضائع ہو نیک اندیشہ ہو تو اس صورت میں اٹھالینا واجب ہے تیسری صورت ہے کہ مالک کو دین کی نیت سے نہیں اٹھاتا بلکہ اپنے لئے اٹھاتا ہے تو اس نیت سے اٹھانا حرام ہے۔

تحقیق اس رسوم: ہمارے یہاں نقطہ بہیمہ اور نقطہ غیر بہیمہ دونوں کا حکم برابر ہے پس جو صورتیں نقطہ غیر بہیمہ کی ادھر مذکور ہوئیں وہی نقطہ بہیمہ کی ہیں۔ امام شافعی کے یہاں نقطہ بہیمہ یعنی اہل و بقر اور غنم وغیرہ کا التقاط جائز نہیں۔ کیونکہ زیر بحث حدیث سے اگلی حدیث زید بن خالد جہنی میں ہے۔ قال یا رسول اللہ! فضالة الابل فعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ

اد احمد ذہبہ وقال مالک ولبا سواہا حذرا با دستقاہا حتی یا تہیا بہا۔

یعنی سائل نے کہا، اگر بھولا بھٹکا اونٹ لے؟ اس پر آپ خفا ہوئے یہاں تک کہ آپ کے رخسار پر سرخ ہو گئے اور فرمایا: تجھے اونٹ سے کیا غرض وہ اپنا مونہ اور منگیزہ ساتھ رکھتا ہے جب تک اس کا مالک آئے۔ مزہ سے مراد اس کا پاؤں اور منگیزہ سے مراد اس کا پیٹ ہے کہ کئی دن کا پانی اپنے پیٹ میں بھریا ہے یعنی نہ اس کو روزانہ پانی کی ضرورت ہے نہ بھیڑنے کا خوف ہے۔ پھر کچھ لے کر کیا ضرورت ہے؟ امام مالک اور امام ابو زاعی بھی اسی کے قائل ہیں۔ علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک گھوڑے، اونٹ، گائے، بکری اور ہرن کا التقاط جائز نہیں الا ان یاخذہ الامام المحفیظ۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ایک شخص کو حرہ میں ایک اونٹ ملا اور اس نے اس کی تشبیر کی پھر حضرت عمر سے تذکرہ کیا۔ آپ نے اس کو تشبیر کا حکم دیا۔ اس نے کہا کہ اس نے تو مجھے زمین کے کام کا ج سے بھی روک دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں سے پکڑا تھا وہیں چھوڑ آ۔

رہی حدیث مذکور سو وہ اس صورت پر محمول ہے جب اس کا مالک کہیں قریب ہی میں رہتا ہو۔ حدیث کے الفاظ: حتی یلقا ہا رہا: اسی طرف مشیر ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اسی حدیث میں آپ نے بکری کو پکڑ لینے کی ترغیب دلائی ہے اور اندیشہ ضیاع پر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: فانہا تک ادلا خیک اول الذئب اھ۔ اور یہ چیز اونٹ میں بھی متحقق ہے۔ لان ترکہا سبب لفعیا عبا۔

عقین امر حرام و مدت تعریف نقطہ کی بابت حافظ ابن المنذر نے حضرت عمرؓ سے چار قول نقل کئے ہیں۔ اول یہ کہ تین سال تک اعلان کرتا رہے۔ شیخ فادر دی نے نقل کیا ہے کہ بعض فقہاء اسی کے قائل ہیں۔ دوم یہ کہ ایک سال تک اعلان کرے۔ ابراہیم نخعی سے بھی یہی روای ہے۔

سوم یہ کہ تین ماہ تک اعلان کرے۔ چہاں یہ کہ صدائے عین یوم اعلان کرنا کافی ہے۔ شیخ ابن حزم نے حضرت عمرؓ سے پانچواں قول چار ماہ کا بھی نقل کیا، جو بن حزم و ابن الجوزی بان ہذہ الزیادۃ فلفطہ امام نووی نے ذکر کیا ہے کہ روایات حدیث زید بن خالد میں مدت تشہیر ایک سال ہے۔ اور حدیث ابی بن کعب میں تین سال اور ایک روایت میں صرف ایک سال اور ایک روایت میں شک کے ساتھ ہے راوی کہتا ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے ایک سال کے لئے فرمایا یا تین سال کے لئے اور ایک روایت میں دو سال یا تین سال ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ان روایات کے درمیان جمع و توفیق کی بابت دو قول ہیں۔ اول یہ کہ شک اور زیادتی کو ختم کر دیا جائے اور یوں کہا جائے کہ شک دالی روایت میں بھی ایک ہی سال کی مدت مراد ہے اور اس سے زائد مدت مردود ہے کیونکہ وہ بانی احادیث کے مخالف ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت زید بن خالد کی حدیث اقل مدت پر محمول ہے اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث زہد و ورع اور زیادتی فضیلت پر محمول ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں بعض لوگوں کا مذہب نقل کیا ہے کہ شئی قلیل اور معمولی چیز میں تشہیر اعلان واجب نہیں اور قلیل کی مقدار بعض کے نزدیک دس روزہم یا اس سے کم اور بعض کے نزدیک دینار یا اس سے کم ہے۔

علامہ احناف کے یہاں اس کی بابت تین روایتیں ہیں۔ اول ظاہر الزیادۃ جس کو امام محمد نے اصل میں ذکر کیا ہے کہ شئی منقوٹ قلیل ہو یا کثیر بہرہ و صورت ایک سال تک اعلان کرے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔

دوسری روایت صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے کہ اگر وہ شئی دس درہم کی قیمت سے کم ہو تو کچھ روزہ تک اعلان کرے اور اگر دس درہم یا اس سے زائد کی ہو تو ایک سال تک اعلان کرے۔

تیسری روایت یہ ہے کہ مذکورہ بالا مقادیر میں سے کوئی مقدار لازم نہیں۔ لمنقط کی رائے پر محمول ہے۔ پس اتنی مدت تک اعلان کرنا ہو گا جس سے ظن غالب حاصل ہو جائے کہ اتنی مدت کے بعد اس کا مالک طلب جو تجو میں نہ ہو گا۔ امام سرخسی نے موطا میں اس کی کو اختیار کیا ہے۔

علامہ شہابی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں کہ ہدایہ، مضمرات اور جوہر میں اس کی تصحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امام سرخسی فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب کی حدیث زوجیر بحث کتاب کی پہلی حدیث میں ہے، اس بات کی دلیل ہے کہ تعریف لفظ کے سلسلہ میں ایک سال کی مدت لازمی نہیں

۵۵ ہذہ روایۃ عن ابی حنیفہ۔ قال فی العناۃ قولہ ہذہ روایۃ عن ابی حنیفہ یشر الی انہا لیسبت ظاہر المرادۃ فان الطحاذا قال اذا التقط لقطۃ یعر فہائتہ سوار کان شیئاً نفیاً ادخیس فی ظاہر المرادۃ ۱۲ بذل۔

بلکہ اتنی مدت تک اعلان کیا جائے گا جتنی مدت تک اس کا مالک اس کی جستجو اور تلاش میں رہے۔ الا تری ان مائۃ دینار لما کانت الماعظیما کیف امرہ صلی اللہ علیہ وسلم بان یرفعا ثلث سنین اور۔ پس شیخ منذری نے جو یہ کہا ہے کہ "لم یقل احد من ائمة الفتوی ان اللقطۃ تعرف ثلث سنین" یہ غالباً احناف کی اس تفسیر کی روایت پر آگہی نہ ہونے کی بنا پر ہے۔ تحقیق امر متعجب، جب بقطع حسب دستور سابق لقطہ کا اعلان کر چکا اور مالک ظاہر نہ ہونے پر اس نے لقطہ میں تصرف کر لیا اس کے بعد اس کے مالک کا پتہ لگ گیا اور اس نے اپنی چیز کا مطالبہ کیا تو بقطع پر اس کا ضمان لازم آئے گا یا نہیں؟ سو بقول حافظ جمہور کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ شیء علی حالہ باقی ہو تو اس کو اور باقی نہ ہو تو اس کے بدلے اور عوض کو واپس کرنا ضروری ہے۔ علامہ کرامی صاحب امام شافعی، بخاری اور امام ظاہریہ داؤد بن علی اسکے خلاف ہیں۔ جمہور کی دلیل روایت کے الفاظ: "ولکن دلیۃ عنک" اور روایت مسلم کے الفاظ: "ناظر عفا صہادہ کا نہا تم کھانا خان جاہ صاحبہا فادھا الیہ" ہیں جن میں ایسی کا حکم موجود ہے۔ ان سے زیادہ صریح روایت امام ابو داؤد کی ہے یعنی زیر بحث کتاب کی چھٹی روایت جو حضرت زید بن خالد جہنی سے مروی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "خان جاہ باغیہا فادھا الیہ والا فعر عفا صہادہ کا نہا تم کھانا خان جاہ باغیہا فادھا الیہ" کہ اگر اس کا تلاش کنندہ آجائے تو اس کو دیدے ورنہ اس کا حرف اور سر بندھن پہچان رکھ۔ پھر اس کو صرف کر ڈال اور اگر اس کے بعد اس کا مالک آئے تو ادا کر۔ یعنی اگر اس کا مالک ایک مدت کے بعد آئے تب بھی ادا کرنا ہوگا۔

۳۱۸

مگر یہ احادیث بظاہر احناف کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر لقطہ مالدار ہو تو اس کے لئے بھی لقطہ سے انتفاع جائز ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحق بن راہویہ اسی کے قائل ہیں۔ سفیان ثوری اور احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر لقطہ غنی ہو تو اس کے لئے انتفاع جائز نہیں امام مالک بھی اسی طرف گئے ہیں۔

ع قال الامام السرخسی فی موطا و ذلک یتکلف بقلۃ المال و کثرۃ حتی قالوا فی عشرۃ درہم فصلا حول لان ہذا مال خیر متعلق القطع بسرۃ و الجول الکامل انک حسن و فی اددن العشرۃ الی ثلثۃ یرفہا شہرا و فی ما ددن ذلک الی الدرہم یرفہا جمۃ و فی ما ددن الدرہم یرفہا یوما و فی فلس اربعۃ ینظر حینۃ و سیرۃ ثم یضد فی کف فقیر و شیء من ہذا یس بقدر لازم لان نصب المقادیر بالرای لا یكون و لکننا نعم ان التعریف بنار علی صاحب اللقطۃ دلائل لہ الی معرفۃ مدۃ طلب حقیقۃ فیسنی علی غالب رأیہ ۱۲ بذل

عہ کلن و افق داؤد الجمہور اذا کانت العین قائمۃ ۱۲

سہ نازہ اربا د اہا الیہ قبل الاذن فی الکلیا و بعدہ ۱۲ بذل

زیر بحث کتاب کی پہلی حدیث ابی بن کعب میں ہے: وحدث صرة فيها مائة دينار احد
 کہ میں نے ایک تھیلی پائی جس میں سو دینار تھے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے کہ آیا
 آپ نے فرمایا اس کا ایک سال تک اعلان کر۔ (میں ایک سال بعد) پھر لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا
 ایک سال اور اعلان کر۔ میں ایک سال بعد پھر لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا ایک سال اور اعلان
 کر۔ میں ایک سال بعد لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی نہیں ملا ہوا سے پہچانتا ہو۔ آپ نے
 فرمایا: اس کو شہاد کر کے تھیلی اور قسم یاد رکھ پس اگر اس کا مالک آجائے تو بہتر ہے ورنہ تو
 اس کو اپنے کام میں لا۔

اور یہ سب جانتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب الدار صحابہ میں سے تھے اس کے باوجود نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے نقطہ سے فائدہ اٹھانے کو مسامح فرمایا۔ معلوم ہوا کہ غنی اور مالدار
 لمقطع کے لئے بھی استفادہ جانتے رہے۔

جو آپ یہ ہے کہ اگر حضرت ابی کے مالدار ہونے سے مراد عموم ازمنہ ہے کہ آپ ہمیشہ سے
 مالدار تھے تو یہ غیر مسلم ہے کیونکہ بہت سی روایات سے اس کے خلاف ثابت ہے۔ چنانچہ
 روایت میں ہے کہ حضرت ابو طلحہ نے اپنا باغ بیعاً صدقہ کرنا چاہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے ارشاد فرمایا: اجعلها فی فقراء اہلک۔ پس آپ نے وہ باغ حضرت حسان اور حضرت
 ابی پر صدقہ کیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابی اس وقت مالدار نہ تھے ورنہ وہ اس صدقہ کے
 مستحق نہ ہوتے۔ اور اگر آپ کے مالدار ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ زندگی کے کسی حصہ میں
 مالدار تھے تو یہ ذلالت کے لئے مضر ہے اور نہ دوسروں کے لئے مفید محبت کیونکہ ممکن ہے
 تھیلی پانے کا قصہ مالدار کی کے زمانہ کا نہ ہو۔

(ضروری تنبیہ) زیر بحث کتاب کی چودھویں روایت جو سوہوہی روایت میں حضرت
 سہیل بن سہیل سے بالتفصیل مروی ہے اس میں ہے کہ حضرت علی حضرت فاطمہ زہراؑ کے پاس
 تشریف لائے دیکھا حضرت حسن و حسین رو رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کیوں رہتے ہیں؟ حضرت
 فاطمہ نے فرمایا ابھوک کی وجہ سے۔ آپ باہر نکلے اور بازار میں ایک دینار پڑا ہوا پایا۔ آپ اس
 کو لے کر حضرت فاطمہ کے پاس آئے اور قصہ سنایا۔ حضرت فاطمہ نے کہا: فلاں یہودی کے پاس جاؤ
 اور اس سے آٹا بے آؤ۔ حضرت علی اس یہودی کے پاس گئے اور آٹا خرید لیا۔ یہودی نے کہا:
 اس شخص کے داماد تمہیں جو جو یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت علی نے کہا: ہاں۔
 اس نے کہا: تم اپنا دینار بھی لے لو اور آٹا بھی لے جاؤ۔

آپ نے حضرت فاطمہ کے پاس آکر قصہ بیان کیا۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ اب تصانی کے پاس جاؤ اور ایک
 حصہ واجب عن الامام السرخسی فی مسوط بانہ یجوز ان علم ان ذلک المال لہو فی لا امان لہ و قد سبقت یدہ الیہ
 فخلع احق بہ ہذا والیہ اشار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رزق ساقہ اللہ ایک: ۱۲

درہم کا گوشت لے آؤ۔ حضرت علی دینار کو لے کر ایک درہم کے بدلے میں اس کے پاس گروی رکھ کر گوشت لے آئے۔ حضرت فاطمہؓ آٹا گوندھا ہانڈی چڑھائی اور گوشت ردی بکائی۔ پھر اپنے والد (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلا بھیجا۔ آپ تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ نے کہا: میں آپ سے سارا حال بیان کرتی ہوں اگر آپ حلال سمجھیں تو ہم بھی کھا لیں اور آپ بھی تناول فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے پورا قصہ بیان کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھاؤ اللہ کا نام لے کر۔ پس ابھی کھانے کے لئے ہی بیٹھے تھے اور شروع ہی کیا تھا کہ اتنے میں ایک لڑکے نے خدا اور اس کے دین کی قسم دے کر پکارا کہ میرا دینار گم ہو گیا ہے۔ آپ نے اس کو ہلا کر دریافت کیا: میں۔ آپ نے حضرت علیؓ سے کہا: علی! قصائی کے پاس جاؤ اور کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینار سنگوایا ہے اور کہا ہے کہ تیرا درہم میں دوں گا۔ قصائی نے وہ دینار بھیج دیا اور آپ نے وہ اس لڑکے کو دے دیا۔

بظاہر یہ حدیث بھی احناف کے خلاف ہے اور شوافع کی مؤید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اعلان کے بعد نقطہ سے فائدہ اٹھانا فقر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مالدار بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت علیؓ نے جو ایک اشرفی پائی تھی اس سے آٹا اور گوشت خریدا گیا جس کو حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب نے تناول فرمایا۔ حالانکہ یہ حضرات بنو ہاشم میں جن کے لئے کسی حال میں بھی صدقہ حلال نہیں تو جس طرح اس حدیث سے بنو ہاشم کے لئے اکل لفظ جائز ہوا اسی طرح مالدار کے لئے بھی جائز ہوگا۔

احناف کی طرف سے اس کے مختلف جوابات دئے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ روایت ضعیف ہے صاحب کتاب نے اس کو تین طریق سے روایت کیا ہے (۱) طریق ابو سعید خدری، اس کی اسناد میں ایک راوی مجہول ہے (۲) طریق بلال بن محیی عسی۔ علامہ سنذری کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے بلال بن محیی عسی کا سماع محل نظر ہے (۳) طریق سہیل بن سعد اس کی اسناد میں ابو محمد موسیٰ بن یعقوب الزوسی المدنی ہے جس کو شیخ علی بن المدینی نے ضعیف الحدیث و منکر الحدیث، امام نسائی نے بس بالقوی قرار دیا ہے۔ اور امام احمد فرمایا ہیں کہ مجھے اس کی حدیث ناپسند ہے۔

اس حدیث کو امام شافعی اور حافظ عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ مگر اس کی اسناد میں ابو بکر بن ابی سبرہ ہے جو نہایت ضعیف ہے۔ مگر یہ جواب کچھ مناسب نہیں کیونکہ طریق دوم کی اسناد کو حافظ ابن حجر نے حسن مانا ہے اور طریق سوم میں موسیٰ بن یعقوب زوسی کو شیخ ابن عیینہ، ابن حبان اور ابن القطان نے ثقہ اور ابو داؤد نے صالح مانا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر اس کے بعض روایہ کی بابت جرح مذکور بھی ہو تو

روایت کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ روایت صحیح لغیرہ ہوگی۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ روایت مضطرب ہے کیونکہ اس کے بعض طرق میں ہے کہ اس کی
بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ نے سوال کیا اور بعض طرق میں ہے کہ حضرت
علی نے سوال کیا۔ نیز بعض طرق میں ہے کہ

تلاش کنندہ کوئی غلام تھا اور بعض میں ہے کہ عورت تھی۔ مگر یہ جواب بھی صحیح نہیں
کیونکہ تطبیق ممکن ہے اس طور کہ ہو سکتا ہے اثنائے طریق میں حضرت علی نے قصہ ذکر کیا ہو
اس کے بعد حضرت فاطمہ نے بیان کیا ہو یا یہ کہ سائل تو درحقیقت ان میں سے کوئی ایک
ہی تھا مگر دوسرے کی طرف مجازاً نسبت کر دی گئی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قصہ کا بعض حصہ حضرت
فاطمہ نے ذکر کیا ہو اور تکمیل حضرت علی نے کی ہو کیونکہ آپ اس سے پورے طور پر واقف تھے
تیسرا جواب یہ ہے کہ روایت منکر ہے کیونکہ یہ ان تمام روایات صحیحہ کے خلاف ہے جن سے نقطہ
کے اعلان کا وجہ ثابت ہے اور اس روایت میں حضرت علی کا اعلان کرنا کہیں مذکور
ہی نہیں مگر یہ جواب اس لیے صحیح نہیں کہ ادلتواری کی تعریف کو ذکر نہ کرنا حدیث کو مستلزم نہیں۔ دوسرے یہ کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حضرت علی کا مجمع عام میں رجوع کرنا اعلان ہی ہے۔ تیسرے یہ کہ
مصنف عبد الرزاق کی روایت میں تعریف کی تصریح موجود ہے۔ فانہ قال اخبرنا ابن جریر
عن ابی بکر بن عبد اللہ بن شریک بن عبد اللہ بن ابی نضر اخبرہ عن عطاء بن یسار عن ابی سیدہ
الخدری عن ابی بن ابی طالب وجہ دینارانی السوق فانی ابی صلی اللہ علیہ وسلم فقال عوذ ثلثہ
ایام قال فعرۃ ثلثہ ایام فلم یجد من یعرۃ اھ۔

۳۲۱

چوتھا جواب جو سب سے بہتر ہے یہ ہے کہ اخذ لفظ کبھی تو رائے حفاظت ہوتا ہے اس صورت
میں لفظ کا قبضہ قبضۃ امانت ہوتا ہے اور اس کے لئے لفظ اٹھانے کے بعد فوراً ہی اعلان کو نیا
ضروری ہے اور کبھی خود اپنی ہی ضرورت میں صرف کرنے کے لئے ہوتا ہے جبکہ مالک لفظ کے حالات
و عادات سے یہ امید ہو کہ وہ اس کے صرف کر لینے سے ناراض نہ ہو گا اس صورت میں لفظ
کا قبضہ قبضۃ ضمان ہوتا ہے۔ حضرت علی کا فعل مذکور اسی قبیل سے ہے کہ آپ نے وہ اشرفی
بیت ادا ضمان اٹھائی تھی کہ جب اس کا مالک آئے گا تو اپنے پاس سے دیدیں گے۔ نیز آپ
کی بابت کسی شخص کو بھی غل دیکھو سہی اور خود غرضی کا گمان نہیں تھا پس وہ دینار لفظ کے حکم
میں نہ رہا بلکہ ایسا ہو گیا جیسے کسی شخص کے پاس اس کے دوست کا کچھ مال ہو اور وہ اس کی بابت
یہ جانتا ہو کہ اگر میں اس میں سے کچھ مال اپنی ضرورت میں صرف کر لوں تو وہ ناراض نہ ہو گا
پانچواں جواب امام سرخسی نے مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے جو دینار پایا تھا وہ لفظ
نہ تھا بلکہ اس کو ایک فرشتہ نے راستہ میں ڈال دیا تھا تاکہ حضرت علی اس کو دیکھیں اور
اٹھا کر اپنی ضروریات رفع فرمائیں کیونکہ حضرت علی اور آپ کے اہل و عیال کئی روز سے

۳۲۲

فاتحہ میں مبتلا تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق وحی اس کا علم ہو چکا تھا اس لئے آپ نے بھی متبادل فرمایا۔ علاوہ ازیں جو ہاشم کے لئے صدقہ واجبہ حرام ہے، ہذا لم تکن من تلک المجملۃ واللہ اعلم۔

۴۵۵
قولہ قال ابو داؤد واخو کی زیادتی ہے اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے جس کی تصریح قول ۴۵۴ کے ذیل میں آ رہی ہے۔

(۳۲۳) حدیث ابن السرح نا بن وھب اخبرنی مالک باسنادہ ومصلہ اذا سقوا ما تروا الماء وتاکل الثبیح ولھ یقل خذ عافی ضالۃ الشاء وقال فی اللقطۃ غرقھا سنۃ فان جاءھا حبھا والا فشا نک دھا ولھ بد کوا استفق ، قال ابو داؤد رواۃ الثوری وسلیمان بن بلال وعما د بن سلمۃ عن ربیعۃ عن عذلم یقولوا خذا

ترجمہ

ابن السرح نے جابر بن عبد ربیع سے روایت کی کہ ہم صحابہ کو روایت کرنے پر آمادہ کیا ہے کہ باقی بیتا ہے درخت کھاتا ہے۔ اس روایت میں ضالہ شاة کی بابت لفظ خذ ہا نہیں ہے اور لفظ کے متعلق ہے کہ ایک سال تک اس کی تشہیر کر دو۔ اگر اس کا الگ آ جائے تو نہ اس سے تم فائدہ اٹھا لو۔ نیز اس میں لفظ استفق نہیں ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اسکو ثوری سلیمان بن بلال اور حماد بن سلمہ نے ربیعہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ انھوں نے لفظ خذ ہا ذکر نہیں کیا۔ تشریح

۳۲۲

۴۵۶
قولہ قال ابو داؤد واخو اس کا مقصد یہ ہے کہ اسماعیل بن جعفر نے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن سے روایت کرتے ہوئے جو اس حدیث میں ضالہ شاة کی بابت لفظ خذ ہا ذکر کیا ہے یہ ربیعہ مذکور سے امام مالک، سفیان ثوری، سلیمان اور حماد کی روایت کے مخالف ہے پس یہ زیادتی شاذ ہے۔

حدیث سفیان کی تخریج امام بخاری نے کتاب اللقطہ میں اور حدیث سلیمان بن بلال عن ربیعہ کی تخریج کتاب العلم میں کی ہے۔ اور حدیث حماد بن سلمہ کی تخریج امام مسلم نے اور خود صاحب کتاب نے کی ہے جو اس کے بعد آ رہی ہے۔ مگر یہ یاد رہنا چاہیے کہ سفیان نے جو حدیث سلیمان بن بلال عن ربیعہ بن سعید الانصاری روایت کی ہے اس میں یہ لفظ موجود ہے۔

۴۵۷ ای ہذا حدیث اسماعیل بن جعفر۔ و حدیث مالک نہ اخرجہ مسلم تہامہ سماعون المعبود۔

۴۵۸ ان کان عرضہ تائید روایۃ مالک داوا فاشارة الی انہا زیادۃ نقۃ واللہ اعلم اذیل

(۳۴۴) حدیثنا موسیٰ بن اسماعیل عن حماد بن سلمہ عن یحییٰ بن سعید
و ربیعۃ باسناد قتیبۃ ومعناہ و نرا د فیہ فان جملہ ہا غیبا فعر ف عفا صہا و عفا
فاذفعھا الیہا وقال حماد ایضا عن عبد اللہ بن عمر عن ابن شعیب عن ابیہ عن
جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثکہ قال ابوداؤد و ہذا الزیادۃ الی زاد حماد بن سلمہ
فی حدیث سلمہ بن کہیل و یحییٰ بن سعید و عبد اللہ و ربیعۃ ان جاء صاحبہا
فعر ف عفا صہا و کاءھا فاذفعھا الیہا لیسست بحفوظہ فعر ف عفا صہا و کاءھا
و حدیث عقبہ بن سوید عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایضا قال عر فہا
سنۃ و حدیث عمر بن الخطاب ایضا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عر فہا سنۃ

ترجمہ

موسیٰ بن اسماعیل نے بطریق حماد بن سلمہ بواسطہ یحییٰ بن سعید و ربیعہ باسناد قتیبہ اسی کے ہم معنی روایت
کرتے ہوئے اتنا زائد ذکر کیا ہے کہ اگر اس کا تلاش کنندہ آجائے اور تحقیق اور شمار بتائے تو اسکو دیکھ
نیز حماد نے بطریق عبد اللہ بواسطہ عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی
طرح روایت کیا ہے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ زیادتی جو حماد بن سلمہ نے سلمہ بن کہیل، یحییٰ بن سعید، عبد اللہ اور ربیعہ کی حدیث
میں کی ہے کہ اگر اس کا مالک آجائے اور تحقیق اور شمار بتائے تو اس کو دیکھے یہ محفوظ نہیں اور حدیث
عقبہ بن سوید عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز حدیث عمر بن الخطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
میں ہے کہ ایک سال تک اعلان کرے۔ - تشریح

قول ۳۵۵ کے ذیل میں جو جملہ نعت عدد ہا کی تضعیف کی طرف
تولہ قال ابوداؤد الخ اشارہ کیا تھا یہاں اس کی تصریح کر رہے ہیں کہ سلمہ بن کہیل، یحییٰ
بن سعید، عبد اللہ اور ربیعہ کی حدیث میں جو حماد بن سلمہ نے ان جاد صاحبہا کے بعد نعت
عفا صہا و کاءھا فاذفعھا الیہا ذکر کیا ہے یہ غیر محفوظ دینی شاذ ہے۔ مگر بقول حافظ ابن حجر
و شیخ ابن حزم صاحب کتاب کا یہ قول صحیح نہیں کیونکہ حماد بن سلمہ کی طرح سفیان الثوری اور
زید بن ابی انیس نے بھی اس زیادتی کو ذکر کیا ہے تو ان الفاظ کی روایت میں حماد بن سلمہ
ستفرد نہیں :-

عہ قال الحافظ ابوقول ابی داؤد ان ہذا الزیادۃ زاد حماد بن سلمہ وہی غیر محفوظۃ فتمسک بہا
من حادل تضعیفہا فلم یصب بل ہی صحیحۃ دیت شاذۃ ولم یفرد بہا حماد بن سلمہ بل وافقہ سفیان الثوری
و زید بن ابی انیس نفی مسلم من روایۃ حماد بن سلمہ و سفیان الثوری و زید بن ابی انیس و آخرہ مسلم
و الثرمذی و النسائی من طریق الثوری و احمد و ابوداؤد من طریق حماد کلہم عن سلمہ بن کہیل۔ ابی حاتم

قول میں حدیث عقبة الخ۔ حدیث عقبہ کی تخریج حمیدی، بغوی، ابن السکون، یادردی، جبرانی اور مطین نے بطریق محمد بن معین، ثعلبی، عن ربیعہ اور حدیث عمر بن الخطاب کی تخریج امام طحاوی نے موصلاً کی ہے۔ ان تعلیقات کو ذکر کرنے سے صاحب کتاب کا مقصد یہ ہے کہ تعریف لفظ کی مدت کی بابت روایات مختلف ہیں بعض میں تین سال کی مدت ہے اور بعض میں ایک سال کی مدت ہے اور ایک سال والی روایت متعہ در روایات سے مؤید ہے۔ اس کی تفصیل شروع بحث میں تحقیق امر چہارم کے ذیل میں گذر چکی۔

(۳۴۵) حدیثنا سلیمان بن عبد الرحمن الدمشقی نا محمد بن شعيب عن المغيرة بن زياد عن ابي الزبير المكي انه حدثه عن جابر بن عبد الله قال رخص لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في العصا والحبل والسوط واشباههم لينقطع الرجل ينفع به، قال ابو داود ودرواه النعمان بن عبد السلام عن المغيرة بن سلمة باسناده وسرواه شبابة عن مغيرة بن مسلم عن ابي الزبير عن جابر قال كانوا لا يذكروا النبي صلى الله عليه وسلم

ترجمہ

سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی نے تجدید محمد بن شعیب بطریق مغیرہ بن زیاد بواسطہ ابو الزبیر کی حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اجازت دی کہ اگر کڑی یا کوڑا یا رسی یا اس کے مثل کوئی چیز ٹری پاؤ تو اس سے ٹانگہ اٹھاؤ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کو نعمان بن عبد السلام نے مغیرہ ابی سلمہ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور شبابہ نے اس کو بطریق مغیرہ بن مسلم بواسطہ ابو الزبیر حضرت جابر سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشائخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر نہیں کرتے،۔۔۔ (۳۴۸) قولہ قال ابو داؤد الخ مرفوع ہے یا موقوف؟ دوم یہ کہ ابو الزبیر کی سے روایت کرنا

۳۴۴

بقیہ (۳۴۳) فی ہذا الحدیث فان جاء احد بخبرك بعد ما دعوهم لادعاهم لانا عليها اياه واللغة لمسلم وقد اخذ بها هرلم ملك واحمد قال ابو حنيفة والشافعي ان وقع في نفسه صدق جاز ان يدعي اليه ولا يجبر على ذلك الابنية لانه قد يصيب الصفه وقال البخاري ان صححت هذه اللفظة لم يجوز مخالفتها قلت قد صحت هذه الزيادة فقين المصير البها وفي الجواب النقي قال البيهقي د بعد نقل قول ابي داود قلت ذكر ابن حزم بان حاد الم ينفر د بزيادة الامر بالرفع بل وانقد على ذلك الثوري فرداه كذلك عن ربعة عن يزيد بن خالد عن سلمة بن كهيل عن سويد ۱۲۔

مغیرہ بن زیاد ہے یا مغیرہ بن مسلم یعنی مغیرہ ابو سلمہ، صاحب کتاب اسی اختلاف کو دائر کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کو محمد بن شعیب، نعمان بن عبد السلام اور شہاب تین حضرات نے روایت کیا ہے۔ اول الذکر دونوں حضرات کی روایت مرفوعہ ہے اور شہاب کی روایت موقوفہ۔ پھر محمد بن شعیب اور نعمان کی روایت میں فرق یہ ہے کہ محمد بن شعیب نے ابو الزہری کی کاشا گرد مغیرہ بن زیاد کو لکھا ہے، نعمان نے مغیرہ بن سلمہ اور شہاب کی روایت میں بھی شاکرہ کا نام بھی ہے یعنی مغیرہ بن مسلم اللہ ہی ہر المغیرہ ابو سلمہ، لیکن انہوں نے روایت کو حضرت جابر بن عبد اللہ پر موقوف کیا ہے اور کتاب کے نتائج اس کو موقوف کیا ہی روایت کرتے ہیں۔

آخر کتاب الحجۃ اول کتاب المناسک

باب فضل الحج

(۲۲۳) حدیثنا زہیر بن حرب و عثمان بن ابی شیبہ المعنی قالان یزید بن ہارون عن سفیان بن حسین عن الزہری عن ابن عباس ان الاقصی بن حابس سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ الحج فی کل سنة او مرۃ واحدة قال بل مرۃ واحدة فمن شراد فہو تطوع۔ قال ابو داود و دہو ابوسنان اللہ کذا قال عبد الجلیل بن حمید و سلیمان بن کثیر جمیعاً عن الزہری وقال عفیل عن سینان

ترجمہ

زہیر بن حرب اور عثمان بن ابی شیبہ نے محمد بن یزید بن ہارون بطریق سفیان بن حسین بروایت زہری بواسطہ ابوسنان حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت اقرع بن حابس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! حج ہر سال فرض ہے یا صرف ایک بار؟ آپ نے فرمایا: صرف ایک بار پھر جو زیادہ کرے تو وہ نفل ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابوسنان سے مراد ابوسنان دؤلی ہے۔ عبد الجلیل بن حمید اور سلیمان بن کثیر نے زہری سے اسی طرح نقل کیا ہے اور عفیل نے صرف سینان کہا ہے۔۔۔ تشریح

قولہ کتاب الحج۔ مناسک بنک کی جمع ہے جس میں سین کا فتح اور کسرہ دونوں جائز ہیں۔ چنانچہ قرأت سب سے قول باری تعالیٰ۔ ولکن امہ جبلنا منک۔ میں فقط منک دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔۔۔ بنک بنک بمعنی تعہد سے مصدر بھی ہے۔ قال فی المصباح۔ بنک اللہ بنک من باب نقل لفظ

بقربہ و النک یضمتین اسم منہ و فی التثنی ان صلاتی بکلی اس کا اطلاق مصدر، زمان اور مکان پر بھی ہوتا ہے۔ یہاں مناسک سے مراد افعال حج ہیں۔ قال بطیبی: النک العبادۃ و النک العبادۃ ناقص باحوال الحج و المناسک موافق النک و اعمالہا۔

قول میں باب فرض الحج الخ۔ سجدہ ارکان اسلام کے ایک رکن حج بھی ہے جس کی فرضیت کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور جماع امت سے ثابت ہے۔ لفظ حج میں حار کا فتح اور کسرہ دونوں بغیتیں ہیں قال تہ: الحج اشہر صلوات۔ و قال تہ: "و لہ علی الناس حج البیت علامہ طبری نے نقل کیا ہے کہ حج بکسر حار لغت اہل نجد ہے اور بفتح حار لغت غیر اہل نجد ہے حسین جعفی سے منقول ہے کہ حج بفتح اسم ہے اور بکسر مصدر۔ بعض لوگوں کے یہاں اس کا تعلق مستخلص، زمینی اور انہر الفائن وغیرہ میں ہے کہ حج کے لغوی معنی مطلق تصد و ارادہ کے ہیں قال فی لسان العرب: الحج القصد، حج الینا فلان ای قدم و حج یحجہ تصدہ و حجبت فلانا و اعتمرنا ای تصدہ در حل محجوج ای مقصود۔

لیکن صاحب بحر و صاحب فتح وغیرہ نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے حج کے معنی کسی عظیم اثنان شئی کی طرف متوجہ ہونا ہے اور محفل سعدی کے اس شعر سے استشہاد کیا ہے ۵

و اشہد من عوف حلولا کثیرۃ بذبحون بیت الزبرقان المرعفا

ای یقصدونہ و یزدردونہ معظین ایامہ خلیل غوی اور ابن السکیت نے اس کے اصلی معنی عظیم اثنان شئی کی طرف بار بار متوجہ ہونا بیان کیا ہے۔ ای یکتزون الاخلاف ایہ و یختفون الیہ فی حاجاتہم مرتۃ بعد اخری۔

۳۲۶

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جب اہل لغت نے حج کے معنی مطلق تصد کے لئے ہیں تو پھر صاحب فتح وغیرہ کا عظیم اثنان شئی کے ساتھ مقید کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے اس کے لئے کوئی نقل ہوئی چاہے رہا شعر مذکور سے استشہاد و سوا اس سے مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس سے تو صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ شاعر نے لفظ حج کو اس کے بعض مدلولات میں استعمال کیا ہے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ لفظ حج مطلق تصد میں اصطلاح شرع میں حج کے معنی مخصوص افعال کے ساتھ خاص زمانہ میں ایک خاص جگہ کی زیارت کرنا ہے۔ افعال مخصوصہ سے مراد طواف اور وقوف عرفات ہے اور مکان مخصوص سے مراد بیت اللہ شریف اور جبل عرفات ہے۔ پس حج افعال مخصوصہ (طواف فرض و وقوف، کا نام ہے جیسے صلاۃ افعال مخصوصہ (قیام، قراءت، رکوع، سجود، کا نام ہے۔ عبادت حج اُم سابقہ پر بھی واجب تھی یا امت محمدیہ کے خصائص میں سے ہے؟

ملاحظہ تاری فرماتے ہیں کہ ظاہر تر یہی ہے کہ حج امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے لیکن حافظ ابن حجر نے ادل کو اختیار کیا ہے۔ ان کا استدلال: "ما من حی الا و حج البیت سے ہے کہ ہر نبی نے بیت اللہ کا حج کیا ہے۔ نیز روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہند سے پیدل چل کر جالبیس حج کئے ہیں اور حضرت جبریل نے آپ کو بتایا ہے کہ آپ سے سات ہزار سال قبل

ترجمہ

عبداللہ بن مسلمہ اور یحییٰ نے بطریق مالک اور حسن بن علی نے بند بشر بن عمر تجدیث مالک بروایت سعید بن ابی سعید حسن کی روایت میں عن ابیہ کا اضافہ ہے اس کے بعد سب متفق ہیں، بواسطہ ابو ہریرہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیلئے آپ نے فرمایا: ہمیں حلال ہے کسی عورت کو جو ایمان لائی ہو اللہ سے اور پچھلے دن (قیامت پر) کہ سفر کرے ایک دن رات کا بغیر محرم کے، (ابوداؤد کہتے ہیں کہ یحییٰ اور یحییٰ نے عن ابیہ ذکر نہیں کیا اور اس کو ابن دہب اور عثمان بن عمر نے بھی امام مالک سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسے یحییٰ نے روایت کیا ہے۔) تشریح

قول باب الخ۔ شرائط وجوب حج میں سے عورت کے حق میں شوہر کا یا محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔ محرم دفع میم و سکون حار، ہر وہ عاقل بالغ شخص ہے جس کا نکاح اس عورت کے ساتھ حرام ہو یا بطریق قرابت ہو یا بطریق رضاعت یا بطریق صہبت (اور آقا اپنی باندی کے حق میں مثل شوہر کے ہے کہ باندی اپنے آقا کے ساتھ سفر کر سکتی ہے جیسا کہ زیر بحث باب کی آخری آیت میں ہے کہ حضرت ابن عمر کی باندی صفیہ ان کے ساتھ مکہ تک سفر کرتی تھی،

پس اگر عورت کے گھر سے مکہ کی مسافت تین دن یا اس سے زیادہ کی ہو تو وہ بلا محرم سفر حج کرے۔ اصحاب حدیث، اصحاب راوی، امام ابو حنیفہ، اسحق بن راہویہ اور ایک قول کے لحاظ سے امام شافعی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت حسن بصری اور ابراہیم نخعی سے بھی یہی منقول ہے۔

حضرت سفیان کے یہاں محرم کا اعتبار صرف مسافت بعیدہ میں ہے، مسافت قریبہ میں اس کا اس کا اعتبار نہیں ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر عورت کوئی محرم نہ پائے تو اس پر حج واجب نہیں امام مالک کے یہاں سفر فریضہ میں محرم کا کوئی اعتبار نہیں۔ امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ حضرت عطاء، سعید بن جبیر، ابن سیرین، اوزاعی اور امام شافعی کے مشہور قول میں مدار حج کے لئے محرم کا ہونا شرط نہیں بلکہ ان کے یہاں اگر عورت کے ساتھ رفقاء سفر میں ثقہ عورتیں ہوں تو ان کے ساتھ اس کا حج ادا ہو جائے گا بذا ابو یوسف عندہ قال النہوی فی شرح مسلم،

ان حضرات کی دلیل وہ تعیمات ہیں جن پر نفی ص وارد ہیں بئلا حق تعالیٰ کا ارشاد: وَللّٰہِ عَلَى النَّاسِ حَجُّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِيْلًا اور حدیث بنی الاسلام علی خمس اھ اور یا ایہا الناس قد فرض علیکم

قال الحافظ وضابط الحرج عند العلماء من حرم علیہا کما جہا علی التام سبب مباح لمحرمتها فخرج ما التام سبب لخت الزوجة ومتمها بالمباح ام الموطوءة بشبهة وبنيتها وجمعتها الملاءمة وانشی احمد بن حنبل علی التام سبب لھا اب کتابی فقال لا یكون محرما لھا لان لا یمن ان یفقتھا عن دینھا اذ انھا لھا بدل، و الامام مالک کہہ تنزه بها سفر با مع ابن خود جہا لفساد الزمان و حدائثہ الحرمت، و لفظ امرآة عام فی جمیع النساء و نقل عیاض عن بعضہم ان فی انشاء الکبریٰ انھی لا تنشی فتناء فرقی کل الاسفار بلان وجہ ولا محرم قال ابن دینار بعدہ و یؤخذ فیہ من عموم النظر الی التام سبب ۱۲ اعوان بتبیین۔

الحج نحواً۔ وغیرہ، وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ الناس کا خطاب مذکر و مؤنث سب کو شامل ہے۔ پس جب عورت توشہ اور سواری وغیرہ پر قادر ہو تو وہ مستطیع ہوئی اور جب اس کے ساتھ نقد حوزتیں ہوئیں تو وہ فتنہ فساد سے مامون ہوئی لہذا اس پر بھی حج کی ادائیگی لازم ہوگی ہماری دلیل ذیل کی چند احادیث صحیحہ ہیں۔

(۱) حدیث ابن عباس۔ جس کو بنواری نے سند میں اور دارقطنی نے سنن میں روایت کیا ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا حج امرأة الا معها محرم فقالت رجل، یا نبی اللہ انی اکتبت فی غزوة کذا وامراتی حاجۃ قال ارجع فی معہا دارقطنی کے الفاظ یہ ہیں۔ لا تحج المرأة الا

(۲) حدیث ابوامامہ باہلی جس کو دارقطنی نے سنن میں اور طبرانی نے معجم میں مرفوعاً روایت کیا ہے لاتاً فرامراً سفر ثلاثۃ ایام او حج الا معها زوجاً طبرانی کے الفاظ یہ ہیں۔ لا تحج لامراً ملئاً ان حج الا مع زوج او ذی محرم۔

(۳) حدیث ابن عمر۔ جس کو بخین اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ لاتاً فرامراً ملئاً الا معها ذی محرم بخین کی ایک روایت میں فوق ثلاث ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ثلاثۃ یا (۴) حدیث ابوسعید خدری جس کو بخین اور امام ابو داؤد نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ لاتاً فرامراً یومین الا معها زوجاً او ذی محرم منہا۔

امام مسلم کی ایک روایت میں لفظ ثلاثا ہے اور ایک روایت میں فوق ثلاث اور ایک روایت میں ثلاثۃ ایام فصاعداً۔ ابو داؤد کی روایت میں فوق ثلاثۃ ایام فصاعداً ہے۔ ان تمام احادیث صحیحہ مرفوعہ میں تصریح ہے کہ عورت کے لئے بلا محرم تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر کرنا جائز نہیں رہی تعلیمات مذکورہ سوا دل توان میں تخصیص بالاتفاق لازمی ہے چنانچہ امام شافعی بھی امن طریق کو شرط مانتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ عدم زوج اور عدم محرم کی حالت میں آیت کا خطاب عورت کو شامل تھا نہیں اس واسطے کہ عورت عادیۃ رکوب و نزول وغیرہ امور پر بذات خود قادر نہیں ہوتی بلکہ وہ ایسے شخص کی طرف محتاج ہوتی ہے جو ان امور میں اس کے کام آسکے اور یہ امور شوہر یا ذی رحم محرم ہی کر سکتا ہے۔ پس عورت عدم زوج و عدم محرم کی صورت میں مستطیع نہ ہوئی لہذا نص اس کو شامل ہی نہیں۔

سوال۔ عورت کے لئے بلا محرم حرمت سفر کی بابت جہاں احادیث میں تین دن یا اس سے زیادہ کے سفر کی ممانعت ہے وہیں تین دن سے کم سفر کی بھی ممانعت وارد ہے۔ چنانچہ بخین نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ لا تحج لامراً یومین یا لثلاثۃ یومین الا فرات مسیرۃ یوم لیلۃ الا مع ذی محرم علیہا۔ امام مسلم کی ایک روایت میں صرف مسیرۃ لیلۃ ہے اور ایک روایت صرف لفظ یوم ہے اور امام ابو داؤد کی ایک روایت میں بریداً ہے جس کو ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں بھی روایت کیا ہے اور امام مسلم کی شرط پر مانا ہے۔

ان روایات میں تین دن سے کم کے سفر سے بھی مانعت موجود ہے پھر کیا وجہ کہ احناف تین دن یا اس سے زیادہ کے سفر کو بلا تحریم ناجائز کہتے ہیں اور اس سے کم کی اجازت دیتے ہیں جواب یہاں دو قسم کی روایات ہیں۔ اول وہ جن میں تین دن یا اس سے زیادہ کے سفر سے مانعت ہے۔ دوم وہ جن میں تین دن سے کم کے سفر سے مانعت ہے اب یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو تین دن والی روایات زائد کے اعتبار سے مقدم ہیں یا مؤخر۔ اگر مقدم ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اول تین دن سے کم کا سفر سباح رہا اس کے بعد سفر مادون الثلث کی نہی وارد ہوئی جس نے اس سفر کو بھی حرام کر دیا جس کو حدیث اول نے جائز قرار دیا تھا اور مزید برآں اس سفر کو بھی حرام کر دیا جو ایک دن سے تین دن کے درمیان تک ہو تو اس صورت میں لفظ الثلث علی حالہ واجب العمل رہا۔ اور اگر تین دن والی روایات مؤخر ہوں تو وہ اپنے ماسوا کے لئے ناسخ ہو گئی اس صورت میں بھی لفظ الثلث واجب العمل ہو گا، فحدیث الثلث واجب استعمال علی الاحوال کما بخلاف ما خالفنا قد یجب استعمالہ ان کان ہو المتأخر ولا یجب ان کان ہو المتقدم۔ فانہم خانہ دقتیں۔

اس کا حائل یہ ہے کہ صاحب کتاب کے شیخ حسن بن علی نے اس حدیث کو ^(۴۶۰) قولہ قال ابو داؤد الخ امام مالک سے روایت کرتے ہوئے سعید اور حضرت ابو ہریرہ کے دریانہ عن ابیہ عن سعید عن ابیہ عن ابی ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے بھی کتاب النکاح میں۔ عن الحسن بن علی عن بشر بن عمر عن مالک عن سعید عن ابیہ عن ابی ہریرہ سے واسطہ مذکورہ کے ساتھ روایت کیا ہے ۳۳۱ وکذا رواہ الشیخان من روایۃ ابن ابی ذئب عن سعید عن ابیہ عن عبد اللہ بن مسلمہ قسبنی اور یقیناً کے کہ انھوں نے اس واسطہ کو ذکر نہیں کیا بلکہ ان کی روایت عن مالک عن سعید عن ابی ہریرہ بلا واسطہ ہے۔

ع قال النووی فی شرح مسلم تحت حدیث مالک ہذا ای اثبات عن ابیہ وقع ہذا الحدیث فی نسخ بلا دا عن سعید عن ابیہ قال القاضی وکذا وقع فی النسخ عن الجہودی وابی العلاء وکذا فی وکذا رواہ مسلم عن قتیبة عن اللیث عن سعید عن ابیہ وکذا رواہ الشیخان من روایۃ ابن ابی ذئب عن سعید عن ابیہ واستدرک الدارقطنی علیہما وقال الصواب عن سعید عن ابی ہریرہ عن غیر ذکر ابیہ داہجی بن ابی کثیر وہبیل قالوا عن سعید المقری عن ابی ہریرہ دلم یدکر دا عن ابیہ وکذا رواہ معظم واما الموطاء عن مالک ورواہ الزہرانی والفردی عن مالک فقالا عن سعید عن ابیہ وکذا رواہ الترمذی فی النکاح ورواہ ابو داؤد عن جہت مالک وہبیل کلہما عن سعید عن ابی ہریرہ فحصل اختلاف فی ہر بین الحفاظ فی ذکر ابیہ فلعلمہ سمع من ابیہ عن ابی ہریرہ ثم سمع من ابی ہریرہ نفسه فرداہ تارة کذا وتارة کذا وسماعہ من ابی ہریرہ معجم معروف انتہی کلام النووی ملخصاً ۱۲ عون

روایت کے یہ وہ نول طریق بجائے خود صحیح ہیں چنانچہ علامہ زر قانی نے شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ یہ اختلاف کچھ قاذح نہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہ سے سعید مقبری کا سماع صحیح اور مشہور و معروف ہے تو ممکن ہے کہ سعید مقبری ادلا اس حدیث کو اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہوں اس کے بعد براہ راست حضرت ابو ہریرہ سے واسطے سے ملاحظہ ہو گئی ہو۔ ابن حبان نے بھی اسی پر جزم ظاہر کیا ہے جس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سعید مقبری اندلس راوی نہیں ہیں حدیث مذکور بہر حال صحیح و متصل ہے۔

(۲۲۵) بَابُ فِي الْأَشْعَارِ

(۳۲۸) حَدَّثَنَا مُسَدُّ بْنُ أَبِي عَمْرٍاءَ عَنْ شُعْبَةَ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ مَعْنَى بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ تَحَرَّيْتُ الدَّمَ بِيَدِي قَالَ ابُو دَاوُدَ وَهَامٌ قَالَ سَلَّتْ عَنْهَا الدَّمَ بِاصْبُعِهِ قَالَ ابُو دَاوُدَ هَذَا مِنْ سَنَنِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ الَّذِي تَفَرَّقَ دَوَابُهُ

ترجمہ

مسدد نے بخاری بطریق شعبہ اس حدیث کو روایت کیا ابو الولید کے ہم معنی روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ پھر ہاتھ سے دہا کر خون نکال دیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ہام کی روایت میں سلت الدم باصبع ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث صرف اہل بصرہ کے سنن میں سے ہے۔۔۔ تشریح

تو اس باب الحکمہ اشعار اس کو کہتے ہیں کہ ادنیٰ کی کوہان کو داہنی یا بائیں جانب سے بھاڑ کر خون آلود کر دے بلکہ لوگوں کو اس کا ہدی ہونا معلوم ہو جائے اور گھاٹ وغیرہ پر کوئی اس سے تعرض نہ کرے۔۔۔ اس پر کوئی سوار ہوئے اس کا دودھ دے نہ اس کو اپنے مال میں مخلوط کرے اور نہ اس میں لفظ کا ساتھ صرف کیا جائے۔

۳۲۲

صحابین اور امام شافعی کے نزدیک اشعار مستحب کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے ثابت ہے امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے۔ کیونکہ اس کو ہر شخص خوب نہیں کر پاتا عموماً ایسا ہوتا ہے کہ گوشت اور ہڈی کو صدمہ پہونچ جاتا ہے، ہاں اگر کوئی اچھی طرح اشعار جانتا ہو اور گوشت اور ہڈی کو صدمہ پہونچا بغیر اشعار کر سکتا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسا اشعار مستحب (مطحاوی) مطحاوی۔ صاحب غایتہ البیان اور ابن الہمام وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

صاحب ہدایہ وغیرہ نے امام صاحب کی جانب سے کراہت کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے، "ولا بی صلیفہ انہ مثلاً وانہ منہی عنہ ولو وقع انتہاض بین کونہ سنۃ و بین کونہ مثلاً فالسجح المحرم کہ اشعار میں مثلاً کرنا لازم آتا ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔"

اور جب اس کے سنت اور مسئلہ ہونے میں تعارض ہے تو ترجیح محرم کو ہوگی۔ مگر اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ ہر زخم پر مسئلہ کا اطلاق نہیں ہوتا بل ہو مایکون تشوہا کقطع الالف والذین وسمل العیون۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ سے اس وقت منع فرمایا تھا جب آپ مدینہ شریف لائے یعنی قصہ عرینین کے بعد (عقب غزوہ اہد) اور حجۃ الوداع میں آپ نے اشعار کیا ہے اگر یہ از قبیل مسئلہ ہوتا تو آپ اشعار نہ کرتے کیونکہ آپ نے تو خود اس سے منع فرمایا ہے۔

(تنبیہ) امام ابو حنیفہ سے جو کراہت اشعار کی روایت ہے اس پر بعض حضرات نے ایسی سخت نیکر کی ہے کہ وہ حد طعن تک پہنچ گئی ہے اور یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ تو قبول سنت نبویہ میں معاند ہیں (العیاذ باللہ) بھلا انہ مجتہدین جنہوں نے اتباع سنت نبویہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ان کے حق میں اس طعن مردود کی کوئی گنجائش ہو سکتی ہے؟ کیا طاعن کو یہ معلوم نہیں کہ راہ مجتہد اور ہے اور راہ ناقل اور۔ مجتہد کبھی قبول نقل میں پیش قدمی نہیں کر سکتا بلکہ قلیلہ کو اسکولینے اصول کے مطابق اچھی طرح جانچ کر لے لے اور اس کے اسباب و علل میں غور و فکر اور تصفیغ تمام نہ کر لے۔ کیا طاعن نہیں جانتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ہدایا و الحلیفہ سے اور بعض قدید سے روایات کئے اور بعض حضرت علی بن ابی طالب سے لائے تھے۔ اس طرح آپ کے ان ہدایا کی تعداد جو آپ نے بیت اللہ کی طرف روانہ کئے ۳۶ یا ۳۷ ہے۔ لیکن اشعار کا ذکر صرف ایک کی بابت ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ایک جم غفیر کی موجودگی میں حج ادا کیا اس کے باوجود راوی اشعار شریفہ قلیلہ ہے۔ یعنی حضرت ابن عباس، عائشہ، ابن عمر، حضرت ابن عباس سے سہ بن مخمرہ راوی ہیں جن کے فضل و فہم کا گو انکار نہیں لیکن یہ بھی تو پیش نظر رکھنا ہوگا کہ ان کی ہجرت سے دو سال بعد ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے متعلق نہیں بلکہ وہ اس وقت کی ہے جس سال حضرت ابو بکر نے حج ادا کیا ہے اور حضرت ابن عمر نے اشعار کو مرفوع نہیں کیا تو کیا مجتہد ان تمام امور میں غور نہیں کرے گا اور نہیں سوچے گا کہ آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی ہدی کا اشعار کیوں کیا؟ اسی لئے کہ ترک اشعار اولیٰ ہے یا اس لئے کہ تقلید ہدی کافی ہے کیونکہ اشعار کا جو مقصد ہے تقلید اس کے قائم مقام ہے وغیرہ:-

۳۳۳

۵۰ داجاب صاحب العتایہ بان عمران بن الحسین راوی ان ابی صلی اللہ علیہ وسلم باقام خطیباً الا انہا عن المثلۃ کان اشعار مشوخاً فلا اقل من التعارض بذل، وقال الشيخ الزیلعی قلت لیس فی کلام المصنف ان الاشعار مشوخہ ہیث انہی عن المثلۃ ولکن قال ان حدیث الاشعار معارض ہیث انہی عن المثلۃ واذ وقع التعارض فالتزج للمحمم انتہی وکان جاء من العلماء تفہموا عن ابی حنیفۃ النسخ سن ذلک وذلک رواہ السبکی فی رد عن الالف فقال انہی عن المثلۃ کان باثره واما حدیث الاشعار فی وجہ الوداع فلیفک السامع مقولاً للشيخ صاحب العتایہ

(۴۶۱) اس میں صرف حدیث کے الفاظ کا خرق ظاہر کرنا چاہیے ہیں کہ
قوله قال ابوداؤد رواه ہمام الخ ابوالولید کی روایت میں: ثم سلت الدم عنہا یہ ہے اور بخئی کی روایت
 میں: ثم سلت الدم بیدہ ہے اور ہمام بن یحییٰ کی روایت میں سلت الدم عنہا با صیدتہ ہے۔
 (۴۶۲) یعنی یہ حدیث صرف اہل بصرہ کے سنن میں سے ہے کیونکہ اس حدیث
قوله قال ابوداؤد ہذا الخ کے کل روایت بصری ہیں۔ ابوحیان الماعری مسلم بن عبد اللہ جس پر اس
 دائرے بصری ہے اور قتادہ جو ابوحیان سے راوی ہے اور شعبہ جو قتادہ سے راوی ہے یہ بھی
 بصری ہیں۔ اس حدیث کو قتادہ سے ہشام الدستوائی اور ہمام بن یحییٰ نے بھی روایت کیا ہے یہ
 بھی بصری ہیں۔ ہشام دستوائی کی روایت صحیح مسلم میں ہے۔

(۲۲۶) بَابُ تَبْدِيلِ الْهَدْيِ

(۳۴۹) حدثنا النفیسی نا محمد بن سلمة عن ابی عبد الرحمن، قال ابوداؤد،
 ابو عبد الرحمن خالد بن ابی یزید خال محمد یعنی ابن سلمہ روای
 عند حجاج بن محمد عن جهم بن الجارود عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ قال اھدی
 عمر بن الخطاب یحییٰ فاعطی ثلاث مائۃ دینار فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 فقال یا رسول اللہ انی اھدیت یحییٰ فاعطیت بہا ثلاث مائۃ دینار فایعہا واشتوی بتمہا
 بُدُنًا قال لا یخسر دأیاھا، قال ابوداؤد هذا لانه کان اشعرھا۔

۳۳۳

ترجمہ۔

نفیسی نے بخاری میں محمد بن سلمہ بروایت ابو عبد الرحمن (ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابو عبد الرحمن سے مراد
 خالد بن ابی یزید ہے جو محمد بن سلمہ کا مامول ہے اس سے حجاج بن محمد نے روایت کی ہے،
 بطریق جهم بن الجارود و بواسطہ سالم بن عبد اللہ ان کے والد حضرت عبد اللہ سے روایت کیا
 ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک بخی اونٹ ہدی کیا پھر اس کی قیمت
 تین سو دینار لگ گئی تو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا
 یا رسول اللہ! میں نے ایک بخی اونٹ ہدی کیا ہے اور مجھے اس کی قیمت میں تین سو دینار مل
 رہے ہیں تو کیا میں اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے کچھ ادا کر دوں خرید لوں؟ آپ نے
 فرمایا: نہیں۔ اسی کو ذبح کر۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ آپ نے اس لئے فرمایا کہ حضرت عمر اس کا
 اشارہ کر چکے تھے۔۔۔ تشریح

(۳۴۹) **قوله قال ابوداؤد ابو عبد الرحمن الخ** اس میں ابو عبد الرحمن راوی کا تعارف مقصود ہے کہ یہ

خالد بن ابی یزید (یا ابن یزید) ابن سماک بن رستم ہے۔ قال ابن عساکر: وقال الدارقطني: ابن سال، جو محمد بن مسلمہ کا مامول ہے، یہ یزید بن ابی انیسہ، مخول اور جیم بن الجارود سے روایت رکھتا ہے اور اس سے حجاج بن محمد الاغور، محمد بن مسلمہ اور موسیٰ بن اھیم رادی ہیں۔ یحییٰ بن معین اور ابوالقاسم بغوی نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ امام احمد اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ابن حبان نے بھی اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حسن الحدیث اور متقن فی الحدیث ہے۔

قول میں بختیا الخ۔ عتارہ شرح ہدایہ میں ہے کہ بختی (بضم بار و سکون فار) بخت نصر کی طرف منسوب ہے اس اونٹ کو کہتے ہیں جو عربی اور عجمی دونوں کی نسل سے پیدا ہو۔ مجمع اور نہایت میں ہے کہ بختیہ بخت کا مؤنث ہے اور بخت دراز کردن اور خط کو کہتے ہیں۔ منہا قاتوس کے نزدیک بختی خراسانی اونٹ ہے۔ بعض نسخوں میں بختیا کے بجائے بختیا ہے۔ قال فی النہایۃ: البختیۃ الفاضل من کل حیوان :-

(۴۶۳) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو ہدی کا جائز فرما دیا
قوله قال ابو داؤد و ہذا الخ کرنے اور بدلنے سے منع فرمایا۔ یہ حکم اس لئے تھا کہ حضرت عمر اس کا اشعار کر چکے تھے۔ مگر اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ فعل اشار سے ہدی کا جائز ہوا ہے ہدی متعین نہیں ہو جاتا۔ نیز حضرت عمر کی یہ ہدی اگر نفلی تھی تو نفلی ہدی کی تبدیلی جائز ہی نہیں اشعار ہو یا نہ ہو۔ اور اگر واجب تھی تو واجب ہدی کی تبدیلی جائز ہے۔ اس لئے یوں کہا جائے گا کہ اگر وہ ہدی نفلی تھی تو اس صورت میں نہیں کیا جب یہ ہے کہ وہ ہدی خریدنے کی وجہ سے متعین ہو چکی اس لئے اس کی تبدیلی جائز رہی اور اگر واجب تھی تو حدیث اولیٰ و افضل پر معمول ہے یعنی اس صورت میں گو تبدیلی جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اسی کو ذبح کیا جائے۔

(۲۲۷) بَابُ فِي الْهَدْيِ إِذَا عَطِبَ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ

(۳۵۰) حدیثنا سلیمان بن حویب و مسدد قالوا: أحمد بن ونا مسددنا عبد الوارث و ہذا حدیث مسدد عن ابی التیام عن موسیٰ بن سلمۃ عن ابن عباس قال: بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تاكلوا اللحمی و بعث معا بن عثمان عشقہ بدنه فقال: ادأبت ان اذیف علی منہا شئ قال: تنحس ہا ثم تصبغ نعلہا فی و مہا ثم اضر بہا علی صفحتہا ولا تاكل منہا انت ولا احد من اصحابک او قال من اهل بوفتک وقال فی حدیث عبد الوارث اجعلہ علی صفحتہا مکان اضر بہا، قال ابو داؤد

وَالَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ مِنْ هَذِهِ الْحَدِيثِ قَوْلُهُ وَلَا تَأْكُلْ مِنْهَا

أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ دِفْعَتِكَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ

سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ إِذَا قُتِلَ الْأَسَدُ وَالْمَعْزُ مَعًا

ترجمہ

سیلمان بن حرب اور مسدد نے بتحدیث حماد اور مسدد نے بتحدیث شہد الوارث (یہ روایت مسدد کی ہے)، بر روایت ابوالتیاح بواسطہ موسیٰ بن سلمہ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اسلمی شخص کو ہدی کے اٹھارہ اونٹ دے کر بھیجا وہ بولا: یا رسول اللہ اگر ان میں سے کوئی ساقط ہو جائے (چلنے سے عاجز ہو کر گر جائے)، آپ نے فرمایا: اس کو مختصر کر دینا اور جوئی اس کے خون میں رنگ کر گردن پر چھاپ مار دینا اور نہ تو خود اس میں سے کھا اور نہ تیرے ساتھی اور زمین کھائیں۔

عبدالوارث کی روایت میں اضر بہا کی بجائے اجعل علی صفحہا ہے۔
ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر جن الفاظ میں تفرد ہے وہ جملہ لاتماکل سنہانت دلا احد من اہل رفقتک ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلمہ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ سنہ اور معنی کا درست کر لینا تمہارے لئے کافی ہے:-۔ تشریح

قولہ باب الخ۔ اگر واجبی ہدی کا جانور جرم تک پہنچنے سے پہلے راستہ میں ہلاک ہو جائے یا عیب دار ہو جائے تو اس کے بدلے میں کوئی دوسرا جانور ہدی بنائے اور اس عیب دار جانور کو جس طرح چاہے اپنے مصرف میں لائے۔ اور اگر نفی ہدی کا جانور جو تو شکر کر کے اس کے شکر کو خون آلود کر دے اور اس کی کوہان کی طرف خون کا ایک چھاپہ لگا دے۔ یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ یہ ہدی کا جانور ہے تاکہ اس کا گوشت صرف فقراء کھائیں اغنیاء نہ کھائیں کہ اغنیاء کے لئے اس کا گوشت کھانا جائز نہیں۔

زیر بحث حدیث میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ناجیہ اور ان کے اصحاب کو گوشت کھانے سے منع فرمایا اس کی وجہ بقول ملا علی قاری یہی ہے کہ وہ لوگ اغنیاء تھے:-۔

قولہ فلاننا الاسلمی الخ۔ باب کی پہلی حدیث کو امام مالک، ترمذی اور ابن ماجہ نے ناجیہ خزاعی سے روایت کیا ہے کہ امام ابوداؤد اور حافظ دارمی نے ناجیہ اسلمی سے۔ اس سے بخاطر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف نسبت کا فرق ہے اور درحقیقت ناجیہ اسلمی و ناجیہ خزاعی دونوں ایک ہی شخص ہیں چنانچہ صاحب تہذیب نے اسلمی و خزاعی دونوں کو جمع کر کے کہا ہے: "ناجیہ بن کعب بن جندب الاسلمی الخزاعی کان صاحب بد نہ فیما یصنع بما عطبت من البدن: مگر یہ صریح دھوکہ ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: قلت قولہ الاسلمی الخزاعی عجیب: وجہ تعجب یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات جدا جدا ہیں ناجیہ اسلمی ناجیہ بن جندب بن عمر بن نضر اسلمی ہیں جن کی بابت سعید

بن عقیل کہتے ہیں کہ ان کا نام ذر ان تھا بنی کریم نسلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ناجیہ رکھ دیا۔
 (عین بنی من قریش، علی ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ان کا انتقال مدینہ میں معاویہ کے دور خلافت
 میں ہوا ہے۔ اور ناجیہ خزاعی ناجیہ بن جندب بن کعب یا کعب بن جندب ہے۔)

حافظ ابن حجر نے معرفۃ الصحابہ میں کہا ہے کہ جس سے عروہ راوی ہیں وہ ناجیہ خزاعی ہیں۔
 جن کی نسبت میں اسکی کہہ دیا گیا اور جس سے جزاء راوی ہیں وہ ناجیہ اسلمی ہیں، وہا
 صحابیان وکل منہا وقع استصحاب البدن وفتنہ۔

قولہ قال ابو داؤد والذی الخ (۳۶۵) عبارت ابو داؤد علی نسخوں میں نہیں ہے بلکہ بعض نسخوں
 کے اندر جلد: ولا تاکل منہا انت ولا احد من اہل رفیقک: میں تفرد واقع ہوا ہے۔

مگر بات بظاہر فلو ہے اس واسطے کہ جلد میں تفرد نہ کہ طبقہ صحابہ میں ہے اور یہ طبقہ
 تابعین میں۔ طبقہ صحابہ میں تو اس لئے نہیں کہ اس جلد کو حضرت ابن عباسؓ نے ابو
 قبصہ ذہیبؓ سے روایت کیا ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے اور اس کو حضرت عروہ بن فارح
 ثمالیؓ نے بھی روایت کیا ہے جو منہ امام احمد میں موجود ہے الفاظ: ہیں: ولا تاکل انت
 ولا اہل رفیقک دخل چہ دہین الناس: بلکہ منازعی واقعہ میں یہ جلد حضرت
 ناجیہ اسلمی کی حدیث میں بھی موجود ہے۔

۳۳۷

اور طبقہ تابعین میں تفرد اس لئے نہیں کہ اس جلد کو حضرت ابن عباسؓ سے موسیٰ بن
 سلمہ ہذلی اور سنان بن سلمہ نے صحیح مسلم میں اور حضرت عروہ بن فارح سے فہر بن حشبؓ نے
 منہ امام احمد میں روایت کیا ہے۔ پس طبقہ تابعین میں بھی اس جلد کے تین راوی ہیں لیکن
 ہے یہاں تفرد سے مراد تفرد ابو التیاح ہر جس پر اس اسناد کا دار ہے اور موسیٰ بن سلمہ
 سے راوی ہے مگر یہ اس لئے صحیح نہیں کہ ابو التیاح کا بھی متابع موجود ہے: فائدہ تاہم تنادۃ
 من سنان بن سلمہ عن ابن عباسؓ کا حدیث سلمہ۔

قولہ قال ابو داؤد اذا اقمتم الخ (۳۶۶) یہ قول بھی بعض نسخوں کے حاشیہ پر مکتوب ہے جس کا اصل
 ساتھ ایک یہ کہ اسناد مستقیم ہو دوسرے یہ کہ سنی صحیح ہوں اور یہاں یہ دونوں شرطیں موجود
 ہیں پس یہاں اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ قول سابق میں جو تفرد کا دعویٰ
 ہوا تھا وہ موجب ضعف نہیں ہے لان اسناد مستقیم و معناہ صحیح ثابت۔

(۳۲۸) باب فی افراد الحج

(۳۵۱) حدیثنا سلیمان بن حرب نا حاتم بن حرب نا موسیٰ بن اسماعیل

ناحماد یعنی ابن سلمۃ ح و ناموسی ناوہیب عن ہشام بن عروۃ عن
 ابيه عن عائشة انها قالت خي جئنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم
 موافين لجلال ذي الحجة فلما كان بدنى الحليفة قال من شاء ان يهمل
 يحج فليهمل ومن شاء ان يهمل بعمره فليهمل بعمره قل موسى في حديث
 و هيب فاني لولا اني اهديت لاهل البيت بعمره وقال في حديث حماد بن سلمۃ واما
 انا فاھمل بالبحر فان معي الهدى ثم اتفقوا فكلت فيمن اھل بعمره فلما
 كان في بعض الطريق حصت فدخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم
 انا ابكي فقال ما يبكيك قلت وددت اني لم اكن خرجت العام قال ارضي
 عنك و انضى راسك و امتشطى قال موسى و اھل بالبحر و قال سليمان
 و اضعي ما يصنع المسلمون في حجهم فلما كان ليلة الصلوة اھل رسول الله
 صلى الله عليه وسلم عبد الرحمن فذهب بها الى التنعيم زاد موسى
 فاهللت بعمره مكان عمرتها و طافت بالبيت فقضى الله عمرتها
 حجها قال ہشام و لم يكن في شيء من ذلك هدى قال ابو داود و زاد موسى في حديث
 حماد بن سلمۃ فلما كانت ليلة البطاء طهرت عائشة -

۳۳۸

ترجمہ

سليمان بن حرب نے حجہ بیٹ حماد بن زید اور موسیٰ بن اسمعیل نے حجہ بیٹ حماد بن سلمہ و ہشام بن
 ہشام بن عروہ بواسطہ عروہ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جبکہ ذی الحجہ کا چاند آن پہنچا تھا۔ جب آپ ذی الحلیفہ میں پہنچے
 تو فرمایا جو شخص حج کا احرام باندھنا چاہے حج کا احرام باندھے اور جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے
 وہ عمرہ کا احرام باندھے۔ موسیٰ نے وہیب کی حدیث میں کہا ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میں
 ہدی نہ رکھتا ہوتا تو عمرہ کا احرام باندھتا۔ اور حماد بن سلمہ کی حدیث میں کہا ہے کہ میں حج کا احرام
 باندھوں گا کیونکہ میرے ساتھ ہدی ہے۔ اس کے بعد روایت میں سبب کا اتفاق ہے۔
 حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، راہ (سرف)
 میں مجھے حیض آگیا آپ میرے پاس تشریف لائے میں رو رہی تھی، پوچھا کیوں روتی ہے؟ میں نے
 کہا: کاش میں اس سال نہ بھی ہوتی۔ آپ نے فرمایا: عمرہ چھوڑ دے، اور سر کھول ڈال اور کنکھی کر۔
 موسیٰ نے کہا ہے کہ حج کا احرام باندھنے اور سلیمان نے کہا ہے کہ جب کام مسلمان کریں تو بھی کرتی جا۔

پس جب وہی رات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن کو حکم کیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعم لے گئے۔ موسیٰ نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھا اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پس اللہ نے ان کا حج اور عمرہ دونوں کو پورا کر دیا۔ پانچام نے کہا ہے کہ اس میں کوئی ہدی نہیں آئی۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ موسیٰ نے حماد بن سلمہ کی حدیث میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ جب بطحاء کی رات ہوئی تو حضرت عائشہ حیض سے پاک ہو گئیں۔۔۔ تشریح یہ قولس موافقین بلال الخ۔ یعنی ہم اس وقت نکلے جبکہ ذی الحجہ کا چارہ قریب آگیا تھا۔ کیونکہ خروج کی ابتداء ۲ ذی قعدہ تھی جس کی تصریح صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ کی روایت میں موجود ہے۔۔۔

قولس دلائی اہل بیت الخ۔ یعنی اگر میں ہدی نہ رکھتا ہوتا تو خالص عمرہ کا احرام باندھتا مگر ہدی ساتھ ہونے کی وجہ سے حج سے فارغ ہوئے بغیر احرام نہیں کھول سکتا۔ بعض حضرات نے ان الفاظ سے اور انہیں کے مثل: "لو استقلت من امری ما استدرت ما سقت الہدی" وغیرہ الفاظ سے انضلیت تمتع پر استدلال کیا ہے جس کی تحقیق باب القرآن کے ذیل میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قولس ارضی عمر تک الخ۔ علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ یہاں برضی عمرہ سے کیا مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے: "اترکبھا و اخریھا علی النفا" کہ تو عمرہ کو چھوڑ دے بعد میں قضاء کر لینا۔

۳۳۹

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس میں عمرہ کو بالکلیہ ترک کرنا مراد نہیں بلکہ عمرہ کے افعال و طواف و سعی کا ترک مطلوب ہے۔ مگر یہ تاویل صحیح نہیں کیونکہ اس کے بعد دالے الفاظ: "النفی" اس کا دالہ منقطع ہے۔ صراحتہ اسی پر دال ہیں کہ یہاں ترک ازیم عمرہ مراد ہے نہ کہ ترک افعال عمرہ۔ اس واسطے کہ سر میں ٹھنکھی کرنا بالوں کے اکھڑنے کو مستلزم ہے اور احرام کھالت میں اس کی قطعاً اجازت نہیں۔ فلما امر بالامتناع علم انہ امر بالبرضی احرام العمرۃ لا ترک افعالہا قولس دلم یکن فی شیء من ذلک ہدی الخ۔ اس واسطے کہ جب حضرت عائشہ نے عمرہ ترک کر دیا تو آپ مفرد بلحج ہوئیں لہذا آپ پر ہدی لازم نہیں مگر برضی عمرہ کی وجہ سے دم ضرور لازم ہے۔ چنانچہ روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی جانب کرم ادا کیا

قولہ قال ابو داؤد الخ زیادہ کہتے ہیں: "فلما كانت لیلة البطحاء طهرت عائشہ: لسان العرب (۴۶۷) یعنی شیخ موسیٰ بن اسماعیل نے حماد بن سلمہ کی حدیث میں یہ الفاظ

اور صحاح جوہری وغیرہ میں ہے کہ بطحاء اور البطحہ وہ نالہ ہے جس میں سنگریزے ہوں۔ یہاں لیلة البطحاء سے مراد وہ رات ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ سے واپسی پر مقام محصب میں قیام فرمایا تھا یعنی ذی الحجہ کی چودھویں رات۔

حافظ ابن القیم الہمدی میں فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جائے طہارت میں اختلاف ہے

عما ہدے حضرت عائشہ سے موضح ہر عذر لعل کیا ہے اور حضرت عروہ کہتے ہیں کہ عذر کے دن حضرت عائشہ عائذ ہی تھیں مگر ان دونوں روایتوں میں کوئی منافات نہیں دونوں صحیح ہیں شیخ ابن حزم نے ان دونوں کو دوسری پر محمول کیا ہے یعنی ہر عذر سے مراد وقت عذر کے لئے عمل کرنا ہے کیونکہ اس موقع پر حضرت عائشہ کے الفاظ ہیں: ظہرت بعرفة: اور ظہر کے معنی ظہر کے معنی سے جدا ہیں۔ قاسم نے پاکی کا دن یوم غربتہ کہا ہے جس کا معنی بیت صحیح مسلم میں ہے اور قاسم دعوہ دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ عذر کے دن حضرت عائشہ عائذ تھیں پس انہیں کی بات کا اعتبار ہوگا لہذا انہما اقرب الناس نبیا۔

شیخ ابن حزم نے صاحب کتاب کی روایت کے الفاظ: فلما كانت ليلة البعثة ظہرت عائشہ: کو منکر قرار دیا ہے کیونکہ ليلة البعثة تو یوم غربتہ کے کئی روز بعد ہے۔ اس کے بعد موصوفہ کہتے ہیں الا اننا لما تبرزنا دھنا بذه اللفظة انہما لیس من کلام عائشہ فقط التعلق بہا لانهما ہی ما دون عائشہ وہی اعلم بنفسہا:-

(۳۵۲) حدثنا القعنبي عن مالك عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم انها قالت خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع فاهلكتنا بعمره ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان منكم منعه هدي فليحمل بالجم مع العمرة ثم لا يحمل حتى يحل منها جميعا فتقدمت منكروا ناحا لهن ولما طعنوا بالبیت ولا بين الصفا والمروة فشكوت ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال القنبي ساسك وامتشطى واهلى بالجم وودى العمرة:-
قالت ففعلت فلما قضينا الحج ارسلني رسول الله صلى الله عليه وسلم مع عبد الرحمن بن ابى بكر الى التعميم فاعتمررت فقال هذا مكان عمرتك قالت فطاف الذين اهلوا بالعمرة بالبیت وبين الصفا والمروة ثم حلوا ثم طافوا طوافا اخذ بعد ان رجعوا من منى لحجهم واما الذين كانوا اجتمعوا بالحج فانهما طافوا طوافا واحدا. قال ابو داود سداة ابراهيم بن سعد ومعه ثمن ابن شهاب نحوه لم يذكر طواف الذين اهلوا بالعمرة وطواف الذين جمعوا الحج والعمرة:-

ترجمہ :-

قنبي نے بروایت مالک بھریق ابن شہاب بواسطہ عروہ بن الزبیر حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے تو ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے ساتھ ہدی ہو

تو وہ حج کا احرام عمرہ کے ساتھ باندھے پھر احرام نہ کھولے یہاں تک کہ دونوں سے فارغ ہو۔ حضرت عائشہ طرانی ہیں کہ میں مکہ میں آئی در اٹھا لیکہ میں حالتہ عقی تو میں نے نہ طواف کیا اور نہ صفا و مردہ کے درمیان سعی کا بہت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی آپ نے فرمایا اپنا سر کھول ڈال اور ٹھکی کر اور عمرہ چھوڑ دے اور حج کا احرام باندھ لے۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم حج کر چکے تو آپ نے مجھے عبدالرحمن بن ابی بکر کے حوالہ عظیم بھیجا اور میں نے عمرہ ادا کیا آپ نے فرمایا یہ عمرہ تیرے اس عمرہ کا عوض ہے پھر جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ طواف اور سعی کر کے حلال ہو گئے اور انھوں نے حج کے واسطے دوسرا طواف کیا جب میں سے لوٹ گئے اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا انھوں نے صرف ایک ہی طواف کیا اور وادہ کہتے ہیں کہ اس کو ابراہیم بن سعد اور میرے بھی ابن شہاب سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ لیکن انھوں نے ان لوگوں کے طواف کو جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور ان لوگوں کے طواف کو جنھوں نے حج اور عمرہ کیا تھا ذکر نہیں کیا۔ تشریح

قولی سلم اطف بالبيت الخ۔ کیونکہ حالتہ عورت کے لئے سعی میں داخل ہونا منوع ہے اور بیت اللہ کا طواف مسجد ہی میں ہوتا ہے اس لئے آپ نے طواف نہیں کیا۔ مخرج وقایہ میں ہے: "وحيضاً لا یمنع نسكاً الا بطواف فانه فی المسجد ولا یجوز للمنفعة دخوله اھ" کہ عورت کا حیض حج کے کسی رکن کی ادائیگی سے مانع نہیں سوائے طواف کے کہ یہ مسجد میں ہوتا ہے اور حالتہ کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔

۳۴۱

مولانا عبدالحی تھکڑی اس پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شارح کے قول: "ان فی المسجد" میں قصور ہے اس واسطے کہ اگر حالتہ عورت خارج از مسجد طواف کرے تب بھی جائز نہیں کیونکہ طہارت من الجنابة تو نفس طواف کے لئے شرط ہے۔

جواب یہ ہے کہ عبارت مذکورہ میں کوئی قصور نہیں اس واسطے کہ خارج از مسجد طواف کا جائز نہ ہونا اس لئے ہے کہ صحت طواف کے لئے طواف کا مسجد میں ہونا شرط ہے قال فی البدایہ: "لو طاف حول المسجد وبنیہ وبن البیت حیطان المسجد لم یجز لان حیطان المسجد حازرة فلم یطف بالبيت لعدم الطواف حول بل طاف بالمسجد لوجود الطواف حول لا حول البیت"۔

ماصل یہ کہ جواز طواف کے لئے دو شرطیں ہیں۔ ایک مکان طواف اور ایک طہارت اور صحت طواف میں ان میں سے ہر ایک کا دخل ہو تب ہی ان میں سے کوئی شرط معدوم ہوگی طواف تہجد کا فلا قصور فی ذکر اھد العتین قولی انفقنی راسک الخ۔ حضرت عائشہ قارہ تھیں یا مستقرہ؟ اس کی بابت احناف و مشائخ کھمابین اختلاف ہے۔ شوافع حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ قارہ تھیں پس ان کے افعال عمرہ افعال حج میں داخل ہو گئے۔ ان حضرات کے نزدیک دعی العمرة سے مراد ترک افعال عمرہ ہے۔

احناف کے یہاں افعال حج میں افعال عمرہ داخل نہیں ہو سکتے بلکہ افعال عمرہ یعنی طواف و سعی کرنا اس کے لئے داخل حج کو ادا کرنا ضروری ہے۔ زیر بحث حدیث کے الفاظ مذہب احناف کی واضح دلیل ہے۔

اس واسطے کہ حضرت عائشہ کا صفاء و مردہ کے درمیان سنی : کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کرنا یہ بتا رہا ہے کہ حضرت عائشہ جانتی تھیں کہ عمرہ کے انفال حج کے انفال میں داخل نہیں ہوتے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو کنکھی کرنے اور عمرہ کو ترک کرنے کا حکم کرنا اور یہ ارشاد فرمانا : "ہذا مکان مرتکب" : بین خبرت ہے اس بات کا کہ حضرت عائشہ قارہ نہیں تھیں بلکہ معمرہ تھیں حیض آنے کے بعد آپ نے عمرہ کو ترک کر کے حج کا احرام باندھا اور سفر باج ہو گئیں اسی لئے آپ پر ہدی واجب نہیں ہوئی بلکہ نفقہ عمرہ کی وجہ سے دم واجب ہوا جس کو آپ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا :-

قولہ فاما نألفوا فادخلوا محذوۃ۔ تارن کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے یا دوسری اور دو طوافوں کا کرنا ضروری ہے؟ شراغ وغیرہ اسی کے قائل ہیں کہ ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے ان کی دلیل حدیث کے یہی الفاظ ہیں۔ احناف کے یہاں جو سعی اور دو طواف ضروری ہیں۔ اس کی پوری بحث باب القرآن میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ :-

قوله قال ابو داود الخ اس کا مقصد بالکل واضح ہے کہ ابراہیم بن سعد اور مسمر کی روایت۔۔۔ ہذا مکان عمر تک۔۔۔ پر پوری ہو گئی بخلاف امام مالک کے کہ اس میں۔۔۔ قتلت فظاف الذین ایوانا۔۔۔ کا اضافہ ہے۔۔۔

(٣٥٣) حدثنا عثمان بن أبي شيبة أن محمد بن جعفر حدثهم عن شعبة عن الحكم عن مجاهد عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال هذه عرق استمتعنا بها فمن لم يكن عنده هدي فليحل الحبل كله وقد دخلت المرأة في الحجاب يوم القيمة قال أبو داود هذا منكرونا إنما هو قول ابن عباس -

ترجمہ
عثمان بن ابی شیبہ نے بتحدیث محمد بن جعفر بردایت شعبہ بطریق حکم بواسطہ مجاہد حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "۴۰ عمرہ ہے جس سے پہلے فائدہ اٹھایا سو جس کے پاس ہدیہ ہو وہ پورے طور پر حلال ہو جائے اور عمرہ حج میں داخل ہو گیا تا قیامت۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس کا مرفوع ہونا منکر ہے۔ یہ تو حضرت ابن عباس کا قول ہے۔۔۔ تشریح

۴۹۹) قولہ قال ابو داؤد الخ | یعنی اس حدیث کا رفع منکر ہے اور یہ حضرت ابن عباسؓ پر موقوف ہے۔ علامہ منذری فرماتے ہیں کہ صاحب کتاب کا یہ قول محل نظر ہے اس واسطے کہ امام احمد، محمد بن المنشی، محمد بن بشار اور عثمان بن ابی شیبہ نے اس حدیث کو بواسطہ محمد بن جعفر امام شعبہ سے مرفوعاً ہی روایت کیا ہے۔ نیز زید بن ہارون، مناد حبر

ابوداؤد طیالسی اور عمر بن مرزوق نے بھی شعبہ سے مرفوعاً ہی روایت کیا ہے۔ و تقصیر
من یقصر بہ من الروایۃ لا یؤثر فیما وثبتہ الحفاظ:-

(۳۵۴) حدثنا عبید اللہ بن معاذ حدثنی ابی نائل عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اهل الرجل بالحج ثم قدم مكة فطاف بالبيت وبالصفا والمروة فقد حلّ وھی عمرہ، قال ابوداؤد سواء ابن جریج عن سرجل عن عطاء دخل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مہلین بالحج خالصاً فجعلہما النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ۔

ترجمہ

عبید اللہ بن معاذ نے بسند معاذ تجدید نہاس بروایت عطا بواسطہ ابن عباس بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص احرام باندھ کر مکہ میں آئے اور طواف و سعی کر لے تو وہ حلال ہو جائے اور وہ احرام عمرہ کا احرام ہو گا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابن جریج نے بواسطہ شخص حضرت عطار سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام حج کا احرام باندھ کر داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عمرہ سے بدل دیا:-۔ تشریح

(۳۵۵) صاحب کتاب یہاں دو حدیثیں لائے ہیں۔ اول حدیث نہاس
قولہ قال ابوداؤد الخ | عن عطار عن ابن عباس ہے۔ اس حدیث کا مدلول ایک
قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شخص حج کا احرام باندھ کر مکہ میں آئے اور طواف و سعی کر لے تو وہ
حلال ہو جائے اب اس کا یہ احرام عمرہ کا احرام ہو جائے گا اور یہ مدلول امر شرعی کے بالکل
خلاف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امر ثابت ہے وہ یہ ہے کہ یہ حکم صرف
ان صحابہ کے ساتھ خاص تھا جن کے ساتھ ہدی نہیں تھی۔ پس یہ حدیث ضعیف ہے جسکی وجہ
ضعف ابو الخطاب نہاس بن قہم تیسری ہے کہ اس کو ابن عدی، ابن معین، ابوعامر
ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، یحیی القطان اور دارقطنی سب نے ضعیف کہا ہے اس لئے صاحب
کتاب اس حدیث کے بعد ابن جریج لارہے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ حدیث نہاس منکر ہے:-

عہ و قبل ان یقال ان مرادہ بقولہ ہذا منکر ان قولہ دخلت الحج العمرة الی یوم القیامۃ ہوا المثار الیہ و غرض ان ہذا
الکلام من جملۃ حدیث ابن عباس منکر و بشیر الیہ ما فی سلم فان العمرة قد دخلت فی الحج الی یوم القیامۃ ذکرہ
بطریق الدلیل و الظاہر ان ایراد الدلیل من ابن عباس لا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ہذل

(۲۲۹) بَابُ فِي الْقُرْآنِ

(۳۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ مَوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَاوُصِيْبُ نَاوُصِيْبُ نَاوُصِيْبُ عَنْ ابْنِ قَلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاتَ بِمَا عِنِّي بَذَى الْحُلَيْفَةُ حَتَّى أَصْبَحَ فَقَرَّبَ تَرَكِبَ حَتَّى إِذَا اسْتَوَى بِرُجُلِي الْبُنْدُادِ حَمْدُ اللَّهِ وَسُبْحُهُ وَكَبَّرُ ثَمَّ أَهْلُ عَمْرٍاءَ وَأَهْلُ النَّاسِ فِيهِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا أَهْلَ النَّاسِ فَخَلَعُوا حَقِي إِذَا كَانَ يَوْمَ النَّزْوِيَةِ أَهْلُوا بِالْحَجِّ وَنَحْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعُ بَدَنَاتٍ بَيْدًا قَبْلَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ الَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ يَعْنِي النَّسَاءُ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ بَدَنَاتٍ بِالْحَمْدِ وَالتَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ ثَمَّ أَهْلُ بِالْحَجِّ

ترجمہ

ابو سلمہ موسیٰ بن اسماعیل نے بند و ہیب ہدیث ایوب بروایت ابو قلام حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ذوالحلیفہ میں رہے جب صبح ہوئی تو سوار ہوئے، اور جب بیابان مقام پر پہنچے تو انہیں تعریف کی اور بھیج دیجیں کہیں پھر حج اور عمرہ کا تلبیہ کیا اور لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا جب ہم کہ پہنچے تو آپ نے لوگوں کو حکم کیا اور لوگوں نے احرام کھول ڈالا۔ جب آٹھویں تاریخ ہوئی تو آپ نے حج کا تلبیہ کیا اور سات اونٹوں کو کھڑا کر کے اپنے دست سارک سے غر کیا۔ - تشریح

۳۴۷

قولی باب الخ۔ اقران ہمزہ کے ساتھ ہے اور ایک نسخہ میں قرآن ہے۔ یہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں۔ قرآن قرن دن، کا مصدر ہے بمعنی ملانا، جمع کرنا جیسے لباس برد زن فعال ثلثی مجرد کا مصدر ہے يقال قرنت البعیرین، میں نے دو اونٹوں کو ایک رسی میں بانڈھ دیا قال فی القاموس قرن بین الحج والعمرة قرانا جمع کا قرن فی لغتہ، قرآن میں چونکہ عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ بانڈھتے ہیں اس لئے اس کو قرآن کہتے ہیں۔

حافظ نے اور قاضی عیاض وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ اقران ہمزہ کے ساتھ بحیثیت لغت غلط ہے چنانچہ المطالع میں ہے۔ القرن فی الحج والعمرة فی الاحرام وبقول سنہ قرن ولا يقال اقرن۔ مگر ان حضرات کا اقران کو غلط کہنا خود غلط ہے اس واسطے کہ حضرت ابو ذر کی روایت میں یہ لفظ ہمزہ کے ساتھ مروی ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت میں ہے۔ انه نبی عن القرآن الا ان بتا ذن ما حکم صاحبہ علامہ ابن الاثیر کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے۔ نبی عن القرآن ہے۔ پس جب فصیح کلام میں اقران مروی و منقول ہے تو اس کو غلط کہنا کیسے ہو سکتا ہے۔

حج کی تین قسمیں ہیں افراد۔ قرآن۔ تمتع۔ اور مہینوں میں بلا شک و شبہ جائز ہیں۔ جس پر علماء امت کا اجماع ہے کیونکہ ہر ایک نفس قرآنی سے ثابت ہے۔ چنانچہ آیت ولله علی الناس حج البیت الا الحج والاداء کی اور آیت و اتوا الحج والعمرة للہ حج قرآن کی اور آیت۔ فمن تمتع بالعمرة الی الحج۔ حج تمتع کی واضح دلیل ہے۔ قال الخطابی لم یختلف الائمة فی ان الافراد والقرآن والتمتع بالعمرة الی الحج کلہا جائزۃ۔ البتہ افضلیت میں اختلاف ہے کہ ان انواع ثلاثہ میں سے کون سی نوع افضل ہے۔ امام نووی نے اس سلسلہ میں امام شافعی کے تین قول ذکر کئے ہیں جن میں سے مشہور قول یہ ہے کہ سب سے افضل افراد ہے پھر تمتع پھر قرآن۔ امام نووی نے اسکی تفسیر کی ہے اور فرد شافعی میں بھی یہی ترتیب مذکور ہے۔ لیکن شوافع کے یہاں افضلیت افراد کے لئے شرط ہے کہ اسی سال عمرہ بھی کرے جیسا کہ شارح اقتباج و شارح منہاج نے اس کی تصریح کی ہے اگر اس سال عمرہ نہ کیا تو پھر تمتع اور قرآن ہی افضل ہے۔ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ تمتع افضل ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ قرآن افضل ہے۔

امام مالک سے ناقلین کی روایات مختلف ہیں۔ چنانچہ امام نووی نے تو یہی ترتیب ذکر کی ہے جو امام شافعی کا مشہور قول ہے لیکن صاحب دایۃ اور تلخ زلیحی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے نزدیک تمتع افضل ہے۔ انوار سالہ میں ہے کہ سب سے افضل افراد ہے پھر قرآن۔ و ردیر کی شرح کبیر میں بھی ایسا ہی ہے و لفظ۔ مذہب افراد علی قرآن و تمتع بان یجزم بالحق مفہوم اذافرغ منہ احرم بالعمرة ثم یلی الافراد فی افضل قرآن۔ قال الدسوقی ظاہرہ ان الافراد یكون افضل الا اذا احرم بالعمرة بعد فرائض من الحج و ہر قول ضعیف و المستعان الا الافراد افضل و لو لم یعمر بعدہ۔ امام احمد کے نزدیک سب سے افضل تمتع ہے پھر افراد پھر قرآن و کذا فی نیل الکارب و الرد عن الربیع وغیرہما،

سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک سب سے افضل قرآن ہے پھر تمتع پھر افراد۔ کیونکہ اس میں ایک ہی احرام کے ساتھ دو عبادتیں ادا ہوتی ہیں اہم احرام بھی بہت دنوں تک رہتا ہے جس میں شفقت زیادہ ہے۔

اس اختلاف کا منشاء دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی بابت روایات کا اختلاف ہے۔ چنانچہ متعدد روایات میں ہے کہ آپ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ آپ کا حج تمتع تھا۔ لیکن صحیحین وغیرہ کی بیشتر احادیث سے جن کی شارحین سے زیادہ ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا اور آپ تارن تھے۔ شیخ ابن حزم ظاہری نے بارہ صحابہ کرام کی روایات سے اور حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں عبد اللہ بن عمر، حضرت عائشہ، جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عباس، عمر بن الخطاب، علی بن ابی طالب، عثمان بن عفان، براء بن عازب، عمران بن حصین

ابو قتادہ، شترانہ بن مالک، ابو طلحہ انصاری، ہر ساس بن زیاد بانی، ابن ابی ادنی، ام سلمہ، حفصہ، سعد بن ابی وقاص اور انس بن مالک (رضوان اللہ علیہم اجمعین)، بخاری و صحابہ رضی اللہ عنہم روایات سے ایک ایک حدیث کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

عبداللہ بن فیروز آبادی نے سفر السعاده میں، شارح نقایہ نے اپنی شرح میں ابن الہمام نے فتح القادریہ میں اس کی تحقیق اور امام طحاوی نے تقریباً ایک ہزار اوراق میں اس مسئلہ کو پورے بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ ہم یہاں ہر فرقہ کے مستدلات کو بطریق اختصار پیش کرتے ہیں واللہ الموفق۔
قائلین افضلیت افراد کے اولہ: (۱) حدیث عائشہ جس کو شیخین نے روایت کیا ہے: "قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام حجة الوداع فنامن اہل بئرة ونامن اہل بئج و عمرہ ونامن اہل بئج و اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بائج۔"

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے سو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا اور بعض نے صرف حج کا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا۔

اس حدیث میں تقسیم و تنزیع ہے جس میں تصریح ہے کہ آپ نے صرف حج کا احرام باندھا تھا امام مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افراد بائج کہ آپ مفرد بائج تھے (۲) حدیث ابن عمر: یہ بھی صحیحین میں مروی ہے۔ قال: البئج مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بائج مفرداً کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حج کا احرام باندھا تھا۔

(۳) حدیث جابر جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ قال اقبلنا مہلبین مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بائج مفرداً صاحب کتاب نے اس کو متعدد طرق کے ساتھ تفصیل سے روایت کیا ہے سنن ابن ماجہ میں روایت کے الفاظ ہیں: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افراد بائج۔"

(۴) حدیث ابن عباس جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بائج (۵) حدیث عائشہ: یعنی حدیث عائشہ جس کو صاحب کتاب نے باب فی افراد بائج کے ذیل میں روایت کیا ہے۔ قالت: خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وراغبین لبہلال ذی الحجۃ حاد بن سلمہ کی حدیث میں ہے۔ "والانا قابل بائج۔"

قائلین افضلیت تمتع کے اولہ: (۱) حدیث ابن عمر جس کو شیخین نے روایت کیا ہے۔ قال: تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجة الوداع بالعمرة الی الحج وادی فاتی مع اہل یاسن ذی الحلیفہ و ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قابل بالعمرة ثم اہل بائج تمتع الناس مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالعمرة الی الحج نکاح من اناس من اہدی فاتی الہدی و منہم من لم یہبہ فلما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکہ قال للناس: من کان منکم اہدی فانی لا یجوز لہ من شیء حرم منہ حتی یقضی جو دمن لم یکن منکم اہدی فلیطف بالبیت و بالصفاء و المردۃ و لیقصر لیحل ثم لیہل بائج۔"

- (۲) حدیث سعید بن ابی وقاص جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے: "انہ ذکر المجمع بالعمرة فقال قد صنعتها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصنعنا باسمہ۔"
- (۳) حدیث ابن عباس جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے: "قال: تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مات والابو بکر حتی مات وعمر حتی مات وعثمان حتی مات۔"
- (۴) حدیث عائشہ، جس کو بخین نے روایت کیا: "قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا نرى الا ان الحج فلما قد منا لظوفنا بالبیت فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یکن ساقا ابدا ان یحل فحل من لم یکن ساقا البدی وبناؤه لم یسقن۔"
- (۵) حدیث ابو موسیٰ الاشعری جس کو بخین نے روایت کیا ہے: "قال لعننی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارض قومی فلما حضر الحج حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجبت فهدت علیہ وهو نازل بالانطج فقال بما اهللت یا عبد اللہ بن قیس قال قلت لیک باللال کاللال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال احسنت ثم قال بل سقت به یا فقلت ما فنتت قال اذ ببت فلفف بالبیت وبین الصفاد المردة ثم اهل فالتلففت ففعلت ما امرنی وایت امرأة من قومی ففعلت راسی ما یخطی دخلتہ ثم اهللت بالحج یوم الترویة۔"
- (۶) حدیث سعید جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے: "قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج بالحج مرا فاحق اذ اطلقنا بالبیت قال اجعلوا عمرة الاسن کان معہ ہدی قال فجعلنا بالعمرة فلما کان یوم الترویة خرجنا بالحج فانطلقنا الی منی۔"
- (۷) حدیث ابن عباس جس کو بخین نے روایت کیا ہے: "قال کانا یردن العمرة فی اشہر الحج من انجر الغوری فی الارض یجعلون الحرم صفرا یتقون اذا برأ الدبر وعفا الا شرد النسخ صفرا علت العمرة۔ لمن اعتمر فقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومحباہ من رابطة تہلیلین فامرہم ان یجلبوا عمرة فتعالم بکم عنہم فقالوا یا رسول اللہ ای الحل قال الحل مکہ۔"
- قائمین افضلیت قرآن کے ادلہ (۱) حدیث انس جس کو بخین نے روایت کیا ہے: "قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحیی بالحج والعمرة یقول: لیک عمرة وحجة۔ صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: "اہل بہا لیک عمرة وحجة۔" صاحب کتاب کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "اہل بالحج وعمرة۔" حضرت انس بن مالک سے اس حدیث کو حسن بصری، ابو ظلاب، حمید بن بلال، حمید بن عبد الرحمن الطویل، قتادہ، یحییٰ بن سعید انصاری، ثابت بنانی، بکر بن عبد اللہ المزنی، عبد العزیز بن حبیب سلیمان ایسی، یحییٰ بن ابی اسحاق، زید بن اسلم، مصعب بن سلیم، ابو اسار، ابو قتادہ عامر بن حنین اور ابو قریظہ سوید بن جحر اہل سولہ حفاظ و ثقات نے روایت کیا ہے جن کی روایات صحیح بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، مسند بزار اور مصنف عبد الرزاق وغیرہ میں موجود ہیں جن میں تصریح ہے کہ نجی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔

حافظ ابن الجوزی نے "المعین" میں اس کا جواب دیا ہے کہ حضرت انس اس وقت مسن نہ تھے تو صحیح ہے آپ واقعہ کی صحیح نوعیت نہ سمجھتے ہوں۔ اس لئے حضرت ابن عمر کی روایت جو انرا دہرہ وال ہے، مقدم ہوگی۔ صاحب تصنیف فرماتے ہیں کہ یہ بالکل غلط ہے اس واسطے کہ حضرت انس تو اس وقت بالانفاق مانع تھے بلکہ میں یا انیس یا تیس سال کے تھے۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت مکہ کے مدینہ تشریف لائے اس وقت ان کی عمر دس سال تھی تکلیف بسوخت احکم علیہ بن الصہارہ

صحیحین کی ایک روایت سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ امام مسلم کے الفاظ ہیں جن انس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسب باج و المرأة جميعا۔ قال بکر خذ ثوبک ابن عمر فقال لیس باج و دعه، فلقيت ان خذ ثوبه بقول ابن عمر قال انس اريد و نسا الا صبيا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول، لیسک عتو مجاہد

یعنی حضرت انس سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ بکر (جو حضرت انس سے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ میں نے یہ حضرت ابن عمر سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا تلبیہ کہا تھا۔ بکر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے ملاقات کی اور ان سے حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ ہم کو بالکل بچہ سمجھتے ہیں میں نے گوش خود سنا ہے آپ کہہ رہے تھے لیسک عمرہ و مجاہد

۳۴۸

پھر ظرفہ کہ حافظ ابن الجوزی حضرت انس کی حدیث کو ان کی کسی کی وجہ سے مرجوح اور حدیث ابن عمر کو راجح کہہ رہے ہیں حالانکہ حضرت انس اور حضرت ابن عمر کی عمر میں صرف ایک سال یا اس سے کچھ زائد فرق ہے اور بس فیما للجب۔

(۲) حدیث عربین الخطاب جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول دہر بالعین آتانی الیلۃ آت من ربی عز وجل فقال اصل فی ہذا الوقت المبارک و قل عمرۃ فی حجة زادنی لفظ یعنی فالحلیفہ۔ اس حدیث کی تخریج صاحب کتاب نے بھی کی ہے جو زیر بحث حدیث انس کے بعد آرہا ہے۔

(۳) حدیث صہبی بن سعد الشلبی جس کو صاحب کتاب، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، احمد، اسحاق بن سہیب، ابو داؤد و طہا سی، امام ابو حنیفہ اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے قال، اہلت بہا ما فقال عمر و ہر بیت سنہ نبیک یہ ایک طویل حدیث ہے جو مختصر و مطول ہر دو طریق سے مروی ہے۔ دارقطنی نے کتاب العلل میں کہا ہے کہ حدیث صہبی بن سعد

عہ و ذلک انہ اختلف فی انہ توفی سنۃ عین من الهجرة ادا حدی و تسعین و اثنین و تسعین و ثلاث و تسعین و ذکر ذلک الذہبی فی کتاب المعبر ۱۲ حاشیہ شرح نقایہ۔

صحیح ہے اور سنہ کے لحاظ سے اس کا صحیح طریق منصوص عن الامام عن ابی داؤد عن ابی بن محمد عن عمر ہے اقول درود ابو حنیفہ عن قتادہ بن ابی سلیمان عن ابراہیم عن ابی بن محمد اھ۔ غلیو اذن۔

(۸) حدیث ابو طلحہ جس کو ابن ماجہ، امام احمد اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الحج والعمرة۔ اس کی سند میں عجاج بن ارطاة ہے جس کی روایت قدرے کلام ہے لیکن حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ جب تک یہ کسی شی میں مستغرق یا ثقات کے خلاف نہ ہو اس وقت تک اس کی حدیث درجہ حسن سے نہیں گر سکتی فیہ حسن بل صحیح ذکرہ الترمذی۔

(۵) حدیث سراقہ بن مالک جس کو امام احمد نے سند میں روایت کیا ہے۔ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول دخلت العمرة بالحج الى يوم القنات۔ قال وقرن النبي صلی اللہ علیہ وسلم في حجة الوداع۔ اس کی اسناد میں داؤد بن یزید اور دی ہے جس کے متعلق امام احمد، ابن مسیح اور ابو داؤد وغیرہ نے کلام کیا ہے لیکن حافظ ابن القیم فرماتے ہیں اسنادہ ثقات۔

(۶) حدیث ابو قتادہ جس کو یحییٰ بن سعید القطان اور سفیان بن عیینہ نے روایت کیا ہے اقول انما جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الحج والعمرة لانه علم لا یحج بعدها قال ابن القیم ولہ طرق اخری سیما (۷) حدیث ہر اس بن زیاد السہلی جس کو امام احمد نے روایت کیا ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرن فی حجة الوداع بین الحج والعمرة۔

(۸) حدیث ابن عمر جس کو یحییٰ بن یزید نے روایت کیا ہے۔ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجة الوداع بالعمرة الى الحج وادعی فاسق مع الہدی من ذی الحلیفۃ وہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قابل بالعمرة ثم ابل بالحج اھ۔

سوال۔ بکر بن عبد اللہ مزنی نے تو حضرت ابن عمر سے یہ روایت کیا ہے۔ انہ لبی بالحج وعدہ: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا تلبہ کیا تھا جہا کہ ہم نے حدیث انس کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ جواب۔ بکر بن عبد اللہ مزنی کی نسبت دیگر اثبات واثقہ راوی حضرت ابن عمر سے راوی ہیں جیسے حضرت سالم وناضی ان کی روایت یہی ہے۔ انہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالعمرة الى الحج فتخلیط بکر عن ابن عمر اذ لی من تغلیط سالم عنہ۔

(۹) حدیث عائشہ جو یحییٰ بن مردی ہے۔ عن عروہ عن عائشہ اخبرت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمثل حدیث ابن عمر سواء۔ وہو من حدیث الزہری اعلم اہل زمانہ بالسنۃ وہو من اصح حدیث ابن عمر عائشہ۔

(۱۰) حدیث ابن عمر جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ انہ قرن الحج الى العمرة وطاف لہما طوافاً واحداً ثم قال بكذا قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۱) حدیث انس جس کو یحییٰ بن یزید نے روایت کیا ہے۔ قال اھتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اربع عمرکین فی ذی القعدة الا التي مع حجة - عمرۃ من الحی بیتہ فی ذی القعدة وعمرۃ من العام المقبل فی ذی القعدة وعمرۃ من الحجرة من حيث قسم غنائم حنین فی ذی القعدة وعمرۃ مع حجة - اس حدیث کو صاحب کتاب - ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(۱۲) حدیث جابر بن عبد اللہ جس کو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج ثلاث حجج مجتہین قبل ان یہاجر وحجۃ براء ما جرمہما عمرۃ۔"

(۱۳) حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جس کو صاحب کتاب اور امام نسائی نے مجاہد سے روایت کیا ہے قال: سئل ابن عمر عن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقال: تری قال: قالت عائشہ رضی اللہ عنہا: لقد علم ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اعتمر ثلاثا سوی التي قرنها بحجۃ الوداع۔

(۱۴) حدیث حفصہ جس کو شعبین نے روایت کیا ہے امام مسلم کے الفاظ یہ ہیں: قالت: لبني صلي الله عليه وسلم ما شان الناس جلوا لم تكل انت من عمرتك؟ قال: اني قلت يدي لبيت راسي فلا اهل حتى اس من الحج۔

(۱۵) حدیث ام سلمہ جس کو امام احمد نے من میں اور امام طحاوی نے شرح آثار میں روایت کیا ہے: قالت: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: اهلوا يا آل محمد بعمرۃ فی حجۃ۔

(۱۶) حدیث ابن ابی ادنی جس کو حافظ بزار نے بائنا صحیح روایت کیا ہے: قال: انما سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الحج والعمرة لانه علم ان الحج بعد عامه ذلك۔

(۱۷) حدیث جابر بن عبد اللہ جس کو امام ترمذی اور امام احمد نے روایت کیا ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرن بالحج والعمرة فظاف لهما طوافا واحدا۔

(۱۸) حدیث براء بن عازب جس کو صاحب کتاب نے روایت کیا ہے اس میں ہے: قال: فأتيت النبي صلي الله عليه وسلم فقال لي كيف صنعت قال قلت اهل بال ابن النبي صلي الله عليه وسلم قال فاني قد سقت الهدى وقرنت اهد۔

(۱۹) حدیث علی جس کو امام نسائی نے مردان بن حکم سے روایت کیا ہے: قال كنت جالسا عند

عده ولم يأتني هذا قول ابن عمر ان صلي الله عليه وسلم قرن بين الحج والعمرة لانه اراد العمرة الكاملة المفردة ولا ريب انها عمران عمرة القضاء وعمرة البجراة وعائشة رضي ارادت العرتين مستقلتين وعمرة القرآن والتي صديقتها ولا ريب انها اربع ۱۲ زاد المعاد - عليه وهذا يدل على انه كان في عمرة سهاج فانه لا يخل من العمرة حتى يخل من الحج وهذا على اصل تلك والشافعي الزم لان المستمرة مفردة لا يمينه عند الهدى عن التحلل وانما يمينه عمرة القرآن فالجواب: انهما هما نفس ۱۲ زاد المعاد۔

مس قبل ان زيد بن عطاء را - سناہ وقال آخرون لا سبيل الى تحلته بغير دليل ۱۲ زاد المعاد۔

عثمان سمع علیاً رضی اللہ عنہما یسبح و عمرۃ فقال لم تکن تنہی عنہما قال بلی لکنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسبح بہما جمیعاً فلم ادع قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقولک:

(۲۰) حدیث عمران بن حصین جس کو امام مسلم نے مطرف سے روایت کیا ہے۔ قال: قال عمران بن حصین: احدثک حدیثاً عسی اللہ ان ینفعک بہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین حج و عمرۃ ثم لم ینذہ عنہ ولم ینزل قرآن یحرّمہ۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تمتعنا منہ۔

(۲۱) حدیث سعد بن ابی وقاص جس کو امام ترمذی و نسائی نے محمد بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے انہ سمع سعد بن ابی وقاص و الضحاک بن قیس عام حج معادیۃ بن ابی سفیان دہا ذکرا ان تمتع بالعمرة الی الحج فقال الضحاک لا یضیح ذلک! من جہل امر اللہ فقال سعد بن مسعود ما قلت یا ابن ابی قال الضحاک فان عمر بن الخطاب نہی عن ذلک قال سعد قد صعبہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صنعنا ما صنعہ۔ قال الترمذی حدیث حسن صحیح۔

(۲۲) حدیث علی بن جبس کو یحییٰ بن سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے۔ امام بخاری کے الفاظ یہ ہیں: قال: اختلف علی و عثمان دہما بعسفان فی المسنۃ فقال لہ علی ما ترید الی ان تنہی عن امر ففعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لعثمان و عنامنک فلما رای ذلک علی اہل بہما جمیعاً۔

۳۵۱

اس حدیث میں گو لفظ المسنۃ آیا ہے جس کو دیکھ کر تابعین افضلیت تمتع نے اس حدیث سے افضلیت تمتع پر استدلال کیا ہے۔ لیکن صاحب تنقیح فرماتے ہیں کہ یہ افضلیت قرآن کی دلیل ہے۔ کیونکہ حضرت علی نے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا ہے

عمرۃ فہذا عمران دہو من اہل السابغین الاولین اخبارہ تمتع و انہ جمع بین الحج و العمرۃ و القامہ ان عند الصحابۃ تمتع ۱۲ ازاد المعداد و مرادہ بالتمتع ہنا بالعمرة الی الحج احد نوعیہ دہو تمتع القرآن فانہ لہ القرآن و الصحابۃ الذین شہدوا التنزیل و التاویل شہدوا بذلک و لہذا قال ابن عمر تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالعمرة الی الحج فبدأ فاہل بالعمرة ثم اہل بالحج و کذلک قالت عائشۃ و ایضا فان الذی صنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو مسنۃ القرآن بلا شک کما قطع بہ احمد و یدل علی ذلک ان عمران بن حصین قال تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تمتعنا منہ متفق علیہ دہو الذی قال لمطرف احدثک حدیثاً عسی اللہ ان ینفعک بہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین حج و عمرۃ ثم لم ینذہ عنہ حتی ات دہو فی حج مسلم فاخبر عن قرآنہ بقولہ فتمتخ و بقولہ فجمع بین حج و عمرۃ و یدل علیہ ایضا ما ثبت فی الصحیحین عن سعید بن المسیب قال فی جمع علی و عثمان بعسفان فقال کان عثمان نہی عن المسنۃ و العمرۃ فقال علی ما ترید الی امر ففعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہی عنہ ۱۲ ازاد المعداد۔

اور عرف صحابہ میں منسج کے اندر قرآن بھی داخل ہے۔

ہمراہہ احادیث مختلف جرجی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کی بابت مروی ہیں۔ مثل ابن سعد فی الطبقات فی باب حجۃ الوداع، وقد اختلف علینا فیما اہل البیہ علیہ السلام قابل المدینۃ یقولون انہ اہل ہاجی سفردانی روایت فریم ان قرن مع حجۃ عمرہ و قال بعضهم دخل مکۃ مستتبعا بعمرہ ثم اضافوا الیہا حجۃ دنی کی روایت۔
آپ بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ ان احادیث میں کوئی منافات نہیں کیونکہ مستدلات امام شافعی مثبت حج ہیں اور مستدلات امام احمد مثبت عمرہ اور مستدلات احناف مثبت حج و عمرہ پر وہ پس ان میں کوئی منافات نہیں مع ان الثبوت ادلی من الثانی۔

اور بعض حضرات نے تطبیق کی کوشش کی ہے اور بعض نے ترجیح کی صورت اختیار کی ہے تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آپ نے ادل حج کا احرام بانہ ما بعد عمرہ کو حج میں داخل کر لیا کیونکہ اہل عرب موسم حج میں عمرہ کرنے کو گناہ عظیم تصور کرتے تھے اس لئے آپ نے حج کو عمرہ کے ساتھ ملا لیا تاکہ ان کا یہ گناہ باطل ہو جائے اس صورت میں حدیث ابن عمر و غیرہ ادل احرام پر مہمول ہوگی اور حدیث انس و آخرہ اشارہ احرام پر۔ فی شرح مسلم اختلفت روایت الصحابۃ فی صفتہ حجہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع بل کان قارنا او سفردا او مستتبعا و طریق الجمع انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اولاً سفردا ثم صار ثانیاً لمن ردی الافرد و ثانیاً اول الامر من ردی القرآن اعتماداً اخر الامر من ردی المنسج اراد المنسج الغنوی و ہوا لالتقاء ای الامتصاص الاخری با دالہ النسکین فی سفردا۔

۳۵۲

بعض حضرات نے اس کی توجیہ یوں کی ہے کہ احادیث افراد اس بابت پر مبنی ہیں کہ راوی نے آپ سے صرف البیہ حج سنا اور اس سے یہ گھبرا کہ آپ سفردا حج ہیما یا افراد باج سے۔ دنی کی روایت ہے کہ بعد الا فرأى من آپ نے صرف ایک ہی حج ادا کیا بخلاف العمرۃ فانہا اربعۃ ادایا عاۃ منسج کا مدار اس بابت پر ہے کہ راوی نے آپ سے صرف عمرہ کا تبیہ سنا اور یہ گھبرا کہ آپ منسج ہیں یا منسج سے راوی کی مراد قرآن ہے۔ کیونکہ وہ لوگ قرآن پر منسج کا اطلاق کرتے تھے۔

فی المبسوط فنوفی بین ہذہ الروایات فنقول لئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادلا بالعمرۃ فسمی بعض الناس ثم رداہ ثم لئی بعد ذلک باج فظنوا انہ کان مستتبعا فنقلوا کما وقع عندہم ثم لئی بعد ذلک باج فسمی ثم آخرون فظنوا انہ سفردا باج ثم لئی بہا فسمی ثم آخرون فظنوا انہ قارن فکل نقل ما وقع عنہ۔

ملاحظہ فرمائیے صلی اللہ علیہ وسلم لئی بالعمرۃ ادلا باج ثانیاً و تبیہا ثانیاً و من سنا قالہ الزلیلی ان القارن یجوز لہ ان یلی باج و العمرۃ و باعدہا صلی اللہ علیہ وسلم فی اللغۃ فانظر انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لئی بہا ثارۃ و باعدہا اخری فمن سجد لئی باج فقط قال کان سفردا و من سجد لئی بالعمرۃ فقط قال کان مستتبعا و من سجد لئی بہا و عرف حقیقۃ الحال قال کان قارنا ۱۲ علیہ شرح نقایہ۔

بعض حضرات نے ترجیح کی صورت اختیار کی ہے۔ چنانچہ شیخ حازمی نے کتاب النسخ و
المصوح میں حج افراد کو دو درجہ سے ترجیح دی ہے۔ ایک حدیث جابر رضی کی وجہ سے کہ
احسن مطابق مطلق الاستقصاء ہے اور ایک قرب مکانی کی وجہ سے کہ حضرت انس راوی قرآن
ہیں اور حضرت ابن عمر راوی افراد چھٹی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی نزدیک تھے۔ چنانچہ
وہ اپنا قرب ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کنت تحت جبران ناقہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ولما بہا بین کسفی: لہذا ابن عمر کی روایت مقدم ہوگی۔

جواب: ہے کہ اگر ترجیح والا پہلو ہی اختیار کرنا ہے تب بھی حج قرآن ہی راجح قرار پاتا ہے۔
جس کی متعدد وجوہ ہیں۔ اول یہ کہ احادیث قرآن بکثرت ہیں جن کی تفصیل اور پرکندگی
دوم یہ کہ احادیث قرآن طرق متوزعہ متعددہ کے ساتھ مروی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث انس
ہی کوئی لیجئے کہ اس کو سولہ ثقہ ہادیوں نے مختلف طرق سے روایت کیا ہے۔ سوم یہ کہ ائمہ
قرآن کے بعض راوی اپنا صریح سماع نقل کرتے ہیں اور بعض راوی کہتے ہیں کہ خود بخود
کہم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اور بعض راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ بجانب اللہ
ایقران تھے۔ احادیث افراد میں یہ چیزیں بالکل مفقود ہیں۔

چہاں یہ کہ جن حضرات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چار عمرے ادا کرنا مروی ہے انکی روایات
سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ نجم یہ کہ احادیث قرآن بالکل صریح ہیں جن میں کسی تاویل کی
گنجائش نہیں بخلاف حج افراد والی روایات کے کہ ان میں افراد احرام حج، افراد اعمال حج اور
یہ کہ آپ نے صرف ایک حج کیا بخلاف عمرہ کے کہ وہ چار مرتبہ کئے۔ کئی احتمال ہیں۔
ششم یہ کہ احادیث قرآن ایک ایسے امر زائد پر مشتمل ہیں جس سے اہل افراد ساکت ہیں
والذکر الزائد مقدم علی الساکت والمثبت مقدم علی الثانی۔ ہفتم یہ کہ راوی افراد
چار ہیں۔ حضرت عائشہ رضی، ابن عمر رضی، جابر رضی اور حضرت ابن عباس رضی۔ اور ان
چاروں سے قرآن بھی مروی ہے۔ اب یا تو اذاتعارضات تھا کی رو سے ان کی روایات
کو ساقط الاعتبار مانا جائیگا یا ترجیح کی صورت اختیار کی جائے گی۔

پہلی صورت میں ان حضرات کے ماسوا دوسرے حضرات کی روایات معارضہ سے
صحیح سالم رہیں اور دوسری صورت میں ان حضرات کی روایات کو ترجیح ہوگی جن سے
روایات غیر مضطرب ہیں جیسے حضرت انس، برابرہ بن عازبہ، عمر بن الخطاب،
عمران بن حصین اور حضرت حفصہ وغیرہم۔
ہشتم یہ کہ قرآن ایک ایسی عبادت ہے جس کی ادائیگی کا آپ کو سبحانه اللہ کا حکم ہوا
ہے کما مرنی حدیث عمر۔ امانی آپ من ربی فقال صل فی ہذا الودی المبارک وقل عمرہ

فی حجة: پس بجانب اللہ امور ہونے کے باوجود آپ اس کو کیسے ترک کر سکتے ہیں۔ ہم یہ کہ قرآن ایک ایسی عبادت ہے جس کو آپ نے اپنے اہل بیت کے لئے صرف پسند ہی نہیں بلکہ اس کا حکم بھی کیا ہے۔ دلم کین لیختار ہم الا! اختار لنفسہ۔ ہم یہ کہ آپ کا ارشاد: دخلت العمرة فی الحج الی یوم القیامة۔ اس کا مقتضی ہے کہ عمرہ گو یا حج کا لازمی و داخلی جزو ہے جو بھی اس سے منفک نہیں ہو سکتا۔

سوال: جس طرح احادیث قرآن صریح اور غیر محتمل التاویل ہیں اسی طرح بعض احادیث افراد بھی صریح ہیں جن میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افراد الحج وغیرہ۔

جواب: اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور یہ تین طرق سے مروی ہے جن میں سے اچھا اور بہتر طریق طریق درہم و درہم عن جعفر بن محمد عن ابیہ ہے۔ اور یہ حضرت جابر کی حدیث طریق اختصار ہے جو بالمعنی مروی ہے۔ دوسرے روایت نے درہم و درہم کے خلاف اہل الحج اور اہل التوحید الفاظ روایت کئے ہیں۔

دوسرا طریق طریق مطرف بن مصعب عن عبد العزیز بن ابی حازم عن جعفر بن محمد عن قتیبہ کہ ہے۔ چنانچہ مطرف کو ابن حزم نے مجہول اور ابو حاتم نے صدوق مضطرب کہا ہے۔ تیسرے طریق میں محمد بن عبد الوہاب ہے یہ بھی مشکوک فیہ ہے کہ یہ طائفتی ہے یا کوئی اور؟ اگر طائفتی ہے تو یہ ابن معین کے نزدیک گویا ثقہ ہے مگر امام احمد کے نزدیک ضعیف اور ابن حزم کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے۔ اور اگر کوئی اور ہے تو اس کا حال معلوم نہیں پھر اگر حضرت جابر سے اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس کا حکم انہی مرویات کا سا ہے جو حضرت عائشہ، ابن عمر اور دیگر ثقات سے مروی ہیں کہ ان حضرات نے اہل الحج روایت کیا ہے تو ممکن ہے حضرت جابر سے روایت کرنے والوں نے روایت بالمعنی کوئی ہے۔ افراد الحج۔ کہا ہو۔ قال ابن القیم: و معلوم ان العمرة اذا دخلت فی الحج فالہل بالحج لا یناقض من قال ہل بہا ہل بہا فصل و ذاک اجل

۲۵۲

عہ قال ابن القیم قلت لیس مجہول ذلک ابن انت الکر روی عن البخاری و بشر بن موسی و جاعة و کان بابا محمد بن یحییٰ فی النسخة مطرف بن مصعب فہذا واما ہو مطرف ابو مصعب و ہو مطرف بن عبد اللہ بن مطرف بن سلیمان بن یسار و من غلط فی ہذا ایضاً محمد بن عثمان الذہبی فی کتابہ الضعفاء فقال مطرف بن مصعب المدنی عن ابن ابی ذویب مشکوٰۃ الحدیث قلت و الراوی عن ابن ابی ذویب و الدار و روی مالک ہو مطرف ابو مصعب المدنی و لیس مشکوٰۃ الحدیث واما فرغہ قول ابن عدی یا فی ہذا کثیر ثم ساق لہ منہا ابن عدی جملہ مکن ہی من روایۃ احمد بن داؤد بن صالح عنہ کذب الدار قطنی و البلاء فیہا سنہ ۱۲۷ زاد المعاد۔

سوال۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: "واستقبلت من امری ما استقبلت لما سقت الہدیٰ وخطبتہا عمرۃ" (اگر میں یہ امر پہلے سے جانتا ہوتا تو میں اپنے ساتھ ہدیٰ نہ لاتا اور اس کو عمرہ کوڑا لٹا) سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمتع افضل ہے۔ کیونکہ آپ نے عمرہ کا احرام نہ باندھ کر ہدف مناسک ظاہر کیا ہے اور اس کی تمنا کی ہے کہ کاش میں سوق ہدیٰ نہ کرتا اور عمرہ کا احرام نہ باندھ لیتا۔ اور یہ سب جانتے ہیں کہ افضل سے مفضول کی طرف منتقل ہونا گوارہ نہیں کیسے بلکہ افضل ہی کو اختیار کرتے ہیں۔ لہذا بدل علی ان آخر الامرین منہ ترجیح التمتع۔

جواب۔ آپ کا یہ ارشاد اس لئے نہیں کہ قرآن مفضول درجہ اور تمتع افضل درجہ ہے بلکہ اس میں تالیف قلوب مقصود ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام پر یہ چیز شاق گذر رہی تھی کہ ہم لوگ احرام سے حلال ہو جائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محرم رہیں۔ علیؑ نہ قد یثقل عن الا فضل الی المفضول لما فیہ من الموافقة وایلاف القلوب كما قال عائشہ: "لولا ان توکب حدیثہ عہد بجا لیتے لثقت الکعبہ وجعلت لہا بایین: فہذا ترک ما ہو الا دلی لاجل الموافقة والتالیف فصار ہذا ہو الا دلی فی ہذہ الحال۔"

۳۵۵

پھر قارن کے لئے صرف ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے یا حج اور عمرہ میں سے ہر ایک کی طرف سے مستقل طواف و سعی ضروری ہے؟ یہ بھی ایک اختلافی مسئلہ ہے جس کو شیخ الاسلام علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں اور امام محققین ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور علاء الدینی نے شرح نقایہ میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ صاحب کتاب نے بھی آگے چل کر باب طواف القارن کے زیر عنوان ایک ترجمہ قائم کیا ہے اور اس مسئلہ کی بحث کا صحیح مقام درحقیقت یہی باب ہے۔ مگر چونکہ باب نہ کوڑہ کے ذیل میں صاحب کتاب کا کوئی قول نہیں ہے اس لئے ہم اس مسئلہ سے متعلق کچھ عرصہ کرتے ہیں

احناف کے یہاں قرآن کا طریقہ ہے کہ عمرہ اور حج کا ایک ساتھ حقیقت سے احرام باندھے اور کعبہ، شہم انی اور اہمۃ و لکج اھ: پھر عمرہ کے لئے خانہ کعبہ کا طواف کرے اور پہلے تین چکر دل میں دہلی کرے اس کے بعد صفاد مردہ کے درمیان سعی کرے اور طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔ یہ کل افعال عمرہ کے ہیں ان سے خارج ہو کر حج کے افعال ادا کرے اور اس کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کرے۔ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، حسنؓ، حسینؓ اور علقمہؓ سے یہی منقول ہے۔ اور امام شافعی، ابراہیمؓ، غنی، جابر بن زید، عبد الرحمن بن الاسود، سفیان ثوری، حسن بن صالح، ادزامی، اس ابی یسی اور مجاہد وغیرہ بھی اسکا کے قائل ہیں۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، عطاء، حسن، طاہر، اسحاق، ابو ثور اور داؤد وغیرہ

کے نزدیک قمار کے حق میں حج اور عمرہ دونوں کے لئے ایک طواف اور ایک کھانی کافی ہے کہ (۱) امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے حضرت ابن عباس سے اور امام ثنائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت سراقہ بن جہشم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد روایت کیا ہے: **دخلت العمرۃ فی الحج الی یوم النقیاتہ**، کہ قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔ امام شافعی اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ دونوں عبادتیں متداخل ہیں۔

جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب بقول امام ترمذی یہ ہے: **ان لا یأس بالعمرة فی الشہر الحج**، کہ ایام حج میں عمرہ ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پس متداخل سے مراد متداخل وقت ہو، اسی دخل وقت العمرۃ فی وقت الحج کہ عمرہ کا وقت حج کے وقت میں داخل ہو گیا، یا اس معنی کہ یہ دونوں ایک ہی زمانہ میں ادا ہو سکتے ہیں جس میں اہل جاہلیت کے عقیدہ باطلہ کی تردید ہے۔ گویا حدیث میں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا جو شائع ذائع ہے **یقال آتیک ہلوة النہرای وقتہا**۔

نیز قرآن کے معنی یہ ہیں کہ ایک عبادت (عمرہ) کو دوسری عبادت (حج) کے ساتھ منضم کیا جائے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہر ایک کے افعال کو پورے طور پر ادا کیا جائے ورنہ متداخل ہو جائے گا۔ حالانکہ عبادات مقصودہ میں متداخل نہیں ہوتا۔ **قال علی القاری**: لا متداخل فی العبادات (کاصلوۃ والصوم) وانا المتداخل فیما یبذری بالشیبات:

(۲) امام ترمذی اور ابن ماجہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح قول روایت کیا ہے: من احرم بالحج والعمرۃ اجزاء طواف واحد وحج واحد حتی یمل سہما جمیعاً یا کہ جو شخص حج اور عمرہ کا احرام باندھے اس کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے یہاں تک کہ ان دونوں سے قفل ہو جائے۔ امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: من قرن بین حجۃ وعمرۃ اجزاء بہا طواف واحد جواب: بہ روایت مرفوع نہیں موقوف ہے اس کے رخ میں درادردی متفرد ہے۔ دیگر متعدد روایتیں اس کو عبید اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہوئے موقوف ذکر کی ہیں۔ قال الترمذی: ہذا حدیث حسن غریب صحیح تفرد بہ الدرادر دی علی ذلک اللفظ وقد رواہ غیر واحد عن عبید اللہ عمرو لم یرفعہ فیہم۔

(۳) ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے: ان ابی صلی اللہ علیہ وسلم لم یطاف ہر وہما بہ بین الصفاد المردۃ الا طواف واحد العمرۃم وحتیم کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اصحاب نے صفاد مردہ کے درمیان عمرہ اور حج کے لئے صرف ایک ہی طواف کیا۔

جواب: یہ حدیث ابو بکر لیث بن ابی سلیم کے طریق سے مروی ہے جس کی بابت ابن سعد نے الطبقات میں کہا ہے کہ یہ گونیک آدمی ہے مگر ہے ضعیف الحدیث۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عطاء دطاؤس سے کچھ پوچھتا ہے حضرات اس کی بابت کچھ اختلاف کرتے اور یہ اسکی ان کے اتفاق کے ساتھ

روایت کر دیتا۔ اس کو امام نسائی اور یحییٰ بن مسیین نے ضعیف اور امام احمد نے مضطرب
الکاحیث کہا ہے۔

۵۴) حافظہ قطنی نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے۔ ان النبی علیہ السلام جمع بین الحج
والعمرة فطاف بہا بالبيت طوافاً واحدًا بالصفا والمروة طوافاً واحدًا۔ تحقیق میں کہتے ہیں
جواب۔ یہ حدیث عن ابن ابی لیلیٰ عن علیہ مردک ہے۔ ما فیہ ابن الجوزی۔ تحقیق میں کہتے ہیں
کہ یہ ابن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہے جو ضعیف ہے۔ صاحب تصحیح کہتے ہیں کہ اس کا نسخ علیہ
اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

۵۵) صحیحین وغیرہ میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے جس کے آخر میں ہے۔ واما الذین جموا
بین الحج والعمرة فانما طافوا طوافاً واحدًا۔ کہ جن لوگوں نے حج اور عمرہ کے درمیان جمع کیا تھا
انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا۔

بعض حضرات نے اس کی یہ تائید کی ہے کہ طواف طوافاً واحدًا کا مطلب یہ ہے کہ طواف اکل واحد
نہیں طوافاً واحدًا۔ مگر یہ تائید اس لئے مناسب نہیں کہ حضرت عائشہ رض کا وہی معلوم ہے
کہ ان کے نزدیک تارک کے لئے سعی کی طرح طواف بھی ایک ہی ہے۔ اس لئے اس کی تائید
میں کی جائے گی۔ انما طافوا طوافاً واحدًا اس واسطے کہ وہ لوگ طواف عمرہ کے
بعد حلال نہیں ہو گئے تھے بلکہ طواف زیارت کے بعد حلال ہوئے تھے۔ پس حلال
ہونے کے لئے ان کا ایک ہی طواف ہوا۔

۵۶) امام مسلم نے حضرت عائشہ رض سے روایت کیا ہے۔ انہا عانت بمرف فطفت برف
فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یجزئ عنک طوافک بالصفا والمروة عن حاکم
ومعمر تک یہ کہ جب ان کو صرف مقام میں حیض آیا اور مقام عرفہ میں یہ پاک ہوئیں تو
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تیرا صفا و مردہ کا طواف تیرے حج اور عمرہ
کی طرف سے کافی ہے۔ صاحب کتاب کے الفاظ یہ ہیں۔ طوافک بالبيت ومن
الصفا والمروة کیفیک بحتک وغیر تک۔

جواب۔ اس کفایت سے مراد کفایت اجر و ثواب ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تارک
کے لئے صرف ایک ہی طواف ہے۔ نیز اصحاب عطاء میں سے ابن ابی نجیح کے الفاظ تو وہ
ہیں جو اد پر مذکور ہوئے اور عبد الملک کی روایت یوں ہے۔ انہا قالت لرسول اللہ
اکلہ ملک یرجع بحجہ و عمرہ غیر ی؟ قال: انفری فانہ کیفیک۔ اس روایت سے صاف
ظاہر ہے کہ آپ نے جس چیز کے کافی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے وہ حج ہے نہ کہ طواف
اور مطلب یہ ہے کہ تیرا صرف حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے کافی ہے غلط ان
کیون فی حدیث عطاء ہذا حجۃ فی طواف حکم القادر کیف ہو۔ اخلاف کے متذات حسب ذیل ہیں۔

(۱) امام ثانی نے سنن کبریٰ میں ابراہیم بن محمد بن اعنفیہ سے روایت کیا ہے۔ قال: طفت مع ابی وقحیح بن الحج والحرۃ فطاف طوافین دسۃ سنین احدی ان علیا فعل کذا کذا وحیدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کذا کذا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ طواف کیا اور انکا لیکہ وہ قارن تھے پس انھوں نے دو طواف کئے اور ودعی کی اور فرمایا کہ حضرت علی نے ایسا ہی کیا ہے اور حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

سوال۔ یہ حدیث حماد بن عبد الرحمن انصاری سے مروی ہے۔ صاحب تصحیح کہتے ہیں کہ شیخ ازودی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

جواب۔ اگر شیخ ازودی نے ضعیف کہا ہے تو ابن حبان نے ثقہ اٹا ہے۔ پس اس کی حدیث درج حسن سے نہیں کر سکتی۔

(۲) حاکم دارقطنی نے حضرت ابن عمر اور حضرت علی سے روایت کیا ہے۔ قال: رأیت ابی بنی علیہ السلام قرن وطاف طوافین دسۃ سنین۔ اس کا سادی حسن بن عمارہ گو ضعیف ہے مگر دیگر طرق سے بھی مروی ہے۔

(۳) دارقطنی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔ قال طاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمرة وحقة طوافین دسۃ سنین والوبکر وعمر وعلی وابن مسعود۔ اس میں بھی قدرے ضعف ہے مگر دیگر احادیث سے مؤید ہے۔

(۴) دارقطنی نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔ ان ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم طاف طوافین دسۃ سنین۔

سوال۔ یہ حدیث محدثین بھی ازودی کے طریق سے مروی ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ اس نے یہ حدیث اپنے حفظ سے بیان کی اس لئے اس کو متن حدیث میں دھوکا ہو گیا فتح متن یہ ہے ان ابی بنی علیہ السلام قرن الحج والحرۃ۔ اس میں طواف دسۃ کا ذکر نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ محدثین نے اپنی روایت سے رجوع کر لیا تھا اور بعد میں اس طرح روایت کرنے لگا تھا جیسے ہم نے ذکر کیا ہے۔

جواب۔ محدثین کی ثقاہت تو دارقطنی کو بھی تسلیم ہے صرف اتنی بات ہے کہ اس نے کچھ زائد ذکر کیا ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ یہی بات کہ اس نے قرن الحج والحرۃ بھی روایت کیا ہے سو اس سے رجوع ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس سے خطا کا اعتراف نکلتا ہے۔ اس سے تو صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس نے بعض اوقات پوری حدیث بیان کی ہے اور بعض اوقات اس کے کچھ حصہ پر اقتصار کیا ہے۔

(۵) امام محمد نے کتاب الآثار میں عن ابی حنیفہ عن مسدد بن الحمر عن ابراہیم انھی

عن ابی نصر السلمی عن علی بن ابی طالب روایت کیا ہے۔ قال: اذا اہلت بالی و المروۃ خلفہا
بہا طوافین و احب بہا سیمین بین الصفاد المروۃ قال منصور غلبت مجاہد و ہر نعتی بیلان و احدہما
قرن فخر شہد بہذا الحدیث فقال لو کنت سمعہ لم اکتب الا بطوائفین و اما بعد فلا اتی الا بجات
حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب توجہ اور عمرہ کا احرام باندھے تو ان کے لئے دو طواف و درود
سعی کر منصور کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد سے ملاقات کی جو قارن کے لئے ایک طواف
کا فتویٰ دینے تھے اور ان کو یہ حدیث سنائی۔ انھوں نے کہا کہ اگر میں نے یہ حدیث سنی ہوتی
تو میں دو طواف ہی کا فتویٰ دیتا اور اب میں اس کا فتویٰ دیا کروں گا۔

۶۷) حافظ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بخاریت شیبہ بن یحییٰ بن زاذان بواسطہ حکم زیاد
بن مالک سے روایت کیا ہے۔ ان علیہ و ابن مسعود قال فی القارن: یطوف طوافین موسمی سیمین
علاء بن الزکامانی۔ جو ہر نعتی میں فرماتے ہیں کہ اس سند کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ اور یہ
بن مالک کو بھی ابن حبان نے ثقہ میں ذکر کیا ہے۔

و نقل الشيخ فی البذل قال و السبب فی اختلاف ہولاء فی ہذا الامر اراد ان یقال انہی
صلی اللہ علیہ وسلم فمن لم یر او فیہ و سبیل لحقہ بعد ما طاف و کما مرۃ جزم بانہا فطفا مرۃ و الاخرۃ
لما رآ و اطرافہ و سبب اختارہ اذ لک و قد تقام ان الثبت اولی من الثاني۔ و ہذا آخر البحت
والحمد للہ رب العالمین۔

۲۵۹ قولہ قال ابو داؤد و الخ (۳۷۱) عبارت بعض نسخوں کے ماضیہ پر ہے جس کا مقصد بالکل
اس متفقہ ہیں۔

(۳۵۶) حدثنا النقیلی نامسکین عن الاوزاعی عن یحییٰ بن ابی کثیر عن
عکرمۃ قال سمعت ابن عباس یقول حدثنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ سمع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اتانی اللیلۃ ایات من عند ربی عز وجل قال و هو
بالعقیق فقال صلی فی ہذا الوادی المبارک و قال عمرۃ فی حجتہ قال ابو داؤد
سدا و الولید بن مسلم و عمر بن عبد الواحد فی ہذا الحدیث عن الاوزاعی
و قل عمرۃ فی حجتہ قال ابو داؤد و کذا سدا و علی بن المبارک عن یحییٰ بن ابی
کثیر فی ہذا الحدیث قال و قل عمرۃ فی حجتہ،

لہ

ترجمہ

نفیلی نے بخاریت سیکین بطریق اوزاعی روایت کی بن ابی کثیر بواسطہ عکرمہ بن عباس
حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

آپ فرماتے تھے جبکہ آپ داویٰ یقین میں تھے کہ آج کی رات حق تعالیٰ کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا اور بولا کہ اس برکت والی وادی میں نماز پڑھ اور کہا بھو جج کے اندر ابھاد کہتے ہیں کہ ولید بن مسلم اور عمر بن عبد الوہاب نے اس حدیث کو اذہنی سے روایت کرتے ہوئے قل عمرہ فی حجتہ کہا ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ علی بن مبارک نے بھی یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کرتے ہوئے حدیث میں یہی جمل نقل کیا ہے :-

قولس عمرہ فی حجتہ الخ۔ اکثر روایات میں جملہ عمرہ فی حجتہ میں لفظ عمرہ رخص کے ساتھ ہے اور بعض روایات میں نصب کے ساتھ ہے اور مناسب مقدمہ ہے اسی جملہ عمرہ، حدیث کے الفاظ اس بات پر دلالت ہیں کہ قرآن مجید ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی کے امور تھے اور اسی کو نے پسند فرمایا ہے۔

بعض حضرات نے اس کے یہی بیان کئے ہیں :- عمرہ ہدجہ فی حجتہ کہ عمرہ ہدجہ کے معنی میں داخل ہیں اور ان دونوں کے لئے ایک طواف کافی ہے۔ حاکم کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے یہ معنی بیان کئے ہیں وہ صحیح مراد سے دور جا پڑے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں :- ان یعتمر فی تلک السنۃ بعد فراغ حجتہ کہ آپ حج سے فراغت کے بعد اسی سال عمرہ کر سکتے تھے۔ حافظ اور علامہ شہ کانی کہتے ہیں کہ یہ معنی پہلے سے بھی بعید تر ہیں لایہ حجتی اللہ علیہ وسلم لم یقبل ذلک۔

پھر حدیث کے ان الفاظ پر ایک اشکال ہے اور وہ یہ کہ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا حج قرآن یا مرفعہ اندی تھا، پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا :- لواءتقبلت من امری الاستدبوت بجلتہا عمرہ :- قاضی شوکانی کہتے ہیں کہ اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ یہ آپ نے صرف اصحاب کی دہکائی کے لئے فرمایا تھا تو یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے جس کو شارح علیہ السلام کیطرف منسوب کرنا قطعاً مناسب ہے۔

شیخ نے بذل میں اہل اشکال کا جواب تحریر فرماتے ہوئے کہا ہے کہ ان دونوں جملوں میں کوئی تعارض نہیں اس واسطے کہ حلال ہونے سے جو امر مانع تھا وہ احرام میں حج اور عمرہ کے درمیان جمع کرنا نہ تھا بلکہ عمرہ کے بعد مانع احلال امر سوتی ہدی تھا۔ چنانچہ جن لوگوں نے حج اور عمرہ کے درمیان جمع کیا تھا اور ان کے ساتھ ہدی نہیں تھی وہ عمرہ کے بعد حلال ہو گئے تھے۔ پس اسی طرح آپ کے ساتھ اگر ہدی نہ ہوتی تو آپ بھی حلال ہو جاتے۔ فلا اشکال فیہ :-

قولہ قال ابوداؤد ورواہ الخ (۲۷۲) شیخ بذل میں فرماتے ہیں کہ ولید بن مسلم کی حدیث کی تخریج قولہ قال ابوداؤد ورواہ الخ امام طحاوی وغیرہ (بخاری، ابن ماجہ) نے کی ہے واما حدیث عمرو بن عبد الوہاب حدیث احمد بن حنبلہ سن الکتاب :-

قولہ قال ابوداؤد ورواہ الخ (۲۷۳) جملہ عمرہ فی حجتہ :- کی روایت میں رداۃ کا کچھ اختلاف ہے اس کو ظاہر کر رہے ہیں کہ شیخ مسکین نے اذہنی سے

یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔ "قال مرة فی حجة یعنی قال بصیغہ ماضی اور عمرة اور حجة کے درمیان
لفظ فی کے ساتھ اس کے برعکس امام اوزاعی سے ولید بن مسلم اور عمر بن عبد الواحد کی روایت
اور یحییٰ بن ابی کثیر سے علی بن مبارک کی روایت یوں ہے۔ "قل عمرة فی حجة" یعنی قل صیغہ امر
کے ساتھ امام بخاری کی ایک روایت میں۔ "قل مرة وحجة" واداد عطف کے ساتھ ہے۔

(۲۳۰) باب متى یقطع المعتمر التلبیة

(۳۵۷) حدثنا مسدد ناھشیثم عن ابی یحییٰ عن عطاء عن ابن عباس عن
النسبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یلبی المعتمر حتى یتستلم الحجر قال ابو داود
رواہ عبد الملک بن ابی سلیمان وھام عن عطاء عن ابن عباس موقوفاً

ترجمہ

مسدد نے حدیث ناھشیثم بروایت ابن ابی یحییٰ بطریق عطاء بواسطہ ابن عباس بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: عمرہ کرنے والا لبیک کہے حجر اسود کے چومے تک۔
ابوداؤد دیکھتے ہیں کہ اس حدیث کو عبد الملک بن ابی سلیمان اور ہام نے بواسطہ عطاء حضرت
ابن عباس سے موقوف روایت کیا ہے۔ تشریح

قول میں باب الحج۔ عمرہ کرنے والا لبیک کہنا موقوف کرے؟ احناف، سفیان ثوری، امام
شاہی، امام احمد اور احماد بن راہو۔ وغیرہ اکثر اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ عمرہ کے اہل حجاز
میں اسلام حجر کے وقت لبیک کہنا موقوف کر دے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ بیت کہ دیکھتے ہی تلبیہ ختم کر دے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ چون
ہی بیت اللہ پر نظر پڑے تلبیہ موقوف کر دے۔ حضرت ابن عمر کا مذہب بھی یہی ہے۔ کیونکہ
عمرہ زیارت بیت اللہ کا نام ہے جس کا تحقق صرف دیکھنے سے ہو جاتا ہے۔

ہماری دلیل زیر بحث حدیث ابن عباس ہے جس کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے ان
کے الفاظ یہ ہیں۔ "ان النبی علیہ السلام کان یسک عن التلبیة فی العمرة اذا سلم الحجر" موصوف
اس کی تحریف کے بعد فرماتے ہیں۔ حدیث ابن عباس حدیث صحیح والعمل علیہ عند اکثر اہل
العلم قالوا لا یقطع المعتمر التلبیة حتی یتلم الحجر۔

حدیث کے رفع و دفع کو بتانا چاہتے ہیں کہ اس کو محمد بن عبد الرحمن
قولہ قال ابو داود الخ بن ابی یحییٰ نے عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
موقوف روایت کیا ہے اور عبد الملک بن ابی سلیمان اور ہام نے حضرت ابن عباس پر موقوف
کیا ہے۔ حافظ بیہقی نے حدیث عبد الملک بن ابی سلیمان کی تحریف کی ہے۔ قال مثل

عطاء سنی یقطع للعلم التلیذ فقال قال ابن عمر اذا دخل الحرم و قال ابن عباس حتی یسبح الحجر قلت : یا ابا محمد ایہا احب الیک ؟ قال : قول ابن عباس : پھر حدیث ہمام کو موقوفہ روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کو ابن جریج نے بھی موقوفہ روایت کیا ہے ۔ اس کے بعد کہتے ہیں قال السخرفی عطاء و کان ابن ابی سیلی ہذا کثیر الروم و غامۃ اذا ردی عن عطاء فخطی کثیرا منہ اہل النقل مع کبر محلہ فی الفقہ :-

۲۳۱) باب ما یلبس المحرم

(۲۵۸) حدثنا قتیبة بن سعید نا اللیث عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمعناک شہاد ولا تشقُبُ المرأةُ الحرام ولا تلبسُ القفازین قال ابو داود و قد روی ہذا الحدیث حاتم بن اسماعیل و یحییٰ بن ایوب عن موسیٰ بن عقبہ عن نافع علی ما قال اللیث و مر و الا موسیٰ بن طارق عن موسیٰ بن عقبہ موقوفاً علی ابن عمر و كذلك رواہ علیہ اللہ بن عمر مالک و ابوب موقوفاً و ابراہیم بن سعید المدینی عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المحرمۃ لا تشقُبُ ولا تلبسُ القفازین ، قال ابو داود و ابراہیم بن سعید المدینی تثنیخ من اهل اللد بن قلیس لہ کثیر حدیث

ترجمہ

قتیبہ بن سعید نے تحدیث لیث بطریق نافع بواسطہ ابن عمر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے ہم سنی روایت کیا ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ محرمہ عورت منہ پر نقاب نہ ڈالے (یعنی منہ کھلا رکھے) اور دستانے نہ پہنے۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو حاتم بن اسماعیل اور یحییٰ بن ایوب نے بردایت موسیٰ بن عقبہ حضرت نافع سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسے لیث نے روایت کیا ہے اور اسکو موسیٰ بن طارق نے بواسطہ موسیٰ بن عقبہ حضرت ابن عمر پر موقوف کیا ہے۔ نیز اسکو عبید اللہ بن عمر مالک اور ابوب نے بھی موقوفہ روایت کیا ہے اور ابراہیم بن سعید مدینی نے بواسطہ نافع حضرت ابن عمر سے موقوفہ نقل کیا ہے کہ عورت منہ پر نقاب نہ ڈالے اور دستانے نہ پہنے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابراہیم بن سعید مدینی اہل مدینہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ ان سے زیادہ احادیث مروی نہیں (بہت کم ہیں) :- فقہ حنفی

قولس باب الح. باب الیسیس الحرم۔ میں محرم سے مراد بقول حافظ عام ہے نہرم حج ہو یا محرم عمرہ یا محرم قیران اور اس میں احرام کے لباس کا بیان ہے کہ محرم کے لئے کونسا بدن ناجائز سوزیر عیشت باب کی حدیث ابو بن عمر میں ہے۔ "سأل رجل، قال: انما نطقم اقف علی احمد فی شئ من الطرق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یتبرک الحرم من الثیاب۔" ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: محرم کون سے کپڑے نہ پہنے؟ فقال: لا یلبس العقیص، آپ نے فرمایا کرتے نہ پہنے۔ پس آپ کا جواب مطابق سوال ہے۔ امام قاری کی روایت میں کہ جو مشہور ہے سوال یوں ہے۔ "ما یلبس من الثیاب؟" اس روایت پر آپ کا جواب از قبیل بدیع کلام ہے کہ سائل نے جائز لباس کی بابت پوچھا جو غیر محرم ہے اور آپ نے لا الیسیس سے جواب دیا جو محرم ہے فقال لا یلبس کذا ای و یلبس ما سواہ فحمل التفریح۔ دلائل اسرا دلی اور نہ با جامہ پہنے۔ قیص و سرادیل کے ذکر سے ان کی تحفیس مراد نہیں بلکہ ہر پہلے ہوتے کپڑے کا بھی حکم ہے۔ البتہ یہی صرف مرد دل کیلئے ہے عورت کے لئے سیلا ہوا کپڑا مہینا جائز ہے۔ دلائل ابرئیس اور نہ ٹوپی پہنے۔ برئیس بغنم باد لون ہر وہ کپڑا ہے جو سر سے نکلتا ہے۔ جو ہری نے ذکر کیا ہے کہ یہ ایک خاص قسم کی لائیں ٹوپی ہوتی تھی جو اسلام کے ابتدائی دور میں عابد لوگ پہنتے تھے۔ اور یہ برس کپڑا بمعنی فطن دردی، سے ماخوذ ہے۔ کذا فی مجمع البحار دلائل العمانہ۔ اور نہ پگڑی اور نہ پگڑی باندھے۔ عرقیہ، تاج اور طربوش وغیرہ بھی اسی میں داخل ہیں۔ دلائل باسہ درس اور نہ درس سے رنگا ہوا کپڑا پہنے۔ درس بفتح واد و سکون راہ زر درنگ کی ایک خوشبودار گھاس ہے جو مین میں ہوتی ہے اور اس سے رنگائی کا کام لیتے ہیں۔

۳۶۳

وقال ابن العری اورس یس من الطیب و لکنہ نہ بہ علی اجتناب الطیب و ما یشہہ فی ملائمتہم، دنی النہایہ عن القانون اورس شئ احمر قانی یشہہ کمین الزعفران و ہو محلوب من الیمین۔ دلائل زعفران اور نہ زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنے۔ اسی طرح ہر وہ کپڑا جو کسی خوشبودار چیز سے رنگا ہوا ہو اور ہر رنگ کا استعمال جس میں خوشبو ہو مذکور ہے۔ لیکن اگر ابا کپڑا دھلا ہوا ہو اور اس سے خوشبو نہ آتی ہو تو اس کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت عطار، طادس، سعید بن المسیب اور ابراہیم نخعی سے یہی مروی ہے (خلافاً لما لک، کیونکہ اسحاق بن راہوی، ابن ابی شیبہ، بزار اور ابو یعلیٰ موصلی نے اپنے مسانید میں حضرت ابن عباس سے مروی قازدایت کیا ہے۔ قال: لا یاس ان یحرم الرجل فی ثوب مضبوط بزعفران قد غسل فلیس له نقع ولا روع۔)

پھر یہ بھی مروی ہے کہ مسافری نہیں بلکہ اس میں عورت بھی داخل ہے۔ دلائل الحفین اور نہ سوزا پہنے۔ یعنی مرد بخلاف عورت کے کہ وہ سیلا ہوا کپڑا اور موزے پہن سکتی ہے۔ الا لکن لا یحرم الحفین فمن لم یحکم الحفین فلیس الحفین۔ یاں اگر کسی کے پاس جوڑے نہ ہوں تو وہ

موزے پہن سکتا ہے ولیقطعہا حتیٰ یوٹا اسفل من الکعبین۔ بشرطیکہ بدن کی ساقیں کاٹ کر کفش نہ بنائے۔ احقاف، سفیان ثوری، امام مالک، امام شافعی اور اسحاق بن راہویہ اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عطاء کے نزدیک اور امام احمد کے مشہور قول میں موزوں کو کاٹنا ضروری نہیں کیونکہ زیر بحث باب کی حدیث میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب آپ فرماتے تھے، جس کو تہ بند نہ لے وہ پا جا رہا ہے اور جس کو جوئی نہ لے وہ موزے پہن لے۔

جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث سنداً قوی تر اور مفسر ہے لہذا وہ راجح ہوگی۔ تعجب ہے کہ حنابلہ ہر جگہ مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہیں اور یہاں اور اس کے خلاف ہیں۔ قال الخطابی دانا تعجب من احمد بن حنبل فی ہذا فانہ لا یکاد یخالف سنتہ قبلہ وقلت سنتہ لم تبدل۔

سوال۔ دارقطنی نے حدیث ابن عمر کو منسوخ کہا ہے لانیہ برفقات و حدیث ابن عمر کان لم یحدث۔ جواب۔ نسخ کی ضرورت تو تعارض کے وقت ہوتی ہے اور یہاں کوئی تعارض نہیں کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عباس کی حدیث ابویہ سختیائی نوکل ابن حنیہ، حاد، ابن جریر، شیم، شعبہ سب نے روایت کی ہے، لیکن شعبہ کے علاوہ کسی نے عرفات کا تذکرہ نہیں کیا۔ پس ان ثلثہ مادیوں کے مقابلہ میں مخفوف مشہور مقبول نہیں۔ پھر یہاں کعب سے مراد بقول امام محمد مقفود شرک ہے، یعنی وہ ٹہی جو وسط قدم میں ہوتی ہے جہاں تسم باندھتے ہیں بخلاف باب دمنہ کے کہ اعضاء دمنہ میں کعب سے مراد باہری ہوتی وہ دو ٹہیاں ہیں جو قدم کی دونوں جانب میں ہوتی ہیں۔ اور ابن بطال کا یہ کہنا کہ اہل سنت کے یہاں یہ معنی معروف نہیں جس کی پیر دی حافظ ابن حجر نے بھی کی ہے بالکل غلط ہے۔ اس واسطے کہ امام محمد خود سنت و عربیت کے امام ہیں جس کی شہادت ان کی کتاب الجراح الکبیر ہے۔ نیز امام محمد کے اس قول کو امام احمدی جیسے پیشوائے لغت نے بھی تسلیم کیا ہے نقول الحافظ۔ المراد کشف الکعبین فی الاحرام وہاں العظمان الناتیان عند مفعل اساق و القدم۔ پس یصح۔

قول۔ لا تشق المرأة الخ۔ عورت اپنے منہ پر نقاب نہ ڈالے کہ محرمہ عورت کے لئے چہرہ ڈھانکنا جائز نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ احرام الرجل فی راسہ و احرام المرأة فی وجهہا۔ (بیہقی، دارقطنی عن ابن عمر)

نیز حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرمہ جو تھیں اور سوار ہمارے پاس کو گھڑنے سوجب وہ ہمارے مقابل ہو کر گزرتے تو عورتیں چہرہ پر چادر سرکالتیں اور جب وہ گزر جاتے تو اٹھالتیں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ

عورتوں کے لئے چہرہ ڈھانکنا جائز نہیں ہاں اگر وہ چہرہ پر کوئی چیز اس طرح ڈالیں کہ وہ چہرہ سے علیحدہ رہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

قولہ لا تلبس القفازین الخ۔ مجرم مرد کے لئے تو دستائے پہننا بالاتفاق حرام ہے۔ کیونکہ یہ غلطی کے حکم میں ہے۔ چنانچہ شیخ غزالہ بن جواد نے اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ لیکن ہمارے یہاں محرمہ عورت کے لئے دستائے پہننا جائز ہے مگر وہ نہیں ہے۔ حضرت علی اور حضرت عائشہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ زبرجث حدیث میں اس کی ممانعت موجود ہے۔ ہمارا دلیل وہ روایت ہے جو حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ یہ اپنی صاحبزادیوں کو ان کے احرام کی حالت میں دستائے پہنا دیتے تھے۔ یہی زبرجث حدیث میں نہیں۔ لا تلبس القفازین۔ سو یہ مذہب پر محمول ہے۔

قولہ قال ابو داؤد و قد روی الخ۔ زبرجث حدیث میں جو نقاب ڈالنے اور دستائے پہننے سے روکنا وارد ہوئی ہے اس کے مرفوع و موقوف ہونے

میں اختلاف ہے۔ صاحب کتاب اسی اختلاف کو ذکر کر رہے ہیں کہ لیث نے اس حدیث کو عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرفوعاً روایت کیا ہے جس پر موسیٰ بن عقبہ نے مشکوٰۃ جمیعہ میں چنانچہ حاکم بن اسماعیل اور یحییٰ بن ابی یوسف نے عن موسیٰ بن عقبہ عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرفوعاً روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے لیث کے تین متابع ابو ذر کے ہیں، ایک اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور ایک جویریہ اور ایک ابن اسحاق۔

اس کے برخلاف موسیٰ بن طارق نے بروایت موسیٰ بن عقبہ بواسطہ نافع حضرت ابن عمر پر موقوف کیا ہے۔ نیز عبید اللہ بن عمر، مالک اور ابوبکر نے بھی عن نافع عن ابن عمر موقوفاً ہی روایت کیا ہے۔ اور ابراہیم بن سعید مدینی نے عن نافع عن ابن عمر عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم مرفوعاً روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے صحیح میں اور حافظ بیہقی نے سنن کبریٰ میں بھی اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بہر کیف جملہ: ولا تلبس المرأة المحرام ولا تلبس القفازین۔ کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ حاکم نے اپنے شیخ ابو علی نیشاپوری سے نقل کیا ہے کہ یہ ابن عمر کا قول ہے جس کو حدیث میں داخل کر دیا گیا۔ حافظ بیہقی کتاب المعرفہ میں کہتے ہیں کہ اس کو لیث نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

لیکن شیخ نقی الدین الامام ہیں کہ اس پر ادراج کا حکم لگانا مشکل ہے جس کی وجہ یہ ہیں۔ اول یہ کہ زبرجث حدیث سے بعد دلی روایت میں نہیں عن النقباء اور نہ عن القفاز کو ابراہیم بن سعید مدینی نے مستقل طور پر مرفوعاً روایت کیا ہے جس کے بعد ادراج کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوم یہ کہ ابن اسحق کے طریق سے یہ بھی حدیث سند کے شرعاً

ہماری مردی ہے جس کی شہرت صاحب کتاب نے اس کے بند کی ہے۔

قولہ قال ابو داؤد ابراہیم بن سعید الخ سے ہے اور اس سے کچھ زیادہ احادیث مردی

نہیں آئی ہیں کیا صرف یہی ایک حدیث مردی ہے۔ قال الحافظ فی تہذیب التہذیب قلت لا علی حدیث واحد فی الحج۔ وقال الذہبی فی المیزان ان ابراہیم بن سعید ہذا منکر الحدیث غیر معروف ثم قال لا حدیث واحد فی الاحرام اخری ابو داؤد وسکت عنہ فہو مقارب الحال۔

(۳۵۹) حدیثنا احمد بن حنبل یاقوب نا ابی عن ابن اسحق قال فان تافعا مولی عبد اللہ بن عمر حدیثی عن عبد اللہ بن عمر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ففی النساء فی احرامہن عن القفازین والنقاب وما مس التورس۔ والنزع من الثیاب ولتلیس بعد ذلک ما احبت من ألوان الثیاب معصرا او خرا او حلیا او سسرا وبل او قیصا او خفا قال ابو داؤد روئی هذا عن ابن اسحق عبدہ وحمید بن سلمہ عن محمد بن اسحق الی قوله وما مس التورس والنزع من الثیاب لم یذکرا بعدا۔

ترجمہ

۳۶۶

احمد بن حنبل نے بند یعقوب تجرید والدہ (ابراہیم بن سعد) بردایت ابن اسحاق بواسطہ نافح حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شاپے آپ نے عورتوں کو احرام کی حالت میں دستانے پہنے، منہ پر نقاب ڈالنے اور دس یا زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا اس کے بعد جس رنگ کا کپڑا چاہے کسی ہو یا رنگی یا زور یا پا جامہ یا کرتہ یا موزہ تو پہن سکتی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو عبدہ اور محمد بن سلمہ نے محمد بن اسحاق سے وما مس التورس و زعفران من الثیاب۔

لیکھ روایت کیا ہے اس کے بعد الامم مفسرین ذکر نہیں کیا۔۔۔ لکھ رہے

قول معصرا الخ۔ معصرا اس کپڑے کو کہتے ہیں جو معصرا سے رنگا ہوا ہو۔ اس حدیث سے محرم کے لئے معصرا کپڑے کا استعمال جائز معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں

قال الشیخ فی البذل قلت والذی ذکرہ من ترجیح الوقف فحل یحیث فان الذین رفوہ ثقات متفقون و عنہم زیادہ علم رجب قبولہ وکیف لا یدق لمن ان یقال ان ابن عمر رفوہ مرة و دق مرة اخرى بانہ افق بذلک فردی عنہ ثم کذلک فلما حجة حیثہ الی الکفیات الی ان تبکھا فالحکم باذراج ہذہ الجملة صحیف جہاد اللہ اعلم ۱۲ بذل

کیونکہ امام مالک نے عوطار میں حضرت اسماء بنت ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ یہ احرام کی حالت میں مصفر کپڑے پہنتی تھیں۔

بارے یہاں اس کی بھی اجازت نہیں کیونکہ حضرت عائشہ سے مروی ہے انہا کہتے المصفر فی الاحرام۔ نیز امام مالک نے عوطار میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے بدن پر سجالت احرام مصفر کپڑا دیکھ کر کبیر کرتے ہوئے فرمایا: ما ہذا ثوب المصبوغ یا طلحہ؟ اس کے بعد فرمایا: لا تلبسوا ہذا الرہط شیئا من ہذا الثیاب المصبوۃ۔ نیز حدیث میں رنگے ہوئے کپڑے کی مانعت وارد ہے جو غشو میں مصفر سے کم ہوتا ہے، تو مصفر کی مانعت بطریق ادنیٰ ہوگی۔ رہی زیر بحث حدیث جو اس کا جواب یہ ہے کہ عبارت: و تلبس بہ۔ درج ہے حدیث مرفوع سے اس کا کوئی تعلق نہیں جس کی تائید صاحب کتاب کے قول سے ہو رہی ہے۔

قوله قال ابو داؤد و الخ (۳۷۷) سے روایت کیا ہے۔ لیکن ان کی روایت داس اورس والرفعہ من الثیاب پر ختم ہے اس کے بعد والی عبارت ان کی روایت میں نہیں ہے۔

(۳۷۰) حدثنا سلیمان بن حرب نا حماد بن زید عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول السراويل لمن لا یجد الا من اسرا والخف لا یجد التعلین، قال ابو داؤد هذا احادیث اهل مكة وروی عن ابی بصیر عن جابر بن زید والذی تفرق دبلہ منہ ذکر السراويل ولہ یذکر القطع فی الخف۔

ترجمہ

سلیمان بن حرب نے تجی بیٹ حماد بن زید بردایت عمرو بن دینار بواسطہ جابر بن زید حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ پاجامہ اس کیلئے ہے جو تہبند نہ پائے اور مونڈے اس کے لئے ہیں جو جوتی نہ پائے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث اہل کہ کی ہے جس کا مدار اہل بصرہ پر ہے اور اسکے جن الفاظ میں تفرد ہے وہ ذکر سر اویل ہے اور مونڈہ کی قطع کو ذکر نہ کرتا ہے۔ تشریح قول السراويل لمن الخ۔ اگر محرم تہبند نہ پائے تو پاجامہ پہن سکتا ہے اور جوتی نہ پائے تو مونڈے پہن سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پاجامہ کو ادمیٹروس اور مونڈہ کی ساتھین کو کاٹ کر کفش نہ

۵۷ اشتراط الفتن محمد بن الحسن و امام ابو حنین و طاہرۃ دین ابی حنیفہ منہ السراويل مطلقا و مثلہ من مالک و کان حدیث ابن عباس لم یبلغ نفی الخ ۱۔ سل عنہ نقل لم اسخ بہذا للحدیث ۱۲ حول المیود۔

بنائے اگر ان کو علی حالہ پہنا تو ذیہ لازم ہو جائے گا۔ جہور اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عطاء احمد
امام احمد کے مشہور قول میں کاٹنے کی ضرورت نہیں بلکہ علی حالہ پہن سکتا ہے۔ امام شافعی و مالک
میں ہمارے ساتھ ہیں اور پانچواں میں امام احمد کے ساتھ اور امام مالک ہر دو میں ہمارے ساتھ ہیں
امام احمد کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی زیر بحث حدیث ہے۔ قال القرطبی اخذ بظاہر ہذا
الحدیث احمد فاجاز لبس الخف والسرادل للمحرم الذی لا یجوز للنعیلین والازار علی حالہا۔
جہور کی دلیل حضرت عمرؓ کی حدیث ہے ولتقطعہما حتی یکوہما سفلی من النعین۔ جسکی تشریح
میں گذر چکی۔ پس زیر بحث حدیث مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا جبکہ حناہ کے
یہاں عام قاعدہ ہے مگر یہ معلوم یہاں یہ حضرات اس کے خلاف کیوں ہیں قال الخلیلی
وانما تعجب من احمد بن حنبل فی ہذا فانہ لا یکاد یخالف سنۃ تلبسہ وقلت سنۃ لم تلبسہ، وقال
ابن قدامۃ الادبۃ تلبسہا علما الحدیث الصحیح وخرجوا من الخلاف۔

(۴۸)

قوله قال ابو داود

یعنی زیر بحث حدیث اہل مکہ کی ہے اور اس کا مدار اہل بصرہ پر
ہے اس واسطے کہ سلیمان بن حرب جو صاحب کتاب کا شیخ ہے کی ہر
اور جابر بن زید جس پر حدیث کی اسناد دائر ہے بصرہ کی ہے۔

۳۶۸

قول من الذی تفرد بہ الخ یعنی اس حدیث میں جابر بن زید جس چیز میں متفرد ہے وہ ذکر
سراویل ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے جابر بن زید کے علاوہ کسی نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ لیکن
اس حدیث کو حافظ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اسناد صحیح عن سعید بن جبیر عن
ابن عباسؓ روایت کیا ہے اگر اس میں سراویل کا ذکر ہے تو پھر جابر بن زید کے تفرد
کا دعویٰ صحیح نہیں فلیستظر۔

قول من ولم یذکر القطع الخ۔ یہ کرکی ضمیر کا مرجع کون ہے شیخ فرماتے ہیں کہ مجھے اس میں تردد ہوا،
میں نے دیکھا کہ صاحب عون المعبود نے اس کی ضمیر جابر بن زید کی طرف لٹائی ہے مگر اس
پر امام شافعیؒ کی روایت سے اعتراض پڑتا ہے جو بطریق زید بن زریع قال اخبرنا ایوب عن عمرو
عن جابر بن زید عن ابن عباسؓ مروی ہے۔ کیونکہ اس میں ولتقطعہما سفلی من النعین موجود ہے
ضمیر مذکور حاد کی طرف بھی نہیں لوٹ سکتی کیونکہ سنن شافعی میں حدیث ایوب بطریق اسماعیل
..... عن ایوب عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید عن ابن عباسؓ مروی ہے اس میں
بھی قطع کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح امام مسلم نے سفیان بن عیینہ، ہشیم، ثوری، ابن جریر
اور اسماعیل کی حدیث کی تخریج اسی اسناد کے ساتھ کی ہے اس میں بھی قطع کا ذکر نہیں ہے
نیز ضمیر مذکور کا مرجع سلیمان بن حرب بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ امام مسلم نے بھی بن کعب، ابوالانجا
زہرائی اور قتیبہ بن سعید کی حدیث عن حماد روایت کی ہے اس میں بھی قطع کا ذکر نہیں ہے
شم قال شیخ والذی تقرہندی ان المصنف کتب اولاً ہذہ العبارة ثم لما عرض علیہ ثانیاً

در آئی تفسیر النخل و آخر جہا من الکتاب فکتبہا بعض النسخ فی حاشیۃ بعض النسخ و الصواب حذفہا۔
واللہ اعلم۔

(۲۳۲) باب المَحْرَمُ یَحْتَجِمُ

(۳۶۱) حدثنا احمد بن حنبل ناعبد الرزاق انا معمر عن قتاده عن انس ابن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وهو محرم علی ظهر القدم من وجع کان بہ قال
ابوداؤد سمعت احمد قال ابن ابی عروبۃ ارسلہ یعنی عن قتادۃ -

ترجمہ

احمد بن حنبل نے بتحدیث عبد الرزاق باخبار معمر بن قناده حضرت انس سے روایت کیا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے پشت قدم پر ایک درد کے باعث۔ ابوداؤد کہتے
ہیں کہ میں نے امام احمد سے سنا ہے کہ اس کو ابن ابی عروبہ نے قتادہ سے مسئلہ روایت کیا
ہے۔ و تشریح

۳۶۹ قولس باب الخمر محرم حالت احرام میں پچھنے لگانے تو کیا ہے؟ زیر بحث باب ابی ہلہ
ابن عباس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں پچھنے لگانے علیہ السلام
یعنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر وارد ہے کہ محرم کے لئے پچھنے لگانے علی الاطلاق جائز ہے
مردود ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عطار، مسروق، ابراہیم نخعی، طاؤس، شعبی، سفیان، ثوری
امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور آئین بن راہویہ اسی کے قائل ہیں کہ اگر پچھنے لگانے
میں بال نکالنا پڑے تو جائز ہے اور وہی یہی حدیث ہے۔ ہاں اگر پچھنے لگانے میں بالوں کو کاٹنا
پڑے تو حلق شرعی واجب ہے۔ حدیث لازم ہوگا۔ قال عبد الملک فی المبسوط شعر الاس ماجد سوار
وہ قال ابو حنیفہ و اشافعی و قال اہل النظر لا نعدی علیہ الا ان یلقی راسہ۔

بعض حضرات کے نزدیک بلا ضرورت جائز نہیں جیسا کہ حضرت بن عمر سے مروی ہے۔ چنانچہ امام
مالک اسی کے قائل ہیں کیونکہ بعض روایہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کی
وجہ سے پچھنے لگانے کئے تھے۔

جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ حدیث ابن عباس کے علاوہ ہو۔

(۳۶۹) قولہ قال ابوداؤد الخ اس میں مرث یہی بتا مقصود ہے کہ اس حدیث کو سعید بن
قولہ قال ابوداؤد الخ الخ عروبہ نے قتادہ سے بلا ذکر انس مسئلہ روایت کیا ہے۔

(۲۳۳) بَابُ لَحْمِ الصَّيْدِ لِلْمُحْرَمِ

(۳۶۲) حد ثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا يَعْقُوبَ يَعْنِي الْأَسْكَدَرَانِي عَنْ عُمَرَ وَعَنْ الْمَطْلَبِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ صَيْدُ الْبَرِّ لَكُمْ حَلَالٌ مَا لَمْ تَصِيدْهُ وَأَوْ يَصَادْ لَكُمْ قَالَ ابُودَاؤُدُ إِذَا تَنَازَعَ الْخَيْوَانُ عَنِ الثَّبَنِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْظَرُ بِمَا اخْتَلَفَ بِهِ أَصْحَابُهُ.

ترجمہ

قتیبہ بن سعید نے تجریش یعقوب اسکندرانی بطریق عمرو بواسطہ مطلب حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ تمہارے لئے خشکی کا شکار حلال ہے جب تک تم خود شکار نہ کرو یا تمہارے واسطے شکار نہ کیا جائے ابوداؤد کہتے ہیں کہ جب دو راستیں متعارض ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کہ صحابہ کرام کا عمل کس کے موافق ہے :- تشریح

قولہ باب الخ۔ محرم کے لئے احرام کی حالت میں شکار کرنا یا اس کی طرف اشارہ یا اس پر رہنا کرنا تو بالاتفاق حرام ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ۔ لیکن اگر کوئی دوسرا آدمی شکار کرے تو محرم کے لئے اس کا گوشت کھانا درست ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ علماء میں بھی نہیں بلکہ صحابہ کرام کے درمیان بھی مختلف فہم رہا ہے۔

حضرت مجاہد، سعید بن جبیر، امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ دوسرے حلال آدمی کا کیا ہوا شکار محرم کے لئے جائز ہے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ قتادہ، جابر اور ایک روایت میں حضرت عثمان سے یہی مروی ہے۔ سنن ابی ثوری، طحاوی، معجم، ابن ماجہ اور ابوداؤد بن علی اصہبانی کے نزدیک جائز نہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت علی اور ایک روایت میں حضرت عثمان سے یہی مروی ہے۔ ان حضرات کا استدلال آیت۔ وَحُرْمٌ عَلَیْکُمْ صَيْدُ الْبَرِّ أَنْتُمْ حُرُمٌ سے ہے کہ اس میں محرم کے لئے خشکی کا شکار علی الاطلاق حرام قرار دیا گیا ہے۔

ہماری دلیل حضرت ابو قتادہ کی حدیث ہے جس کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے۔ صاحب کتاب نے اس کی تخریج زیر بحث حدیث کے بعد کی ہے کہ حضرت ابو قتادہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مگر کہہ کے کسی راستہ میں اپنے چند محرم ساتھیوں کے ساتھ آگے رہ گئے۔ یہ خود محرم نہیں تھے انھوں نے ایک گور خر کو دیکھا تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور ساتھیوں سے کوڑا مانگا انھوں نے انکا کیا پھر انھوں نے برچھا مانگا انھوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ پس انھوں نے خود برچھا لیکر

گو زر پہ حملہ کیا اور اس کو شکار کر لیا۔ اس کے بعد کچھ صحابہ نے اس کا گوشت کھا یا اور کچھ کھانے سے باز رہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے آپ سے نصیحت بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: وہ ایک کھانا تھا جو حق تعالیٰ نے تم لوگوں کو کھلایا۔

میں نے اس شخص کو اس شکار کا گوشت کھانا درست ہے جس میں اس نے شرکت اور اعانت نہ کی ہو۔ زیر بحث حدیث چاہے کبھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

رسولِ آیت مذکورہ سو اس سے حجت قائم نہیں ہوتی اس واسطے کہ آیت میں حرمت صید ہے نہ کہ حرمت لحم صید۔ اور حدیث مذکورہ میں ارجح کی تخریج صاحب کتاب نے زیر بحث حدیث سے پہلے کیا ہے وہ اس صورت پر معمول ہے جس میں محرم نے خود شکار کیا جو یا شکار کرنے کا حکم دیا جو یا اس کی طرف اشارہ کیا ہو ۱۔ بالہ لائل ۱۔

تجربہ ہا ہے یہاں اس شکار کی حلت عام ہے خواہ اس کو جلال آدمی نے اپنے لئے کیا ہو یا اس محرم کے لئے کیا ہو۔ حضرت عطار، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر جلال آدمی نے شکار محرم کے لئے کیا ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ نہ یہ بحث حدیث میں ہے نہ تصدیقہ اربعہ و کلمہ:

جواب :- ہے کہ اس کا مقصد یہ ہونا تو اسی وقت ہو گا جب وہ اس کے حکم سے شکار کرے اور اس کے متعلق ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس کا کھانا جائز نہیں۔ دو تہہ جواب صاحب ۱۔ اچھ کا ہے کہ مکہ میں لام برائے تہلیک ہے فیصلہ فی ان مہدی البید العید ودن اللحم۔

چونکہ شکارِ نذوَر کی حلت و عدم حلت کے سلسلہ میں احادیث مختلف ہیں اس لئے صاحب کتاب جمع بین الاحادِیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ آپ کے صحابہ کے عمل کو دیکھا جائے گا۔ مگر اس سے بھی کام نہیں چلتا کیونکہ اس سلسلہ میں خود صحابہ کرام کا بھی اختلاف ہے جس کی تفصیل ادھر گزر چکی :-

(۲۳۴) بَابُ الْحِجَارِ وَالْمَجْرَمِ

(٢٤٣) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ حَبِيبِ الْمَعْلَمِ عَنْ أَبِي الْمُهَذَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَصْبَبْنَا صَرْمًا مِنْ جِرَادٍ فَكَانَ رَجُلٌ يَضْرِبُ بِسَوْطِهِ وَهُوَ مُحَرَّمٌ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هَذَا لَا يَصِلُ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مِنْ صِيلٍ

البحر قال ابو داؤد ابو المہرّ مضعيف والحديثان جميعا وهم۔

ترجمہ

مسند نے بعد حدیث عبد الوارث بروایت حبیب معلّم بواسطہ ابو المہزم حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو ٹڈیوں کا ایک جھنڈ ملا تو ایک محرم اسکو کوڑے مارنے لگا تو لوگوں نے اس سے کہا یہ درست نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا وہ تو دریا کا شکار ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابو المہزم ضعیف ہے اور دونوں حدیثیں ہم راوی ہیں بشرطہ قول میں باب النحر۔ محرم کو ٹڈی مارنا ہمت ہے یا نہیں؟ سو اس میں اختلاف ہے کہ ٹڈی دریائی جانور ہے یا خشکی والے جانور دل میں سے ہے بعض محشیین نے فتح ابو داؤد ذہ سے نقل کیا ہے کہ یہ پھیلیں سے پیدا ہوتی ہے جس کو دریا کنارے پر پھینک دیتا ہے۔ بلکہ شیخ مؤمن بن طاہر نے نقل کیا ہے کہ یہ پھیلیں کے پاخانہ سے پیدا ہوتی ہے۔

ابن المنذر نے حضرت کعب احبار اور عروہ بن الزہیر سے اس کا دریائی جانور ہونا نقل کیا ہے جیسا کہ زیر بحث حدیث میں بھی ہے از من صید البحر۔ نیز ابن ماجہ میں حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹڈیوں کے لئے بد دعا کی۔ خدا یا ان کے بڑوں کو تباہ اور چھوٹوں کو خراب اور انکی نسل کو برباد کر دے اور ان کے موبوں کو اپنی گرفت میں لے لے تاکہ ہماری قوت و غذا محفوظ رہ سکے۔ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اللہ کے لشکر کی بربادی نسل کی بدو عار کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان الجراد شرۃ الموت من البحر۔ لیکن اکثر علماء اس کے خلاف ہیں۔ چنانچہ صاحب ہایہ نے ہایہ میں، علامہ صینی نے شرح ہایہ میں، ابن البہائم نے فتح القدير میں اور علامہ دیمیری نے حیوۃ الحیوان میں تصریح کی ہے کہ یہ خشکی کا جانور ہے اسی وجہ سے محرم پر اس کے قتل سے جزاء لازم ہوتی ہے۔ حضرت عمر، ابن عمر، عثمان، ابن عباس اور عطاء بن ابی رباح کا بھی یہی قول ہے۔ نیز احناف دشمنانخ اور موالک بلکہ بقول شیخ ابن العریط اکثر اہل علم اور بقول شیخ عبدی تمام اہل علم اسی کے قائل ہیں بجز حضرت ابوسعید خدری کے کہ آپ وجوب جزاء کے قائل نہیں۔ دلیل یہی حدیث ابو المہزم ہے۔ "انما ہر من صید البحر" جمہور کی دلیل وہ ہے جس کو امام شافعی نے بساند مہج دیا یا ساد حسن، عبد اللہ بن عمار سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت معاذ بن جبل در کعب احبار کے ساتھ بحرین کے ایک قافلہ میں تھا جو بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے۔ ہم لوگ ایک مقام پر پہنچے اور حضرت کعب آگ تک پہنچے لگے اتنے ہی میں ٹڈیوں کی ایک ڈالت کے پاس سے گزری تو آپ نے ان میں کو ٹڈیاں پکڑیں ان کو مار ڈالا اور یہ خیال نہ رہا کہ میں محرم ہوں اس کے بعد احرام یاد آیا تو آپ نے انکو پھینک دیا جب ہم لوگ دینہ پہنچے تو کعب لوگ حضرت عمر کے پاس گئے میں بھی انکے ساتھ تھا حضرت کعب نے ٹڈیوں کا قصہ حضرت عمر کو سنا۔ آپ نے پوچھا کہ تو نے اپنے اوپر کیا لازم کیا ہے حضرت کعب نے کہا ایک ہییم۔ حضرت عمر نے فرمایا شیخ درہما

خیر من ماتہ جرادۃ اجل ماجدت علی نعلک۔

اسی طرح باسناد امام شافعی و بیہقی، قاسم بن محمد سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آپ سے قاتل جراد محرم کی بابت پوچھا۔ آپ نے فرمایا:-
فیہا قبعت من طعام و لثاخذن بقبعتہ جرادات۔

یہی زیر بحث حدیث سواد دل تو وہ ضعیف ہے دوسرے یہ کہ: "انما ہوں من صید البحر" کا مطلب یہ ہے کہ ٹڈی دریائی شکار کے حکم میں ہے کہ ذبح کئے بغیر اس کا کھانا درست ہے۔

یہ مطلب نہیں کہ اگر محرم قتل کرے تو جائز ہے اور جزار واجب نہیں کیونکہ موطاء میں یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر سے قاتل جراد محرم کے متعلق دریافت کیا کہ حضرت عمر نے حضرت کعب سے فرمایا: آئیے اور مسئلہ بتائیے۔ حضرت کعب

نے فرمایا: ایک درہم واجب ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: الگ تہجد الدراہم ثمرۃ خیر من جرادۃ۔ اس کو حافظ ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

یعنی یہ دو نول حدیثیں ضعیف ہیں۔ کیونکہ ابو المہزم و بعض مہم
قوله قال ابو داؤد الخ (۲۸۱)
ذبح یا و تذید زارہ مکسورہ، یزید بن سفیان (یا عبد الرحمن بن سفیان)، التیمی البصری نہایت ضعیف راوی ہے۔ حافظ نے تقریباً اسکو تردک کہا ہے۔

۳۳۔ و فیہ قول ثالث و ہوان من صید البر و البحر و راہ سعید بن منصور فی ستہ عن یحییٰ عن منصور
عن الحسن قولہ، و قال علی القاری لرمح حدیث الی داؤد و الترمذی المذکور سابقا کان یسنی ان
یجمیع من الاحادیث بان الجراد علی نوین بحری و بری فی کل منہما حکم۔ و قال الدمیری فی حیۃ الجراد
قال الشریف (الجراد البحر) ہو جوان لہ رأس مزج ولہ عیانی رأسہ حدیث خذ فی و نصف الثانی
لا خذ علیہ ولہ فی کلما البانین عشرۃ اید طال شیبہ پایدای العناکب الا انہا کبار جدا شہا ہوا
قدما لرغیف و منہا ہر دون ذک و ہر کثیر با عل البحر بلا لغزب و یا کونہ کثیرا مشوا و مطبوقا بل
قرنان و قیقان احمران و عینا و بارزکان متہ لیتان من رأسہ و ہذا الجراد حار یا بس و اجد و
ابوکل منہ مشوا فی القرن و ہر داخل فی عموم الزواح الصدق و خاصیت لحم النفع من الجذام
(انتہی)، و اما الجراد البری فہو مستقر فی الارض و یقوت عما یخرجہ عن الارض من نباتا و لہ اصناف
مختلفة فبعضہ کبیر الخبثہ و بعضہ صغیر و بعضہ احمر و بعضہ اصفر و بعضہ ابیض و لی الجراد خلقہ
عشرۃ من جابرة الخیوان مع صنف دج فرس و عینا فیل و عنق ثور و قرنا ابل و صدر اسد و بطن علق
و جنا حارسہ و فذہ ابل و در بلا نامة و ذنب جتہ و قد احسن القاضی محی الدین الشہزوری فی وصف الجراد
بذک فی قولہ ہا فخذ کبر ساقا نامة و قد احسنہ و جو حشیم۔ جتہا اناعی الارض بطنا و نمتہ
علیہا جیاد الخیل بالراس و النعم۔ ذکرہ الدمیری۔

اور تہذیب میں بہت سے محدثین سے اس کی بابت جرح منقول ہے۔ ابو بکر معاذ فرماتے ہیں کہ اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔

(۲۳۵) بَابُ صِفَةِ حُجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۳۶۳) حدثنا عبد الله بن مسلمة ناسليمان يعني ابن بلال ح وحدثنا احمد بن حنبل نا عبد الوهاب الثقفي المعنى واحد عن جعفر بن محمد عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى الظهر والعصر باذان واحد بعرفة ولم يستم بينهما واقامتين وصلى المغرب والعشاء بجمع باذان واحد واقامتين ولم يستم بينهما قال ابو داود هذا الحديث اسناده حاتم بن اسماعيل في الحديث الطويل ووافق حاتم بن اسماعيل على اسناده محمد بن علي الجعفي عن جعفر عن ابيه عن جابر الا انه قال فصل للمغرب والعشاء باذان واقامة قال ابو داود قال لي احمد اخطأ حاتم في هذا الحديث الطويل۔

ترجمہ

عبد اللہ بن مسلمہ نے بتحدیث سلیمان بن بلال اور احمد بن حنبل نے بتحدیث عبد الوہاب ثقفی بواسطہ جعفر بن محمد۔ محمد باقر سے روایت کیلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر وعصر و عشاء میں ایک ہی اذان سے پڑھیں اور درمیان کے نفل کو نہیں پڑھا لیکن اقامتیں دو کہیں۔ اسکا طرح مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں ایک اذان اور دو اقامتیں سے پڑھا اور ان کے درمیان کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس روایت کو حاتم بن اسماعیل نے طویل حدیث میں معارف روایت کیا ہے جس پر محمد بن علی جعفی نے بروایت جعفر بواسطہ داؤد (محمد بن علی) حضرت جابر سے روایت کرتے ہوئے اس کی سوافقت بھی کی ہے بجز آنکہ محمد بن علی جعفی نے اس میں یہ کہا ہے کہ: آپ نے مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کی۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ محمد سے امام احمد نے بیان کیا ہے کہ اس طویل حدیث میں حاتم بن اسماعیل نے خطا کا ہے۔۔۔ تصحیح

قولس باذان واحد واقامتين الخ۔ جمع بین الصلوٰتین یعنی دو نمازوں کو ایک وقت میں

پڑھنا جائز نہیں جس کی مستقل بحث: باب الجمع بین الصلوٰتین کے ذیل میں گذر چکی۔ مگر عرفات میں حج غیر عصر میں کو جمع تقبیم کہتے ہیں اور مزدلفہ میں جمع مغرب و عشاء جس کو جمع تاخیر کہتے ہیں اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس کے جواز پر ائمہ کا اتفاق اور امت کا اجماع ہے۔ کیونکہ یہ احادیث صحیحہ مشہورہ متواترہ سے ثابت ہے۔

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے مستقل طور پر اذان و اقامت دونوں کہے یا کسی ایک پر اکتفا کرے؟ سو عرفات میں جمع بین الصلوٰتین کا حکم یہ ہے کہ یہاں امام لوگوں کو خطبہ کے بعد ظہرانہ عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھا جائے۔ فجر کے لئے اذان اور اقامت دونوں کہے اور ظہر پڑھ کر عصر کے لئے صرف اقامت کہے کیونکہ عصر کی نماز خلاف عادت اس کے وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے اسلئے اطلاع کرنا ضروری ہے اور اس کے لئے اقامت کافی ہے۔ اور مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کی بابت علامہ عینی نے شرح بخاری میں علماء کے چھ اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۱) دونوں کے لئے دو اقامتیں کہے اور اذان نہ کہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت اور قاسم، محمد سالم بن عبداللہ اور اسحاق بن راہویہ کا قول ہے۔ امام احمد اور سفیان ثوری کا بھی ایک قول یہی ہے۔ علامہ خطابی و بغوی وغیرہ کی نقل کے مطابق امام شافعی اور آپس کے اصحاب اسی کے قائل ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کو امام شافعی کا قول جدید بتایا ہے۔

(۲) دونوں کے لئے صرف ایک اقامت ہے یعنی صرف پہلی نماز کے لئے اقامت کہے۔ یہ ابوبکر بن داؤد کا قول اندہ حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت ہے۔ ترمذی، خطابی اور ابن عبد البر وغیرہ نے سفیان ثوری کا بھی ایک قول یہی بتایا ہے۔

(۳) پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت دونوں کہے اور دوسری نماز کے لئے صرف اقامت امام احمد اور امام شافعی کا صحیح قول یہی ہے۔ تالم التودی فی شرح مسلم المصحح عندنا فی بیہا باذان ثلاثی و اقامتین لکل واحدة اقامتہ و قال فی الافواج از المصحح۔ کذا ابوداؤد، ابن خزمہ اور مالکیہ میں سے عبدالملک ابن الملاحون اور احداث میں سے امام زفر و امام حمادی اسی کے قائل ہیں اور امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے۔

(۴) پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت دونوں کہے اور دوسری کے لئے نہ اذان کہے اور نہ اقامت۔ امام ابو حنیفہ اور صاحبین اسکا کے قائل ہیں (۵) دونوں کے لئے اذان بھی کہے اور اقامت بھی کہے۔ یہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔ امام

مالک اسی کے قائل ہیں۔ امام بخاری کے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔ (۹۵) دونوں کے لئے ز
اذان ہے نہ اقامت۔ یہ محب طبرما نے بعض سلف سے نقل کیا ہے۔

اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایات حضرت جابر، عمر بن الخطاب، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس، اسامہ بن زید اور حضرت ابویوب انصاری درضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں ان میں بھی شدید اختلاف ہے۔

امام مالک کا عمل ظاہر حدیث ابن مسعود پر ہے جس کو امام بخاری نے محمد الرحمن بن زید سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: حج عبد اللہ فانی المزدلفۃ صین الاذان بالتمتۃ لدخریٰ من ذلک فاعربھا فاذا قال واقام خم صلی المغرب صلی بعد ہر کتین ثم دعا بشارۃ فتعشی ثم امرای رجلا قاذون واقام۔ قال مروی عنہما عن الشک الامن نہ ہر کتین صلی والعشاء کتین اہ۔

امام شافعی کے قول قدیم اور امام زفر دغیرہ کی دلیل حضرت جابر کی طویل حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے۔ یعنی زیر بحث باب کی پہلی حدیث جس میں یہ ہے: حتی اتی المزدلفۃ فبح بین المغرب والعشاء۔ باذان واحد واقامین۔ اور قول جدید میں امام شافعی کا استدلال ظاہر حدیث اسامہ بن زید سے ہے جو صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے۔ امام بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ وقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عرفۃ فنزل الشعب نبال ثم ترمضار ولم یسبح الا وضوء فقلت لا الصلوۃ فقال الصلوۃ مالک فجار المزدلفۃ فترضار فاسبح ثم اتمیت الصلوۃ فصلى المغرب ثم اتمخ کل انسان بیرہ فی منزله ثم اتمیت الصلوۃ۔

۳۷۹

صلی ولم یصل منہا۔ امام ابو حنیفہ کے مقالات یہ ہیں۔

(۱) حدیث ابن عباس۔ ان ابنی صلی اللہ علیہ وسلم صلی المغرب والعشاء کتیس باجماع واحدہ۔ اسکو ابوشیخ مصباحی نے روایت کیا ہے (۲) حدیث ابویوب انصاری قال: صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المزدلفۃ المغرب والعشاء باقامۃ۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن راویہ۔ طبرانی، اس کو امام بخاری و امام مسلم نے بھی روایت کیا مگر ان کی روایت میں اقامت کا ذکر نہیں ہے۔ (۳) حدیث جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی المغرب والعشاء کتیس باذان واحد واقامۃ ولم یسبح منہا (ابن ابی شیبہ سنن ال)۔ شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ حدیث جابر کا یہ متن غریب ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ میں تو یہ ہے کہ آپ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی جبکہ ہم نے اوپر نقل کیا ہے۔

جواب۔ روایت ابن ابی شیبہ کے علاوہ حدیث جابر کے بعض اور طرق میں بھی: باذان و اقامۃ وارہے جبکہ خود صاحب کتاب نے زیر بحث باب کے آخر میں بروایت محمد بن علی الجعفی اس کی تخریج کی ہے جو روایت ابن ابی شیبہ کی موید ہے۔

(۴) حدیث ابن عمر۔ قال دسید بن جبیر، انفسا مع ابن عمر فلما بلغنا جمعا صلی بنا المغرب ثلاثا

د العشاء رکعتین با قامة واحدة فلما انصرفت قال ابن عمر رضي الله عنهما: اصلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذا المكان (سلم)
 سوال۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں اذان کا ذکر نہیں ہے تو یہ اخاف کے بھی خلاف ہوئی
 جواب۔ صاحب کتاب نے باب الصلوة بجمع کے ذیل میں عن اشعث بن سلیم عن ابیہ روایت
 کیا ہے۔ قال اقبلت مع ابن عمر من عرفات الی المزدلفة فلم یکن یفر من التکبیر والتہلیل حقاً
 اتینا المزدلفة فاذا و اقام و امرنا انما فاذا و اقام فصلی بنا المغرب ثلاث رکعات ثم التفت
 الینا فقال الصلوة فصلی بنا العشاء رکعتین ثم دعا بشارة: اس میں اذان کی تصریح موجود ہے۔
 سوال۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں افراد اقامت ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ
 اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اقامتین کا ثبوت ہے تو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لئے کوئی وجہ
 ترجیح ہونی چاہیے۔

جواب۔ ترجیح روایت ابن عمر کی وجہ یہ ہے کہ اول تو یہ فقہ راوی و قرب نبی کی وجہ سے
 راجح ہے جو دیگر روایۃ احادیث کو حاصل نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ قیاس کے بھی موافق ہے۔
 اس واسطے کہ اذان اعلام فائزین کے لئے ہوتی ہے اور اقامت اعلام حاضرین کے لئے ہوتی ہے
 اور ایک اذان اور ایک اقامت سے یہ دونوں باتیں چل ہیں۔ کیونکہ دوسری نماز یعنی عشاء
 اپنے اہلی وقت پر ہے اور لوگ سب مجتمع ہیں۔ اس لئے دوبارہ اقامت کے ذریعہ سے اطلاع
 کرنے کی ضرورت نہیں بخلاف عرفات کہ وہاں عصر کی نماز اپنے وقت پر نہیں ہوتی۔
 سوال۔ صحیح بخاری میں خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ان البنی صلی اللہ علیہ وسلم جمع
 بین المغرب والعشاء بجمع کل واحدة منہما با قامة:

جواب۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے افراد اقامت کی روایات بکثرت ہیں اور متعدد طرق
 سے مروی ہیں اس لئے وہ راجح ہوں گی مع ان روایت البخاری لا تصریح فیہا بتکثر الاذان
 علاوہ ازیں ان احادیث مختلفہ میں تطبیق بھی ممکن ہے بایں طور کہ افراد اقامت والی احادیث
 اس پر محمول ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب و عشاء کے درمیان بلا تخیل شی جمع کیا۔ یعنی
 ان کے درمیان آپ نے نہ کوئی نفل نماز پڑھی اور نہ کسی اور کام میں مشغول ہوئے اس لئے دونوں
 نمازوں کیلئے صرف ایک اقامت ہوئی اور اقامتین والی احادیث اس پر محمول ہیں کہ بعض اصحاب
 مغرب کی نماز پڑھ کر دیگر امور میں مشغول ہو گئے تھے اس لئے عشاء کی نماز کے لئے دوسری اقامت ہوئی

عہ بان انا و ابی ابل کما یدل علیہ روایت اسامہ بن زید عند البخاری و توشو کما یدل علیہ روایت ابن
 ابی شیبہ۔ فلما اتی جمعا اذن و اقام فصلی المغرب ثلاثاً ثم نفضی ثم اذن و اقام فصلی العشاء رکعتین
 معناه نفضی بعضہم بحضرة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و باذنه و حاصل وجہ الجمع انہ اذا صلیہما مستقلاً
 لم یقلل من الصلوتین شی صلیہما با قامة واحدة لہما و اذا صلیہما من غیر اتصال بینہما صلیہما با قاتین لکل واحدة
 شہا اقامۃ ۱۲ یدل

(قائد) عذر اور مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین جمع لاجل النکاح ہے یا جمع لاجل السفر؟ یہاں یہاں جمع عذر و جمع مزدلفہ و دنوں جمع لاجل النکاح ہیں کہ مسافر اور مقيم ہاں بلکہ اہل مزدلفہ اور اہل منیٰ، سب کے لئے جائز ہے۔ تلامذہ قاری شرح المناک میں فرماتے ہیں: "علم ان هذا الجمع للنکاح عندنا خيستي في المسافر والمقيم: امام مالك اور امام اوزاعي سے بھی مروی ہے۔ حافظ ابن المنذر نے اسناد صحیح قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: سمعت ابن الزبير يقول ان من سنة ابي ان الامام يروح اذا زالت الشمس فيطلب الناس فاذا فرغ من خطبة نزل فصلى الظهر والعصر جميعاً۔"

لیکن امام شافعی کے یہاں جمع بین الصلوٰتین مسافر شرعی کے ساتھ خاص ہے کہ مقيم اور غیر شرعی مسافر مثل اہل مکہ و اہل منیٰ کے لئے جائز نہیں۔ پھر اگر کوئی شخص ظہر کی نماز تنہا پڑھے تو ابراہیم سختی، سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کے لئے جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں بلکہ وہ عصر کی نماز اس کے وقت میں پڑھے گا کیونکہ جواز جمع عذر کے لئے بادشاہ یا اس کے نائب قاضی وغیرہ کا ہونا شرط ہے۔ صاحبین کے نزدیک صرف احرام حج کا ہونا کافی ہے۔ امام مالک امام شافعی امام احمد اور اخلاف میں سے امام طحاوی اسی کے قائل ہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ اگر آپ عذر کے دن امام کو نہ پاتے تو اپنی قیام گاہ پر دو دن نمازوں کو جمع کر لیتے تھے۔ اسی طرح اگر کسی نے مزدلفہ پہنچنے سے پہلے راستہ میں مغرب کی نماز پڑھ لی تو طرفین، زفر اور حضرت حسن بصری کے نزدیک جائز نہ ہوگی بلکہ مزدلفہ پہنچکر اس کا اعادہ ضروری ہوگا۔ امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ اس نے مغرب کی نماز اس کے وقت میں پڑھی ہے لہذا اعادہ ضروری نہیں البتہ خلاف سنت ہے۔

امام مالک سے ایک روایت ہے کہ اگر کوئی عذر ہو اور مشفق احمر غروب ہونے کے بعد پڑھے تو جائز ہے۔ لیکن مدونہ میں ہے کہ اگر مزدلفہ پہنچنے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھ لی تو اعادہ ضروری ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے غروب شفق کے بعد مغرب دعاء کو جمع کیا تو دعاء کا اعادہ کرے۔

شوافع کے یہاں جمع تقدیم ہو یا جمع تاخیر، مزدلفہ پہنچنے سے پہلے ہو یا اس کے بعد، تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ بہر صورت جائز ہے البتہ خلاف سنت ہے۔ قال الحافظ ابن حجر: واختلافهم بين علي ان الجمع بعرفة وبمزدلفه للنكاح والسفر۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے روانہ ہوئے تو راہ میں اتر کر آپ نے پیشاب کیا اور نہ اتمام وضو کیا۔ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نماز پڑھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا: نماز تیرے آگے ہے۔ پس آپ مزدلفہ پہنچے اور یہاں پورا وضو

کریکے مغرب و عشاء کی نماز پڑھی۔ معلوم ہوا کہ یہ نماز مکان و زمان اور وقت مخصوص یعنی یوم نحر کی رات کو مزدلفہ میں عشاء کے ساتھ خاص ہے۔

قولس دلم یسج بنیہا شیا الخ شئی سے مراد ذوالفیل و سنن ہیں۔ یعنی آپ نے فجر و عصر اور مغرب و عشاء نمازوں کے درمیان سنن و ذوالفیل نہیں پڑھیں۔ اور سلسلہ بھی یہی ہے کہ ان نمازوں کے درمیان سنن و ذوالفیل نہ پڑھے

کیونکہ یہ جمع بین الصلوٰتین کے لئے غل ہے۔ پس مغرب و عشاء کی سنتیں اور وتر مغرب و عشاء کے بعد پڑھے۔ اخاف و شوافع مسب کا مذہب یہی ہے۔ چنانچہ امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں: و ذہبنا استجاب السنن الراتبۃ لکن یفعلہا بعد سلا بنیہا۔ بلکہ حافظ ابن المنذر نے مزدلفہ میں قطوع بین الصلوٰتین کے ترک پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔

حدیث طویل سے مراد زیر بحث باب کی پہلی حدیث ہے جو حضرت جابر بن عبد اللہ سے موطا مروی ہے

قوله قال ابوداؤد و ہذا الحدیث الخ

ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کو حاتم بن اسماعیل نے حضرت جابر بن عبد اللہ کے ذکر کرتے ہوئے منقولہ ایت کیا ہے اور اسناد حدیث و متن حدیث میں محمد بن علی جعفی نے حاتم بن اسماعیل کی موافقت کی ہے۔ یعنی اس نے بھی اس کو منقولہ ایت کیا ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ محمد بن علی جعفی کی روایت میں باذان و اعداد اثنین کے بجائے فصلی المغرب و العتہ باذان و اقامۃ ہے جو مؤید مذہب اخاف ہے۔ حال یہ کہ عبد الوہاب نفی نے کو زیر بحث حدیث کو جعفر بن محمد سے رسلاً روایت کیا ہے مگر حاتم بن اسماعیل اور محمد بن علی جعفی کی روایت مستحب ہے۔

عبارت سنن ابوداؤد کے بعض نسخوں میں ہے۔ عام

قوله قال ابوداؤد قال لی احمد الخ

ہیں کہ صاحب کتاب امداد امام احمد کی طرف اس کلام کے انتساب کی صحت میں نظر ہے اس واسطے کہ متقدمین و متأخرین ائمہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور کسی نے حاتم بن اسماعیل کے وہم کو بیان نہیں کیا۔ شیخ بذل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے خطا یہ ہو کہ حاتم بن اسماعیل نے حضرت فاطمہ کے قصہ سے متعلق محمد بن علی کا کلام: قال کان علی یقول بالعراق ذہبت الی ریول اللہ علی اللہ علیہ وسلم محرشا اعد: حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث

مع قال الحافظ فی شرح حدیث ابن عمر: دلم یسج بنیہا لا علی اثر کوا حدۃ نہما ای عقبہا و استغاد منہ ان ترک الغفل عقب المغرب و عقب العشاء و لما لم یکن بین المغرب و العشاء بہت شرح بانہ لم ینفل بنیہا بخلاف العشاء فائتجیل ان یکون المراد انہ لم ینفل عقبہا لکن تنفل بعد ذلک فی اثناء التلیل و من ثم قال الفقہاء توخر سنۃ العشاءین عنہا ۱۲

میں داخل کر دیا حالانکہ یہ اس میں داخل نہیں بلکہ درج ہے۔ اور ممکن ہے خطاء سے مراد یہ ہو کہ حاتم بن اسماعیل نے اپنی حدیث میں مزدلفہ کی جمع بین المغرب والعشاء کی بابت باذان واقعاتین ذکر کیا ہے۔ یہی القحطان نے اپنی حدیث میں عن جعفر عن ابیہ روایت کرتے ہوئے اس کو ذکر نہیں کیا۔ واللہ اعلم۔

(۲۳۶) بَابُ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ

(۳۶۴) حدثنا هناد بن السري وعثمان بن ابی شيبه قالنا وكيع عن عبد المجيد حدثني العدا بن خالد بن هوذة قال هناد عن عبد المجيد ابی عمر وحدثني خالد بن العدا بن هوذة قال رأيته رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يخطب الناس يوم عرفة على بعير قائم في الركابين قال ابو داود سواه ابن العلاء عن وكيع كما قال هناد۔

ترجمہ

۳۸۰

ہناد بن السری اور عثمان بن ابی شیبہ نے اسناد دیکھ بطریق عبد المجید حضرت عدا بن خالد بن ہوذہ سے روایت کیا ہے۔ ہناد نے یوں کہا ہے عن عبد المجید ابی عمر وحدثني خالد بن هوذة قال رأيته رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يخطب الناس يوم عرفة على بعير قائم في الركابين قال ابو داود سواه ابن العلاء عن وكيع كما قال هناد۔

قول باب الخ۔ ایام حج میں کتنے خطبے ہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ احناف و مالک کے نزدیک تین خطبے ہیں۔ پہلا خطبہ ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو کہ میں دو پہر ڈھلے ظہر کی نماز کے بعد اس میں احکام حج یعنی لوگوں کو احرام باندھنے، منیٰ اور عرفات جانے اور وہاں نماز پڑھنے اور عرفات میں ٹھہرنے کی تعلیم ہوتی ہے۔

دوسرا خطبہ نویں تاریخ کو عرفات میں ہوتا ہے۔ اس میں دو قوت عرفہ و قوت مزدلفہ، ان دونوں سے دابھی، رمی جمرہ، عقبہ، ذبح، حلق اور طہارت زیارت وغیرہ احکام کی تعلیم ہوتی تیسرا خطبہ گیارہویں تاریخ کو منیٰ میں ہوتا ہے۔ یہ تین خطبے ایک ایک روز کے فضائل سے دو پہر ڈھلے ظہر کی نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں سوائے خطبہ عرفات کے کہ یہ زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے ہوتا ہے۔ امام زفر کے یہاں یہ خطبے لگاتار ہیں۔ یعنی آٹھویں، نویں اور دسویں تاریخ کو۔ امام شافعی کے یہاں گیارہویں کے بجائے بارہویں تاریخ میں ہے اور یوم نحر یعنی دسویں

تاریخ میں ایک چوتھا خطبہ اور زائد ہے۔ اس کے متعلق ہم باب نمبر ۲۳ کے ذیل میں کچھ عرض کر سکتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

تو کس علی بغیر الخ۔ زیر بحث باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے، حالانکہ آپ کے زمانہ میں عرفات میں منبر تھا ہی نہیں۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث میں منبر کا ذکر غیر محفوظ ہے یا اس سے مراد شیخ مرتضیٰ ہے جس کا معنی ان آپ کی ادنیٰ ہے۔ پھر زیر بحث حدیث میں ہے کہ آپ اونٹ پر سوار تھے اور اس سے پہلی حدیث میں ہے کہ آپ سرخ اونٹ پر سوار تھے۔ امام ذہبی کی روایت میں بھی۔ علی جبل احمر کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ حضرت بابہ کی ذیل حدیث جو گزشتہ باب کی پہلی حدیث ہے اس میں ہے: "حق اذا زات الشمس امر بالقصور فرحلت له فرکب احمر" اور صحیح بھی یہی ہے کہ آپ اپنی قصیر اونٹ پر سوار تھے حدیث ضبط اور حدیث خالد بن العلاء کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات نے دور سے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ آپ اونٹ پر سوار ہیں فرد یا الحدیث علی ظنہما۔

صاحب کتاب کے شیخ عثمان بن ابی شیبہ نے واسطہ دیکھ اپنے شیخ شیخ عبد المجید (۳۸۴) **قوله قال ابوداؤد الخ** (ابن ابی یزید وہب عقیلی) کی کنیت ابو عمر ذکر نہیں کی۔ ہناد نے ذکر کیا ہے۔ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ اس کو ابن العلاء نے بھی دیکھ سے اسی طرح روایت کیا ہے یعنی اس نے بھی شیخ عبد المجید کو کنیت کے ساتھ ذکر کیا ہے قد اخرج الامام احمد حدیث دیکھ ذکر عبد المجید مع کنیتہ کما قال ہناد۔

۳۸۱

(۲۳۷) باب التَّجِيلُ مِنْ جَمْعٍ

(۳۶۵) حدثنا محمد بن كثير انا سفيان ناسلة بن كهيل عن الحسن الحراني عن ابن عباس قال قد منّا رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة المن دلفة اغليمة بنی عبدالمطلب علی احرار فجعل يلبط اخاذنا و يقول ابيني لا ترموا بالحجرة حتى تطلع الشمس، قال ابوداؤد اللطخ الضرب اللين۔

توضیح اللغة

جمع۔ مزدلفہ کا علم ہے۔ جنت سے ہبوط کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت خوار بہیں جمع ہوئے تھے اس لئے اس کو جمع کہتے ہیں۔ اغلیمة فلزہ کی تفسیر ہے جو غلام کی جمع ہے حرارت حر کی اور حرار کی جمع ہے بمعنی گدھا۔ لبط دت، لبطا باطن کف دست سے مارنا۔ بھکی مارنا۔ اخاذ فحیہ کی جمع ہے بمعنی دان۔ ابینی ابی کی تفسیر ہے جیسے اعمی داعی اور ابی اسم مفرد ہے جو جمع پر دال ہے اور بقول بعض ابن کی جمع ابناہ اور تفرودن کے

ساتھ آتی ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں۔ بنی کی تصغیر ہے جو ابن کی جمع ہے اور مضاف ہے
پس اس کا وزن شریحی ہے۔ ترجمہ۔

محمد بن کثیر نے باخبار سفیان بخاری سلمہ بن کہیل بواسطہ ابن عوف حضرت ابن عباس
سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نبی بنی عبد
المطلب کے کئی لڑکوں کو گدھوں پر سوار کر کے مزدلفہ کی رات میں آگے بھیجا یا تھا۔
آپ ہماری رانوں پر تھکی دیتے اور فرماتے تھے۔ میرے چھوٹے بچو! کنکریاں مت مارنا
جب تک کہ آفتاب نہ نکل آئے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ بطح کے معنی ہیں آہستہ اور
خیر می سے مارنا۔ نشر ہے۔

قول باب الخ۔ فزی الحجۃ کی ذہیں تاریخ کو جب عرفات میں آفتاب غروب ہو جائے
تو وہاں سے مزدلفہ آ کر جبل تزار کے قریب اترے اور وہ رات مزدلفہ ہی میں
گزارے، اس کو وقوف مزدلفہ کہتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ، اصحاب ابی حنیفہ، امام قوری، امام احمد، اسحق بن راہویہ اور ابو ثور کے
نزدیک مزدلفہ میں رات گزارنا کن حج سے نہیں بلکہ واجب ہے اگر کسی نے اس کو بلا عند
ترک کر دیا تو اس پر خون لازم ہوگا، امام ذہری، حضرت قتادہ اور مجاہد بھی اسی کے
قائل ہیں۔ امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے مصاحب ہدایہ نے جو یہ کہا ہے۔ وقال
الشافعی ان رکن یہ موصوف کا سہو ہے کیونکہ کتب شوافع ناظر ہیں کہ وقوف مزدلفہ
آپ کے نزدیک بھی رکن نہیں ہے،

دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ حضرت عطاء سے ایک روایت اور امام آذامی کا قول
ہے کہ ترک وقوف مزدلفہ عذر کی وجہ سے ہو یا بلا عذر ہو بہر دو صورت کوئی شئی واجب
نہیں کیونکہ یہ تو محض ایک منزل ہے چاہے اترے چاہے نہ اترے۔ امام طبری نے حضرت
عبد اللہ بن عمرو سے مرفوعاً ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ انما جمع منزل لیجملین
مگر اس کی سند میں ضعف ہے۔

امام مالک سے مروی ہے کہ مزدلفہ میں اترنا واجب ہے اور وہاں رات گزارنا بھی

ع وقال الرضی فی شرح الکافیۃ فی شرح قول الشاعر زعمت تماردانی اما مست
یسد دابینہما الا صاع غلٹی، دہو عند البصرین جمع ابین دہو تصغیر ابی مقدار علی وزن فعل
کا ضعیفی فشد ذہ عندہم لانہ جمع لمصفر لم یثبت کبرۃ وقال الکوفیون ہو جمع ابین دہو تصغیر
ابن مقدار دہو جمع ابن کا دل فی جمع دہو فہو محمدیم شاذ من وجہین کونہ جمعا لمصفر لم یثبت
کبرۃ دہو فی فعل دہو شاذ کا جیل داز من فی جبل داز من وقال الجوهری شذ ذہ لکونہ جمع
ابین تصغیر ابن بجبل بنوہ ابوہل ثقیلاً ۱۲۱

طرح امام کے ساتھ پھر اس سنت ہے۔ ابن جنبت الشافعی، ابن خزیمہ شافعی، ابن جریر طبری، علقمہ، ابیہیم نخعی، شعبی اور حضرت حسن کے نزدیک وقوف مزدلفہ دکن ہے۔ اس کے بغیر حج نہیں ہو سکتا۔ ابو عبیدہ قاسم بن سلام بھی اسی طرف گئے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فَاِذَا فَعَلْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْرِقِ الْحَرَامِ** اور مشعر الحرام سے مراد وقوف مزدلفہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ آیت میں وقوف کا ذکر نہیں بلکہ **فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْرِقِ الْحَرَامِ** ہے۔ جب سے دعاء تلبیہ، تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر مراد ہے۔ اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بلا ذکر وقوف کرے تو اس کا حج نام ہے معلوم ہوا کہ آیت میں جو ذکر مذکور ہے یہ صلب حج سے نہیں ہے اور جب نفس ذکر صلب حج سے نہ ہوا تو موطن ذکر (یعنی وہ جگہ جس میں اس ذکر کا حکم ہے) بطریق ادنیٰ فرض نہ ہوگا۔

سوال۔ طریق مذکور ہے جس طرح وقوف مزدلفہ کی رکنیت کی نفی ہوتی ہے اسی طرح اس کے وجوب کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔ حالانکہ احناف وغیرہ وجوب کے قائل ہیں۔ جواب۔ وقوف مزدلفہ کا وجوب اعادة یا عادت سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عروہ بن مضفر بن وغیرہ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے جس کو ابھی پہنچا رہے ہیں سن میں، ابن حبان نے صحیح میں اہل حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور ابن حبان، دارقطنی اور حاکم نے پرزور الفاظ میں اس کی تصحیح بھی کی ہے۔

۳۸۳

آب من لم یدرک عرفۃ کے ذیل میں صاحب کتاب کی روایت کے الفاظ یہ ہیں وقال اثبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالموقف یعنی بحجی قلت جئت یا رسول اللہ! من جبل علی اکلت مطیسی و اتعبت نفسی واللہ ما ترک کعب بن لؤی الا وقت علیہ نبل من حج؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک سحابہ الصلوۃ و اتی عرفات قبل ذلک لیسوا دنبار افقدتم حجی وقضی ثقتہ حضرت عروہ بن مضفر کہتے ہیں کہ میں موقف یعنی مزدلفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں طے کے پہاڑوں میں سے چلا آتا ہوں۔ میں نے اپنی اونٹنی کو تھکا مارا اور خود بھی تھک مرا۔ بخدا راہ میں کوئی پہاڑ انہیں چھوڑا جس

عہ قال الحاکم فی المستدرک صحیح علی شرط کافۃ ائمۃ الحدیث و ہوتا عۃ من قواعد الاسلام ولم یخرج الشیخان علی اصہما ان عروہ بن مضفر لم یرد عنہ غیر الشیخی و قد وجدنا عروہ بن الزبیر قد حدث عنہ ثم اخرج عن یوسف بن خالد السہمی شایعاً بن عروہ عن ابیہ عروہ عن عروہ بن مضفر قال جئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ہوا بالموقف و قد قال و قد تابع عروہ بن مضفر بن الصحابة فی روایۃ بذہ السنۃ عبد الرحمن بن سعید و لی ثم اخرجہ من طریق احمد بن حنبل و سکت عنہ ۱۲ نصب الراية ۱۵ فی نسخة الدارۃ السمتی و لعلہ اصوب ۱۲ بخبرہ

پر نہ ٹھہرا ہوں تو کیا میرا حج درست ہو گیا؟ آپ نے فرمایا: جو شخص ہمارے ساتھ اس نماز کو پائے (یعنی مزدلفے میں مغرب اور عشاء ہمارے ساتھ پڑھے)، اور اس سے پہلی رات یادن کو عرفات میں ٹھہر چکا تو اس کا حج پورا ہو گیا وہ اپنا میل تکمیل دور کرے۔
 بن حزم اور اصحاب ظاہر کہتے ہیں کہ جو شخص مزدلفہ میں صبح کی نماز امام کے ساتھ نہ پائے تو اس کا حج باطل ہو جائے مگر بخلاف عورتوں، بچوں اور کمزوروں کے کہ یہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔
 ہمارے یہاں حکم ہے کہ اگر کسی نے صبح کے بعد وقفہ مزدلفہ کو بلا عند ترک کر دیا تو اس پر دم واجب ہو گا اور اگر عذر زحام یا عذر ضعف و غیرہ کی وجہ سے ترک کیا اور مزدلفہ سے جلد ہی لوٹ گیا تو اس پر کوئی شیء واجب نہیں کیونکہ عورتوں اور بچوں کو دان کے ضعف کی بناء پر، پہلے سے معنی میں روانہ کر دینا درست ہے تاکہ وہ ہجوم سے پہلے کنکریاں مانسنے سے فایز ہو جائیں۔

امام محمد صاحب موطاء میں فرماتے ہیں: لا بأس ان يقدم الضعفة یا مرہم دیو کہ علیہم ان الحجۃ الحجۃ حتی تطلع الشمس دہو قول ابی حنیفہ: والعائتہ من فقہائنا اھ: احادیث میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ چنانچہ زیر بحث باب کی پہلی حدیث جس کو بخین نے بھی ردایت کیا ہے اس میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں بھی ان لوگوں میں تھا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعیف جان کر مزدلفہ کی رات میں آگے بھیج دیا تھا (یعنی معنی کی طرف تاکہ ہجوم کے وقت تکلیف نہ ہو) اور زیر بحث حدیث میں فرماتے ہیں کہ شب مزدلفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یعنی بنی عبد المطلب کے کئی لڑکوں کو گدھوں پر سوار کر کے آگے بھیج دیا تھا۔ اس کے علاوہ اس باب میں حضرت عائشہ، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت اسامہ اور حضرت ام حبیبہؓ سے بھی روایات موجود ہیں:-

قولی لا ترسو الحجۃ الخ جمرہ عقبہ کی رمی کا وقت طلوع شمس کے بعد ہے یا اس سے پہلے بھی جائز ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک طلوع فجر سے قبل بلکہ شب کے آخری نصف حصے کے بعد بھی رمی جائز ہے۔ لیکن افضل یہی ہے کہ طلوع فجر کے بعد ہو۔ قال الطیبی جوز ان شافعی رمی الجمرۃ قبل الفجر دان کان الا فضل تاخیرہ عند۔ حضرت عطاء، طاؤس اور امام شعبی بھی طلوع فجر سے قبل جواز رمی کے قائل ہیں۔ امام مالک کے یہاں طلوع فجر کے بعد ہو تو جائز ہے اس سے پہلے جائز نہیں۔

اختلاف کے یہاں رمی جمرہ عقبہ کا مستحب وقت یوم نحر کے طلوع شمس کے بعد ہے اور طلوع شمس

عند الاول وقت الجواز دانا آخرہ فالی غروب الشمس وقال الشافعی یجوز الرمی بعد النصف الاخر من الليل دنی شرح الترمذی کشیفا دانا آخر وقت رمی جمرۃ العقبة فاختلف فیہ دباقی مفسر

سے قبل بھی جائز ہے بشرطیکہ طلوع فجر کے بعد ہو اگر طلوع فجر سے قبل رمی کر لی تو اعادہ ضروری ہوگا۔ امام احمد، احمد بن راہویہ اور جبہد علی، اسی کے قائل ہیں بلکہ احمد بن راہویہ، ابراہیم بن محمد، سفیان ثوری اور ابو ثور کے نزدیک تو طلوع شمس سے قبل رمی جائز ہی نہیں۔ د قال ابن المنذر فی الاشراف لا یجوز الرمی قبل طلوع الفجر بحال اذ ناعله مخالف ماسنہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لائتہ۔

امام شافعی کی دلیل زیر بحث باب کی چوتھی حدیث ہے جو حضرت عائشہ سے مروی ہے اور اس کو صاحب کتاب کے علاوہ حاکم اور حافظ سیفی نے بھی روایت کیا ہے۔ انہا قالت: ارسل البنی صلی اللہ علیہ وسلم بام سلمة لیلة الفجر فرمست البجرة قبل الفجر ثم مضت فانما مضت وکان ذلک ما یم یریم الذی یمون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہی عندہا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کو دوسریں شب میں (یعنی کی طرف) روانہ کیا۔ انہوں نے فجر مومنے سے پہلے کنکریاں مار لیں اور (کہ) جا کر طواف کر آئیں اور یہ دن اتفاق سے وہ دن تھا جبکہ میں آپ ان کے پاس رہا کرتے تھے۔

موضع استدلال لفظاً: فرست البجرة قبل الفجر ہے کہ اس میں قبل الفجر رمی جرہ کی تصریح ہے۔ جواب یہ ہے کہ اول تو ان الفاظ سے قبل از طلوع فجر جواز رمی پر استدلال کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ قبل الفجر سے مراد قبل صلوۃ الفجر ہو۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت ام سلمہ رم کا یہ فعل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا فلا جوتنی فعلمنا۔ تیسرے یہ کہ بعض حضرات نے اس کو عورتوں کے ساتھ مخصوص مانا ہے پس اس سے علی الاطلاق جواز رمی پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔

دوسرا متدل حضرت اسامہ بنت ابی بکرؓ کی روایت ہے۔ یعنی زیر بحث باب کی پانچویں حدیث۔ انہا رمست البجرة قلت انارمنا البجرة بلیل قالت اناکنا لمصنع ہذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جواب یہ ہے کہ "ارمنا البجرة بلیل" کا مطلب یہ ہے کہ رمی طلوع فجر کے بعد ہی ہوئی مگر غرض

بقیہ ص ۳۸۵، کلام الرافعی فخرزم فی شرح الصغیرانہ یمتد الی الزوال قال والمذکور فی النہایہ جزأ استدادہ الی الغروب وحکی وجہین فی استدادہ الی الفجر اصحہما انہ لا یمتد دکنہ اصحہ النودی فی الردفۃ، دنی الحیط اوقات رمی جرہ العقبة ثلثة سدن بعد طلوع الشمس و مباح بعد زوالہا و مکروہ دہر الرمی باللیل ولولم یم حتی دخل اللیل فخلی ان یرمہا فی اللیل ولا شیء علیہ وعن ابی یوسف دہو قول الثوری یرمی فی اللیل علیہ دم ولولم یرم فی یوم النحر حتی اصبح من الغد رما د علیہ دم عند ابی حنیفہ فلا تاہا ۳۲ بذل یحذف۔

میں ہوئی یعنی خوب ہوئے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت کے الفاظ: "نہم من یقدم
سنی الصلوة الفجر منہم یقدم"۔ مذکور اور صحیح بخاری میں حضرت اسماءؓ کی روایت کے الفاظ
نقلت لها: یا مہتاء! ما ارانا الا قد غلنا اھ۔ اسی پر دل ہیں۔

احناف کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی زیر بحث حدیث ہے جس کو امام ترمذی کے
علاوہ اصحاب سنن اور ابن حبان اور امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔ "لا ترموا الحجرة حتی
تطلع الشمس"۔ اسی طرح زیر بحث حدیث کے بعد دالی حدیث ہے جس کو صاحب کتاب
کے علاوہ امام مسلم، ترمذی اور دائی نے بھی روایت کیا ہے۔ "قال کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یقدم ضحفة اہل بغلس دیارہم لایرون الحجرة حتی تطلع الشمس"۔ نیز امام طحاوی
نے شرح آثار میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ "ان البنی ہلی اللہ علیہ وسلم
کان یأمرنا۔ وثقلہ صبیحة مع ان یضیوا مع ادل الفجر یسود د لایرموا الحجرة الا مصبحین"۔

ان روایات میں تصریح ہے کہ جن لوگوں کو خوف از دہام کی وجہ سے پیچھے ہی چل پڑنے کی
اجازت ہے آپ ان کو بھی تاکید فرماتے تھے کہ طلوع آفتاب سے پہلے رمی نہ کرنا تو جن لوگوں
کے لئے یہ رخصت نہیں ہے ان کے لئے طلوع آفتاب سے پہلے رمی کرنا بطریق ادلی جائز نہ ہوگا۔
صرف طلوع کے معنی بیان کر رہے ہیں کہ طلوع کے معنی انضرب اللین
قوله قال ابوداؤد والنخ (۳۸۵)
یعنی نرمی سے مارنا اور تھکنا ہیں۔ قال الجہری: طلوع انضرب
الین علی الظہر یلین الکف: یعنی طلوع کے معنی پیچھے پر نرمی کے ساتھ باطن کف و دست سے مارنا ہیں۔

باب الا شہر الحرام (۲۳۸)

(۳۶۶) حد ثنا محمد بن یحییٰ بن فیاض نا عبد الوہاب نا ایوب السختیا فی
عن محمد بن سیرین عن ابن ابی بکرۃ عن ابی بکرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بمعناہ قال ابوداؤد وسماءہ ابن عون فقال عن عبد الرحمن بن ابی بکرۃ فی ہذا
الحديث۔

عہ قال ابن الزکامی دلیس فی حدیث اسماء تنصیص انہا رمت قبل الفجر لان ما بعد الفجر یسمی ایضاً
غسلان انہا رمت عنہ۔ ذلک داخرت الصلوة قلیلاً فعلت فی منزلیہا و لوفض فی ہذا الحدیث
انہا رمت قبل الفجر لم یدل علی الجواز بعد نصف السیل فمن این للبقی فی ہذا التقید حیث یقول
باب من اجازہا بعد نصف السیل ۱۲ الجہری السقی۔

ترجمہ

محمد بن یحییٰ بن فیاض نے بند عبد الوہاب بخاری سے روایت کی یوں سختیانی بطریق محمد بن سیرین
برداشت ابن ابی بکرہ بواسطہ ابوبکرہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے ہم معنی روایت
کیا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابن عون نے ان کا نام ذکر کرتے ہوئے عن عبد الرحمن
بن ابی بکرہ کہا ہے:- **تشیخ**

قول باب الحجۃ عبد المصلیٰ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک عرب کا یہ دستور
تھا کہ وہ اشہر حرم یعنی ذوالقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب ان چار مہینوں کی نہایت تعظیم
کرتے تھے اور ان میں جنگ و جدال مار دھنا سب موقوف ہو جاتی تھی۔ امن عام ہو جاتا تھا
اور کوئی شخص اپنے دشمن کو بھی نہ چھیڑتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بدعت بھی جاری
تھی کہ وہ لوگ مہینوں میں تغیر و تبدل کرتے رہتے اور اپنی خواہش کے موافق ان کو ان کے
اصلی مقام سے بدل دیتے تھے۔ یعنی جب ان کو کسی سے لڑنے بھڑنے کی ضرورت آتی تو ان
میں سے ایک مہینے کو ہٹا دیتے۔ مثلاً محرم کو صفر کے بعد اور رجب کو شعبان کے بعد ڈال دیتے
کبھی رجب کو شعبان کہتے اور کبھی شعبان کو رجب کر دیتے تھے اور بادوجود کہ ان مہینوں میں
لڑنا منع تھا۔ محرم کو صفر قرار دے کر لڑتے بھڑتے تھے۔ اس تغیر و تبدل کے نتیجے میں کوئی سال بارہ
ماہ کا ہوتا تھا کوئی تیرہ ماہ کا۔ اور فریضہ حج اپنے اصلی وقت سے ہٹ کر کسی سال کسی ماہ میں
ہوتا تھا اور کسی سال کسی ماہ میں۔ غرضیکہ صحیح حساب ان کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔ یہاں تک
کہ جوتے جوتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حج ٹھیک اشہر حج یعنی ذی الحجہ میں واقع ہوا تو آپ نے
فوس تاریخ کو عود میں خطبہ دیا اور فرمایا: ان الزمان قد استدار کھیتہ یوم طلق اللہ سموات و
الارض السنۃ انتی عشر شہرا منها اربعۃ حرم ثلاث متوالیات ذوالقعدہ ذوالحجہ و
المحرم ورجب مفر الذی بین جمادی و شعبان:

بیشک زمانہ پلٹ کر دیا ہی ہو گیا جیسا کہ اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان
کو پیدا کیا۔ سال بارہ مہینے کا ہے جن میں سے چار اشہر حرم ہیں یعنی ذی القعدہ، ذی الحجہ
اور محرم یہ تینوں پے درپے ہیں اور ایک رجب مفر جو جمادی الآخرہ اور شعبان کے درمیان
ہے۔ اس میں آپ نے رجب کو مفر کی طرف اس لئے منسوب کیا کہ مفر کے لوگ اس کی بہت
زیادہ تعظیم اور محافظت کرتے تھے۔

قولہ قال ابو داؤد (۳۸۶) زیر بحث حدیث کی یوں سختیانی نے محمد بن سیرین کو روایت
کرتے ہوئے ان کے شیخ کو ابن ابی بکرہ سے تعبیر کیا ہے،
نام ذکر نہیں کیا۔ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ محمد بن سیرین کے دوسرے شاگرد عبد اللہ
بن عون نے ان کا نام عبد الرحمن بن ابی بکرہ ذکر کیا ہے۔ حدیث ابن عون کی

تخریج ام بخاری نے کتاب العلم میں عن مسدد عن بشر بن المفضل عن ابن عون عن محمد بن سیرین عن عبد الرحمن بن ابی بکرۃ اور امام مسلم نے دیات میں بطریق حماد بن مسدد عن ابن عون کی ہے قالہ المزنی فی الاطراف :-

(۲۳۹) بَابُ مَنْ لَمْ يُدْرِكْ عَرَفَةَ

(۳۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَا سَفْيَانُ حَدَّثَنِي بَكِيرُ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْعَرٍ الدَّيْلِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بَعْرُفَةُ فِجَاءِ نَاسٍ أَوْ نَفَرٍ مِنْ أَهْلِ بَحْدِ فَامِرٍ وَأَسْرَجَلًا فَنَادَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ الْحَجُّ فَامِرٌ سَرَجَلًا فَنَادَى الْحَجُّ الْحَجُّ يَوْمَ عَرَفَةَ وَمَنْ جَاءَ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ فَتَمَّ حُجَّتَهُ أَيْامَ مَنَى ثَلَاثَةً فَهِنَّ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا أَثَمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا أَثَمَ عَلَيْهِ قَالَ ثُمَّ أَسْرَفَ رَجُلًا خَلْفَهُ فَجَعَلَ يَنَادِي بِذَلِكَ قَالَ ابُودَاوُدَ وَكَذَلِكَ رَأَى أَهْلَ مَهْرَانَ عَنْ سَفْيَانَ قَالَ الْحَجُّ الْحَجُّ مَرَّتَيْنِ وَسَرَّاهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ سَفْيَانَ قَالَ الْحَجُّ مَرَّةً -

۳۸۸

ترجمہ

محمد بن کثیر نے بسند سفیان بن عقیل بن عطاء بن بکیر بن عطاء بن عبد الرحمن بن زیعری الدیالی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جبکہ آپ عرفات میں تھے تو چند نجدی آدمی آئے اور انھوں نے ایک شخص کو حکم کیا جس نے پکار کر کہا: یا رسول اللہ حج کیونکر ہے؟ آپ نے بھی ایک آدمی کو حکم کیا جس نے پکار کر کہا: حج عرفہ کے دن ہے جو شخص دسویں شب کو فجر کی نماز سے پہلے وہاں آجائے گا اس کا حج پورا ہو جائے گا۔ اور سہی میں رہنے کے تین دن ہیں جس میں کو حج کرنے میں جلدی کی دو دن کے اندر تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے تاخیر کی اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ پھر آپ نے ایک شخص کو اپنے پیچھے بٹھالیا اور وہ بھی پکارا تا چلا گیا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو مہران نے سفیان سے روایت کرتے ہوئے الحج الحج دو مرتبہ کہا ہے اور یحییٰ بن سعید القطان نے سفیان سے الحج صرف ایک مرتبہ ذکر کیا ہے۔ فقہر حج قولی باب الحج۔ افعال حج وقوف عرفہ، احرام، طواف زیارت۔ سعی بین الصفا والمردہ، اور طعن راس میں سے وقوف عرفہ عظیم ترین رکن ہے جیسا کہ زیر بحث حدیث میں ہے۔ الحج الحج یوم عرفہ حج عرفہ کے دن ہے۔ اس کی صحت کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ سرزمین عرفات میں ہو۔ دوم یہ کہ اسکے وقت میں ہو۔

وہاں کھڑا ہونا اور نیت کرنا۔ وقت عرذ کے لئے شرط ہے اور نہ واجب، یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے بیٹھے یا راہ چلتے یا بھاگتے یا دیوں کو تماشہ کرتے یا سوتے ہوئے وقت کر لیا تب بھی صحیح ہے اس واسطے کہ فریضہ وقت صرف وہاں موجود ہونا ہے اور بس۔

جہور کے نزدیک وقت عرذ کا سنون وقت یوم عرذ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کے زوال سے لے کر دسویں تاریخ کے طلوع فجر تک ہے۔ اس کے درمیان اگر ایک ساعت بھی عرفا میں ٹھہر گیا تو اس کا حج صحیح ہے۔

حضرت جابر کی طویل حدیث میں ہے کہ آپ نے عرفات میں زوال کے بعد وقت کیا۔ اور زیر بحث حدیث جس کو صاحب کتاب کے علاوہ امام ترمذی، نسائی، احمد، ابوداؤد، طحاوی، دارقطنی، بزار، ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں ہے: من جاء ليلة جمع قبل صلاة الصبح دوني رواية قبل طلوع الفجر، فقد ادرک الحج: پس آپ کا فعل وقت عرذ کے ادرک کا بیان ہے اور آپ کا ارشاد اس کے آخری وقت کا بیان ہے امام احمد کے نزدیک وقت عرذ کا زوال کے بعد ہونا متعین نہیں بلکہ نویں تاریخ کی طلوع فجر سے دسویں تاریخ کی طلوع فجر کے درمیان جس وقت بھی وقت ہو جائے صحیح ہے کیونکہ زیر بحث حدیث کے بعد والی حدیث جو حضرت عروہ بن مضر سے مروی ہے اس میں ہے: من ادرک معاذہ الصلوة والی عرفات قبل ذلك ليلة اذ نہاراً فقدم حجر وجر استدلال یہ ہے کہ اس میں لیلۃ اذ نہاراً مطلق ہے۔ لہذا وقت ابعد الزوال کیساتھ خاص نہ ہوگا۔

جہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ نہار سے مراد ابعد الزوال ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادر آپ کے بعد خلفاء راشدین نے وقت زوال کے بعد ہی کیا ہے۔ وقت قبل از زوال ان حضرات میں سے کسی سے بھی منقول نہیں۔ نہ کہ انہم جعلوا ہذا الفعل مقید الذلک المطلق۔

اصحاب امام مالک کے نزدیک وقت عرذ کے حق میں دن رات کے تابع ہے تو جو شخص غروب آفتاب تک وقت نہ کرے اس کا حج فوت ہو جائے گا اور آئندہ سال اسکی قضاء واجب ہوگی۔ حضرت حسن بکری نے کہا کہ اس کا حج تو ہو جائیگا لیکن ہدی واجب ہوگی۔

وقال اکثر الفقہاء من صدر یوم عرذ قبل غروب الشمس فخلیہ دم و حجتا تہ کذلک قال عطاء وسفیان الثوری و ابو حنیفہ و اصحابہ و یقول الشافعی و احمد بن حنبل و قال مالک الشافعی فمن دفع من عرذ قبل غروب الشمس ثم رجع الیہا قبل طلوع الفجر فلا شیء علیہ و قال ابو حنیفہ و اصحابہ اذا رجع بعد غروب الشمس وقف لم یسقط عنه الیم۔ ذکرہ المحطابی ۱۲ عن المعبد۔

قول میں ایام منی ثلثہ الخ۔ آیت: "ذاؤ کردا اللہ فی ایام محدودات" میں ایام محدودات اور آیت: "ذیکروا اسم اللہ فی ایام معلومات" میں ایام معلومات اور زیر بحث حدیث کے الفاظ: "ایام منی ثلثہ" میں ایام منی اسی طرح ایام تشریق اور ایام رمی جہاد سے مراد ذی الحجہ کے تین دن یعنی دسویں کے بعد گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخیں ہیں۔ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء، مجاہد اور حضرت قتادہ کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ ایام محدودات سے مراد یوم نحر اور اس کے بعد والے دو دن ہیں۔ امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے بعض حضرات کے نزدیک ایام معلومات سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں یعنی یکم ذی الحجہ سے دسویں تاریخ تک۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ ایام معلومات سے مراد یوم نحر اور اس کے بعد والے دو دن ہیں اور ایام محدودات سے مراد ایام تشریق اور ایام محدودات اور ایام منی میں ذکر سے مراد جامع علماء رمی جہاد کے وقت تکبیر بتنا ہے کہ ان ایام میں ہر دن زوال کے بعد اکیس کنکریاں یعنی ہر حجرہ پر سات سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری پر تکبیر کہے فقہ دود فی الصحیح ان ابنی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیرات کل حصۃ۔ نیز ان ایام میں ہر نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا بھی صحیح علیہ ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ تکبیر کس وقت سے شروع کی جائے؟ چنانچہ اس کی بابت چند اقوال ہیں۔

۳۹۰

(۱) یوم نحر کی صلوٰۃ فجر سے آخر ایام تشریق کی صلوٰۃ فجر تک۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ امام شافعی کا بھی صحیح قول یہی ہے۔ اس قول پر تکبیرات تشریق پندرہ نمازوں میں ہوں گی۔

(۲) بلکہ النحر کی صلوٰۃ مغرب سے آخر ایام تشریق کی صلوٰۃ فجر تک۔ یہ امام شافعی کا دوسرا قول ہے اس کے مطابق تکبیرات اٹھارہ نمازوں میں ہوں گی۔

(۳) یوم عرہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی فجر سے ۱۳ ذی الحجہ کی نماز عصر تک۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، کحول، سفیان ثوری، ابن عیینہ، ابو ثور، صاجین اور امام شافعی کا تیسرا قول ہے۔ اس پر تکبیرات ۲۳ نمازوں میں ہوں گی۔

(۴) یوم عرہ کی فجر سے یوم نحر کی عصر تک۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت اور امام ابو حنیفہ کا قول ہے جو حضرت حنن بصری سے بھی منقول ہے۔ اس قول پر تکبیرات صرف اٹھ نمازوں میں ہوں گی۔

(۵) امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر محرم نہ ہو تو نویں کی فجر سے ۱۳ کی عصر تک ۲۳ نمازوں کے بعد تکبیر کہے اور اگر محرم ہو تو دسویں کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک سترہ نمازوں کے بعد تکبیر کہے۔

محمد بن کثیر نے زیر بحث حدیث کو سفیان ثوری سے روایت کرتے ہوئے بتکریر لفظ الحج بول کہا ہے: "الحج الحج یوم عرفة" صاحب کتاب کہتے ہیں کہ شیخ مہران نے بھی سفیان ثوری سے اسی طرح روایت کیا ہے بخلاف یحییٰ بن سعید القطانی کے کہ انھوں نے بھی اس کو سفیان ثوری ہی سے روایت کیا ہے جس کا تخریج امام ترمذی اور امام نائی نے کی ہے لیکن ان کی روایت میں لفظ الحج گھر نہیں صرف ایک مرتبہ مذکور ہے۔ پھر شیخ مہران سے مراد غالباً ابو عبد اللہ مہران بن ابی عمر الطار الرازی ہیں جن کے متعلق حافظ نے تقریب میں کہا ہے۔ "حدوث لہ اداہم سبکی الحفظ"۔ شیخ بذل میں فرماتے ہیں کہ میرے پاس جو کتب حدیث موجود ہیں میں نے ان میں اس کی روایت نہیں پائی البتہ حافظ بیہقی نے بردایت عبد الرحمن بن بشر عن سفیان بن عیینہ عن الثوری بلفظ: الحج عرفات الحج عرفات اور دارقطنی نے بردایت ابو احمد الزبیری عن سفیان بلفظ: الحج عرفة الحج عرفة روایت کیا ہے۔

(۲۴۰) باب ای یوم یخطب مبنی

۳۹۱

(۳۶۸) حدثنا محمد بن بشارنا ابو عاصم ناسریعة بن عبد الرحمن بن حصین حدثنا جلدی سراء بنت نہان وكانت مربة بیت فی الجاهلیة قالت خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الروس فقال ای یوم هذا قلنا اللہ ورسولہ اعلم قال الیس اوسط ایام التشریق، قال ابو داؤد وكذلك قال عم ابی حرة الواقشی انہ خطب اوسط ایام التشریق۔

ترجمہ

محمد بن بشار نے بند ابو عاصم محمد بن ربیع بن عبد الرحمن بن حصین روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میری دادی سراء بنت نہان نے جو زمانہ جاہلیت میں ایک گھر والی تھی جس میں بت رہا کرتے تھے، بیان کیا ہے کہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الروس (یعنی قربانی کے دوسرے دن، خطبہ سنایا پھر فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایام تشریق کا درمیانی دن نہیں ہے؟ ابو داؤد کہتے ہیں کہ عم ابی حرة واقشی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے کہ آپ نے اوسط ایام تشریق میں خطبہ سنایا۔۔۔ تشریح

قولی باب الحج۔ ایام حج میں کتنے خطبے ہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ اخاف دموالک

یہاں تین خطبے ہیں۔ ایک ساتویں تاریخ کو مکہ میں دوسرا انیس کو عرفات میں تیسرا گیارہویں کو منیٰ میں جن کی قدرے تشریح باب الخطبہ بعرفۃ کے ذیل میں گذر چکی۔ امام شافعی کے یہاں گیارہویں کے بجائے بارہویں تاریخ کو ہے۔ اور یوم نحر یعنی دسویں تاریخ کو ایک خطبہ اور ہے کیونکہ باب کی پہلی حدیث اور زیر بحث حدیث میں ہے کہ آپ نے اوسطاً ایام تشرین یعنی بارہویں تاریخ میں خطبہ دیا، نیز باب من قال خطب یوم النحر کے ذیل میں حضرت ہر اس بن زیاد باہلی کی حدیث ہے۔ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الناس علی ناقۃ العضاہ یوم الاضحیٰ یعنی ایک میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا آپ منیٰ میں عید الاضحیٰ کے دن اپنی عضاہ اور نخی پر سوار تھے اور لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔

احناف دموالک کے نزدیک یہ خطبہ خطبات حج و شعار حج سے نہیں بلکہ یہ بطریق نیا اور اقبل و صلیا عامہ ہے کیونکہ اس میں اعمال حج و متعلقات حج میں سے کوئی چیز نہ گذر نہیں بلکہ صرف سوال و جواب اور تعلیم و تعلم ہے۔ قال ابن القصار انما فعل ذلک من اجل تبلیغ ما ذکر کثرۃ الجمع الذی اجتمع من افاضی الدنیا فعلن الذی رواہ ابن الخطب: پس اس کو خطبہ کے ساتھ موسوم کرنا لغوی سنی کے لحاظ سے ہے کہ آپ نے بعض سال میں سے خطاب فرمایا۔

قوله قال ابوداؤد الخ (۳۸۸) مفقود بالکل واضح ہے کہ ابو حرہ رتاشی کے چچا سے بھی اسی طرح روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہویں تاریخ کو خطبہ دیا جس کی تخریج امام احمد نے اپنے منہ میں مفصل طریق پر کی ہے۔

باب القصر لاهل مکة (۲۷۱)

(۳۸۸) حدثنا النقیل نا زہیر نا ابواسحق حدثنی حارثہ بن وہب نا خراشی وکانت امۃ تحت عمر فولدت عبید اللہ بن عمر قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنی والناس اکثر ما کانوا فصلی بنا رکعتین فی حجۃ الوداع، قال ابوداؤد حارثہ من خراشۃ ودارہم بمکۃ حارثہ

محکم دکتب مولانا محمد کبھی المرحوم من تقریر غفرہ ان الردایات فی خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ مختلفہ واظہار خطبہ یا اہل خطب من اسالیح الی انقضاء النک حبیباً و لا ھیرنیہ و ہوا الظاہر من حالہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ کان ینذکر ہم کل صین لا یساوہم یومئذ اھوج ما کانوا الی الذکر الذی الخطبہ و اکثرنا کانوا یوماً فلما بینی ان ترجع ردایات الخطب الی ان خطب ثلثۃ ادر لبتہ واما ما ذہب الیہ علما منا رحمہم اللہ تعالیٰ من ان الامام یخطب سالیح ذی الحجۃ ثم الناس ثم الحادی عشر فانما قصدوا التیسیم علی الناس لان فی اجتماعہم کل یوم دہم یکونون مستقیم یصلحون اکثرہم حرجا بہم و لیس یریدون ان انزبا علی ملک الخطب ممنوعۃ ادر بدعتہ واللہ اعلم ۲۸۱

بن وہب اخو عبید اللہ بن عمر لامہ -

ترجمہ

نفیلی نے بن زہیر باسناد ابواسحق بخبرنا حارث بن وہب خزاعی سے روایت کیا ہے کہ ان کی ماں حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں ان سے حضرت عبید اللہ بن عمر پیدا ہوئے۔ حضرت حارث کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں نماز پڑھی اور لوگ بہت زیادہ تھے تو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دو رکعتیں پڑھائیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ حضرت حارث خزاعی ہیں اور ان کا گھر مکہ ہی میں تھا یہ عبید اللہ بن عمر کے ماں شریک بھائی ہیں۔ تشریح قول صاحب النہی۔ ایام حج میں اہل مکہ اور اہل منیٰ کے لئے قصر جائز ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ یہاں قصر نماز لاجل السفر ہے یا لاجل النک؟ امام مالک نے ثانی کو اختیار کیا ہے اور احناف دشوائے اول کو۔ پس امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام اور اس کے ساتھ جو لوگ مسافر ہوں وہ قصر کریں اور اہل مکہ و اہل منیٰ قصر کریں بلکہ وہ اپنی نماز پوری کریں۔ کیونکہ قصر نماز لاجل السفر ہے اور یہ لوگ مسافر نہیں ہیں لہذا ان کے لئے قصر جائز نہ ہوگا۔ سفیان ثوری اور امام احمد اسی طرف گئے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت عطاء مجاہد اور امام زہری سے بھی یہی مروی ہے۔

۳۹۳

نیز حضرت عمرؓ کو لوگوں کو نماز پڑھاتے اور قصر کرتے پھر سلام کے بعد لوگوں سے کہہ دیتے اتموا یا اہل مکہ خانہ قوم سفر! امام مالک، امام ازاعی اور اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ جب امام قصر کرے تو اس کے ساتھ مقتدی بھی قصر کریں اس سلسلہ میں اہل مکہ اور اہل منیٰ سب برابر ہیں۔ امام مالک کی دلیل حضرت حارث بن وہب خزاعی کی زیر بحث حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حجۃ الوداع میں دو رکعتیں پڑھائیں معلوم ہوا کہ جو شخص موسم حج میں منیٰ میں ہو وہ مسافر امام کے ساتھ قصر کرے گا اگرچہ وہ خود مقیم ہو۔ جواب یہ ہے کہ اول تو اس حدیث میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت حارث نے دو رکعتیں پڑھیں اس سے زیادہ نہیں پڑھیں بلکہ ممکن ہے کہ آپ نے دو رکعتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پڑھیں۔

عہ قال الخفافی یس فی قولہ صلی بنا رکعتین دلیل علی ان الکی یقصر الصلوة بمنی لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان مسافرا بمنی فصلی صلوۃ الافر ولعلہ لوسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ لامرہ بالاناکا و قد یرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان بعض الامور فی بعض المواقف انتقار اعلیٰ ما تقدم من البیان اسان فی خصوص ما فی مثل ہذا الاسرائیلی بن الحسن العلم انما ہر العالم ۱۲ حون۔

علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی ہوں اور بعد کی دو رکعتیں آپ کے سلام کے بعد پوری کی ہوں۔
دوسرے یہ کہ اس موقع پر حضرت عارثہ کا مکہ یا مثنیٰ میں مقیم ہونا ثابت نہیں۔ تیسرے یہ کہ ممکن ہے کہ
فصلی بنا۔ سے مراد فصلی بالناس ہو اور الناس سے مراد وہ لوگ ہوں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ ہمسفر تھے اور حضرت عارثہ ان میں سے نہ ہوں۔

(تنبیہ) زیر بحث باب سے پہلے باب یعنی "باب الصلوۃ بمثنیٰ" کے ذیل میں عبد الرحمن بن یزید
کی روایت ہے قال صلی عثمان بنی ارباعاً قال عبد اللہ صلیت مع ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین د
مع ابی بکر رکعتین د مع عمر رکعتین زاد عن حفص د مع عثمان صدر اثنی عشر ثم اتھما زاد من ہنہا
عن ابی سعادیۃ ثم تفرقت بکم الطرق فلدوت ان لی من اربع رکعات رکعتین متقبلتین قال
الاعش فحدثنی سعادیۃ بن قرۃ عن اشیاخہ ان عبد اللہ صلی ارباعاً قال نقیل لرجل علی عثمان
ثم صلیت ارباعاً قال الخلفاء شرہ ترجمہ

عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے مثنیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں تو حضرت عبد
بن مسعود نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، اور عمر کے ساتھ اور شروع خلافت
میں تمہارے ساتھ بھی دو ہی رکعتیں پڑھیں۔ پھر عثمان پوری پڑھنے لگے۔ ابو سعادیہ سے مسدود کی
روایت میں یہ لاء ہے کہ پھر تمہاری رائیں مختلف ہو گئیں اور مجھے دو رکعتیں جو قبول ہو جائیں
چار سے بہتر معلوم ہوتی ہیں۔

اعش کہتے ہیں کہ مجھ سے سعادیہ بن قرۃ نے اپنے مشائخ کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ ایک بار
عبد اللہ بن مسعود نے بھی چار رکعتیں پڑھیں اس پر لوگوں نے کہا: آپ نے تو حضرت عثمان پر چار
پڑھنے کا طعن کیا تھا اب آپ خود پڑھنے لگے؟ انھوں نے کہا: مجھے اختلاف برا معلوم ہوتا ہے۔
اسی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان نے شروع خلافت میں مثنیٰ میں دو رکعتیں پڑھتے تھے اس کے
بعد چار رکعتیں پڑھنے لگے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آپ نے اب کیوں کیا؟ اس کی بابت علماء سے
مختلف تاویلیں منقول ہیں چنانچہ صاحب کتاب نے چار تاویلیں ذکر کی ہیں۔

۱) عن الزہری ان عثمان انما صلی بمثنیٰ ارباعاً لانہ اجمع علی الاقامۃ بعد الحج۔ امام زہری کو روایت
ہے کہ حضرت عثمان نے مثنیٰ میں چار رکعتیں اس لئے پڑھیں کہ آپ نے حج کے بعد اقامت کی
نیت کر لی تھی۔ اس پر حافظ ابن حجر نے یہ اقراءن کیا ہے کہ ہاجرین کیلئے مکہ میں اقامت کرنا حرام ہے

عن ای فلتتیت وغرہ بہذا الکلام الترمذی علی عثمان انی وہوت ان عثمان صلی رکعتین بل
الارباع کما کان ابی صلی اللہ علیہ وسلم و صاحبہ یفعلونہ و فیہ کراہۃ مخالفتہ لاکانوا علیہ وقال
الدوادنی خشی ابن مسعود ان لا یجزی الاربع فاعلموا وسیع عثمان کراہۃ لمخلانہ و اخرہا یعتقدہ وقال غیرہ
یرید انہ وصلی ارباعاً فلتیہا قبل کما یقبل اربعۃ ان ذیل سخاہ انا انہ متابعۃ لعثمان وایت اللہ
قبل مثنیٰ رکعتین من الاربع ۱۲ فتح دعون

جیسا کہ حدیث علامہ ابن کثیر سے ثابت ہے۔ مگر یہ اعتراض غلط ہے۔ اس واسطے کہ
 مہاجرین نے مکہ میں کچھ دن قیامت کرینا ممنوع نہیں بلکہ ہجرت ممنوع و حرام ہے، مکہ کو وطن بنالینا ہے ورنہ
 ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں پندرہ شب قیام کرنا اسی
 طرح حضرت عبداللہ بن عباس کا خائف میں امیر مکر مقیم ہونا اور وہیں وفات پانا ثابت ہے
 (۲) عن ابراہیم قال ان عثمان صلی اللہ علیہ وسلم لا اتخذ دوطناً۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت
 عثمان نے چار رکعتیں اس لئے پڑھیں کہ آپ نے منیٰ کو دینہ بید تامل مثل، وطن بنالیا تھا
 حافظ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ
 سفر کرتے تھے اس کے باوجود آپ قصر کرتے تھے۔ مگر یہ اعتراض بھی غلط ہے اس واسطے کہ
 تامل میں اور محالیت سفر بیوی کے ساتھ ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہ صرح
 الحنفیۃ بان الوطن الاصلی ہو وطن ولادۃ و تاملہ او توطئہ (کذا فی الدر المنثور)

(۳) عن الزہری قال لما اتخذ عثمان الاموال بالطائف دارا وان یقیم بہا صلی اللہ علیہ وسلم
 ثمنا فذہب الائمۃ بعدہ۔ امام زہری کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان نے طائف میں اپنی جائیں
 مقرر کیں اور قیامت کا قصد کیا تو انھوں نے چار رکعتیں پڑھیں پھر لوگوں نے بھی اسکو اختیار کر لیا
 (۴) عن الزہری ان عثمان بن عفان اتم الصلوۃ بمنی من اجل الاعراب لانہم کثروا عامۃ
 فضلی اناس اور ہا بعلہم ان الصلوۃ اربع۔ امام زہری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں
 ۳۹۵ نماز سے بڑی پوری پڑھی کہ اس سال بدوی لوگ بہت آئے تھے پس آپ نے چار رکعات
 پڑھائیں تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اصل چار رکعتیں ہیں۔ مگر یہ وجہ بطور انفراد بعید
 عن المعاد ہے اس واسطے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگ
 اس سے کہیں زیادہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ سے زائد کا جمع تھا۔ اگر لوگوں کی کثرت اور ان
 کا اجتماع اتمام صلوۃ کا سبب ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ سخت تھے لاندہ
 فی بدر الاسلام غافل و غافل ہونا کالاشد۔ پس صرف اتنی بات کہ اتمام صلوۃ کا سبب کہنا کہ اس سال
 بدوی لوگ زیادہ تھے مناسب نہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ اتمام صلوۃ کا سبب تو تامل ہی تھا،
 مگر اس کے ساتھ ساتھ تعلیم اعراب بھی مقصود تھی۔

پانچویں وجہ حافظ ابن حجر نے ذکر کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کے اتمام صلوۃ کا سبب یوں
 منقول کیا ہے کہ آپ قصر کو اس شخص کے ساتھ مخفی خیال کرتے تھے جو شخص دس ادرار و رواں
 دواں ہوا اور جو شخص اثناء سفر میں کسی جگہ ٹھہر جائے تو اس کا حکم مقیم کا سا ہے کہ وہ پوری نماز پڑھ لے

عہ ما حدیث العلامة ابن کثیر فیہ انہ لم یلزمہ او کیون محمول علی عدم الادویۃ لا التحریج اعلی
 ولا سلطان۔ قال النووی صحیحہ الحدیث ان الذین ہاجر و اہجر علیہ استلزام مکۃ و علی حیاض انہ
 قول الجہول قال اجازہم حاتم بنی بعد الفتح محملاً بذل القول علی الزمن الذی کان الحجۃ المذکورۃ واجبۃ فیہ ۱۲

لیکن یہ وجہ بالکل غلط ہے اس واسطے کہ حضرت عثمان نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے سفر حج اور سفر غزوات میں بار بار دیکھا ہے کہ آپ اثناء سفر میں ٹھہرتے اور اتمام نہیں کرتے تھے چنانچہ آپ نے غزوہ فح اور حجة الوداع کے موقع پر کہ میں اقامت کی اور اتمام نہیں کیا بلکہ قصر ہی کیا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عثمان آپ کو اس پر مواظبت کرتے ہوئے دیکھیں اور پھر اس کے خلاف کریں۔ علاوہ ازیں اس وجہ پر بھی لازم آتا ہے کہ اگر کوئی شخص شب گزاری کے لئے کسی منزل میں اتر جائے تو وہ بھی پری نماز پڑھے کیونکہ اس وقت وہ سائر نہیں ہے وہو کائنات۔

۲۸۹ قولہ قال ابوداؤد الخ
ای عبارت نوحہ احمدیہ وغیرہ ہندی مطبوعہ نسخوں کے حاشیہ پر ہے۔ قول
بہر بھی انہوں نے منیٰ میں دو کشتیں پر بعض معلوم بھاکہ منیٰ میں سا فرامام کے ساتھ مقیم بھی قصر ہی کرے گا۔ اس کے جوابات ہم تقریر باب کے ذیل میں عرض کر چکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت حارثہ بن دہب کی والدہ ام کلثوم بنت جریول خزاعیہ اپنے پہلے شوہر دہب خزاعی کے بعد حضرت عمرؓ کے نکاح میں آگئی تھیں جن کے بطن سے حضرت عبید اللہ بن عمر پیدا ہوئے۔ پس حضرت عبید اللہ حضرت حارثہ بن دہب کے ماں شریک بھائی ہیں۔

باب فی رمی الجمار (۲۳۲)

۳۹۶

(۳۷۰) حدثنا مسدد بن عبد الواحد بن زياد نا الحجاج عن الزهري عن عمارة بنت عبد الرحمن عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رمى احدكم جمره العقبة فقد حل له كل شيء الا النساء قال ابوداؤد هذا حديث ضعيف الحجاج لم يرو الزهري ولم يسمع منه۔

ترجمہ

مسدد نے ابن عبد الواحد بن زیاد و تجدید حجاج بردایت زہری بواسطہ عمارہ بنت عبد الرحمن حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جمرہ العقبة کے لئے تو اس کے لئے سب چیزیں درست ہو جائیں گی سوائے عورتوں کے۔

۱۱ وقال ابن بطال ابو الجهم في ذلك ان عثمان وعائشة كانا يريان ان النبي صلى الله عليه وسلم انما قصر لانه اخذ بالسير في ذلك على انه فاخذ لانهما بالثناء وبذا رجح جماعة آخرهم القرطبي قلت وبذا القول البين يوافق مذهب الامام الشافعي ۱۲ بطل۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ حجاج نے نہ ہری کہ دیکھا ہے اور ان سے کچھ نسخہ ہے۔ تشریح

قول میں باب النحر۔ اس باب میں رمی جمار کا بیان ہے۔ رمی جمار کی بابت چند چیزیں قابلِ لحاظ ہیں۔ اول یہ کہ اس کی لفظی حیثیت کیا ہے؟ دوم یہ کہ اس کی شرعی حیثیت یعنی اس کا حکم کیا ہے؟ سوم یہ کہ جو کنکریاں ماری جاتی ہیں ان کی کل تعداد کیا ہے؟ چہارم یہ کہ ان کی مقدار کتنی ہونی چاہیے؟ پنجم یہ کہ رمی جمار کا وقت کیا ہے؟ ششم یہ کہ اس کا طریقہ کیا ہے؟ ہفتم یہ کہ رمی کس حالت میں ہونی چاہئے؟ ہشتم یہ کہ رمی جمار کے بعد محرم کے لئے کون کون سی چیزیں حلال ہو جاتی ہیں؟

امراؤد کی توضیح یہ ہے کہ جمارِ حجرہ کی جمع ہے چھوٹی چھوٹی پتھروں کو کہتے ہیں۔ یہ حجرے مشتق سے یقال جمر دمن، نجر۔ علی امر: اکھشا ہونا۔ القوم جمع کرنا۔ سنی میں جمارِ دمن تین جگہوں کا نام بھی ہے جن پر کنکریاں اور پتھریاں بھینکتے ہیں۔ ایک کو حجرہ ادلی اور حجرہ دنیا کہتے ہیں جو مسجدِ ضعیف کے پاس ہے۔ دوسرا حجرہ وسطی ہے جو حجرہ ادلی کے قریب ہے۔ ان دونوں کے درمیان ۳۵ ہاتھ کا فاصلہ ہے۔ اور تیسرا حجرہ عقبہ ہے جس کو حجرہ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ اس میں اور پہلے دو میں ۴۸ ہاتھ کا فاصلہ ہے۔ یہ جمرہ بقول ابن حجر سنی میں داخل نہیں بلکہ یہ کہہ کی جہت سے منیٰ کی حد ہے قال الحافظ فی الفتح و تثار حجرہ العقبہ عن حجرہ

۳۹۷

الاخریین باربۃ اشبار اختصار صبا بیوم النحر وان لا یوقف عند ہاوتری فنی و من اسفلہا۔ استنباطاً۔ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت علی الحجۃ اکی جمرہ کے پاس کی تھی امر دوم کی تشریح یہ ہے کہ رمی بالا جمار واجب ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں جہود سے نقل دجوب ہی پر اکتفا کیا ہے۔ مالکیہ حضرات کے یہاں سنت ہے۔ ابن جریر نے حضرت عائشہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ رمی کی شروعات عافیت تکبیر کے واسطے ہے۔ سو اگر کوئی شخص تکبیر کہے اور رمی کو چھوڑ دے تب بھی کافی ہے۔ مگر صحیح یہی ہے کہ واجب ہے یہاں تک کہ اس کے ترک سے خون واجب ہوگا۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد: وھذہ علی اناس حج البیت۔ محمل ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اس محمل کا بیان ہے۔ وقد قال البی صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی مناسککم۔

امرسوم کی تفسیر یہ ہے کہ جو کنکریاں ماری جاتی ہیں ان سب جمرات کی کنکریوں کی شمار شرع ہے۔

یہ قال الحافظ حجرہ ام لجمع المحصى سمیت بذلک لاجتماع الناس بہا یقال تجرید فلان اذا اجتمعوا و قبل ان العرب تسمی المحصى النصار جمار اسمیت تسمیۃ الشی بلازمہ قبل لان آدم ادا بما ہم لماعرضہ و ابیس نفعہ جرمین یدہ ای اسرع فسمیت بذلک ۱۳ فتح الباری۔

سات جہرہ عقبہ کی اور سنی کے تینوں دنوں میں ہر دن تینوں جہرات کی سات سات کنکریاں یہ سب مل کر ستر کنکریاں ہوتی ہیں۔

امر چہارم۔ یعنی کنکریوں کی مقدار میں اختلاف ہے۔ مختار یہ ہے کہ لوہے کی برابر ہو۔ اگر اس سے قدرے چھوٹی یا بڑی ہو تب بھی جائز ہے۔ مگر زیادہ بڑی نہ ہونی چاہئے کیونکہ زیر بحث باب کی پہلی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "یا ایہا الناس! لا یقتل بعقلکم بعناداً واذارتمہم الحجۃ فارموا بمثل حصی الخذف"۔ لوگو! د بڑی بڑی کنکریاں پھینک کر ایک دوسرے کو قتل مت کرو۔ بلکہ جب تم کنکریاں مارو تو ٹھیکرے کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں انگلیوں سے مارو۔

امروہم کی تحقیق یہ ہے کہ ایام رمی چار ہیں۔ ایک یوم نحر یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ جس میں جہرہ عقبہ کی رمی ہوتی ہے۔ اور تین ایام تشریق یعنی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں جہرہ عقبہ کی رمی کا اول وقت یوم نحر کے طلوع فجر صادق کے بعد ہے اور منتخب وقت طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک ہے۔ اور آخری وقت امام صاحب کے نزدیک غروب آفتاب تک ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک زوال تک۔ اس کی مفصل بحث مع ذکر اختلافات ذیل باب تعہیل من جمیع کے ذیل میں گذر چکی فلیراجع الیہ۔

۳۹۸ اور امام تشریق کی رمی کا وقت بالا جامع زوال آفتاب کے بعد ہے کیونکہ زیر بحث باب کی پانچویں حدیث میں حضرت جابر رضی فرماتے ہیں: "رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمی علی راعلۃ یوم النحر صحتی فاما بعد ذلک فنبہ زوال الشمس" کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم نحر میں چاشت کے وقت اپنی اداٹھی پر سوار ہو کر رمی کرتے ہوئے دیکھا اور یوم نحر کے بعد آفتاب کے ڈھلنے پر رمی کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کو امام مسلم، ابن خزیمہ، ابن حبان، دارمی اور اسحاق بن راہویہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ہاں اگر کسی نے ایام رمی کے آخری دن کی رمی زوال سے قبل کر لی اور واپس ہو گیا تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ صاحبین کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں۔

امر ششم۔ یعنی رمی کا طریقہ یہ ہے کہ جب سنی میں آئے تو جہرہ عقبہ کو سات کنکریاں انگلیوں کے سرے سے یا ابہام کے سرے کو سبابہ کے سرے پر رکھ کر ارے۔ سات کی قید کا مقصد یہ ہے کہ اس سے کم جائز نہیں کیونکہ امام مالک اور امام اوزاعی سے منقول ہے کہ اگر کسی نے سات کنکریوں سے کم رمی کی اور اس کا نذر رک بھی فوت ہو گیا تو

اس نقصان کو خون سے پورا کیا جائے گا۔
شواخ سے منقول ہے کہ اگر ایک کنکری ترک کی تو ایک ٹہ اور دو ترک کیں تو دو ٹہ اور

نہیں یا اس سے زائد ترک کیں تو خون واجب ہوگا۔ احکامات کے یہاں اگر ایک دن کی رمی ترک کی تو خون واجب ہوگا۔

سوال۔ ابن ابی شیبہ نے بطریق قتادہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ ان قال۔ ما آتانی ریت الجمار بست اوسج۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیات سے کم میں بھی گولی مضائقہ نہیں چنانچہ حضرت مجاہد سے مروی ہے۔ من رمی بست فلا شئ علیہ۔

جواب۔ حضرت ابن عمرؓ سے قتادہ کی اس روایت کی علماء نے تردید کی ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ کان رمی الجمرۃ الدنيا بسبع حصيات كبر على اثر كل حصاة ثم يتقدم فسهل فيقوم مستقبل القبلة قنًا طويلاً فيدعو ويرفع يديه ثم يرمي الجمرۃ الوسطى كذلك فيأخذ ذات الشمال فسهل فيقوم مستقبل القبلة قنًا طويلاً فيدعو ويرفع يديه ثم يرمي الجمرۃ ذات العقبة من بطن الوادي ولا يقف ويقول بكذا رایت البنی صلی اللہ علیہ وسلم یفعل۔

امام بخاری نے اس حدیث سے کچھ قبل باب رمی الجمار بسبع حصیات : ترجمہ قائم کرنے کے بعد ذکرہ ابن عمرؓ عن البنی صلی اللہ علیہ وسلم : سے اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس ترجمہ میں حضرت قتادہ کی مذکورہ بالا روایت کی تردید مفہوم ہے۔

۳۹۹

سوال۔ زیر بحث باب کی گنجائش حدیث میں قتادہ کہتے ہیں۔ سمعت اباجلز یقول۔ سألت ابن عباس رضی عنہما عن شئ من امر الجمار فقال : ما أدري إنا ما رسول الله صلى الله عليه وسلم بست أو سبع : ابوجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے رمی جمار کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے کہا، مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ کنکریاں یا بیس یا سات جواب۔ حدیث ابن عمرؓ کے علاوہ حضرت جابرؓ کی طویل حدیث میں اور زیر بحث باب کی ساتویں حدیث عائشہؓ اور انھوں کی حدیث ابن مسعودؓ میں جس کو شعبین نے بھی روایت کیا ہے بسبع حصیات کی تصریح موجود ہے اور اسی پر امت کاعل ہے۔

پھر کنکری مارنے والے اور جمرہ کے درمیان پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ امام ابوحنیفہؒ سے حسن بن زیاد کی روایت ہے (ہدایہ) بجرائن میں ٹھہرے سے منقول ہے کہ اتنا فاصلہ واجب ہے۔ نیز کنکری مارنے والا پہلی کنکری کے ساتھ ہی طلبہ موقوف کر دے خواہ مفرد یا کچھ ہیاست ہو یا قارن۔ کیونکہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہتے رہے یہاں تک کہ آپ جمرہ عقبہ کے پاس تشریف لائے اور پہلی کنکری کے ساتھ تلبیہ کو ختم کر دیا۔ ہاں ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہنا ہے۔ کیونکہ زیر بحث باب کی پہلی اور ساتویں حدیث میں تکبیر مع کل حصاة کی تصریح موجود ہے۔ کنکریاں مزدلفہ سے لائے یا اس پہاڑ سے لائے جو مزدلفہ

اور منی کے درمیان ہے، سو یہ سنت نہیں بلکہ جہاں سے چاہے اٹھائے۔ زیر بحث باب کی چوتھی حدیث میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے: "انہ کان یا تی الجمار اھ" کہ آپ رمی جمار کے لئے کنکریاں اپنے گھر سے لے آتے تھے۔ البتہ جو کنکریاں جبرات کے پاس پڑی رہتی ہیں وہ نہ اٹھائے۔ کیونکہ وہ مقبول نہیں مردود ہیں۔

ابن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا: اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے جبرات پر کنکریاں پھینکنے ہیں اور کنکریوں کا انبار نہیں لگتا؟ حالانکہ انہی مدت میں کنکریوں کا ایک پہاڑ بن جانا چاہئے تھا جو آسان سے باتیں کرتا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تجھے معلوم نہیں؟ جس کا حج مقبول ہوتا ہے اسکی کنکریاں اٹھوا لی جاتی ہیں اور جس کا حج مقبول نہیں ہوتا اس کی کنکریاں وہیں پڑی رہ جاتی ہیں اسی قسم کی ایک مرفوع حدیث بھی وارد ہے۔ وقیل فی منی خمس آیات بذہ احدہا و قد تکلموا بعضہم فقال ۵

وآی منی خمس فہیات عہا، و نجا بیت اللہ لوجا و زوال الحدا
و منہ حدادہ خطف لحم بارضہا بوزن ثلثہ و جدان البعوض مہا عدا
و کون ذباب لا یلقب لکھما، و یرفع حصی المقبول و دن الذی واد

۴۰۰ امر مفہم یعنی حالت رس کی تفصیل امام شافعی کے یہاں یہ ہے کہ جو شخص منی میں سوار ہو کر پہنچا ہو تو وہ یوم نحر میں جمرہ عقبہ کی رمی سوار ہو کر کرے اور جو شخص پیادہ یا پہنچا ہو وہ پیدل رمی کرے۔ اور امام تشرین کے پہلے دو دنوں میں کل جبرات کی رمی پیدل کرے اور تیسرے دن کی رمی سوار ہو کر کرے۔ امام احمد ادا استحقاق بن راہویہ کے نزدیک یوم نحر کی رمی پیدل مستحب ہے (ذکرہ الطیبی)

احناف کے یہاں اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس رمی کے بعد رمی ہے جیسے جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کی رمی تو یہ پیادہ یا افضل ہے کیونکہ ان دونوں کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہے۔ اگر سوار ہو کر رمی کرے گا تو ٹھہرنے والوں کو تکلیف ہوگی اور جس رمی کے بعد رمی نہیں ہے جیسے جمرہ عقبہ کی رمی تو یہ سوار ہو کر افضل ہے کیونکہ اس کے بعد ٹھہرنا نہیں ہوتا۔ چنانچہ زیر بحث باب کی ساتویں حدیث عائشہؓ میں ہے: یرمی الجمرۃ اذا زالت الشمس کل جمرۃ بسبع حصیات کبیر مع کل حصاة ویقف عند الادلی والثانیۃ فیطیل القیام یتفرغ و یرمی الثالثۃ دای جمرۃ النقیۃ، ولا یقف عندہا:

یفصل امام ابو یوسف سے منقول ہے۔ فتاویٰ ظہیریہ میں تینوں مقامات میں پیدل رمی کرنا افضل کہا ہے۔ کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ پیدل رمی کرنے میں تواضع زیادہ ہے بالخصوص جبکہ اس زمانہ میں اکثر مسلمان پیادہ پارہتے ہیں۔

سوال۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سوار ہو کر رمی کرنا ثابت ہے چنانچہ زیر بحث باب کی پہلی حدیث میں ہے۔
 رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرمی الحجرة من بطن الوادی و ہور الباہ۔ اور باب
 کی دوسری حدیث میں ہے۔ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند حجرة العقبة راكباً اھت
 جواب۔ آپ کا سوار ہو کر رمی کرنا برائے تعلیم جواز تھا کہ بطریق استئذان۔
 امر مشتمل کی تشریح ذیل کے قول میں ملاحظہ فرمائیے:-

قولہ فقد حل کل شیء الخ یعنی محرم آدمی جب یوم نحر میں جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد زمانہ
 کے سر کے بال مٹا چکا (یا کتر دا چکا) تو اس کے لئے محظورات احرام میں سے ہر چیز حلال
 ہو گئی سوائے عورت کے کہ اس کے ساتھ جماع کی حلت طواف افاضہ کے بعد ہوگی۔
 یہ مسئلہ احاث و شوافع سب کے نزدیک مجمع علیہ ہے۔

امام مالک کے نزدیک رمی جمرہ عقبہ کے بعد وطی کی طرح خوشبو کا استعمال اور بیٹھنے کے نزدیک
 شکار کرنا بھی جائز نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی طواف افاضہ کے بعد ہی جائز ہوتے ہیں مگر ماہدین
 باب ان پر حجت ہیں۔

قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۹۰) یعنی زیر بحث حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی حجاج بن
 ارطاة ہے جس کے متعلق بہت سے حفاظ نے ذکر کیا ہے کہ اسکی
 حدیث ناقابل احتجاج ہے۔ چنانچہ حباب بن العوام، یحییٰ بن معین، ابو حامد رازی اور ابو زہرہ
 رازی کہتے ہیں کہ حجاج نے امام زہری سے کچھ نہیں سنا بلکہ خود حجاج کا بیان منقول ہے کہ
 میں نے زہری سے کچھ نہیں سنا۔ پس اس کی روایت منقطع ہے۔

جواب یہ ہے کہ حجاج کو ضعیف ہے مگر منہ امام احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت
 ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رستم الحجرة فقد حل لکم کل شیء الا النساء۔ صاحب
 بدر میر کہتے ہیں کہ اس کی اسناد حسن ہے۔ علاوہ ازیں حافظ بیہقی نے حدیث حجاج کو ایک
 اور طریق سے بھی روایت کیا ہے یعنی بطریق زبید بن ہارون ابن ابی الکجاج بن ارطاة عن
 ابی بکر بن محمد بن محمد بن حزم عن حمرة عن عائشة قالت۔ قال ابیہی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رستم
 وحلقتم فقد حل لکم الطیب والشیاب وکل شیء الا النساء۔

بابُ الْعُمْرَةِ (۲۳۳)

(۳۷۱) حَدَّثَنَا ابُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَهْدُ بَنَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا هَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ

عَنْ بَنَةِ الْوَلِيدِ عِنْدَهُ هَدَى دَا اِذَا كَانَ مَدَى هَدَى فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَخْرُجَ بِهٖ ۱۲ بَدَل۔

انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احترم اربع عمر کلہن فی ذی القعدة الا التي مع حجتہ قال ابوداؤد انتقلت من ہہنا من ہڈی بة وسمعتہ من ابی الولید ولم اضبطہ من الحدیبیہ او من الحدیبیہ فی ذی القعدة وعمرہ من الجعرانہ حیث قسم عنائہم حنین فی ذی القعدة وعمرہ مع حجتہ۔

ترجمہ

ابو الولید طایسی اور ہبہ بن خالد نے تجریت ہام بواسطہ قتادہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے اور وہ سب ذی القعدة میں تھے بجز اس عمرہ کے جو حج کے ساتھ تھا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث ہبہ کے الفاظ مجھے محفوظ ہیں جو میں نے ابو الولید سے بھی سنے ہیں مگر مجھے ان کے الفاظ اچھی طرح محفوظ نہیں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ عمرہ حدیبیہ اور عمرہ جمرانہ دونوں ذیقعدہ میں تھے جبکہ آپ نے حنین کا مال ضحیت تقیم کیا تھا اور ایک عمرہ آپ کے حج کے ساتھ تھا۔ نشریہ

قولہ باب النحر۔ اس باب میں عمرہ کا بیان ہے۔ عمرہ سے کئی اہم بحثیں متعلق ہیں جن میں عام طور سے غلبان اور دھوکہ ہو جاتا ہے اس لئے ہم اس کو قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ ۴۰۲

واللہ الموفق۔

عمرہ کی بابت چند چیزیں قابل ذکر ہیں۔ اول اس کے لغوی و شرعی معنی۔ دوم اسکی تفصیل۔ سوم اس کا شرعی حکم۔ چہارم سال واحد میں اس کا تکرار و استکثار اور عدم تکرار۔ پنجم یہ کہ عمرہ کا زمانہ اور اس کا افضل وقت کون سا ہے؟ ششم یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں کتنے عمرے ادا کئے؟ ہفتم یہ کہ کس عمرہ میں جو آپ نے عمرہ کیا وہ مستقل تھا یا سہوہ دایہ عمرہ کی قضاء تھی؟۔

تحقیق امر اول: لفظ عمرہ کے متعلق مغرب میں ہے ان اصحاب القصد الی مکان عامر، یعنی عمرہ آباد مکان کے قصد کو کہتے ہیں، جو اعمار سے یا خذ ہے بمعنی زیارت کرنا کہا جاتا ہے جار فلان معتمراً۔ فلان شخص زیارت کرنے کے لئے آیا۔ بعض حضرات نے اس کو عمارۃ المسجد الحرام سے مشتق مانا ہے کما حکاہ الحافظ فی الفتح۔ يقال عمر دن، عمارۃ۔ آباد کرنا۔ گویا قصد بیت اللہ و زائر حرم اس بقعہ محصورہ کی زیارت کر کے اس کو آباد کر دیتا ہے۔ اس کی جمع عمرات اور عمرات آتی ہے فی المصباح۔ العمرۃ الحج الاصغر: جبہا عمر و عمرات مثل غرف و غرفات فی وجوبہا۔ ما خذۃ من الاعمار و ہوا الزیادۃ۔

اصطلاح شرع میں عمرہ ان افعال مخصوصہ یعنی احرام، طواف، سعی بین الصفا والمروة اور حلق کا نام ہے۔ احرام شرط ہے طواف رکن اور حلق واجب اور رکعت سعی مختلف فیہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ واجب ہے۔ باقی اس کے لئے نہ وقت عزم ہے اور نہ میت مزدلفہ اور نہ اس کے لئے طواف صدر ہے الا عند الحسن بن زیاد۔
 امر دوم: یعنی فضیلت عمرہ حق تہ کے ارشاد: واتموا الحج والعمرة لله فلهما من فضل عظیم اور عمرہ کو فالحس اللہ کے لئے پورے طور پر ادا کر دو۔ اس کے فضائل میں متعدد روایات بھی وارد ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) عن عمر بن حصہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الاعمال حجة مبرورة او عمرة مبرورة (احمد طبرانی) آپ نے ارشاد فرمایا کہ افضل ترین عمل نیکی والا حج یا نیکی والا عمرہ ہے۔
 (۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العمرة الى العمرة كفارة لما بينهما (صحیحین) آپ کا ارشاد ہے کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی حصہ کے لئے کفارہ ہے یعنی ایک عمرہ کرنے کے بعد دوسرے عمرہ تک جس قدر لغزشیں ہوئی ہوں گی وہ سب معاف ہو جائیں گی۔
 (۳) حدیث ام سلیم رضی اللہ عنہا (دوفیہ) فقال: یا ام سلم! اعمرة فی رمضان تعدل حجة یعنی وہاں آپ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے مگر اس کا مطلب نہیں کہ اس سے حج فرض ادا ہو جائے گا۔ اس میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ اس سے حج فرض ادا نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ عمرہ کے ساتھ رمضان المبارک کی فضیلت مل جانے کی وجہ سے اس کا ثواب حج کے برابر ہو جائے یا ابن جوزی کہتے ہیں کہ باوقات وقت کی فضیلت کی وجہ سے عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے میاں کہ خلوص نیت اور اخلاص کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے۔

(۴) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحاج والعمار وفد اللہ ان دعواہم اجابہم وان استغفروہ غفر لہم (ابن ماجہ) آپ کا ارشاد ہے کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کا وفد ہیں۔ اگر یہ لوگ اللہ سے دعا مانگیں تو اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور مغفرت جاتا ہے تو ان کے گناہوں کی مغفرت کرتا ہے۔

یعنی جیسے بہت سے آدمی ایک جماعت بنا کر بطور وفد بڑے بڑے درباروں میں جاتے ہیں ایسے ہی یہ لوگ گویا وفد کے طور پر حق تہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور جس طرح خود کا اعزاز و اکرام ہوتا ہے اسی طرح ان کا بھی حق تعالیٰ کے یہاں اکرام ہوتا ہے۔

(۵) عن ابن مسعود قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تائبوا عن الحج والعمرة فانہما مقبالتان الفقر الذنوب کما یغنی الکبر خبث الحدید والذهب والفضة (ترمذی، نسائی) آپ کا ارشاد ہے کہ حج اور عمرہ کے درمیان متابعت کر دو کہ یہ دونوں مغفرت اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے بھی لوہے اور سونے چاندی کے بیل کو دور کر دیتی ہے۔

(۶) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال جہاد الکبیر والضعف والمرأة الحج

والعمرۃ: (دشانی باسناد حسن، آپ کا ارشاد ہے کہ بوترھے، ضعیف اور غورٹوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔

عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اہل بمرۃ من بیت المقدس غفرلہ (ابن ماجہ باسناد صحیح) آپ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

تشریح: ارسوم: عمرہ کی مشروعیت بطور وجوب ہے یا بطریق سنت؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ان کے اصح قول کے مطابق عمرہ واجب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ، ابن بصری، ابن سیرین، عطاء، طاؤس، سعید بن جبیر اور ایک روایت میں، مجاہد کا بھی قول ہے۔ سفیان، ترمذی اور امام احمد بھی اسی طرف گئے ہیں اور امام بخاری نے بھی اسی پر جزم کیا ہے۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عباس، عطاء، ابدالام احمد کے نزدیک اہل مکہ پر واجب نہیں قالہ اجماعاً۔

دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، جابر بن عبد اللہ، ابراہیم غنی، شعبی، (اور ایک روایت میں) مجاہد سے بھی یہی مراد ہے۔ اور امام مالک اور داؤد کا مذہب بھی یہی ہے۔ احناف کے اقوال اس سلسلہ میں مختلف ہیں۔ ملا علی قادری کی شرح بیاب المناسک میں ہے کہ عمرہ بقول مختار سنت مؤکدہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ واجب ہے۔ مجتہبی کہتے ہیں کہ تائضیان نے اسی کی تصریح کی ہے۔ جوہرہ میں بھی اسی کی تصریح ہے۔ اور صاحب بدائع نے بھی اسی پر جزم کیا ہے۔ حیث قال: قال اصحابنا انها واجبة قصدت الفطر والاضحی والوتر ومنہم من اطلق اسم السنۃ ذہب الایمانی الوجوب اھ۔

ہمارے بعض اصحاب محمد بن الفضل وغیرہ سے یہ بھی منقول ہے کہ فرض کفایہ ہے۔ کنز الدقائق میں ہے کہ عمرہ سنت ہے۔ صاحب بحر کہتے ہیں اسی العمرۃ سنۃ مؤکدہ، کہ عمرہ سنت مؤکدہ ہے در مختار اور بدایہ میں بھی یہی ہے اور صاحب فتح کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور یہی ظاہر الردایہ ہے۔ چنانچہ امام محمد نے کتاب الحج میں تصریح کی ہے کہ عمرہ تطوع ہے۔ قائلین وجوب عمرہ کے ادلہ ماؤثرہ منقولہ حسب ذیل ہیں۔ پہلی دلیل: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: واتوا الحج والعمرة للہ حج اور عمرہ کو خالص اللہ کے لئے

ع قال الامام الترمذی: وقال الشافعی العمرۃ سنۃ لانہم احدثوا فی ترکہا اھ۔ قال یسعی قال شیعنا زین الدین ما حکاہ الترمذی عن الشافعی لایرید بہا نہایت براجۃ بدلیل قولہ انہم احدثوا فی ترکہا۔ لان السنۃ الیٰیٰراد بہا خلاف الواجب برخص فی ترکہا قطعاً والسنۃ تعلق ویراد بہا الطریقۃ وغیر سنۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

حج اور عمرہ کا پورا پورا ادا کرنا۔ ہے کہ اپنے گھر سے حج کا یا عمرہ کا احرام باندھ کر چلے۔
نکاحا ہر ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندھ کر چلنا افضل ہے نہ کہ واجب۔

سوال۔ امر بالا تمام مطلق ہے اور مطلق امر بالا تمام مستلزم امر بالا دار ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے
کہ جس چیز کے بغیر مطلق واجب تام نہ ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔

جواب۔ امر بالا تمام ساقبت شروع کا مقتضی ہے تو یہ مقید بالشرع ہوگا نہ کہ مطلق۔
سوال۔ آیت۔ "واقيموا الحج والعمرة لله" کے معنی یہ ہیں اتوا بہا حال کو نہایتا مین متجسسی الشرائط
والارکان۔ یعنی حج اور عمرہ کر داس حال میں کہ وہ نام ہوں ادا ان کے کل شرائط وارکان
متحقق ہوں۔ اس صورت میں امر کا دال علی الوجوب ہونا بالکل نکاحا ہر ہے جس کی تائید اس
سے بھی ہوتی ہے کہ ابن جریر وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
آیت میں ان حضرات کی قرأت۔ "واقيموا الحج والعمرة لله" ہے۔ علقمہ اور ابراہیم غفرلہ نے
بھی اسی طرح پڑھا ہے۔

جواب۔ ادل تو یہ معنی نکاحا ہر کے بالکل خلاف ہیں اور اگر قبول بھی کر لیں تو اتوا امر سے جو واجب
مستفاد ہے وہ قید یعنی تائین کی طرف راجع ہے نہ کہ اصل اتیان کی طرف جیسے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے ارشاد۔ "ہو اسوار بسوار" میں ہو اسوار سے مستفاد ہونے والا وجوب سوار بسوار
قید کی طرف متوجہ ہے نہ کہ اصل بیع کی طرف۔

دوسرے یہ کہ اتمیوادالی قرأت میں امر سنی مجازی یعنی طلب فعل پر محمول ہے جو واجب مندوب
ہر دو کو شامل ہے۔ اور قرینہ اس کا وہ احادیث ہیں جو استحباب عمرہ پر دال ہیں اور غفریب
آ رہی ہیں۔ بالخصوص حضرت عبداللہ بن مسعود جن سے اتمیوادالی قرأت منقول ہے ان
سے ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید نے روایت کی ہے۔ الحج فریضۃ والعمرة تطوع۔ کہ حج فریضہ
ہے اور عمرہ تطوع ہے۔ یہ اس معنی کا بن ثبوت ہے۔

دوسری دلیل: عن زید بن ثابتؓ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الحج والعمرة فریضتان
لا یفرکوا بہما بدأت (حاکم، دارقطنی، بیہقی) حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج اور عمرہ دو فریضے ہیں ان میں سے جس ایک کو پہلے کر لو
کوئی نقصان نہیں۔

۵۔ واخرج ابن ابی داؤد فی المصاحف عن البضا ان کان یقرأ ذلک ثم یقول: واللہ لولا التخرج
انی لم یسبح فیہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا لقلت: ان العمرة واجبة مثل الحج۔ وهذا یدل علی انہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ لم یجعل الامر بالنسبة الیہا للوجوب لانه لم یسبح شیئا فیہ۔ ولعلہ ما ینالہ۔ ولہذا اجزم فی الرقا
الادلی عنہ بفریضۃ الحج واستحباب العمرة ۱۲ روح المعانی۔

جواب یہ ہے کہ اول تو اس حدیث کا رفع صحیح نہیں بلکہ یہ موقوف ہے اور حضرت زید کا قول ہے قال الحاکم النجاشی عن زید بن ثابت من قولہ . حافظ بیہقی نے بھی اس کو سنن میں عن بشام بن حسان عن محمد بن سیرین عن زید موقوفاً روایت کرنے کے بعد کہا ہے درود اہل انجیل بن مسلم عن ابن سیرین مرفوعاً و النجاشی موقوفاً۔

دوسرے یہ کہ اس کا راوی انجیل بن مسلم کی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ نیز اس کے رواد میں ایک راوی ابویکھن محمد بن سعید ہے جس کی بابت ابن القطان نے اپنی کتاب میں امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے اور امام احمد بن حنبل اس سے خوش نہیں بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو اس کی احادیث کا دفتر پھاڑ ڈالا۔ پس اثبات وجوب کے مقام میں انہی کثرت روایت پیش کرنا عین نا انصافی ہے۔

تیسری دلیل، عن عمر بن الخطاب: رجلاً قال: یا رسول اللہ! ما الا سلام بمقال: ان تشہد ان لا اله الا اللہ وان محمد رسول اللہ وان تعقیم الصلوۃ وتؤتی الزکوۃ وان تحج وتعمرہ وادار قطنی وارقطنی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

جواب۔ اس کی اسناد صحیح ہے یہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ حدیث صحیحین میں بھی مردی ہے مگر اس میں دو تعمرہ نہیں ہے۔ دیگر احادیث صحیحہ مشہورہ جیسے بنی الاسلام علی خمس اح: غیرہ کے موافق بھی ہیں جو کہ ان میں عمرہ کا ذکر نہیں ہے۔ صاحب تصحیح فرماتے ہیں: دہۃ الزیادۃ فیہا شذوذ: کہ یہ زیادتی شاذ ہے لہذا اس سے عمرہ کا وجوب ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر زیادتی بھی صحیح ان میں تب بھی اس سے دعائیت ثابت نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ اس حدیث میں اسلامی اعمال کا تذکرہ ہے جس میں نوافل بھی داخل ہیں کیونکہ یہ بھی شرائع اسلام میں سے ہیں کما روی الا سلام بضع و سبعون شبۃ او تا یا ایاطۃ ملاذی عن الطريق۔

سوال۔ عمرہ کو فرائض کے ساتھ متصل کر کے ذکر کرنا تو یہی بتا رہا ہے کہ عمرہ بھی واجب ہے۔ جواب۔ ہرگز نہیں اس واسطے کہ بیہقی کی روایت میں دو تعمرہ کے بعد وقتل من الجنۃ و تم الوضوء بھی موجود ہے۔ حالانکہ اتمام دھنور کسی کے نزدیک بھی فرض نہیں ہے۔

چوتھی دلیل: حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال یا رسول اللہ! ان ابی شیخ کبیر لا یصلح الحج ولا العمرۃ ولا الطعن قال: ایچ عن ابیک داعمر، داود او دوفی باب الرجل حج عن غیرہ، ترمذی، ابن حبان، حاکم، دارقطنی، بیہقی، ابن خزیمہ، ابورزین لقیط بن صبرہ عقیلی رقم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا باپ بوڑھا ہے۔ حج، عمرہ اور سفر کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا: تو اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کر۔ امام ترمذی نے اس حدیث کی بابت حسن صحیح، حاکم نے علی شرط الثمین اور دارقطنی نے رجالہم ثقات کہا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: لا اعلم فی ایجاب العمرۃ حدیثاً صحیح من ہذا، کہ میں ایجاب عمرہ کے سلسلہ میں اس سے

زیادہ کوئی صحیح حدیث منہیں جانتا۔

جواب۔ شیخ تقی الدین۔ الامام تیس اور صاحب تنقیح اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث وجوب عمرہ پر کسی طرح بھی دلالت نہیں کرتی اس واسطے کہ اس میں حضرت ابو زین کو اس بات کا امر ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کریں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ وہ خود اپنی طرف سے حج اور عمرہ کریں اور ان کا اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرنا بالاتفاق واجب نہیں۔ پس یہ حدیث وجوب عمرہ پر دال نہیں دانا میل علی جواز فعل الحج والعمرة عند لکونہ غیر مستطیع۔

پانچویں دلیل: مردی ابن ہبیب عن عطاء عن جابر بن عبد الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الحج والعمرة فریضان واجبان (بہیقی، ابن عدی، حضرت جابر بن عبد الله سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج اور عمرہ دونوں فریضہ واجبہ ہیں۔) جواب۔ اس کا راوی ابن ہبیب بالکل بیکس ہے۔ حافظ بہیقی کہتے ہیں: ابن ہبیب غیر محتج بہ۔ کہ ابن ہبیب ناقابل احتجاج ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی کتاب میں جل گئی تھیں اور ضعیف، اکثر الخوار اور سی الحفظ ہونے کے باوجود اپنے حافظہ پر اعتماد کر کے روایت کرتا تھا درود ابن عدی فی الکامل دا علیہ۔

چھٹی دلیل: عن عائشة بنت عبد الله قالت: قلت: یا رسول الله! علی النساء جہاد؟ قال: علیہن جہاد لا قتال فیہ۔ الحج والعمرة (ابن ماجہ، احمد، حضرت عائشہ بنت فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟ آپ نے فرمایا: ان پر ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں اور وہ حج اور عمرہ ہے۔)

جواب۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں حبیب بن ابی عمرہ عن عائشة بنت طلحة عن عائشة بطرق متعددہ مروی ہے۔ نیز امام بخاری نے اس کو عن سفیان عن معاوية بن اسحاق بن طلحة عن عمتہ عائشہ بھی روایت کیا ہے لیکن کسی میں بھی عمرہ کا ذکر نہیں ہے۔

ساتویں دلیل: عن سلیمان بن داؤد حدیثی الزہری عن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابی عن جده ان ابنی صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی اہل الیمین کتابا وبعث بمع عمرو بن حزم ونبیہ ان العمرة الحج الا صغرة (دراؤقطنی، حضرت عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے نام ایک خط لکھا اور اس کو حضرت عمرو بن حزم کے ہاتھ روانہ کیا کہیں یہ تھا کہ عمرہ چھوٹا حج ہے جواب۔ اسکے راوی سلیمان بن داؤد کے متعلق متعدد ائمہ نے کہا ہے کہ سلیمان بن ارقم ہے، جو

علیہ قال الحافظ فی تہذیبہ فی ترجمۃ سلیمان بن داؤد الخولانی المدنی الدارانی۔ قلت: اما سلیمان بن داؤد الخولانی فلا ریب فی انه صدوق لکن الشبهة دخلت علی حدیث الصدقات من جهة ان الحکم بن یوسف غلط فی اسمہ الد سلیمان فقال سلیمان بن داؤد دانا ہو سلیمان بن ارقم ۱۲ تعلیق بر نصب الر

متردک الحدیث ہے۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: "ابوداؤد دنی باب القرآن، نسائی، ابن ماجہ، حضرت عیسیٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو نے پیغمبر علیہ السلام کی سنت کی اتباع کی۔"

یہ حدیث ابوداؤد کے نسخوں میں مختصر درج ہے لیکن ابن داسہ کی روایت میں موطاٰ مروی ہے جو نسخوں المعبود میں بطور ثبوت ہے۔ موضع استدلال یہ الفاظ ہیں: "انی وجدت الحج والعمرۃ مکتوبین علیّ" کہ میں نے اپنے اوپر حج اور عمرہ کو فرض پایا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کوئی تکمیر نہیں کی بلکہ یہ فرمایا: اجمعا۔

جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن سعید نے انی وجدت الحج والعمرۃ مکتوبین علی کہا ہے یہ نہیں کہا ہاں مکتوبان علی الناس تو ظاہر اس سے یہی ہے کہ انھوں نے بذریعہ نذر اپنے اوپر حج اور عمرہ کو لازم کیا ہوگا۔ یا یہ کہ ممکن ہے حضرت عیسیٰ بن سعید کے نزدیک آیت: "وانما الحج والعمرۃ لکتاب" کی تاویل یہی ہو کہ آیت میں تاویل کی گنجائش ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے کوئی تکمیر نہیں فرمائی۔ قائلین وجوب عمرہ کے کچھ عقلی دلائل بھی ہیں۔

آدل یہ کہ ہم کوئی نقلی کام ایسا نہیں پاتے جس کی کوئی اصل فرض میں موجود نہ ہو۔ اگر عمرہ تطوع ہو تو فرض میں اس کی بھی کوئی اصل ہونی چاہیے حالانکہ نہیں ہے۔ جواب۔ عمرہ طواف و سعی کا نام ہے جس کی اصل فرض میں موجود ہے یعنی فرض حج میں۔ سوال۔ تنہا طواف و سعی تو عمرہ کے علاوہ فرض ہو کر نہیں پائے جاتے ان کا وجود تو فرض کے تابع ہو کر ہوتا ہے۔ جواب۔ بھی بیت اللہ کا طواف نقلی بھی ہوتا ہے حالانکہ تنہا طواف کی کوئی اصل فرض میں نہیں ملتی ہیں ایسے ہی عمرہ ہے کہ یہ بھی تطوع ہے اور طواف سعی کا نام ہے گو تنہا اسکی کوئی اصل فرض میں نہیں ہے۔

عن ابی داؤد قال قال انس بن سعید کنت رجلا اعرابیا نصرانیا فاسلمت فأتیت رجلا من مشرقي يقال له ابي بن ثعلبة فقلت له يا هذا اني حر لعل علي الجهاد والاني وجدت الحج والعمرۃ مکتوبين علي فكيف لي بان اجمعهما قال اجمعهما اذ ذبح ما استيسر من البهائم فابلت بها سحائفا ثم انضيت نفسي لسان بن ربيعة وزيد بن صوحان وانابلت بها فقال احدهما لا خرا بذا فانقد من بعيره قال فكأنما علي علي جبل حتى اتيت عمر بن الخطاب فقلت له يا امير المؤمنين اني كنت رجلا اعرابيا نصرانيا والاني اسلمت وانا حر لعل علي الجهاد والاني وجدت الحج والعمرۃ مکتوبين علي فأتيت رجلا من قومي فقال لي اجمعهما اذ ذبح ما استيسر من البهائم فابلت بها فقال لي انضيت نفسي لسان لسة نبيك صلي اللہ علیہ وسلم ۱۲ عن المعبود۔

دوم یہ کہ حج اور عمرہ کے درمیان جمع کرنا جائز ہے جو عمرہ کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ اگر واجب نہ ہو تو حج کو عمل عمرہ کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ہونا چاہیے، جیسے ایک فرض اور ایک نفل نماز کے درمیان جمع کرنا جائز نہیں اور ایک فرض کی چار رکعات کے عمل میں یہ بات جائز ہے۔

جواب۔ اس قضیہ ناسدہ سے قودہ جو عمرہ کا بطلان ثابت ہوتا ہے نہ کہ ثبوت وجوب اس واسطے کہ جب دو جدا گانہ فرض نمازوں کے درمیان جمع کرنا جائز نہیں اور حج اور عمرہ کے درمیان جمع کرنا جائز ہے تو یہ اس کی دلیل جی کہ عمرہ فرض نہیں ہے ورنہ ان کے درمیان بھی جمع کرنا جائز ہوتا۔ علاوہ ازیں یہ بات خود امام شافعی کے اصول پر ٹوٹ جاتی ہے بایں طور کہ اگر کوئی شخص عمرہ کرے پھر فریضہ حج ادا کرنے لگے اور اس کے ساتھ عمرہ کو ملائے تو اس کا یہ حج حج فرض ہوتا ہے اور عمرہ نفل ہوتا ہے نقد صحیح الجمع بین الفرض و النفل معلوم یہ کہ میقات حج کی طرح عمرہ کے لئے بھی میقات معین ہے، معلوم ہوا کہ یہی فرض ہے جواب۔ تعین میقات وجوب عمرہ کی دلیل نہیں ہے اس واسطے کہ حج فرض کی طرح نفلی حج کے لئے بھی معین میقات ہے۔

قائلین عدم وجوب عمرہ کے ادلہ منقولہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حدیث ابن عباسؓ۔ ان الاقرع بن حابس سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! الحج فی کل سنة ادمرة واحدة؟ قال: بل مرة، فمن زاد فتلوع۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت اقرع بن حابس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! حج ہر سال فرض ہے یا صرف ایک بار؟ آپ نے فرمایا: صرف ایک بار جو شخص اس سے زیادہ کرے وہ تطوع ہے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث:۔ لعمرة الحج الا صغرة میں آپ نے عمرہ کو حج کے ساتھ موسوم کیا ہے اور اس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ حج صرف ایک بار ہے تو اس سے عمرہ کے وجوب کی نفی ہو گئی اذکانت قد سمی حجاً۔

۲۔ حدیث ابن مسعودؓ۔ انہ قال: الحج فریضة و العمرۃ تطوع (ابن ابی شیبہ) کہ حج فریضہ ہے اور عمرہ نفل ہے۔

عہد انا قولہ یجمع بین عمل اربع رکعات فان الاربع کلھا صلوة واحدة کا الحج الواحد المشتل علی سائر ارکانہ دلائل اربع الی سبۃ اشواط ۱۲ احکام القرآن۔ عہد لانہ اذا صغر عمرۃ الفریضۃ در جمع الی الہم اراد ان یرجع للفریضۃ کان لہا میقات کیقات الحج وہی تطوع فشرط المیقات لبس بہ لالہ علی انہ وجب دکن لک الحج التطوع لہ میقات کیقات الواجب ۱۲ احکام القرآن

(۳) حدیث ظہور بن عبید اللہ: اذ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الحج جہاد و العمرۃ تلکوع (ابن ماجہ، ترمذی)

(۴) حدیث جابر بن عبد اللہ: قال: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العمرۃ: ارجتہ؟ قال: لا۔ وان تبتعدوا ہو افضل (ترمذی و قال حدیث حسن صحیح) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی بابت سوال ہوا کہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن عمرہ کرنا افضل ہے۔

سوال۔ شیخ منذری کہتے ہیں کہ امام ترمذی نے جو اس حدیث کی تصحیح کی ہے یہ محل نظر ہے۔ کیونکہ اس کا راوی حجاج بن ارطاة ہے جس کو یحییٰ بن یحییٰ نے صحیحین میں قابل احتجاج نہیں سمجھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کو عبد اللہ بن المبارک، یحییٰ بن القطان، ابن ہمدی، یحییٰ بن یحییٰ اور امام احمد نے ترک کر دیا ہے۔

جواب۔ شیخ نقی الدین ابن دقین العید اپنی کتاب الامام میں لکھتے ہیں کہ امام ترمذی سے حدیث مذکورہ کی تصحیح امام کرخی کی روایت میں ہے۔ دیگر راویان کتاب کی روایت میں صرف حدیث حسن ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث حجاج بن ارطاة کے علاوہ اور طرق سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ حافظ طبرانی نے معجم صغیر میں اور دارقطنی، بیہقی نے سنن میں ہر روایت یحییٰ بن ایوب عن عبید اللہ بن المغیرۃ عن ابی الزبیر عن جابر اور ابن عدی نے الکامل میں عن ابی عصمۃ نوح بن ابی مریم عن محمد بن المنکدر عن جابر۔ روایت کیا ہے تو ممکن ہے امام ترمذی نے نقد و طرق کی بنا پر اس کی تصحیح کی ہو۔

سوال۔ حضرت جابر سے تو اس سلسلہ میں وجوب مروی ہے۔ چنانچہ ابن ہبیس نے عن معمار عن جابر روایت کیا ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج و العمرۃ فریفتان اجبتان جواب۔ یہ عجیب بات ہے کہ احناف کے متدل میں حجاج بن ارطاة آجائے تو آپ اسکی تضعیف میں ایڑی سے چوٹی کا زور لگا دیں اور آپ کے متدل میں ابن ہبیس جیسا شخص آئے جو حجاج بن ارطاة سے کہیں زیادہ بوکس ہے تو آپ صرف نظر کر لیں۔ جابر میں حجاج گہ ضعیف ہے مگر روایات حجاج کی اسناد روایت ابن ہبیس کے لحاظ سے احسن ہے۔ اور اگر مسادات ہی تسلیم کر لیں تو زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ دونوں متعارض

عہ فان قبل یس حدیث الحجاج عن جابر فی نفی الایجاب بمعارض الحدیث ابن ہبیسۃ عنہ فی انما لان الاول دار علی الاصل و الثانی ناقص عنہ و درو خبر ان مات و ثبت فالشیت ادلی و کذا لکن اذا کان احدہما موجباً و الآخر غیر موجب لان الایجاب یقتضی خطر ترکہ و دفعہ لا حظ فیہ و انما الحجاج ادلی من المسیح۔ فیل نہ الایجاب سن قبل ان حدیث ابن ہبیسۃ فی ایجابہا لو کان ثابتاً لانی و

قرار یا کمر ساقط ہو جائیں گی اور دیگر احادیث (یعنی حدیث ابن مسعود، ابن عباس، علیہ السلام وغیرہ) بلا معارض صحیح دسالم باقی رہیں گی۔

(۵) حدیث ابو ہریرہ - قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الحج جہاد والعمرۃ تطوع۔ آپ نے فرمایا کہ حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔

سوال - شیخ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ بالکل جھوٹ ہے، اور عبد الباقی بن قانع کی بلایا میں سے ہے جس میں وہ متفقہ ہے اور یہ حدیث مرسل ہے۔ نیز اس کو معاویہ بن اسحاق نے من ابی صالح ماہان الحنفی عن ابیہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے اور ابو صالح ماہان ضعیف ہے۔ جواب - یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے اس واسطے کہ عبد الباقی بن قانع کبار حفاظ میں سے ہیں جن سے دارقطنی نے بکثرت روایات لی ہیں اور باقی روایت بھی سب ثقہ ہیں۔ رہا ابو صالح ماہان حنفی کو ضعیف کہنا سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ ابن عیینہ نے ان کی توثیق کی ہے اور شاہیر کی ایک جماعت نے ان سے روایات لی ہیں۔ ابن ابی خنیسہ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن عیینہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابو صالح ماہان کو فی ثقہ ہے۔ ان سے عمار ذہبی، اسماعیل بن ابی خالد، ابو اسحاق شیبانی اور معاویہ بن اسحاق راوی ہیں۔

(۶) حدیث ابوامامہ - عن ابیہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من شئ الی صلوۃ مکتوبہ فاجرہ کجہ دمن شئ الی صلوۃ تطوع فاجرہ کعمرۃ تامتہ دطرائی، آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص فرض نماز کی ادائیگی کیلئے چلے تو اس کا ثواب حج کے برابر ہے اور جو شخص نفل نماز کے لئے چلے اس کا ثواب عمرہ تامرہ کے برابر ہے۔

۴۱۲

سوال - ابن حزم کہتے ہیں کہ اس کا راوی حفص بن غیلان مجہول ہے اور بحول نے حضرت ابوامامہ سے نہیں سنا۔ جواب - حفص بن غیلان کو مجہول کہنا بہت ہی عجیب بات اور خود قائل کے مجہول ہونے کی نشانی ہے۔ کیونکہ حفص بن غیلان ابو سعید شامی تو مشہور شخص ہیں جن سے بقول دارقطنی

دبقیہ لوروا نقل بہ مستفیضاً لعموم الحاجۃ الیہ ولوجب ان یعرفہ کل من عرفہ وجوب الحج اذ کان وجوبہا کو جب الحج تکمیل میں نہ ہو مخاطب بہا بغیر جائز فیما کان بذاد وصفہ ان یكون درودہ من طریق الاحادیث مانی سندہ من الضعف وسارضۃ ظہرہ ایامہ والیضا فعلم ان الروایتین درودہ من رجل واحد فلو کان خبر الوجوب متأخرانی التاریخ عن خبر ثقیف لبینہ جابر فی حدیثہ ولما قال ابیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرۃ انہا تطوع ثم قال بعد ذلک انہا واجبۃ اذ غیر جائز ان یكون عندہ الخبران جمیعاً علیہ بتاریخہما فیطلق الروایۃ تارة بالایجاب وتارة بضعف خبر ذکر تاریخہ فذلک علی ان ذین الخبرین درودہ متعاضضین وانما یعبر خبر المشہد والثانی علی ذکرنا من الاجتہاد اور درودت الروایتان من جہتین ۱۱۲ احکام بتبغیر۔

وصین بن عطاء، زید بن یحییٰ اور عمرو بن ابی سلمہ راوی ہیں اور یہ خود حضرت سکواں، زہری،
نصر بن علقمہ اور سلیمان بن موسیٰ سے روایت کرتے ہیں قال الحافظ فی التہذیب التہذیب قلت
ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال للحاکم من ثقات ائمة بسین الملہین بحیح عبد شہم۔

۱۰۰ (۴) حدیث جابرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: دخلت القمرة فی الحج الی یوم القیامة آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔ یعنی حج عمرہ کے قائم مقام ہے۔
 ہاں معنی کہ عمرہ کے کل افعال حج کے افعال میں موجود ہیں مع زیادۃ افعال الحج بالفاظ دیگر عمرہ کا ضروری ہونا حج کا وجہ سے سیاقاً ہو گیا۔

تاکمین عدم وجوب عمرہ کی عقلی دلیل یہ ہے کہ جملہ فرائض اوقات مخصوصہ کے ساتھ خاص ہیں جن کے وجود سے فرائض کا وجوب مستلزم ہے جیسے صلوٰۃ و صیام اور زکوٰۃ و حج وغیرہ اگر عمرہ بھی فرض ہوتا تو یہ بھی کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص ہوتا حالانکہ یہ کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جب چاہے کر سکتا ہے (جبکہ ہم عنقریب ذکر کریں گے) معلوم ہوا کہ لفظی نازا اور نفی روزہ کی طرح عمرہ بھی نفی ہے نہ کہ واجب۔

سوال۔ نقلی حج بھی معین وقت کے ساتھ خاص ہے حالانکہ اس کا وقت کے ساتھ خاص ہونا اس کے وجوب پر دال نہیں۔ معلوم ہوا کہ کسی چیز کے وجوب کے لئے اس کا مخصوص الوقت ہونا ضروری نہیں۔

715

جواب۔ آپ ہمارا مقصد نہیں سمجھے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ فرائض جن میں سے ہر ایک ہر شخص پر فی نفسہ لازم ہو اس کا مخصوص بالوقت ہونا شرط ہے جو مخصوص بالوقت نہ ہو وہ فرض نہ ہو گا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعض فوائد مخصوص بالوقت اور بعض مطلق و غیر مخصوص بالوقت نہ ہو۔ حاصل یہ کہ جو چیز مخصوص بالوقت نہ ہو وہ یقیناً نفل ہے اور جو مخصوص بالوقت ہو اس کی دو قسمیں ہیں بعض فرض اور بعض نفل۔

یہ ہے عمرہ کے وجوب و عدم وجوب کی بابت اختلاف مذاہب و احادیث کا خلاصہ۔ چونکہ اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث میں شدید ترین اختلاف ہو گیا کہ مذکورہ بالا تفصیل سے بخوبی واضح ہے اس لئے جو شخص وہاں جانے کی دست رکھتا ہو اس کو کم از کم ایک عمرہ تو ضرور ہی کر لینا چاہیے کہ بعض ائمہ کے نزدیک یہ متقل واجب ہے بالخصوص جبکہ بعض علماء اختلاف نے بھی اس کو واجب اور بعض نے فرض کفایہ کہا ہے۔

عنه ولا يجوز ان يكون المراد ان وجوبها كوجوب الحج لانه حينئذ لا تكون العمرة باءل ان يدخل في الحج من الحج بان يدخل في العمرة اذ هما جميعا واجبان كما لا يقال دخلت الصلوة في الحج لانها واجبة كوجوب الحج ١٢ احكام القرآن عنه وايضا العمرة تسادى بنيتها فغيرها كما في ناسخ الحج وذهب المارة النقلية ١٣ اياه

اور قول مشہور کے موافق احناف کے نزدیک بھی کم از کم ایک عمرہ کرنا سنت مؤکدہ قیہ ہے چنانچہ
تشریح امر حرام: عمرہ کا تکرار پسندیدہ ہے با عدم تکرار ہوا امام مالک اور آپ کے اصحاب
اس طرف گئے ہیں کہ سال میں ایک مرتبہ سے زیادہ عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم سے یہی منقول ہے کہ آپ نے ایک سال سے دوسرے سال تک ایک ہی عمرہ
کیا ہے۔ سال واحد میں چند بار عمرہ کرنا آپ سے منقول نہیں۔

بعض حضرات نے ایک ماہ میں ایک عمرہ سے زیادہ کو مکروہ جانا ہے۔ لیکن جمہور علماء کے
 نزدیک سنگین عمرہ ہے چنانچہ امام نووی تحریر فرماتے ہیں عمرہ کثرت کرنا مستحب اور منجھری ایہ مرفعی نقل کیا کہ کوئی
ایسا نہ جانا چاہیے جس میں بشرط قدرت کم از کم ایک عمرہ نہ کرے اور دین میں کرے تو اور بہتر ہے
دشروع مناسک (خود مالکیہ میں سے مطرف اور ابن المیزان امام مالک کے خلاف ہیں۔

مطرف کہتے ہیں کہ سال میں چند بار عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ابن المیزان کہتے ہیں۔
ارجوان لا یكون باس۔

وجہ یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں اس کی ترغیب موجود ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے
اَدْبُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ اِنَّهُمُ كَرَّجَ اور عمرہ کو اللہ کے لئے ہمیشہ کرتے رہو کہ یہ دونوں نفرد
فاتہ اور گناہوں کو اس طرح زائل کرتے ہیں جیسے بھی لوہے کے رنگ کو۔
ایک اور حدیث میں ہے کہ حج اور عمرہ کی کثرت فقر کو روک دیتی ہے۔ ایک اور حدیث
میں ہے کہ لگاتار حج کرنا اور لگاتار عمرہ کرنا فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے
آگ کو لوہے کے میل کو۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں حدیث ابی ہریرہ - ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: العمرۃ
الی العمرۃ کفارۃ لما بینہما احد کے متعلق لکھتے ہیں دنی حدیث الباب دلالت علی استحباب
الاستمرار من الاعمار۔ نیز حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ سال میں چند بار عمرہ کرتے تھے۔
وکان انس اذا جم راسہ خرج فاعتمر۔

سوال: یہ تو ٹھیک ہے کہ احادیث میں اس کی ترغیب ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے فعل سے تو سال واحد میں عمرہ کا تکرار ثابت نہیں۔ جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ
عمرہ سے زیادہ اہم عبادات میں مشغول رہتے تھے اس لئے آپ ان عبادات کے ساتھ عمرہ
کو کمر نہیں کر سکے۔ نیز آپ کو بہت سے کام محبوب ہوتے تھے مگر امت کے لئے انکے باعث

عہدہ دیکھی فی ہذا ان ابی صلی اللہ علیہ وسلم اعمر عائشہ من التسع سو عمرتہا الی کانت الہت بہاد
ذک فی عام واحد اعمرت عائشہ فی سنتین فقیل للقاسم لم یکر علیہا احد فقال: علی ام المؤمنین
ذکرہ ابن القیم فی زاد المعاد ۱۲۔ عہدہ جبل شعر راسہ جتہ ۱۲

شفقت ہونے کے اندیشہ سے ترک فرما دیتے تھے۔ دنا رب البنی صلی اللہ علیہ وسلم الی ذلک بلطف فثبت الاستبواب من غیر تعقید۔

پھر عمرہ سال کے پورے ایام میں جائز ہے بجز یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق کے کہ اخافہ کے نزدیک ان ایام میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ سعید بن منصور نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ انہ قال: خمسة ایام یوم عرفہ، یوم النحر وثلاثة ایام التشریق اھتمر قبلہا وبعدہا ما شئت: کہ پانچ ایام یعنی یوم عرفہ، یوم نحر اور تین ایام تشریق ان سے پہلے اور ان کے بعد جب چاہو عمرہ کرو۔

نیز حافظہ بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ قالت: حلت العمرة فی السنة کلھا الا بعدہ ایام یوم عرفہ، یوم النحر وایام بعد ذلک: کہ عمرہ پورے سال حلال ہے بجز یوم عرفہ، یوم نحر اور ان کے بعد والے دو دن کے کہ ان میں حلال نہیں۔

شیخ اثرم نے امام احمد سے نقل کیا ہے۔ اذا اعمرت فلا بد ان یحلقن اور یقصر فلا یعتمر بعد ذلک الی عشرة ایام لیکن حلق اس فیہا: کہ معتمر کے لئے چونکہ حلق یا قصر ضروری ہے اس لئے وہ اس کے بعد دس دن تک عمرہ نہ کرے تاکہ حلق یا قصر اس ممکن ہو سکے۔ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہ نقل اس بات پر دال ہے کہ امام احمد کے نزدیک دس دن کے اندر عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ (قال المحافظ فی النسخ)

۴۱۵ تشریح الترتیب: اصل جواز کے لحاظ سے تو عمرہ کے لئے کسی وقت کی تخصیص نہیں بلکہ پورے سال میں جب چاہے کر سکتا ہے بجز یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق کے کہ ان میں مکروہ ہے جس کی تشریح امر چہارم کے ذیل میں گذر چکی۔ رہی یہ بات کہ اس کا افضل وقت کون سا ہے؟ سو مشرکین عرب اشرج میں عمرہ کرنا جائز بلکہ افضل و مجزرا اور حرام سمجھتے تھے۔ چنانچہ زبیر بن جہش باب کی دوسری حدیث میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: واللہ ما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ فی ذی الحجۃ الا یحلق بذلک اراہل الشریک فان بذلک الحی سن قریش دمن دان وینہم کا لہا یقولون اذا عفا الوکبہ دبر الدبر و دخل الصفر فقد حلت العمرة لمن اعمرت کا لہا یقولون العمرة حتی یشیخ ذی الحجۃ والحرم: کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو ذی الحجہ میں عمرہ نہیں کرایا مگر اس خیال سے کہ مشرکوں کا گمان غلط ہو جائے کہ قریش کے لوگ اور جو ان کے طریقہ پر چلتے تھے وہ یہ کہتے تھے کہ جب ادنٹ کے بال بڑھ جائیں او

عہ وقد جاز ان دخل البیت وخرج منہ حزینا فقالت لہ عائشہ فی ذلک فقال انی اخاف ان اكون قد شقت علی امتی۔ وہم ان یزل لیستقی مع سقاء زمزم للحاج فحاف ان یغیب الہما علی سقاہم بعدہ ۱۲۔

اس کے پیٹ کا زخم اچھا ہو جائے اور صفر کا مہینہ آجائے تو اب عمرہ کر نوالے کے لئے عمرہ درست ہو گا۔ پس وہ عمرہ کو حرام جانتے تھے یہاں تک کہ ماہ ذی الحجہ اور ماہ محرم گند جائے۔

اسی لئے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام عمرے اشہر حج (یعنی ماہ ذیقعدہ) میں ہوئے تاکہ مشرکین کی مخالفت اور ان کے مذکورہ بالا گمان کا بطلان ظاہر ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیگر ایام کی نسبت اشہر حج میں عمرہ کرنا افضل ہے۔

لیکن ماہ رمضان میں اشہر حج میں عمرہ کرنے سے بھی افضل ہے یا نہیں؟ سو باب کی تیسری چوتھی اور پانچویں حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: "عمرة فی رمضان تجزئ حجة"۔ "یہ تیسری حدیث میں ہے۔ چوتھی حدیث میں ہے: "فانہا کحجة" اور پانچویں حدیث میں یہ ہے: "انہا تعدل حجة معی"۔ یعنی عمرہ فی رمضان،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان میں عمرہ کرنا سب سے افضل ہے کہ عمرہ کے ساتھ ماہ رمضان کی فضیلت بھی متفصل ہو گئی۔ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ باادقات وقت کی نفی کی وجہ سے محل کا ثواب بڑھ جاتا ہے جیسا کہ خلوص نیت اور اخلاص کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کے لئے تو ماہ رمضان میں عمرہ کرنا افضل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی افضل ہے جس میں آپ نے عمرے کئے ہیں یعنی اشہر حج میں۔ لان فہو بیان جواز اما ان اہل الجاہلیۃ بمنیۃ فارادوا المد علیہم بالقول والافعل وہو لو کان مکروہا بغیرہ لکان فی حقہ افضل،

تشریح: ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد حج تو ایک ہی مرتبہ کیا ہے لیکن عمرے چار کئے ہیں جن میں سے ایک پورا نہ ہو سکا۔ ان میں سے پہلا عمرہ۔ عمرہ حدیبیہ ہے جس کے لئے آپ ۶ میں بارادہ مکہ حدیبیہ تک تشریف لائے مگر مشرکین نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے

عہد قتال ابن العری حذیث العمرۃ صحیح وہو من فضل اللہ و نعمۃ فقد ادرکت العمرۃ منزلة الحج بالنظام رمضان ابہا۔ وقال غیرہ یحتمل ان یکون المراد عمرۃ فریضۃ فی رمضان کحجۃ فریضۃ و عمرۃ ثانیۃ فی رمضان کحجۃ ثانیۃ۔ و یحتمل ان یکون مخصوصاً بہذہ المراءۃ۔ قال الحافظ الثالث قال بعض المتقدمین کسعید بن جبیر فانه قال ولا تعلم فی الاہل ہذہ المراءۃ و حدیثہ۔ وقال ابن قیم و لکن لم یکن اللہ یجتاز لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عمرہ الا اذ لی الادقات و احقہا بہا ذکات العمرۃ فی اشہر الحج فظہر وقوع الحج فی اشہر و ہذہ الاشہرۃ۔ فخصہا اللہ تعالیٰ بہذہ العبادۃ و جعلہا دتمناً لہا و العمرۃ حج اصغر فاذا لی الا لازمۃ بہا اشہر الحج و ذوق القعدہ و سہلہا فخرجہ ارادہ عن۔

نقال: مرعین۔ کہ حضرت ابن عمرؓ سے سوال ہوا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: دو۔ جواب۔ اس حدیث میں حضرت عائشہؓ سے اس کا جواب بھی مذکور ہے۔ قالت: لقد علم ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تراعى ثلاثاً سوى النسي تفرها بحجة الوداع۔ کہ حضرت ابن عمرؓ جانتے ہیں کہ آپؐ نے تین عمرے کئے، سوائے اس عمرے کے رجعت الوداع کے ساتھ تھا۔ گو یا حضرت ابن عمرؓ کو اس روایت میں نسیان اور شبہ ہو گیا در نہ یہ بات آپ کے بھی منہ سے نہ نکلتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ چنانچہ بخاری میں عروہ بن زبیرؓ حضرت ابن عمرؓ سے راوی ہیں انہوں نے اعترافی صلی اللہ علیہ وسلم تراعى اربعاً نیز یہ بھی ممکن ہے کہ مرتب سے حضرت ابن عمرؓ کا مستقل مرد کا بیان ہو گیا کہ ہم نے حدیث برابر کچھ ذیل میں عرض کیا تھا۔

سوال۔ حضرت انسؓ کی زیر بحث حدیث۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتراف اربع عمر کلین فی ذی القعدة الا انی سمعت حدیث ابن عباسؓ و حدیث عائشہؓ بلم یقر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فی ذی القعدة کے معارض ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کل عمرے ذی القعدة میں ہوئے اور حدیث انسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع والا عمرہ ذی قعدة میں نہیں ہوا۔

۴۱۸

جواب۔ ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ عمرہ قرآن کا آغاز ذی قعدة میں ہوا ہے اور اختتام ذی الحجہ میں انقطاع حج کے ساتھ ہوا ہے۔ پس حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا اس کی ابتداء کا لحاظ کیا ہے اور حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ اس کے اختتام کو ملحوظ رکھا ہے۔

سوال۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت یہ بھی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعترافاً اربعاً کلین فی رجب۔ در ذی القعدة والشیحان مطولاً کہ آپ نے چار عمرے کئے جن میں سے ایک ماہ رجب میں ہوا تو یہ کلین فی ذی القعدة کے صریح خلاف ہے۔

جواب۔ یہ روایت آپ کے سہو پر مبنی ہے۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا: یرحم اللہ ابی عبد الرحمن ما اعتراف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قط الا بدوا اعترافی رجب قط۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ نہیں کیا جس میں ابو عبد الرحمن (یعنی حضرت ابن عمرؓ) حاضر نہ ہوں۔ اور آپ نے کوئی عمرہ ماہ رجب میں نہیں کیا۔ بعض حضرات نے تکلف کر کے یہ بات بنائی ہے کہ۔ احدین فی رجب

ع زاد عطاء عن عروہ عند مسلم فی آخرہ قال دا بن عمرؓ یسبح فما قال: لا ولا نعم، سکت۔ قال اللہ علی سکت ابن عمر علی انکار عائشہ بدل علی انہ کان اشتبه علیہ ادنی ادشک وقال انقرضی بذیل علی انہ کان علی دیم دانہ ریح لفقہا ۱۲ فنج الباری۔

سے حضرت ابن عمر کا مقصد یہ ہے کہ ایک عمرہ آپ نے ماہ رجب میں ہجرت سے پہلے کیا مگر یہ تکلف محض ہے کیونکہ اس صورت میں حضرت عائشہ کی طرف سے ان کے قول: "ما اعتمر فی رجب قط" سے تردید بے محل ہو جاتی ہے بالخصوص جبکہ انھوں نے بھی چارہی کی تصریح کی ہے۔

سوال۔ حافظ دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے: "قالت: خرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عمرۃ فی رمضان فافطر وصمت وقصر واتممت۔ فقالت: بابی واما یفطر وصمت وقصر واتممت۔ فقال: احسب یا عائشہ۔" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ماہ رمضان میں بھی عمرہ کیا ہے۔

جواب۔ حافظ دارقطنی نے گو اس کی اسناد کو حسن مانا ہے مگر حافظ ابن القیم کہتے ہیں کہ یہ حدیث غلط ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے مضبوطۃ العہد اور مضبوطۃ الزمان ہیں مگر آپ نے ماہ رجب میں بھی عمرہ کیا ہو (جیسا کہ روایت ابن عمر میں ہے) تو آپ کے عمرے پانچ ہوتے ہیں اور ماہ رمضان میں بھی کیا ہو (جیسا کہ دارقطنی کی روایت عائشہ سے معلوم ہوتا ہے) تو عمرے چھ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات بلا خلاف ثابت ہے کہ آپ کے عمروں کی تعداد چار ہے اور چاروں ماہ ذی قعدہ میں ہوئے ہیں۔ لیکن حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عائشہ کا قول: "فی رمضان" خرجت سے متعلق ہے نہ کہ فی عمرۃ کو اور خروج سے مراد فتح مکہ کا سفر ہے جو رمضان میں ہوا ہے اور اسی سال آپ نے جعرانہ سے ماہ ذی قعدہ میں عمرہ کیا ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دارقطنی نے اس کو دوسری سے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں لفظ فی رمضان نہیں ہے۔

۲۱۹

سوال۔ زیر بحث باب کی چھٹی حدیث عائشہؓ میں ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتمر عمرتین عمرۃ فی ذی القعدة وعمرۃ فی شوال" کہ آپ نے دو عمرے کئے ایک ذی قعدہ میں دوسرا شوال میں۔

جواب۔ اول تو یہ حدیث بقول ابن القیم وہم ہے۔ اور اگر محفوظ ہی ان لیس جیسا کہ سعید بن مسعود نے بردایت در اور دی بطریق ہشام بن ابراہیم عروہ حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتمر ثلاث عمرتین فی ذی القعدة وعمرۃ فی شوال۔ حافظ نے اس کی اسناد کو قوی مانا ہے اور امام مالک نے اس کو عن ہشام عن ابیہ مرسلًا روایت کیا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ: "دعرة فی شوال" سے عمرہ جعرانہ کی طرف اشارہ ہے جس کا احرام اور وقوع تو ذی قعدہ میں ہوا تھا مگر اس کے سفر کا آغاز شوال سے ہوا ہے اس لئے اس کو شوال کی طرف منسوب کر دیا۔

۲۲۰ کہ اولہ فتح مکہ محمد اسحاق الحدیث الہی نقال قولہا: عمرۃ فی شوال۔ ہذہ اشارۃ داتی ۲۲۰

تشریح امر مستقیم: سنہ میں جو آپ نے عمرہ کیا جس کو عمرہ القضاء کہتے ہیں اسکی بابت اختلاف ہے کہ یہ عمرہ سنہ والے کی قضاء تھی یا مستقل عمرہ تھا؟ امام ابو حنیفہ اول کے قائل ہیں اور امام مالک و امام شافعی ثانی کے اور امام احمد سے دونوں طرح کی روایتیں ہیں امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اور جمیع سلف کی زبانوں پر اس عمرہ کا عمرہ القضاء کے نام سے موسوم ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمرہ سابقہ کی قضاء تھی نہ کہ مستقل عمرہ۔ پس یہ قضی یقینی قضاء سے ہے۔ اور اگر اسم تابع حکم ہے۔ امام مالک اس کو مقاضاة سے لیتے ہیں کبھی صلح کرنا۔ چونکہ سنہ میں اس عمرہ کی ادائیگی پر اہل مکہ سے سنہ میں صلح ہوئی تھی اس لئے اس کو عمرہ القضاء کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نام عمرہ القضاء بھی ہے۔ جواب یہ ہے کہ سنہ میں اہل مکہ سے اس بات پر صلح واقع ہونا کہ اس سال داپس ہو جائیں اور آئندہ سال آکر عمرہ کر لیں اور تین روز مقیم رہیں یہ سب ایک قضیہ ہے جس کے مطابق سنہ میں عمرہ کی ادائیگی عمل میں آئی۔ اس لحاظ سے اس کو عمرہ القضاء بھی کہہ سکتے ہیں۔ پس یہ قضیہ کی طرف عمرہ کی نسبت کرنے سے قضاء اور امانت الی القضاء کی نفی لازم نہیں آتی۔ قالہ ابن البیہام فی فتح القدیر۔ دہذا آخر البحث والحمد للہ رب العالمین۔

۳۲۰ قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۹۱) صاحب کتاب نے زیر بحث حدیث اپنے دو شیوخ ابو الولید طبرانی اور ہدیب بن خالد سے روایت کی ہے اس کی بابت کہتے ہیں کہ الا لیس مع حمزہ کے بعد حدیث کے جو الفاظ ہیں یہ میں نے شیخ ہدیب سے ضبط کئے ہیں۔ اور شیخ ابو الولید سے بھی یہ الفاظ سنے ہیں لیکن ان سے مجھ کو یہ الفاظ اچھی طرح ضبط نہیں۔ اسی لئے صاحب کتاب نے ابو الولید کے الفاظ کو چھوڑ کر شیخ ہدیب کی روایت کے الفاظ ذکر کئے ہیں یعنی زمن الحدیثیۃ اھ۔ سے آخر حدیث تک۔ زمن الحدیثیۃ امن الحدیثیۃ شک صاحب کتاب سے اوپر کے ردافہ کا ہے۔ امام مسلم نے بھی اس کو اسی طرح شک کے ساتھ روایت کیا ہے بخلاف امام بخاری کے کہ ان کی روایت بلا شک ہو ولفظہ عمرۃ من الحدیثیۃ اھ۔ پھر اس حدیث کے سیاق میں سنن ابو داؤد کے تمام نسخوں

دقیقہ، الی عمرۃ البحرانہ النی وقعت فی ذی القعدۃ لکن لما کان خرد و یسلی اللہ علیہ وسلم الی حنین فی شوال و کان بعد رجوعہ من حنین و قوع ہذہ العمرۃ فی ہذہ السنۃ فی ہذا السفر نسبتہا الی شوال وان کانت فی ذی القعدۃ۔ و قال المحافظ و جمیع مینہا بان کیون ذلک وقع فی آخر شوال و اول ذی القعدۃ و یویدہ مارواہ ابن ماجہ باسناد صحیح عن معاہد عن عائشۃ لم یمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فی ذی القعدۃ ۱۲ الحج خون۔

میں عمرہ القضاء متردک ہے۔ صرف صاحبِ عمن کے نسخ میں اس کا ذکر ہے جس پر نسخے کی علامت لگی ہے۔ صحیحین اور سنن بیہقی میں ان کی روایات میں عمرہ قضاء کا بھی ذکر ہے ناظر ہر ان سقوطِ عمرہ القضاء فی سیاق الی داد و سن الناح :-

(۲۴۲) بَابُ تَحْرِيمِ مَكَّةَ

(۳۷۲) حدثنا احمد بن حنبل نا الوليد بن مسلم نا الاوزاعي حدثني يحيى يعني ابن ابي كثير عن ابي سلمة عن ابي هريرة قال لما فقم الله على رسوله مكة قام النبي صلى الله عليه وسلم فيهم فحمد الله واشتفى عليه ثم قال ان الله حبس عن مكة الفيل وسلط عليها رسوله والمؤمنين وانما اجلت لي ساعة من النهار ثم هي حرام الى يوم القيمة لا يعضد شجرها ولا ينفرس صيدها ولا تحل لقطتها الا لمنشد فقام عباس او قال قال العباس يا رسول الله الا اذ خرفاته لقبورنا وبيوتنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا اذ خرفا قال يا رسول الله اكتبوا لي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكتبوا لابي شاك قلت للاوزاعي ما قوله اكتبوا لابي شاك قال هذه الخطبة التي سمع من رسول الله صلى الله عليه وسلم -

ترجمہ

احمد بن حنبل نے بندہ ولید بن مسلم ہاں سنا داند اعی بتحدیث یحیی بن ابی کثیر بواسطہ ابوسعلمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ فتح کر دیا تو آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور حمد و ستائش خداوندی کے بعد فرمایا، اللہ نے داصحابِ فیل کو مکہ سے روک دیا اور اس پر اپنے رسول کو اور مومنوں کو مسلط کر دیا۔ میرے واسطے مکہ صرف ایک ساعت کے لئے حلال ہوا پھر وہ تاقیامت حرام ہے۔ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ وہاں کا شکار بھڑکایا جائے، وہاں کی چڑی بونی چیز کسی کے لئے حلال نہیں مگر اس کے بتانے والے کیلئے۔ اتنے میں حضرت عباس کھڑے ہوئے اور بولے یا رسول اللہ! مگر اذخر دگھاس کاٹا درست ہو، کیونکہ وہ ہماری قبروں اور ہمارے گھروں میں صرف ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا اذخر دگھاس درست ہے، ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابن المصفی نے ولید سے نقل کرتے ہوئے اتنا زیادہ کیا ہے کہ ابوشاہ یحییٰ نے اٹھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کھل

مے دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ابو شاہ کو لکھ کر دے دو۔ ولید کہتے ہیں، میں نے اوزاعی سے دریافت کیا کہ اکبر اللہ ابی شاہ سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا، اس سے مراد وہ خطبہ ہے جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ تشریح

قول میں ان اللہ عیسٰی عن کلمۃ النبی۔ ابرہہ کے قلعہ کی طرف اشارہ ہے جو خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کی غرض سے مکہ پر چڑھائی کر کے آیا تھا جس کی تفصیل کتب تواریخ میں موجود ہے۔ نیز اس سے مکہ معظمہ کی حرمت و عظمت بھی ظاہر ہے کہ جس شہر پر حملہ کرنے والے کی سرکوبی کی گئی اور مکہ کی برکت سے قریش اس آفت سے بچے جو ابرہہ ان پر لانے والا تھا اس کی عزت و حرمت کا کیا کہنا۔ عقیل ابرہہ مکہ پر چڑھائی کے لئے جو لشکر جرائے کر آیا تھا اس میں ہاتھی بھی تھے اور سب سے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا۔ وسط علیہا مرقاة اور زاد المعاد وغیرہ میں ہے کہ یہ الفا اس پر دال ہیں کہ فتح مکہ عنوةً تہراً حاصل ہوئی تھی جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ امام شافعی اور ایک قول میں امام احمد سے اس کے خلاف منقول ہے۔ ساعۃ من النہار۔ ساعت سے مراد وہ وقت ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

ثم ہی حرام یعنی مکہ تاقیامت قابل احترام ہے یا اس میں قتال وغیرہ حرام ہے۔ لایبضد شجر ہارم کے خورد و اور ترد تارہ درخت اور اس کی خورد و گھاس کاٹنا جائز نہیں اگر کاٹے گا تو امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک تاوان دینا ہوگا۔ ہاں سوکھی گھاس اور سوکھے درخت کے کاٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح جو گھاس اور درخت خورد و نہ ہوں بلکہ ان کو کسی نے لگایا اور آگایا تو اس سے مستثنیٰ ہیں (ایک قول کے لحاظ سے) امام احمد کا مذہب یہی ہے اور ابن عقیل و ابوالخضاب نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعی کے یہاں درخت خورد و ہوں یا کسی کے لگائے ہوئے ہوں بہر حال کاٹنا جائز نہیں اور کاٹنے والے پر جزاء واجب ہے۔ البتہ امام شافعی کے یہاں شاخوں سے سواک کاٹنا اور پتوں اور پھلوں کا اتارنا جائز ہے بشرطیکہ یہ درختوں کیلئے مضر نہ ہو۔ حضرت عطار دہلوی بھی اسی کے قائل ہیں۔

نیز شوافع کے یہاں تکلیف دہ کانٹوں کا کاٹنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ فواسق و سباع یعنی موذی اور درد دل کے مشابہ ہیں۔ ابن عقیل اور ابوالخضاب نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ حضرت عطار و دہلوی مجاہد سے بھی یہی مروی ہے لیکن جمہور کے یہاں اس کی بھی اجازت نہیں کیونکہ یہ اطلاق نص کے

معدنی زاد المعاد لما اتجہ ابو حامد الغزالی القول بانہا فحمت صلی علی قول الشافعی انہا تحت عنوة فی وسطہ و قال ہذا مذہب ۱۲ زاد المعاد۔

معدنی اختلاف فی الجزار فقال مالک لا جزاء فیہ بل یاثم و قال عطار یستغفر و قال ابو حنیفہ یؤخذ بقیمة ہری و قال الشافعی فی العقیمة بقرۃ دنی ما دہنا شاة ۱۲ بذل۔

کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متاخرین شوافع کی ایک جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ حرمت قطع علی الاطلاق ہے۔ چنانچہ امام نووی نے شرح مسلم میں اسی کی تصحیح کی ہے اور بعض دیگر تصانیف میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ رہا فواسق و سباح پر قیاس کرنا سو یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ فواسق و سباح بال عقد و بال طبع تکلیف پہنچاتے ہیں درختوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

البتہ جو شافعیں اور پتے درختوں سے خود گرجائیں ان سے فائدہ اٹھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ قالہ ابن قدامہ دلائل صید یا اور صید حرم کو اباحت و ایساج، اصطیاد و ازواج کے طریقہ سے بھڑکانا اور ان کی جگہ سے بھگانا بھی جائز نہیں۔ درغل لقطہ بالامتنشہ اور حرم کا نقطہ یعنی پرمی ہوئی چیز بھی کسی کے لئے حلال نہیں الا یہ کہ بہ نیت اعلان اٹھائے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک حل و حرم ہر دو کے نقطہ کا حکم برابر ہے امام احمد سے ایک روایت اور امام شافعی کا ایک قول یہی ہے اور حضرت ابن عمر، ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی عنہا سے بھی مروی ہے۔ فجوڑ تمکلبا بعد نعر نہاستہ کمافی سائر المبلاد و بہ قال بعض اصحابہ اشافعی قالہ النودی۔

امام احمد سے دوسری روایت اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ حرم کا نقطہ بہ نیت تمکلبا تک اٹھانا جائز نہیں صرف اس کے مالک تک پہنچانے کی نیت سے جائز ہے۔ پس اگر کسی نے اس نیت سے اٹھا یا تو وہ ہمیشہ بیت اس کا اعلان کرتا رہے یہاں تک کہ اس کا طالب مالک مل جائے۔ عبد الرحمن بن عبد اور ابو عبیدہ اسی کے قائل ہیں۔

نقطہ کی مفصل بحث کتاب اللقطہ کے ذیل میں گذر چکی۔ فقیام عباس اور قال عباس۔ اولاشک من الرادی۔ الا الا ذخری۔ استثنائے تلقین ہے۔ یعنی لا یقضہ شجرہ کے بعد الا الا ذخری۔ بھی کہہ دیجئے۔ اذخر کبیر حمزہ دسکون ذال سجد و کسر فار ایک مشہور خوشبودار چڑے جوں والی گھاس ہے جس کو اہل مکہ چیتوں کے کام میں لاتے ہیں اور اس سے قبر میں اینٹوں کی درجیں بن کر تے ہیں۔ اس کا اجازت ہے۔ کیونکہ یہ عام ضرورت کی چیز ہے۔ بلکہ حافظ نے شیخ ابن اثیر سے نقل کیا ہے کہ بلا قید ضرورت علی الاطلاق اس کی اباحت پر اجماع ہے۔ ماقولہ اکبتولہ بی شاہ ای ای شئی یال ابوشاہ ان یکتب لہ۔

(۴۹۲) اس کا مقصد بالکل واضح ہے صرف یہ بتانا ہے کہ ابن المصفی نے قولہ قال ابوداؤد الخ۔ دلیہ سے روایت کرتے ہوئے فقام ابوشاہ احکم کا اضافہ کیا ہے،

ابوشاہ فارسی کلمہ ہے۔ اور بار اصلی ہے بمعنی بادشاہ۔ امام نووی کہتے ہیں کہ ان کا نام معلوم نہیں۔ یہ کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ حافظ نے اصحاب میں لکھا ہے کہ ابوشاہ یانی کے متعلق بعض تو یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ فارسی ہیں اور یہ ان لوگوں کی اولاد سے ہیں جو سیف بن ذی یزن کی نصرت میں بین آئے تھے۔

باب زیارة القبور

(۳۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَنْ قَالَ قَالَ مَا لَكَ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَجْأَ وَزَالَ مَعَهُ إِذَا قَفَلَ رَجَعًا إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى يَصِلَ فِيهَا مَا بَكَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بَلَّغْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَّسَ بِهِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ الْمَدِينِيَّ قَالَ الْمَعْرُوسُ عَلَى سِتَّةِ أَصْيَالٍ مِنَ الْمَدِينَةِ.**

ترجمہ

قصہ نے بیان کیا ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ کو لوٹ کر آئے اس کے لئے زیارت نہیں کہ وہ معرس سے بڑھ جائے یہاں تک کہ وہ نماز پڑھے وہاں جتنا جی چاہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے وہاں تردد فرمایا ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسحاق مدینی سے سنا ہے کہ معرس مدینہ سے چھ میل دوسرے ہے۔ نسخہ جو قولی باب النحر میں عنوان کے میں سلسلہ سنن ابو داؤد کے نسخے مختلف ہیں۔ نسخہ مصریہ کا پورچ اور مجتبائیہ میں یہ عنوان داخل متن ہے۔ لیکن نسخہ مکتوبہ اور قادریہ وغیرہ اکثر نسخوں میں یہ حاشیہ پر مکتوب ہے۔ مندرجہ میں بھی یہ باب نہیں ہے بلکہ صاحب کتاب نے تحریم مدینہ فضائل مدینہ، زیارت قبار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب صلوٰۃ بسلام سے متعلق احادیث کو باب تحریم المدینہ کے ذیل میں درج کیا ہے جو زیر بحث باب پہلے زیارت قبور کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **كُنْتَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ إِلَّا فَرْدًا فَإِنْ نَهَيْتُكُمْ كَرَّمُ الْآخِرَةِ** کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا (لیکن) اب (اجازت دیتا ہوں) قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تم کو آخرت یاد دلاتی ہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بھی ثابت ہے کہ آپ دعا و استغفار کے لئے قبرستان تشریف لے جاتے اور یہ دعا پڑھتے تھے: **السلام عليكم اهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانا انشأ اللهكم للاحقون فآل الله فداكم العافية**۔ لیکن زیر بحث باب میں خاص طور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت پیش نظر ہے، جس کی بابت متعدد احادیث وارد ہیں۔

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما: **قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي**

دہزار، داؤد قطعی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہوگئی۔

(۲) عن ابن عمرؓ: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی: (ابن عساکر) آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا (۳) عن انسؓ: قال قال رسول اللہ من زارنی فی المدینۃ حبسنا کان فی جوارحہ و کنت لہ شفیعاً یوم القیامۃ (عقلمانی، ابوعوانہ) آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بہ نیت ثواب مدینہ آکر میری زیارت کرے وہ میرے پُرس میں ہوگا اور قیامت کے دن میں اس کا سفارش ہی ہوں گا۔

(۴) عن ابن عباسؓ: من حج الی مکۃ ثم قصد فی فی سجدۃ کتب لہ جنتان بہرہ رتاق (دعبلجی) جو شخص حج کے لئے مکہ جائے پھر میرا قصد کر کے میری سجد میں آئے اس کے لئے دو مقبول حج ملے جاتے ہیں (۵) حدیث ابو ہریرہؓ یعنی زیر بحث باب کی پہلی حدیث: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما من احد یسلم علی الارذ اللہ علی روحی اور علیہ السلام (احمد، ابوداؤد) آپ کا استاد ہے کہ جو شخص بھی میری قبر کے پاس آکر مجھ پر سلام پڑھے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ تک پہنچا دیتے ہیں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ: الارذ اللہ روحی۔ میں لفظ ارذ بمعنی حال لیا جائے یا بمعنی استقبال بہرہ و صورت سلام کنندگان کے تکرار سے روح کا تکرار لازم آتا ہے اور تکرار روح تکرار مفارقت کو مستلزم ہے اور تکرار مفارقت پر بہت سے محذورات لازم آتے ہیں۔

اول یہ کہ خروج و عود روح کے تکرار سے جسم الہی کا متاثر اکم ہونا لازم ہے۔
دوم یہ کہ عالم برزخ میں شہداء و دغیرہ کی ارواح کا جو معاملہ ہے یہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ ارواح شہداء کی بابت خروج و عود روح کا ذکر کہیں ثابت نہیں۔ حالانکہ نبی کریم

ﷺ قال النبی و قال ابن حجر فی شرح المناسک رداہ ابن خزیمہ فی صحیحہ و صحیح جامعہ کعبہ الحی و الشقی فی شرح القاری فی شرح الشفاء صحیح جامعہ من ائمۃ الحدیث ۱۲ حصہ کذا فی شفاء الاسقام و فی شرح اللباب رداہ ابن عدی بندہ حسن، و رد المحتار علی ابن الجوزی فی ایرادہ فی الموضوعات و قال لم یصعب و قال القاری فی شرح الشفاء رداہ ابن عدی بندہ صحیح بہ ۱۲ حصہ آخر ج ۱ حدیث سنداً و قیاماً قال ابن التیم و قد صحیح، سادہ الحدیث و سالت شیخنا ابن تیمیہ عن سماع یزید بن عبد اللہ بن ابن ہریرہ فقال کانہ اور کہہ دینی سماع منہ نظر و قال النبی فی الارذ اللہ کار و ریاض الصالحین اسنادہ صحیح و قال ابن حجر رداہ ثقات و قال المنذری ابو یوسف حبیب بن زیاد، اخرج لہ مسلم فی صحیحہ و قد انکر علیہ شیخ من حدیثہ و ضعفہ یحییٰ بن معین مرۃ و وثقہ اخری ۱۲۔ عون عن الغایۃ۔

صلی اللہ علیہ وسلم استمرار روح کے کہیں زیادہ مستحق ہیں۔

سیم یہ کہ یہ قرآن کے بھی خلاف ہے کیونکہ آیت "وہبنا امتنا اثنتین واجتینا اثنتین" سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ احیاء بھی صرف دو بار ہے اور امانت بھی دو بار اور روح کا کثیر اموات کثیرہ کو مستلزم ہے۔ چہارم یہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث "الانبیاء احیاء و فی قبورہم یصلون" وغیرہ احادیث متواترہ صحیحہ جو انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دال ہیں یہ ان سب کے خلاف ہے۔ قال البیہقی فی کتاب الاعتقاد الانبیاء بعد قبضہ ارواحہم ارجعہم فہم احیاء عند ربہم کالشہداء بہر کیف اس پانچویں حدیث پر یہ اہم ترین اشکال ہے جو حیات انبیاء سے مستقل ہے جس پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں جیسے علامہ جلال الدین سیوطی لکھی کتاب انتباه الاذکیاء بحیۃ الانبیاء کہ یہ اس موضوع پر بہترین کتاب ہے جس میں موصوف نے تقریباً پندرہ وجوہ سے اشکال مذکور کو دفع کیا ہے۔ چند جوابات یہ ہیں۔

جواب "رواۃ علی روحی" جلد حالیہ ہے اور عربی قاعدہ ہے کہ جب جلد حالیہ کے شروع میں فعل ماضی ہو تو لفظ قد مقدر ہوتا ہے جیسے قول باری "ادعواکم حضرت صدورہم" اسی قد حضرت صدورہم۔ اس قاعدہ کے مطابق یہاں بھی لفظ قد مقدر ہے اور حقیقتاً بمعنی "ادعواکم حضرت عطف کے لئے ہے نہ کہ برائے تعلیل، اس صورت میں جلد ماضیہ پر شخص سے واقع ہونے والے سلام پر سابق ہو گا اور تقدیر عبارت بول ہو گی۔ "ما من احد یسلم علی الا قد رد اللہ علی روحی قبل ذلک دار دعلیہ" قال البیہقی فی شعب الایمان وقولہ "الارود اللہ علی روحی" معناه "اللہ اعلم الا قد رد اللہ علی روحی فار دعلیہ السلام"۔

یعنی سلام کنندگان میں سے کوئی نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے مگر حال یہ کہ میری روح اس کے سلام سے قبل ہی واپس آچکی اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ یہ مطلب نہیں کہ سلام کنندگان کے سلام کے وقت روح واپس آتی ہے۔ پس اس تقدیر پر اصل اشکال ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس توجیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حافظ بیہقی نے کتاب حیۃ الانبیاء میں اس حدیث کی تخریج لفظ قد کی زیادتی کے ساتھ کی ہے و لفظ "الا قد رد اللہ علی روحی"۔ جواب فتح الودود میں ہے کہ "الارود اللہ علی روحی" معلول کو حذف کر کے علت کے اس کے قائم مقام کر دینے کے قبل سے ہے جو کلام کا ایک فن ہے اور خبر جزاء میں شائع واقع ہے

عہ ولایہ ہما قد اذا وقعت بعد الا کما ذکرہ فی التہلیل و ہر استثناء من اعم الاحوال ۱۷۔

نفسہ قال البیہقی و لفظ الرد قد لایل علی المغارۃ بل کنی بہ عن مطلق الصیرورۃ وحسنہ ہینارامتا المناصبۃ اللغویۃ بینہ دین قولہ حتی ار دعلیہ السلام فہما لفظ الرد فی صدر الحدیث لئلا یشتبہ ذکرہ، آخرہ ولیس المراد بردہا عودا بعد مغارۃ بدہنہا ۱۸ ہون۔

یہی قول ہاں کذب و کذب بولک فقہ کذب رسل من تمبلک۔ اے ایمان کذب بولک فلا تخزن
فقہ کذب رسل من تمبلک میں جزار کو حذف کر کے اس کی علت کو اس کے قائم مقام کر
گیا۔ اسی طرح حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان الذین آمنوا وعلما الصالحات انما لانفعیج اجر
من احسن علما۔ اے ایمان الذین آمنوا وعلما الصالحات فلا نفعیج علیہم لانما لانفعیج اجر من احسن علما۔ پس ایسے ہی
یہاں بھی تقدیر عبارت ہوں ہے۔ اے من احمد سلیم علی الا اردو علیہ السلام لانی حی اقدر علی رد
السلام۔ یعنی کوئی شخص نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے مگر یہ کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں کینکہ میں
زندہ ہوں جواب دینے پر قادر ہوں فانفعیج معنی الی ریش دلائل مخالف ثابت حیاۃ الا
خبر علیہ السلام۔

جواب ہے: بلکہ تاج الدین فاکہانی کہے ہیں کہ علامہ سخاوی نے کتاب البدیع میں اور عارفانہ ابن حجر نے شرح مناسک میں ذکر کیا ہے کہ یہاں مجازاً روح سے مراد نطق و گوہائی ہے اور مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ مجھے بدلنے کی قوت عطا فرمادیتے ہیں نہ کہ نہ قال۔ اور دانہ علی النطق۔ اور علامہ مجازیہ ہے کہ نطق کے لئے وجود روح لازم ہے جیسے روح کے لئے وجود نطق بالفعل یا بالقوة لازم ہے پس احد المتلازمین کو دوسرے سے تعبیر کر دیا گیا۔

جواب علامہ خفاجی کا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام یقیناً زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کی حیات اقویٰ داخل اور خارج ہے اور ان اجداد مقدسہ پر زمین کا کوئی تسلط نہیں۔ پس یہ حضرات اپنی قبروں میں مثل نائین آرام فرما رہے ہیں کہ سونے والا جب تک بیدار نہ ہو اس وقت تک نہ کچھ سنتا ہے اور نہ کچھ بولتا ہے تو درج سے مراد وہ ارسال ہے جو آیت "والتی لم تمت فی مناہا فیمک التی نضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اہل سمی" میں مذکور ہے۔

یعنی اللہ ہی قبض (یعنی مطلق) کرتا ہے، دامن، جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو کبھی جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت، پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک ميعاد معين تک کے لئے رہا کر دیتا ہے۔

اس کا تشریح یہ ہے کہ نفس انسانی جو ایک جوہر نورانی و روحانی ہے اس کا تعلق بدن کے ساتھ تین طرح پر ہوتا ہے۔ اول یہ کہ اس کی روشنی ظاہر باطن ہر دو میں برابر پہنچے اس کو بیدار کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ صرف ظاہر میں بعض وجوہ سے روشنی نہ ہو اس کو نوم یا خواب کہتے ہیں۔ سوم یہ کہ اس کی روشنی بالکل منقطع ہو جائے اس کو موت کہتے ہیں۔ تیسرے سوئے والے کو ارسال مذکور کے وقت کوئی اذیت نہیں ہوتی اسی طرح یہاں بھی درود بخیر بستی ارسال مذکور ہے جس سے

مع فقول الخفاجي في قسم الرياض شرح الشفاء للقاصي عياض واستشارة الروح للروح للناطق بعبد
وغيره من دفة ترغيب ١٢

جسم کا متاثر نہ ہونا لازم نہیں آتا مفسی الحدیث انہ اذا سمع الصلوۃ والسلام بواسطۃ او بدوہا یقظ ورتو۔ کہ جب کوئی آپ پر درود و سلام بھیجتا ہے تو آپ بیدار ہو جاتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ دنیوی موت کی طرح آپ کی روح قبض ہوئی ہے پھر دنیاوی حیات کی طرح واپس کی جاتی ہے لان روح مجردہ نورانیۃ۔

جواب۔ قاضی عیاض اور علل الدین سیوطی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ عالم برزخ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک احوال ملکوت میں مشغول اور اللہ جل شانہ کی حضوری میں مشغول رہتی ہے جیسے دنیاوی زندگی میں آپ وحی ربانی اور تجلیات بزدانی میں مشغول رہتے تھے اور جب کوئی شخص آپ پر درود و سلام بھیجتا ہے تو آپ کی روح مقدس اس استغرائی حالت سے سلام کا جواب دینے کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ پس اس استغرائی کیفیت سے افادہ پانے اور جواب کی طرف متوجہ ہونے کی حالت کو درود سے تعبیر کر دیا گیا۔

جواب۔ الاراد اللہ علی روحی۔ میں روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو آپ تک امت کا صلوة و سلام پہنچانے پر مقرر ہے۔ اس کی تائید حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے ہوتی ہے جس کی تخریج ابن ابی شیبہ اور حافظ سیوطی نے کی ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعہ ومن صلی نائیا بکفۃ منہ اس میں نائیا بمعنی بعید اسے اور بکفۃ صیغہ مجہول مشد ہے اسی بکفۃ الملائکۃ سلامہ و صلوة علی یعنی جب کوئی شخص میری قبر کے قریب مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میں اس کو گویں خوشنما ہوں اور جب کوئی میری قبر سے دور ہو کر سلام بھیجتا ہے تو وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔ یعنی اس کو ملائکہ پہنچاتے ہیں۔

۴۲۸

نیز امام احمد، نسائی اور دارمی نے حضرت ابو مسعود انصاری سے مرفوعاً روایت کیا ان للہ ملائکۃ یأمرین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام کہ اللہ جل شانہ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔ اس پر علامہ خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں یہ اعتراض کیا ہے کہ الاراد اللہ علی روحی میں روح کی اضافت یا تشکیم کی طرف ہے اس لئے فرشتے پر درود کا اطلاق ہونا اور روح سے فرشتے کا مراد ہونا بعید معلوم ہوتا ہے۔ جواب۔ ہے کہ ملک پر روح کا اطلاق خود قرآن میں موجود ہے قال اللہ تعالیٰ نزل بہ الروح الامین۔ تنزل الملائکۃ و الروح فیہا۔

جواب ابن ملک کا ہے کہ روح سے مراد اعلام ہے کہ جب کوئی سلام بھیجتا ہو تو حق تعالیٰ کی طرف سے

آپ کو اس کی اطلاع کر دی جاتی ہے کہ فلاں اسحق نے آپ پر سلام بھیجا ہے پس آپ اس کا جواب دیتے ہیں۔

پھر بعض علماء نے حدیث ابو ہریرہؓ: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تشد الرحا الا انی ثلثہ: مسجد الحرام و المسجد الاقصی و مسجدی بذی الشوق علیہ، کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک اور انبیاء کرام و صلحاء عظام کی قبور کی زیارت کے ارادہ سے سفر کی ممانعت کی ہے جیسے ابن بطلہ، ابن عقیل، ابو محمد جریر بن ابو قاضی عیاض وغیرہ۔ اور یہ کہا ہے کہ اس نیت سے سفر نہ کرے بلکہ مسجد نبوی کی نیت سے سفر کرے اور وہاں پہنچنے کے بعد مزار پاک کی بھی زیارت کر لے۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک اس حدیث کا یہ مطلب نہ ہو کہ ہمیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر نہ کرے کہ تین مساجد جو اہمیت و خصوصیت رکھتی ہیں وہ کسی اور مسجد میں نہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے سجز ان تین مساجد کے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ علی الاطلاق سفر کرنے کی ممانعت مقصود نہیں اور نہ ظاہر ہے کہ ان کے علاوہ بہت سے سفر بالاتفاق جائز ہیں جیسے سفر جہاد و سفر طلب علم و سفر ہجرت اور سفر تجارت وغیرہ۔

۴۲۹ بہر کیف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا ارادہ بھی مستحب ہے۔ تلامذہ قاریؒ لکھتے ہیں کہ چند حضرات کے علاوہ جن کا خلاف کچھ معتبر نہیں بلکہ اتفاق تمام مسلمانوں کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اہم ترین نیکیوں اور افضل ترین عبادات میں سے ہے اور اس کا درجہ واجبات کے قریب ہے بلکہ بعض علماء نے واجب کہا ہے۔

در مختار میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت مندوب ہے بلکہ بعض علماء نے اس کو اس شخص کے حق میں جس میں وسعت ہو واجب کہا ہے۔ علامہ شامی کہتے ہیں کہ خبر علی شافعی نے اس قول کو ابن حجر سے نقل کیا ہے اور اس کی تائید بھی کی ہے۔

امام نووی مناسک میں لکھتے ہیں کہ جب حج سے فارغ ہو جائے تو چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت اہم ترین قربات اور کامیاب سعی میں سے ہے۔ خود قاضی عیاض مالکی نے شفا میں لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت مجمع علیہ سنت ہے۔ بلکہ بعض علماء مالکیہ نے تو واجب کہا ہے جیسا کہ قسطلانی نے مواہب میں ابو عمران قاسمی کا قول نقل کیا ہے۔ یعنی جو فقہ حنابلہ کی بہت معتبر کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت مستحب ہے۔

۴۳۰ یہاں سے۔ ابو عمران قاسمی کا قول نقل کیا ہے۔ تک فضائل حج سے محقق آما خود ہے ۱۲

زیر بحث باب کی دوسری حدیث ابو ہریرہؓ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لَا تَجْعَلُوا بِرُؤُوسِ قُبُورِكُمْ قُبُورًا**۔ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ یعنی جس طرح قبریں اللہ کے ذکر سے خالی ہوتی ہیں اسی طرح اپنے گھروں کو اللہ کے ذکر سے خالی نہ رکھو بلکہ گھروں میں نفعی عبادات کے ذریعہ سے اللہ کو یاد کیا کرو تاکہ برکت حاصل ہو اور رحمت نازل ہو۔

بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ مردوں کو گھروں میں دفن نہ کرو۔ اس پر علامہ خطابی رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی گھر میں دفن ہوئے تھے جس میں آپ رہتے تھے یعنی حجرہ عائشہ میں معلوم ہوا کہ یہ مراد نہیں ہے۔ مگر یہ بے جلا ہے اس واسطے کہ اس گھر میں آپ کی تدفین خصال ائمہ میں سے ہے۔ حدیث میں ہے: **مَا تَقْبُضُ نَبِيٌّ إِلَّا وَدَفْنٌ حَيْثُ يَقْبُضُ**۔

نیز اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قبرستان کو رہائش گاہ نہ بناؤ یہاں تک کہ دلوں سے رقت و رحمت نکل جائے بلکہ قبروں کی زیارت کیلئے اپنے گھروں کو واپس آ جاؤ۔ **وَلَا تَجْعَلُوا قُبُورَ عِيَدِكُمْ**۔ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ کیونکہ عید کا دن اظہار مسرت و سرور کا دن ہوتا ہے اور حالت زیارت خوف و خشیت کی مقتضی ہے۔

بعض حضرات کی رائے ہے کہ اس سے کثرت زیارت کی ترغیب مقصود ہے کہ جیسے عید کا دن سال بھر میں صرف دو بار آتا ہے اسی طرح میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ کہ کبھی کبھار کر لی سو کر لی بلکہ کثرت سے زیارت کیا کرو۔ علامہ طیبی اور شیخ القدیر میں شیخ منادی فرماتے ہیں کہ اس میں عید کے مثل اجتماع کی مانعت ہے جیسے یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں پر مخصوص اجتماع کرتے اور تعلیم میں حد سے بڑھ جاتے تھے:-

قَوْلُ: لَا تَجْعَلُوا قُبُورَكُمْ قُبُورًا یعنی جو شخص حج سے فارغ ہو کر مدینہ آئے اس کو چاہئے کہ بلخار ذی الحلیفہ یعنی موسم میں اترے اور جتنی توفیق ہو نماز پڑھے اور اگر نماز کا وقت نہ ہو تو انتظار کرے یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو جائے اس جگہ اترنا گو مناسک حج میں داخل نہیں تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے یہاں نزول فرمایا اسی لئے الکلبہ حضرات نے اس کو تبرکاً مستحب مانا ہے۔ چنانچہ زیر بحث حدیث سے پہلی حدیث میں ہے

لَمْ يَدْفِنِ النَّبِيُّ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ فَخَفَتْهُ اَتَحَا ذَقْبَرِهِ سَجِي۔ ذکرہ القاضی قالہ المناوی فی فتح القدیر ۱۲۷۰۔

عَبْدُ و قال الترمذی یحییٰ ان کیون المراد ان من لم یصل فی بیتہ جعل نفقہ کا میت دبتہ کا نظر نفی معنی مسلم مثل البیت الذی یدکر اللہ فیہ والبیت الذی لا یدکر اللہ فیہ کمثل الحی والمیت، فالمعنی لا یجوز ان لا یصلوا الذین لا یصلون فی بیتہم دہی القبر و قال بعض ارباب اللطائف منہا لا تجعلوا برونکم کا مقبر غالیہ عن الاکل والشرب للذاتین ۱۲۷۰ بذل بحدف۔

کہ حضرت ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس جگہ نزل فرمایا اس کی مصلحت یہ تھی کہ لوگ اپنے اہل و عیال میں رات کے وقت اچانک نہ پہنچ جائیں جس کی آپ نے صراحتاً ممانعت بھی فرمائی ہے اس لئے آپ نے یہاں نزل فرمایا اور فرج ہو جانے کے بعد یہاں سے روانہ ہوئے :-

قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۹۳) | عرس معرس کے متعلق یہ بتا لیا ہے کہ یہ مدینہ سے چھ میل فاصلہ پر ہے۔ معرس بضم میم و فتح عین وقت پکارا مفتوحہ جائے نزل کو کہتے ہیں۔ قال ابو یزید۔ عرس القوم فی المنزل اذا نزوا۔ اہی وقت مکان من لیل و دنبار۔ یعنی تعریس کے معنی کسی منزل میں اترنا ہے رات میں ہو یا دن میں لیکن غلیل اور اٹھسی کے نزدیک تعریس آخر شب کے نزل کو کہتے ہیں۔ نہایہ میں ہے کہ معرس موضع تعریس کو کہتے ہیں اور معرس ذی الحلیفہ کا نام معرس اسی لئے ہے کہ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزل فرمایا تھا۔ صاحب سجم البلدان لکھتے ہیں کہ معرس مسجد ذی الحلیفہ ہے جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نزل فرماتے اور پھر غزوہ وغیرہ کے لئے کوچ کرتے تھے۔ ذی المراء المعرس مسجد ذی الحلیفہ علی ستہ امیال من المدینۃ دیہنہل اہل المدینۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرس فیہ ثم یرحل

بعض نسخوں میں قول کی عبارت کے بعد یہ روایت بھی ہے۔ حدیثنا احمد ابن صالح قال قرأت علی عبد اللہ بن نافع حدیثی عبد اللہ بنی العری عن نافع ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قدم بات بالمعرس حتی یغدیٰ۔ مگر یہ کوٹھی کی روایت سے نہیں ہے۔ اسی لئے شیخ منذری نے اپنی مختصر میں اس کو ذکر نہیں کیا بلکہ یہ بقول شیخ مزنی، ابوالحسن بن العبد اور ابوبکر بن واسطہ کی روایت سے ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَوَّلُ کِتَابِ النِّسَاحِ (۶)

قولی کتاب النکاح: النکاح تعلق عبادات کے ساتھ ہی تعلق ہے۔ یہاں تک کہ اشتغال بالنکاح نفی عبادت کے لئے خلوت گزینی سے افضل ہے۔ در مختار اور در منقح وغیرہ میں ہے کہ مسلمانوں کے لئے ایمان اور نکاح کے علاوہ کوئی عبادت ایسی نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک مشروع رہی ہو اور پھر ہمیشہ میں بھی دائمی رہے۔ اس لئے صلوٰۃ و زکوٰۃ اور مناسک حج کے بعد کتاب النکاح لازم ہے۔ نکاح کی باہت چند چیزوں کا علم ضروری ہے۔ اول اس کی لغوی تحقیق دوم اس کے شرعی اور

فقہی معنی۔ ستم اس کی شرعی صفت یعنی اس کا حکم۔ چہاں اس کے فوائد و مصالح تحقیق امر اہل یعنی نکاح کے سلسلہ میں چند اقوال ہیں۔ اول بقول حافظ ابن حجر وغیرہ نکاح کے حقیقی معنی الضم والندخل یعنی ملنا اور جمع کرنا ہے قال الشاعر
ان العقبور تلج الایامی فی السنة الارامل الیتامی۔ اسی تضم و جمع الی نفسہا۔ اور بقول
فراہ کج بضم نون و سکون کاف فرج کا اسم ہے۔

ہمارے بعض مشائخ سے بھی اس کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ صاحب محیط نے اسی کو اختیار کیا ہے اور صاحب کافی و دیگر محققین نے اسی کی پیروی کی ہے۔ بعض حضرات نے اس کے اصلی معنی۔ لزوم شئ لشیء مستعلیا علیہ یعنی ایک چیز کا دوسری چیز کو بطور غلبہ لازم ہو جانا بتائے ہیں۔ يقال تلج المطر الارش۔ بارش زمین میں جذب ہو گئی۔ و تلج النعاش۔ نیمہ، آنکھوں میں نیند غالب ہو گئی، و تلحوت الحشا۔ اخفات الابل، کنکری ادنٹ کے پاؤں میں دھنس گئی۔

وہم یہ کہ لفظ نکاح با شتر اک لفظی و طبعی اور عقد کے درمیان مشترک ہے۔ ظاہر صواح سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔ صواح میں ہے۔ النکاح الرطوبۃ کیونکہ العقد بقول نکحہا و تلحوت ہی ای تزوجت اہ۔ اسی کو صاحب غایۃ البیان نے ترجیح دی ہے۔ کیونکہ مشترک لفظ اپنے دونوں معنوں میں حقیقت ہو سکتا ہے، اور حقیقت ہی اصل ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے و بہ جزم ابوالقاسم الزجاجی فقال بحقیقۃ فیہا۔ لیکن صاحب بحر کہتے ہیں کہ یہ ترجیح اصول سے عقلیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ جمع یہ ہے کہ جب کوئی لفظ اشتراک اور مجاز میں دائر ہو تو مجاز اولی ہوتا ہے کیونکہ مجاز ابلغ اور غلبہ ہے اور اشتراک محل بالتقاہم اور محتاج قرین ہوتا ہے لہذا ذکرہ الشنفی فی شرح المنار و قال فی البدایہ ان الحق۔

ستم یہ کہ معنی عقد میں اس کا استعمال حقیقت ہے اور طبعی میں مجاز۔ ابو یسین نے متنی وکن العمل بالحقیقۃ سقط المجاز کی بحث میں اس قول کو امام شافعی کی طرف منسوب کیا ہے۔ چہاں یہ کہ اس کا عکس ہے۔ یعنی طبعی میں حقیقت ہے اور عقد میں مجاز۔ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم

عہ و قال الفارسی اذا تلاقح فلانۃ اوبہ۔ فلان فالمراد العقد و اذا تلاقح فلانۃ فالمراد الوطء ۲ فتح عندہ و اقاہ ابو الحسن بن الفارسی ان النکاح لم یرد فی القرآن الا للتردید الا فی قولہ تعالیٰ۔ و ایتلو الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح۔ فالمراد بہ العلم ۱۲ الخ۔

۳ و ذکر الاموریون ان ثمرۃ الاختلاف بینا دین الشافعی تغیر فی حرمت موطورۃ الابل۔ من الزنا راخذ من قولہ تہ۔ و لا تلکوا ما تلک آباءکم من النسۃ فلما کان حقیقۃ فی العقد عندہ لم تحرم موطورۃ من الزنا و لما کان حقیقۃ فی الوطء عند الشافعی لوطر الحلال و المحرم حرمت عندنا و حرمت موقوفۃ الابل بغیر طر بالا جماع ۱۲ بحر۔

اور اگر ظلم و ستم کا یقین ہو تو حرام ہے اور حالت اعتدال میں رات و دن علیٰ صغیرانی ظاہری اور اس کے ہم خیال علماء کا نظریہ یہ ہے کہ اعتدال کی حالت میں وطی اور زانی و نفقہ بھی قدرت رکھنے والے کے لئے نکاح فرض اعمان صلوٰۃ و صیام کی طرح فرض میں ہے ان احتجاج ظواہر نصوص مثل قول باری: "فانکحوا اطالبکم من النساء۔" و انکحوا الايامی منکم۔ اور قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم: "تزوجوا الودود والودود۔" تاکہ انکا شرف وادارہ ہے کہ ان میں حکم نکاح بعینہ امر مطلق ہے اور مطلق امر فرضیت واجب کے لئے ہوتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرائض و اسکان وین شمار کراتے وقت اسکو ذکر نہیں فرمایا اگر یہ فرض ہوتا تو ضرور ذکر فرماتے۔

ربا نصوص کا بعینہ امر ہونا سو امر ہمیشہ فرضیت کے لئے نہیں ہوتا۔ اور آیت: "فانکحوا اطالبکم الی فواجدة اور مالکیت ایماکم" کا جواب یہ ہے کہ اس میں نکاح اور تسری کے درمیان امتیاز دیا ہے اور تسری بالاتفاق واجب نہیں ہے تو ترویج بھی واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ واجب و مندوب میں تغیر واقع نہیں ہوتی۔ حالت اعتدال میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے فرض کفایہ کہا ہے جیسے جہاد و نماز جنازہ وغیرہ اور بعض نے واجب کفایہ کہا ہے۔ جیسے سلام کا جواب دینا اور بعض نے واجب میں لیکن ہر طرف عملانہ کہ اعتقاد آجیہ صحت نظر دھند اور بعض نے مندوب و محجب۔ چنانچہ امام کرخی اسی طرف گئے ہیں کیونکہ کتاب النکاح کے پہلے باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "من استطاع منکم البارة فلیتزوج فانہ اعفی للبصر و احسن للفرج و من لم یستطع منکم فعلیہ بالصوم فانہ لد جارة" کہ تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھے اس کو چاہئے کہ نکاح کرے کیونکہ یہ نگاہ کو خوب سچی رکھتا ہے اور شر مگاہ کو دھنسا ہے۔ بچاتا ہے۔ اور جس کو اسکی طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ اس کے لئے خصی کرنا ہے دشہوت کم کر دے گا،

دجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں آپ نے روزہ کو نکاح کا قائم مقام اور اس کا بدل قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ روزہ اس پر واجب نہیں۔ معلوم ہوا کہ نکاح بھی واجب نہیں کیونکہ غیر واجب قائم مقام واجب نہیں ہوتا۔ نیز صحابہ کرام میں بہت سے ایسے بھی تھے جن کے بویاں نہ تھیں مگر آپ نے ان پر کوئی تکبر نہیں فرمائی۔ معلوم ہوا کہ نکاح واجب نہیں لیکن اصح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے اور دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی"۔

امام شافعی سے منقول ہے کہ بیع و شراء کی طرح نکاح بھی مباح ہے اور عبادت کے لئے خلوت گزینی نکاح سے افضل ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "داخلکم ما وراہ ذلکم" اس میں نکاح کو احلال سے تعبیر کیا ہے اور محلل و مباح اسماء مترادف ہیں۔ پھر

اس میں لفظ مکم سے بھی اباحت ہی نکلتی ہے۔ کیونکہ لام مباحات ہی میں مستقل ہوتا ہے۔ نیز آیت: "وَسِیْءُ أَحْصُوْا" میں حضرت یحییٰ کی تعریف لفظ حضور کے ساتھ کی گئی جو جس کے معنی قدرت کے باوجود عورت کے پاس نہ آنے والے کے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ موجب حمل و اباحت کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ نکاح فی نطفہ حلال و مباح ہے لیکن یہ مستحب اور مندوب لغیرہ ہے بایں سنی کہ اس کے ذریعہ زمانہ میں واقع ہوئے سے نفس کی حفاظت ہوتی ہے اور اس میں کوئی قبضہ نہیں کہ ایک چیز میں دو واجب ہو یا مندوب ہو اور میں دو حلال و مباح ہو۔

رہی آیت: "وَسِیْءُ أَحْصُوْا" سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یحییٰ کی شریعت میں افضل اور قابل مدح تھا۔ ہماری شریعت میں رہبانیت منسوخ ہو چکی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ ہر امت کے لئے ایک رہبانیت ہے اور میری امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ تشریح امر جہاد، مشروعیت نکاح کے بہت سے فوائد ہیں۔ اول یہ کہ نکاح وجودِ نبی آدم اور بقا نوع انسانی کا سبب ہے۔ دوم یہ کہ اس سے امت محمدیہ کی تکثیر ہے جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن فخر فرمائیں گے۔ آپ کا ارشاد ہے: "مَنْ كَوَّنَا فِرْدَاخًا فِی الْاَبْنِیِّ كَبِمُ اِلَامِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ"۔

۴۳۵

توم یہ کہ نکاح کے ذریعہ زنا سے آنکھ اور شرنگاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: "اے گروہ نوجوانان! تم میں سے جس کو نکاح کی طاقت ہو اس کو چاہئے کہ نکاح کرے کیونکہ اس سے نگاہ پست اور شرنگاہ عقیف رہتی ہے"۔ جہاد میں کہ اس میں اہل و عیال کے حقوق کی ذمہ داری، عورتوں کی بد مزاجی پر سبر، ان کی اصلاح کی سعی و کوشش، ان کے لئے کب ملال میں خست اٹھانے، اولاد کی تربیت پر قائم رہنے کا مجاہدہ، اور ریاضتِ شاد کا موقع نصیب ہوتا ہے وغیرہ۔

مسخرج ابن مہان من حدیث النضر بن بلطفہ تزوج الولود والود فانی مکاشفہ مک
یوم القیامت: و ذکرہ الشافعی بلا خاف عن ابن عمر بن بلطفہ: تاکم امکا شردا فانی ابایہم
الام: و یطبیق من حدیث النضر بن بلطفہ: تزوج فانی مکاشفہ مک الام و لا نکو فاکرہ بانیت
النضاری: و رد فانی مکاشفہ مک الام: حدیث النضر بن بلطفہ: تزوج فانی مکاشفہ مک
بنو و سہل بن حنیفہ: و حرملہ ابن النضر بن بلطفہ: تزوج فانی مکاشفہ مک
حیدہ و غیرہم ۱۲ فتح الباری

(۲۴۶) بَابُ فِي تَزْوِيجِ الْإِبْكَارِ

(۳۴۴) قَالَ ابْنُ دَاوُدَ كَتَبَ إِلَى حُسَيْنِ بْنِ حَرْبٍ الْمُرُوزِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ ابْنِ حَفْصَةَ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ بِرَجُلٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ امْرَأَتِي لَا تَمْنَعُ يَدَ الرَّامِسِ قَالَ غَرَّ بِهَا قَالَ أَخَافُ أَنْ تَتَّبِعَهَا نَفْسِي قَالَ فَاسْتَمْتَعُ بِهَا -

ترجمہ

ابوداؤد کہتے ہیں کہ حسین بن حرب مروری نے میری طرف لکھا ہے کہ ہم کو فضل بن موسیٰ نے بروایت حسین بن داؤد بطریق عمارہ بن ابی حفصہ بواسطہ حکمران حضرت ابن عباس سے حدیث سنائی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میری بیوی کسی ہاتھ لگانے والے کو نہیں روکتی۔ آپ نے فرمایا، طلاق دے کر دُور کر۔ اس نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرا دل اس سے لگانا رہے۔ آپ نے فرمایا: تو رہنے دے، خاندان اٹھا تارہ۔۔۔ (تشریح)

۲۴۶

قولیں باب النکاح۔ ابکار بکر کی جمع ہے وہ عورت جس سے ابھی تک وطی نہ ہوئی ہو اور وہ اپنی پہلی اصلی حالت پر ہو یعنی کنواری لڑکی۔ احادیث میں کنواری لڑکیوں سے شادی کرنے کی ترغیب ہے۔ چنانچہ زیر بحث باب کی پہلی حدیث جابر میں ہے کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تو نے نکاح کیا ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ آپ نے پوچھا: کنواری سے یا شہ سے؟ میں نے کہا: شہ سے۔ آپ نے فرمایا: افلا بکرا تلاحظا؟ (تلا عبا) عجب! کہ کنواری سے نکاح کیوں نہیں کیا کہ تو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی، یعنی کمال الفت اور بے تکلفی برتی، ہنسی مذاق رہتا، کیونکہ جو عورت کو اپنے خاندان سے وہ تعلق نہیں رہتا جو کنواری کو ہوتا ہے کہ وہ تو اپنے شوہر کے سوا کسی کو جانتی ہی نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی بیوی سے کھیل کود، ہنسی مذاق اور محبت پیار درست ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح کنواری سے کرنا چاہئے۔ الا یہ کہ کسی اور امر داعی کی وجہ سے جوہ کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی مصلحت ہو جیسا کہ حضرت جابر کو جوہ کے ساتھ نکاح کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت جابر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: افلا بکرا تلاحظا

دعا عجب کے بعد عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہو گیا اور وہ نور محمد کیل
چھوڑ کر فوت ہوئے ہیں تو میں نے ان کے ساتھ انہیں میسر کی کو جمع کرنا مناسب نہیں سمجھا
اس لئے ایک جوہ عورت (سہل بنت مسعود..... بن ادس بن مالک انصاریہ ادیب)
سے شادی کر لی تاکہ وہ ان کی دیکھ بھال کر سکے، سر چوٹی باندھنے اور کٹھنسی وغیرہ امور میں
ان کے کام آسکے۔ اس پر آپ نے فرمایا: اصبث :-

اس میں صرت بھی بتانا ہے کہ زبر بحث حدیث مجھ کو شیخ ابو حاتم
قوله قال ابو داود الخ
امام بیہقی نے ان کو ثقہ کہا ہے اور ابن حبان نے بھی ان کو ثقات ہی میں ذکر کیا ہے۔
قولہ ان امرأتی لا تسخ الخ۔ حدیث کے ان الفاظ پر ایک اہم ترین اشکال ہے جو بالکل
واضح ہے کہ اس عورت کی زنا کاری اور بدشعاری معلوم ہو جائے کہ باوجود آپ نے اس کو
روکے رکھنے کا حکم کیسے فرمایا؟ اس اشکال کے پیش نظر ابن الجوزی نے تو اس حدیث کو
بالکل موضوع ہی کہہ دیا ہے۔ حافظہ اقطنی کہتے ہیں کہ عمارہ بن ابی حفصہ سے اس حدیث
کی روایت میں حسین بن داؤد متفق ہے۔ اور حسین بن داؤد سے روایت کرنے میں فضل بن
موسیٰ سیستانی متفق ہے۔ امام ثانی نے ترویج الزانیۃ عنان کے ذیل میں حدیث عبد
بن عبید بن عبد اللہ بن عباس کی تخریج کے بعد کہا ہے۔ ہذا الی یث لبس بشارت و
ذکر ان المرسل فیہ ادلی بالصواب۔

لیکن حدیث کو موضوع اور ضعیف کہنا صحیح نہیں کیونکہ اس کے ردانہ ثقہ ہیں جو صحیحین میں
اتفاق و انفراد دونوں حالتوں میں کمال احتجاج ہیں۔ رہے حدیث کے الفاظ۔ لا تسخ یہ لاسبأ
سو حافظ ابن حجر نے تلخیص البحر میں ذکر کیا ہے کہ اس کی بابت علماء کے چند اقوال ہیں۔
ادلیہ کہ یہ اس کے غور سے کنایہ ہے اور معنی یہی ہیں کہ وہ کسی ہاتھ لگانے والے کو نہیں روکتی
یعنی ہر ایک سے بد فعلی پر راضی ہو جاتی ہے۔ ابو عبید، خلال، ابن الاعرابی، غزالی اور امام
نوذی اسی طرف گئے ہیں۔ علامہ خطابی نے بھی اسی پر جزم کیا ہے فقال سناء الریۃ و انہا
سطا وعدۃ لمن اراد بالتردیدہ۔

شیخ رافعی نے جو اس مقام میں اس سے استدلال کیا ہے اس کا مقتضی بھی یہی ہے۔ اس صلوٰۃ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: اسکھا: کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس کی کڑی
نگرانی یا کثرت حار کے ذریعہ سے روک تھا م رکھ۔

دوم یہ کہ یہ اس کی جو دو سخا سے کنایہ ہے کہ اس سے جو مانگے وہ دیدیتی اور گھر لٹا دیتی ہے
امام اصبہی، محمد بن ناصر، ابن الجوزی اور امام احمد کی رائے بھی ہے۔ چنانچہ امام احمد سے
ابو عبید کے نظریہ کی بابت سوال ہوا تو آپ نے کہا: لبس ہو عندنا الا انہا صلی من مالہ۔ نہایہ

میں ہے کہ یہی معنی اشعبہ میں۔ لیکن قاضی ابوالطیب طبری نے پہلے معنی کو ادا کیا ہے۔ کیونکہ جو دوسرا تو امر مندوب و مرغوب ہے پس یہ طلاق کا باعث نہیں ہو سکتا۔ قاضی موصوف اور علامہ امیر محمد بن اسماعیل صاحب سبل السلام نے یہ بھی کہا ہے کہ نیکو لایردید لاسی بول کر جو دوسرا سے کہنا یہ کرنا متعارف نہیں اس کے لئے تو لا تردید نہیں کہنا چاہئے تھا کیونکہ طلب کی تعبیر لمس سے نہیں ہوتی بلکہ التماس سے ہوتی ہے یہی قال لمس الرجل اذا مضى، والتمس منه، اذا طلب منه، قال الشيخ فی البذل قلت ویرود قول المحاسی والمسد فلا جدہ۔

حافظ شمس الدین ذہبی مختصر السنن الکبیر میں فرماتے ہیں کہ۔ لا تمنع بدلا مہبات سے مراد فاحشہ عظمیٰ یعنی فعل زنا نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چھوئے والے کے ہاتھ سے لذت محسوس کرتی ہے اس لئے اس کو نہیں روکتی۔ اگر اس سے قائل کی مراد فعل زنا ہو تب تو وہ قافہ ٹھہرے گا۔

شیخ لکھتے ہیں کہ ہم کلام اور کنائی الفاظ مفید ثبوت تہذیب اس وقت ہوتے ہیں جب اس بات پر کوئی قرینہ قائم ہو کہ ان سے قائل کی مراد صریح زنا ہے اور یہاں دینا کوئی قرینہ موجود نہیں فلا یفید القذف۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حدیث کے ان الفاظ کو فعل زنا پر محمول کرنا بہت ہی بعید ہے۔ اقرب یہ ہے کہ شوہر بوی کے حالات اور قرائن سے تاثر گیا تھا کہ اگر اس سے کوئی شخص بد فعلی کا ارادہ کرے تو یہ اس کو نہ روکے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ بوی سے اس فعل کا وقوع ہو چکا تھا اس لئے شارع نے بطور احتیاط مفارقت کا حکم کیا اور جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ شوہر نہایت الفت و محبت کی وجہ سے مفارقت کا تحمل نہیں کر سکتا تو اس کو روکے رکھنے کی رخصت دے دی۔ کیونکہ بوی کے ساتھ اس کی محبت متحقق ہو تو بھی اور بوی سے فاحشہ کا وقوع صرف وہم کے درجہ میں تھا۔

۴۳۸

باب فی رضاۃ الکبیر (۲۴۷)

(۳۷۵) حدثنا حفص بن عمر نا شعبة ح و حدثنا محمد بن کثیر نا سفیان عن اشعث بن سلیم قال ابو داؤد هو ابن ابی الشعثاء عن ابیہ عن مسروق عن عائشة للمعنی واحد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل عليها وعندها رجل قال حفص

فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ ثُمَّ اتَّقَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ اخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ
فَقَالَ انْظُرْ مِنْ أَخَوَانِكَ فَإِنَّهُمَا الرِّضَاعَةُ مِنَ الرِّضَاعَةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى
أَهْلُ الْمَدِينَةِ فِي هَذَا اخْتِلَافًا -

ترجمہ

حفص بن عمر نے یہ حدیث شعبہ اور محمد بن کثیر نے باخبر سفیان بطریق اشعث بن سلیم
ابو داؤد دیکھتے ہیں کہ یہ ابو الشعمہ کا بیٹا ہے، برادری والد خود (سلیم) بواسطہ سرور
حضرت عائشہ رضی سے روایت کیا ہے اور حدیث شعبہ و حدیث سفیان دونوں کے معنی ایک
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور ان کے نزدیک ایک شخص بیٹھا تھا
حفص نے کہا ہے کہ آپ کہ یہ بات میری معلوم ہوئی اور غصہ سے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ حضرت
عائشہ رضی نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو میرا دودھ شریک بھائی ہے۔ آپ نے فرمایا: دیکھ لو،
یعنی سوچ لو تمہارا بھائی کون ہے؟ دودھ کا نات تو صرف بھوک سے ہے۔ ۱۔ تشریح

قول باب النجس۔ زیر بحث باب اور اس سے پہلے اور بعد کے دودھ یا نجس ابواب احکام
رضاعت سے متعلق ہیں۔ باب رضاعت میں چند بحثیں نہایت اہم ہیں۔ اول اسکی تعریف
دوم اس کے شرعی سنی ستم یہ کہ مدت رضاعت اور اس کا زمانہ کیا ہے؟ چہارم یہ کہ رضاعت
کا ثبوت چند بار دودھ پینے پر موقوف ہے یا نہیں؟ پنجم یہ کہ حرمت رضاعت کا ثبوت صرف
مرضع یعنی دودھ پلانے والی عورت کی جانب سے ہوتا ہے یا اس کے خاندان کی طرف سے بھی
ہو جاتا ہے؟ ششم یہ کہ رضاعت کے نات سے کون کون سے رشتے حرام ہیں اور کون کون سے
رشتے حلال ہیں؟

تحقیق امر اول رضاعت کا معنی اللہ نے مَنَسَّ اللبن من الثدي یعنی چھاتی سے دودھ چوسنا
ہے۔ یقول النبی مراضع یعنی دہ بکری کا تھن منہ میں لیکر چوستا ہے دودھ دوسنا نہیں اس
اندیشہ سے کہ کہیں کوئی دوسرے کی آواز سن کر دودھ طلب نہ کر لے۔ رضاعت دراصل راء کے
فتح کے ساتھ ہے اور ایک لغت راء کے کسرہ کی بھی ہے (غنائہ)

فتح القدر میں ہے کہ رضاعت اور رضاعت چار لغتیں ہیں اور پانچویں وضع ہے۔ مگر امام مہتمی
نے رضاعت راء کے کسرہ کا انکار کیا ہے۔

مصابیح میں ہے کہ رضاعت الصبی رضعا اہل نجد کی لغت میں باب تعب سے ہے اور اہل تہام
واہل مکہ کے یہاں باب ضرب سے۔ لیکن شیخ شرنبلالی نے فنیہ میں ذکر کیا ہے کہ اسکا صحیح
فعل باب علم سے ہے اور اہل نجد اس کو ضرب سے بولتے ہیں وعلیہ قول السلولی
یذم علماء زمانہ ذہن و ذموا لنا الذہن و ذموا لنا الذہن و ذموا لنا الذہن

قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضاد میں تینوں حرکتیں جائز ہیں کیونکہ صاحب قاموس نے کہا ہے:
 آن رضع من باب سح و ضرب و کرم:

تحقیق اردوم: اصطلاح شرع میں رضاعت کے معنی یہ ہیں۔ ہومص الرضیع من ثدی
 الادمیۃ فی وقت مخصوص: یعنی شیر خوار کا ایک مخصوص مدت تک عورت کی چھاتی چوسنا
 ہے۔ مص سے مراد وصول ہے۔ یعنی عورت کی چھاتی سے بچہ کے پیٹ میں دودھ کا پہنچ جانا
 من کے راستہ سے جو بٹاناک کے۔

بہن اگر عورت اپنا دودھ کسی شیشی وغیرہ میں نکال کر بچہ کے ہنڈ میں ٹپکا دے تو اس سے بھی
 حرمت ثابت ہو جائے گی اگرچہ چوسنا نہیں پایا گیا۔ پس مص و صبت اور سوط و دجور و نجی
 چوسنے، ڈالنے، چڑھانے اور ٹپکانے، میں کوئی فرق نہیں۔ چوسنا چونکہ پہنچنے کا سبب
 ہے اس لئے مص سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ صاحب نہرنے تو یہاں تک کہا ہے کہ چوسنا پہنچنے
 کو مستلزم ہے کیونکہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رنین سے تعبیر کیا ہے۔

منہ اور ناک کی قند اس لئے ہے کہ کان اور اعلیل وغیرہ میں دودھ چسکانے سے حرمت
 ثابت نہیں ہوتی، الادیتہ کی قید سے مراد دھوپتے نکل گئے، کان کے دودھ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی
 پھر ادمیۃ مطلق ہے، بلکہ ثیبہ، زندہ، مردہ سب کو قی ملے ہے۔ تحقیق اگر سوم۔ مدت رضاعت کے بارے میں شدہ
 اختلاف، چنانچہ اس کی بابت علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

۱) دو زمانہ جس میں رضاعت مقضی تحریم ہے دو سال کی مدت ہے۔ یہ حضرت عمر ابن خطاب
 حضرت علی ابن مسعود، ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔ صاحبین، امام شافعی، امام
 احمد، سفیان ثوری، حنبل بن صالح، سعید بن المسیب، شعبی، عروہ (ایک روایت میں)، ابن
 شبرہ، اسحاق، ابوقبیدہ، اوزاعی اور ابن المنذر اسی کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک
 اور امام زفر سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

۲) مقضی تحریم رضاعت وہ ہے جو دودھ چھڑانے کی مدت سے قبل ہو۔ حضرت ام سلمہ، اسیطراف
 گئی ہیں جو حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ حضرت حسن، زہری، قتادہ اور حکمرہ اسی
 کے قائل ہیں۔

۳) مقضی تحریم رضاعت وہ ہے جو کم سنی کے عالم میں ہو۔ قائل نے اس کی کوئی تحدید نہیں
 کی، یہ حضرت عائشہؓ کے علاوہ دیگر ازواج مطہرات، ابن عمر اور سعید بن المسیب سے
 مروی ہے۔ ۴) مدت رضاعت تیس ماہ یعنی اڑھائی سال ہیں۔ امام ابوحنیفہ اسی کے قائل ہیں
 اور یہ ایک روایت امام زفر سے بھی ہے۔

۵) زمانہ رضاعت دو سال اور اس کے قریب قریب کی مدت ہے۔ یہ امام مالک سے

مردی ٹھہے (۶) مدت رضاء تین سال ہیں۔ یہ امام زفر کا قول ہے۔ اور حسن بن صالح سے بھی مروی ہے (۷) مدت رضاء سات سال ہیں۔ یہ حضرت عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے (۸) دو سال اور باوجود ان میں۔ یہ ربیعہ سے منقول ہے (۹) بعض نے پندرہ سال (۱۰) بعض نے چالیس سال (۱۱) بعض نے پوری عمر مدت رضاء قرار دی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ، عروہ بن زبیر، عطاف بن ابی رباح، لیث بن سعد، ابن علیہ، ابن حزم، داؤد ڈاکا ہری اور اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ بڑے آدمی کو اگرچہ اس کی ڈاڑھی مونچھے نکل آئی ہو دودھ پلانے سے حرمت رضاء ثابت ہو جاتی ہے۔ صاحبین اور امام شافعی وغیرہ کی دلیل یہ آیت ہے۔ "فلوالادات یرضعن اولادہن حولین کاملین لمن اراد ان یم الرضاعة" اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں وہ مدت اس کے لئے (وہے) جو شیر خوار لگی کی تکمیل کرنا چاہے یہ آیت اسی پر دل ہے کہ جب دو سال کی مدت گزر جائے تو رضاء کا حکم ختم ہو جاتا ہے اور اس مدت کے تمام ہو جانے کے بعد ما زاد کا اعتبار نہیں رہتا۔ اسی طرح حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وحملہ وفصالہ ثلثون شهرا" اس میں حل و فصال دونوں کی مدت تیس ماہ قرار دی گئی ہے اور حل کی قلم بند چھ ماہ ہے پس فصال کے لئے دو سال کی مدت باقی رہی۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "الارضاع الاکان فی النولین" یعنی رضاء نہیں ہو گا کہ جو دو سال کے اندر نہ ہو بلکہ دو سال کے بعد رضاء نہیں

[illegible]

امام ابو حنیفہ کی دلیل بھی یہی آیت ہے یعنی "و حمله و فصالہ ثلاثون شهراً" وجہ استدلال یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں دو چیزیں ذکر کی ہیں اور دونوں کیلئے مدت مقرر فرمائی ہے۔ تو یہ مدت دونوں میں سے ہر ایک کے لئے پوری پوری ہوگی۔ جیسے کوئی شخص یوں کہے "فلان علی الف و ہم وختہ اقفرۃ خطۃ الی شہرین" تو اس میں ایک ہزار درہم اور پانچ تیز گپیوں میں سے ہر ایک کی مدت دو ماہ ہوتی ہے پس مدت رضاعت بھی اڑھائی سال ہوئی اور مدت حل بھی اڑھائی سال ہوئی۔ مگر مدت حل میں کمی حدیث سے ثابت ہے اور مدت رضاعت میں کمی ثابت نہیں اس لئے اس کی مدت پوری اڑھائی سال ہی رہے گی۔

حدیث یہ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: الولد لا یسقی فی بطن امہ اکثر من سنتین و لو بقدر فلکۃ منزل: (دو فی روایت) و لو بقدر ظل منزل، کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ نہیں رہتا خواہ وہ چھبلی کی برابر ہو۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا مضمون شارع کے سماع سے ہی معلوم ہو سکتا ہے تو یقیناً حضرت عائشہؓ نے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا پس یہ قول حدیث مرفوع کے درجہ میں ہے۔

سوال۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث ظنی ہے اور آیت قطعی ہے اور قطعی کی تخصیص ظنی کے ساتھ جائز نہیں پھر امام صاحب نے حدیث مذکور کے ذریعہ آیت کی تخصیص کیونکر کی؟

جواب۔ آیت مذکورہ اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں۔ چنانچہ امام شافعی وغیرہ نے تیس ماہ میں سے چھ ماہ کو مدت حل مانا ہے اور دو سال کو مدت فصال۔ پس آیت مؤل ہو گئی اور مؤل کی دلالت قطعی نہیں ہوتی ظنی ہوتی ہے۔ لہذا ظنی کی تخصیص ظنی سے ہوئی جو بلاشبہ درست ہے۔ امام صاحب کی طرف سے عقلی دلیل یہ ہے کہ بچہ کی غذا کا متغیر ہونا ضروری ہے جس کے لئے اتنی مدت ہوئی چاہئے جس میں بچہ دودھ کے علاوہ دوسری غذا کا عادی ہو سکے سو اس کے لئے حل کی ادنی مدت فرض کی جائے گی۔ کیونکہ ادنی مدت حل میں یہ صلاحیت موجود ہے۔ چنانچہ جنین کی غذا، رضیع اور فطیم کی غذا سے جدا ہوتی ہے۔ امام زفر نے اس کی تحدید ایک سال کے ساتھ کی ہے۔ کیونکہ ایک سال کا زمانہ فضول اور بوجہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

ابن حزم اور داؤد ظاہری وغیرہ کی دلیل زیر بحث باب کے بعد باب من حرم بہ کے ذیل میں حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے جس میں یہ ہے: "فجارت سہلۃ بنت سہیل بن عمرو القرشی ثم العامری وہی امراۃ ابی حذیفۃ فقالت: یا رسول اللہ! انکنا نری سائماً ولداً لک کان یادی منی و یح الی حذیفۃ فی بیت واحد و یرائی تفضلاً و قد انزل اللہ فیم ما قد علمت فکیف تری فیہ؟ فقال لہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ارضیہ نارضتہ خس رضعات لکان بمنزلۃ ولد لک من الرضاعۃ" کہ حضرت سہلہ بنت سہیل بن عمرو قرشی عامری جو حضرت ابو حذیفہؓ کی بیوی ہیں

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم تو سالم کو اپنا بیٹا سمجھتے تھے وہ میرے اور ابو حذیفہ کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا اور مجھ کو بلا ہتھکام کاج کے ایک آدھ کپڑے میں دیکھتا تھا۔ اب حق تعالیٰ نے لے پاؤں کے باب میں جو حکم مازل فرمایا ہے وہ آپ کے علم میں ہے سو اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تو اس کو دودھ پلا دے۔ پس انھوں نے اس کو پانچ چکاری دودھ پلا دیا اور وہ مثل ان کے ٹرکے کے گنا جانے لگا۔

جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے علاوہ دیگر احادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ مقنعی تحریم ہی رضاعت ہے جو صغیر سنی میں ہو مثلاً۔

(۱) زیر بحث حدیث عائشہ میں ہے: "انما الرضاۃ من المجاہۃ" کہ دودھ کا ناتہ تو صرف بھوک سے ہے۔ یعنی شیر خوارگی سے جو کناح حرام ہوتا ہے اس کا اعتبار ظہنی تک ہے کہ چھوٹے لڑکے کی بھوک بے دودھ نہیں جاتی۔ اور اگر جوان آدمی کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۲) حدیث ابن مسعود: یعنی زیر بحث باب کی دوسری حدیث: "لا رضاع الا لاشد العظم و انبت اللحم" کہ رضاعت وہی ہے جو ہڈی کی مضبوط کرے اور گوشت کو بڑھائے۔

(۳) حدیث ام سلمہ: "عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یجزم من الرضاۃ الا ما فلق الامام فی الشیء و کان قبل الفطام" (رداء الترمذی و قال حدیث صحیح)

(۴) حدیث ابن عباس: "لا رضاع الا ما کان فی الحولین" (رداء الدارقطنی و ابن عدی و البیہقی)

(۵) حدیث عبد اللہ بن زبیر: "لا رضاع الا ما فلق الامام" (رداء ابن ماجہ)

(۶) حدیث ابن عباس: "کان یقول: ما کان فی الحولین و ان کانت مصۃ و اقد فی تحریم"

(۷) حدیث جابر: "لا رضاع بعد الفصال و لا تیم بعد احتلام" (آخرہ الطیالسی البیہقی مرفوعہ)

رہا حضرت سالم کا مذکورہ بالا قصہ سو بقول حافظ ابن حجر علمائے اس کے چند جوابات دئے ہیں۔ اول یہ کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ جب طبری نے احکام میں اسی پر جزم کیا ہے دوم یہ کہ یہ حضرت سالم کی اور حضرت ابو حذیفہ کی بیوی کی خصیہ صیت تھی جبکہ حضرت ام سلمہ اور اندراج مطہرات کے الفاظ: "انما یذی الارخصۃ" (رضعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سالم خاصۃ سے واضح ہے۔

۵۰ وقد جمع بین الاما حدیث بان الرضاۃ یعتبر فیہ الصغر الا فیما دعت الیہ الحاجۃ کرضاۃ الکبیر الذی لا یستغنی عن دخوله علی المرأة و لیست احتیاجا بہا منہ و یجعل حدیث الباب مخصصاً لعموم ہذہ الاحادیث و الیہ ذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ و قال الشوکانی و ہذا ہوا الرائج عندی ۱۲ عون۔

تحقیق امر حیا میں، جمہور علماء امام ابو حنیفہ، امام مالک، ثوری، آوزاعی اور لیث بن سعد وغیرہ کے نزدیک بچہ دودھ مکہ ہے یا نہ بہرہ و صورت حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اجلاء صحابہ حضرت علی، ابن مسعود، ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قائل ہیں اور امام احمد سے بھی یہی مشہور ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آیت اہلکم اللاتی ارسلکم اور حدیث "یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب" وغیرہ میں کوئی تفصیل نہیں بلکہ عموم ہے حضرت عائشہ، عبداللہ بن زبیر، عطار، طاؤس، سعید بن جبیر، عروہ بن زبیر اور امام شافعی کے مذہب میں حرمت رضاعت کا ثبوت پانچ شکم سیر چکار یوں پر موقوف ہے۔ جو بھوک کی حالت میں پانچ مختلف اور جدا جدا اوقات میں حاصل ہوں۔ امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے اور ابن حزم بھی اسی کا قائل ہے۔ دلیل حضرت عائشہ کی حدیث ہے جو باب اہل یحرم ما دون خمس رضعات کے ذیل میں مروی ہے، انہا قائل: کان فیما انزل اللہ من القرآن عشر رضعات یحرم ثم نحن نجس حلوستان یحرم فتویٰ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دہن ما یقرأ من القرآن۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پہلے کلام اللہ میں اترا تھا کہ دس چکار یاں حرام کر دی ہیں پھر حکم پانچ چکار یوں سے منسوخ ہو گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دھال ہو گیا اور یہ قرآن میں پڑھا جاتا رہا۔

۳۳۲

جواب یہ ہے کہ اول تو عدد رضعات کے سلسلہ میں حضرت عائشہ سے روایات اتنی مختلف ہیں کہ کچھ متعین نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ امام مالک نے موطاء میں حضرت عائشہ سے عشر رضعات اور ابن ابی خنیسہ نے باسناد صحیح سبع رضعات اور عبد الرزاق نے دون سبع رضعات اور خمس رضعات اور امام مسلم نے خمس رضعات کی تخریج کی ہے۔ دوم یہ کہ احادیث آحاد معارض نص کتاب متواتر نہیں ہوتیں اور بوقت تعارض اعتباراً حرمت ہی مقدم ہوتی ہے۔

سوم یہ کہ حدیث "کان فیما انزل من القرآن احد" گوئندہ کے لحاظ سے صحیح ہے لیکن باطنی طور پر منقطع ہونے کی وجہ سے متروک ہے۔ کیونکہ "دہن ما یقرأ من القرآن" الفاظ اس پر دال ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دھال کے بعد بھی بحیثیت قرآن مجسم معلومات کی قیادت ہوتی رہی حالانکہ الیاء ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہ قرآن سے ہو اور پھر خلفاء راشدین اس کو جمع نہ کریں ورنہ لازم آئے گا کہ جو مجموعہ بین الدنین ہے اس میں سے بھی کچھ حصہ منسوخ ہے جیسا کہ رد افض کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کا بہت سا حصہ جاتا رہا۔ حالانکہ یہ قول بالکل کفر ہے کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے ارشاد "وانالہ لحافظون" کے انکار کو مستلزم ہے۔

چارم یہ کہ: فتویٰ ابنی سنی علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا تھا اور وہن مایقرا من القرآن کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ نادانانہ قنیت نسخ کی بنا پر آپ کے بعد تک پڑھتے رہے۔ حالانکہ آپ کی وفات سے پہلے ہی عشر رمضان کی طرح خمس رضعات والا حکم بھی منسوخ ہو چکا تھا۔

نسخ کی دلیل حضرت ابن عباس کا جواب ہے۔ کسی نے آپ سے کہا: یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک چکاری حرام نہیں کرتی؟ آپ نے فرمایا: یہ پہلے تھا بعد کہ منسوخ ہو گیا۔ حضرت ابن مسعود رحمہ سے مروی ہے آل امر الرضاع الی ان قلیدہ دیکثرہ بحرم: حضرت ابن عمر سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ رضاع قلیل بھی محرم ہے۔ کسی نے کہا کہ عروہ بن الزبیر تو یہ کہتے ہیں کہ ایک دو چکاری میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: قضاء اللہ خیر من قضاء ابن الزبیر قال اللہ تعالیٰ وادہا تمم اللہ رضعتکم۔

امام احمد سے تیسری روایت اور اسحاق، ابو عبیدہ، ابو ثور، ابن المنذر۔ داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کا قول یہ ہے کہ محرم نکاح تین چکاریاں ہیں کیونکہ باب ہل بحرم اودن خمس رضعات کے ذیل میں حضرت عائشہ کی دوسری حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحرم المصۃ ولا المصتان۔ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، ابن حبان، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دو بار چوسنا حرام نہیں کرتا۔ اسی طرح حضرت ام الفضل سے مرفوعاً مروی ہے۔ لا یحرم الرضعة او الرضعتان۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: لا یحرم الا لاجبة والا ملا جتان۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار یا دو بار دو چوسنا حرام نہیں کرتا جس کا مفہوم یہ ہے کہ مقتضی تحریم تین چکاریاں ہیں جباً اسبق سے ظاہر ہے۔

مسند علیہ الطبری بالاضطراب لما روى عن ابن الزبير عن ابيه وعنه عن عائشة وعنه عن النبي صلى الله عليه وسلم بلا واسطة وجميع ابن حبان باسكان ان ابن الزبير سمع من كل منهم. وقال البخاري الصحيح عن ابن الزبير عن عائشة وذكر الزبير تفرد به محمد بن دينار وفيه ضعف واختلاف واسقاط عائشة في بعض الروايات ارسال ولا بأس به ورواه النسائي من حديث ابى هريرة وقال ابن عبد البر الصحيح مرفوعاً ١٢ من غيري مسند واجيب بأنه لا يحتج به لان فيه اضطراباً كما تقدم ولو سلم خلو عن الاضطراب فيحمل ان المحرم لم يثبت لعدم القدر المحرم ويحمل انها لم تثبت لانه لا يعلم ان اللبن يصل الى جوفه بعضى ام لا دام يعزل لا يحرم فلا يثبت لعدم القدر المحرم ولا تثبت المحرم بهذه الحديث والاحتمال بل لا قال ابن عباس مرفوعاً في بعضى فقد حرم عين كل عن الرضعة الواحدة بل تحرم لان العنق اسم لما يخرج من بطن بعضى عين يولد اسود لزج اذا وصل اللبن الى جوفه يقال بل علقتم صبيكم اى بل سقوه على ليقط عنه عقبه انما ذكر ذلك ليعلم ان اللبن قد صار في جوفه فلا يلقى من ذلك اللبن حتى يصير في جوفه ١٢ بذي.

تحقیق امر بنجم: دودھ دینے کی حرمت جس طرح مرصع یعنی دودھ پلانے والی عورت کی طرف سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح اس کے خاندان کی طرف سے بھی (جس سے اس کا دودھ اُترتا ہے) ثابت ہو جاتی ہے۔

پس رضیع یعنی شیر خوار بچہ صاحب لبن کا بیٹا ہو گا اور وہ اس کا باپ۔ اسی طرح اس کی اولاد رضیع کے بھائی بہن ہوں گے۔ اور اس کے بھائی رضیع کے چچا اور اس کی بہنیں رضیع کی بھوپھیاں۔ جہور صحابہ و تابعین اور فقہاء اصحاب ائمہ اربعہ، صاحبین، اوزاعی، یثربی، ابن جریج، اسحاق، ابو ثور اور ان کے متبعین اسی کے قائل ہیں کیونکہ آپ فی لبن النحل کے ذیل میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ قالت دخل علی افلح بن ابی النقیس فاستقرت منه۔ قال بسترین منی؟ وانا عک۔ قالت قلت: من این؟ قال: وارضعتک امرأتہ اخی قالت انا ارضعتی المرأة ولم یضعی لہ فی ذل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحدثتہ فقال انہ عک فلیج علیک (صحاح ستہ) کہ میرے پاس افلح بن ابی نقیس آئے تو میں نے ان سے پردہ کر لیا۔ انھوں نے کہا: تو مجھ سے پردہ کرتی ہے؟ حالانکہ میں تیرا چچا ہوں۔ میں نے کہا: کیونکر؟ انھوں نے کہا: میری بھادج نے مجھ کو دودھ پلایا ہے۔ میں نے کہا: مجھ کو دودھ عورت نے پلایا ہے مرد نے تو نہیں پلایا۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو میں نے آپ کے سامنے قصہ ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: بیشک وہ تیرا چچا ہے شوق سے تیرے پاس آئے۔

۴۴۶

حضرت ابن عمر، ابن الزبیر، رافع بن خدیج، زینب بنت ام سلمہ اور تابعین وغیرہ کی ایک جماعت سعید بن المسیب، ابوسلمہ، قاسم، سالم، سلیمان بن یاسر، شعیب، ابراہیم نخعی، ابو قتادہ، ایاس بن معاویہ اس کے خلاف ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حکم رضاع عورت کے ساتھ خاص ہے صاحب لبن کے حق میں اس کا ثبوت نہیں ہوتا۔ فقہاء میں سے ربیعہ بن رائے، ابراہیم بن علیہ، ابن جریج، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، داؤد ظاہری اور دیگر متبعین اسی کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ آیت و اماکم اللاتی ارضعنکم میں عتہ دیکھو کھچی، اور بنت (دری)، جو نسبا تاتے میں نہ کہ وہیں انکو رضاعت کی حیثیت میں ذکر نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ رضاعت کے نائے سے حرام نہیں۔ جواب یہ کہ کسی شئی کو خاص طور سے ذکر کرنا اس کے اعماء سے حکم کی نفی پر دلالت نہیں کرتا و قد جاز فیہ الاما دیت لہ

۵ و حتی یضم من حیث النظر بان اللبن لا یفصل من الرجل وانا یفصل من المرأة فکیف تنتشر الحرمۃ الی الرجل والجواب انہ قیاس فی مقابله النفس فلا یلتفت الیہ وایضا فان سبب اللبن ہوا الرجل والمرأة معا فوجب ان یکون الرضاع منہما کالجدة لان سبب الولد واجب تحریم ولله الولد بہ لتعلقہ بولده والی ہذا اشار ابن عباس بقولہ فی ہذہ المسئلۃ۔ اللقاح واحدۃ۔ اخرہ ابن ابی شیبہ وایضا فان الربا یثر اللبن فللنفس فیہ نصیب۔ وقال الامام الشافعی نشر الحرمۃ الی النحل خارج عن القیاس فان اللبن لیس مفصل منہ وانا یفصل منہا والمتبع الحدیث ۱۲ فیج دعون۔

تحقیق آئینہ ششم: رضاعت کے سبب سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو قرابت نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔ البتہ کچھ رشتے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ علماء نے حدیث: یحرم من الرضاۃ ما یحرم من النسب کے عموم سے چار عورتوں کو استثنا کیا ہے جو نسب کی صورت میں حرام ہوتی ہیں اور دودھ کے نالتے سے حرام نہیں ہوتیں۔
 (۱) ام اللخ (۲) ام الحفیدہ (۳) جدۃ الولد (۴) اخت الولد۔ اور بعض متأخرین نے ام النعم، ام النعمیہ، ام الخال اور ام الخالہ کا بھی استثناء کیا ہے کہ یہ نسب میں حرام ہیں رضاعت میں حرام نہیں۔ بعض حضرات نے انہیں صورت میں مستثنیٰ کی ہیں جو اس شعر میں مذکور ہیں ۵
 یغایق النسب الارضاۃ فی صورہ کام نافلۃ او جدۃ الولد: دام اخت و اخت ابن دام الخ و دام خال و حمۃ ابن احمد۔

شیخ ابن وہبان نے شرح منکوم میں مسابلی استثناء رضاعت کچھ اور بشرط ذکر کیے ہیں اور صاحب بحر نے اکیاسی اور صاحب نہر نے ایک سو آٹھ اور صاحب در مختار نے ایک سو بیس اور شیخ عابدہ دینی نے دو سو سولہ۔ اگر ان صورتوں کی کچھ تفصیل دیکھنا چاہو تو سہاری کتاب معدن الفقہاء شرح کنز الدقائق کی طرف رجوع کرو کہ اس سے بہتر تفصیل شاید اور کسی جگہ نہیں مل سکے گی و اللہ الموفق۔

پھر فقہاء جو حدیث: یحرم من الرضاۃ ما یحرم من النسب سے ان صورتوں کا استثناء کرتے ہیں اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ اس میں عقلی دلیل سے حدیث کے عموم کی تخصیص لازم آتی ہے۔

جواب یہ ہے کہ مستثنیٰ صورتوں کی حرمت مصاہرت کے سبب سے ہے نہ کہ نسب کے سبب سے اور استثناء منقطع ہے پس جن صورتوں کو فقہاء نے مستثنیٰ کیا ہے۔ ان کو حدیث مذکور شالی ہی نہیں یہاں تک کہ تخصیص بالعقل لازم آئے۔

۴۹۵) یہ قول سنن ابوداؤد کے بعض نسخوں کے حاشیہ پر مکتوب
قوله قال ابو داؤد ہوا بن النخ ہے۔ عام نسخے اس سے خالی ہیں۔ اس میں صرف سفیان ثوری کے شیخ اشعث کا قدرے تعارف مقصود ہے کہ یہ اشعث بن سلیم بن اسود ہیں اور ان کے والد کی کمینت ابو الشنار ہے۔

۴۹۶) یہ قول بھی بعض نسخوں کے حاشیہ پر مکتوب ہے
قوله قال ابو داؤد ردی اہل المدینۃ النخ اہل مدینہ کی روایت میں جس اختلاف کی طرف اشارہ کر رہے ہیں وہ ہمیں معلوم نہیں ہو سکا و لعل اللہ یحیث بعد ذلک امرائے۔

(۲۴۸) باب نکاح العبد بغير اذن مواليہ

(۳۷۶) حدثنا عقبہ بن مكرم نا ابو قتیبہ عن عبد اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نکم العبد بغیر اذن مولاه ف نکاحہ باطل۔ قال ابوداؤد و هذا الحدیث ضعیف و هو موقوف و هو قول ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ

عقبہ بن کرم نے بتحدیث ابو قتیبہ بطریق عبد اللہ بن عمر مرد است نافع بواسطہ ابن عمر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: غلام جب اپنے آقا کے حکم کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور موقوف ہے اور یہ ابن عمر کا قول ہے۔۔۔ تشریح

قولس باب النحر۔ زیر بحث باب کی پہلی حدیث جابر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو غلام اپنے مالک کے حکم کے بغیر نکاح کرے تو وہ زانی ہے۔ اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ غلام کا نکاح اس کے مالک کے بغیر صحیح نہیں کیونکہ آپ نے اس پر زانی کا حکم لگایا ہے اور زنا باطل ہے۔

داؤد ظاہری کے نزدیک غلام کا نکاح بلا اذن مالک صحیح ہے کیونکہ اس کے نزدیک نکاح فرمن عین ہے اور فرمن اعیان محتاج اذن نہیں ہوتے۔

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس کا نکاح باطل ہے جو بعد میں آقا کے اجازت دینے سے بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ احناف کے یہاں بھی ہے تو نا جائز مگر عدم جواز سے مراد عدم نفاذ ہے۔ یعنی ہمارے نزدیک غلام، باندی، سکا تب، مدبر اور ام ولد کا نکاح ان کے آقا کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوتا۔

امام مالک کے نزدیک غلام کا نکاح جائز بلکہ نافذ ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ جب غلام طلاق کا مالک ہو تو نکاح کا بھی مالک ہو گا۔ البتہ مالک کو اس کے فسخ کرنے کا حق حاصل ہے۔۔۔

یعنی حضرت ابن عمرؓ کی زیر بحث حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی قولہ قال ابوداؤد الخ (۳۷۷) سند میں عبد اللہ بن عمرؓ کی راوی ضعیف ہے۔ نیز اس حدیث کا رفع بھی صحیح نہیں بلکہ یہ حضرت ابن عمرؓ پر موقوف ہے۔ وہی نسخہ طے الحاشیہ ہذا موقوف علی ابن عمرؓ و یس ہو با تصحیح۔

۱۱ قال الحنفی: و انما بطل نکاح العبد من اجل ان رقبۃ و منفقۃ مملکتان سیدہ و ہواذا اشتغل بن مملکتہ لم یفرغ لمحذمتہ سیدہ و کان فی ذلک ذباب حق فابطل النکاح ابقاؤہ لمنفقۃ علی صاحبہ ۱۲۔

۱۳ و ہر قیاس بمقابلۃ النص۔ و قال فی السبل و کان لم یثبت لہ یہ الحدیث ۱۲

باب فی السولی (۲۴۸)

(۲۴۸) حدثنا القعنبي نا ابن لهيعة عن جعفر يعني ابن سريجة عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم بمعنا قال ابوداود جعفر لم يسمع من الزهري كتب اليه -

ترجمہ

تعبنی نے تجدیث ابن لہیعہ بردایت جعفر بن سریجہ بطریق ابن شہاب بواسطہ عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ جعفر نے زہری سے نہیں سنا بلکہ انھوں نے اس کے پاس لکھا ہے۔۔۔ نشر مجر قول باب الخ۔ لغت عرب میں لفظ دلی کا استعمال مختلف معانی میں ہوتا ہے۔ دلی۔ موسم بہار کی بارش کے بعد دوسری بارش جمع اولیہ۔ محبت کرنے والا۔ دوست، مددگار۔ پردوسی، حلیف، تاج، داد، مالک، ہر شخص جو کسی کے کام کا منتظم ہو۔ جمع ادبیار۔ یقال، اللہ ولیک۔ خداتہارا محافظ و مددگار ہے۔ والمومن ولی اللہ۔ مومن اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے۔ دلی العہد۔ وارث تخت و تاج۔ دلی الیتیم۔ یتیم کا دالی، دلی یلی ولایۃ۔ الشیء علی الشیء۔ دالی ہونا۔

۲۴۹

باب نکاح میں دلی دہی ہوتا ہے جو باب وراثت میں عصبہ بنفہ ہوتا ہے یعنی لڑکا۔ پوتا۔ پڑتا اھ پھر باپ۔ دادا۔ پڑداد اھ۔ پھر بھائی پھر چچا پھر اعمام ابی۔ پھر سولی کے عصبات پھر ذدی الارحام۔ اور اگر عصبہ نہ ہو تو پھر ولایت ماں کے لئے ہوتی ہے پھر حقیقی بہن کے لئے پھر علاقائی بہن کے لئے پھر اخیا فی بہن کے لئے پھر ذدی الارحام کے لئے پھر حاکم کے لئے۔ وقال علی القاری الحنفی الاولی ہو العصبۃ علی ترتیبہم بشرط حرۃ و تکلیف ثم الام ثم ذوالرحم الاقرب فالاقرب ثم سولی المولات ثم القاضی۔ شیخ ابن ابہام فرماتے ہیں الولی ہوا قاتل البانخ وراثت کہ دلی قاتل بانخ وراثت ہوتا ہے۔ قاتل کی قید سے مستوہ، بانخ کی قید سے صبی اور وراثت کی قید سے غلام اور کافر خارج ہو گئے۔ امام مالک کے یہاں باپ کے علاوہ اور امام شافعی کے یہاں باپ اور دادا کے علاوہ اور کسی کے لئے ولایت نکاح نہیں ہے۔ پھر باب نکاح میں ولایت کی دو قسمیں ہیں۔ اول ولایت مذہب و استحباب جو مطلقہ

بالذہ پر حاصل ہوتی ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ دوم ولایت اجبار جو صغیرہ پر اور کبیرہ معتہدہ و مرقوتہ پر حاصل ہوتی ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ وقال فی البدائع الولایۃ فی باب النکاح انواع اربعۃ ولایۃ الملک و ولایۃ القراۃ و ولایۃ الولد و ولایۃ الامانۃ۔ صحت عقد نکاح کے لئے دلی اور اس کی اجازت کا ہونا شرط ہے یا نہیں؟ یہ ایک متذہب ترین اختلافی مسئلہ ہے بقول ابن ملک امام شافعی اور امام احمد کے یہاں عبارت شام سے نکاح منقذ نہیں ہوتا۔ خواہ عورت امیل ہو یا وکیل۔ ابن ابی لیلی، سفیان ثوری حسن بن صالح، ابن شبرامہ۔ اور احناف میں سے صاحبین بھی ایک روایت کے لحاظ سے اسی کے قائل ہیں کہ بلا اجازت دلی نکاح جائز نہیں۔

امام مالک سے ابن القاسم کی روایت ہے کہ اگر عورت معتدہ یا مسکینہ یا دنیہ ہو۔ یعنی کوئی خاص شان و شوکت دالی نہ ہو تو اس کا از خود نکاح کر لینا، اسی طرح کسی دوسرے کو نکاح کا وکیل بنالینا جائز ہے۔ اور اگر عورت شریف و باعزت، غنی و مالدار اور شان و شوکت دالی ہو تو اس کے عقد کے لئے دلی کا ہونا ضروری ہے۔

بقول ابن الہمام علماء احناف سے اس سلسلہ میں سات روایتیں ہیں جن میں سے دو روایتیں خود امام صاحب سے ہیں۔ اول یہ کہ عاقلہ بالغہ عورت کے لئے مباشرت عقد نکاح علی الاطلاق جائز ہے۔ یعنی وہ اپنا نکاح بذات خود کر سکتی ہے۔ اسی طرح اپنے علاوہ اور دل کا نکاح بھی کر سکتی ہے۔ البتہ مستحب یہی ہے کہ نکاح دلی کے ذریعہ سے ہو۔ ظاہر مذہب یہی روایت دوسری روایت حسن کی ہے کہ اگر اس نے کفو، کے ساتھ نکاح کیا تب تو جائز ہے اور غیر کفو، کے ساتھ کیا تو صحیح نہیں۔ فتویٰ کے لئے یہی روایت مختار ہے۔ امام زفر، محمد بن سیرین، شعبی، زہری اور قتادہ کا قول نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب یہی ہے۔ امام شافعی اور ان کے ممنوع حضرات کے مستدلات حسب ذیل ہیں۔

۱، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تفسدنہن ان ینکحن ازواجہن" اذاترافوا ینہن بالمعروف۔ جب تم عورتوں کو طلاق دیدو اور وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب انکو اپنے شوہروں کے ساتھ نکاح کر نیسے نہ روکو جبکہ وہ دستور کے مطابق رضامند ہو جائیں۔

عہ وقال الا ذراعی اذا ولت امر بارجلان فزوجه کفوا فان نکاح جائز وليس للولی ان یفرق بینہما وقال اللیث فی المرأة تزوج بغیر دلی ان غیرہ حسن منہ یرفع امرہا الی السلطان فان کان کفوا اجازہ ولم یفسد وذلک فی الثیب وقال فی السودا تزوج بغیر دلی ان جائزہ۔ قال والکبر اذا زودہا غیر دلی والولی قریب حاضر فہذا الذی امرہ الی الولی یفسدہ السلطان ان راى لذلک وجہا والولی من قبل ہذا والی من الذی انکحہا ۱۲ احکام القرآن۔

اس آیت کے شان نزول کی بابت صاحب کتاب نے "باب فی العصل" میں اور امام
ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت کیا ہے۔ "قال بکانت
لی اخت مختطب الی فاتانی ابن عمر لی فاکتھا ایاء ثم طلقا طلاقا رجعی ثم کتھا حتی افقتت
صدتها فلما خطبت الی آتانی یخبطها فقلت: لا والله لا نکھا ابدا قال نعمی نزلت ہذہ الآیۃ و
اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تفضلوهن ان ینکحن ازواجهن الا یت قال: فکفرت عن یمینی
فانکھتھا ایاء"

حضرت معقل بن یسار کہتے ہیں کہ میری ایک بہن تھی جس کے نکاح کا پیام مجھے پہنچا تھا، اسی
سلسلہ میں میرا ایک چچا زاد بھائی آیا اور میں نے اس سے نکاح کر دیا۔ اس نے اس کو ایک
طلاق رجعی دے کر چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس کی عدت گزر گئی۔ اس کے بعد جب اس کے پیام
نکاح آنے لگے تو اس نے پھر نکاح کا پیام بھیجا میں نے کہا، عجب اب میں کبھی اس کا نکاح
اس سے نہ کروں گا تو میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ "واذا طلقتم النساء۔۔۔"
آیت سن کر میں نے قسم کا کفارہ دیا اور اس کا نکاح اسی سے کر دیا۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب اولیاء کو ہے اور عصل کی اسناد انہیں کی
طرف ہے کہ عورتوں کو نکاح کرنے سے نہ روکو۔ اگر دلی کو نکاح سے روکنے کا حق نہ ہوتا
تو ان کو اس سے بھی نہ کی جاتی جیسے ایک اجنبی شخص جس کی کسی پر دلالت نہ ہو اس کو بھی نہیں
کی جاتی۔ قال البیہقی قال الشافعی ہذا بین ما فی القرآن من ان للمرأة مع الولی فی نفسها
حقا دان علی الولی ان یعضلہا۔

جواب یہ ہے کہ آیت میں خطاب اولیاء کو ہے یا ازواج کو یا تمام لوگوں کو؟ اس میں آراء
مختلف ہیں۔ شوافع حضرات کی رائے آیت کے شان نزول کے پیش نظر یہ ہے کہ خطاب
اولیاء کو ہے۔ قاضی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ علامہ زرخشری کے نزدیک مختار یہ ہے کہ
خطاب ہر شخص کے لئے ہے اور معنی یہ ہیں "اذا وجفیکم التعلیق فلا یوجفیکم العصل"۔ حضرت
تھانویؒ نے بھی ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ "اور جب تم میں ایسے لوگ پائے جاویں کہ

عہ قال الحافظ اسماعیل بالجیم مصنفہ بنت یسار وقع فی تفسیر الطبری من طریق ابن جریج وہ
جزم ابن اکوہ اسمہ ابن مخون کہ لک کن بغیر تصغیر قیل اسمہ ابلی حکاہ السہلی فی مہبات القرآن و تبعہ
البدری و قیل فاطمہ وقع ذلک عند ابن احن و جمیل التقد بان یکون بہا اسمان و لقب اولیقا
واسم ۱۲ بڈل عہ قال الحافظ قیل ہوا ابو الیداح بن عامر الانصاری بکذا وقع فی احکام القرآن
لا سماعیل الباقی من طریق ابن جریر وقع فی کتاب الکھاز فشیخ عزالدین عبدالسلام ان اسم
زوجة عبد اللہ بن رباح ۱۲ بڈل مختصرا۔

وہ اپنی بیبیوں کو طلاق دے دیں اور فی المنظر ہی۔ فالصواب عندی ان الخطاب مع النساء
احاث کی رائے یہ ہے کہ خطاب طلاق دہندگان یعنی ازواج کو ہے نہ کہ اولیاء کو۔ امام محمد الدین
رازی شافعی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے حیث قال فی تفسیرہ الخمار ان خطاب للاق واج لاللائ
وتمک الشافعی بہا ممنوع علی الخمار۔

وجہ یہ ہے کہ آیت میں فلا تعفلون شرط کا جواب ہے اور جواب شرط اسی کی گنج ہوتا ہے جو
شرط کا مخاطب ہو۔ اور اذا طلقت النساء شرط کے مخاطب مطلقین ہیں نہ کہ اولیاء کیونکہ اولیاء
کا تو اس آیت میں کہیں ذکر ہی نہیں۔ پس جواب شرط یعنی فلا تعفلون بھی انہیں کی طرف راجع
ہوگا ورنہ وہ خرابیاں لازم آئیں گی، ایک شرط کا جزاء سے خالی ہونا، دوسرے ضمار کا مشتت
و منتشر ہونا۔

ربا عضل منہی عنہ سولفت میں عضل کے معنی المضیق و المنع یعنی تنگی اور منع کرنا ہے عضل دن
عضلا۔ علیہ تنگی کرنا۔ يقال عضلت الارض بالہما۔ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے زمین تنگ ہو گئی
و عضلت المرأة بولد ہا و الدجا جہ۔ بچہ جنمنا اور انڈا دینا و شوار ہو گیا۔ تعضل۔ الدار الا
طباء۔ ہماری نے اطباء کو ہرجا کر دیا۔ دار عضال۔ لا علاج بیماری۔ عضل۔ بہ الامر و اعصل
معاملہ مشکل ہو گیا۔ اسی سے معضلة ہے بمعنی پیچیدہ اور مشکل مسئلہ۔

امام شعبی سے ایک مشکل مسئلہ کی بابت پوچھا گیا آپ نے فرمایا: زبار ذات و بر لا تناب ولا
تتقاد و لو نزلت باصحاب محمد لا عضلت بہم و منہ قول اوس بن حجر

۴۵۲

ولیس اخوک الائم العمد بالذی ینذک ان دلی ویرضیک مقبلا

ولکنہ النائی اذا کنت آمانا و صاحبک الادنی اذا الامر عضلا

پس عضل کی صورت صرف یہی نہیں کہ عورت کے اولیاء اس کو نکاح کرنے سے روک دیں

عہ قال فان یضاف لفعل الی الجماعۃ عین یصدر عن واحدہم کما فی قولہ تعالیٰ۔ لا تأکلوا اموالکم بیکم بالباطل
یعنی لا یأکل بعضکم اموال بعض قولہ تعالیٰ۔ لا تحزروا انفسکم من ديارکم۔ یعنی لا یخرج بعضکم بعضکم من
دیارہم و یخرج لراحمۃ بن سباق الآیۃ سبب نزولہا و المعنی یخرج اذا طلق رجال منکم النساء فبعضن اجلہن
فلا تعفلون ایہا الاولیاء و الا ازواج السابقیں و غیرہم ان یشکون ازواجہن ۱۲ منظر۔

عہ قال و لکن سلم لم لا یجوز ان یکون المراد بالعضل ان یخلفیہا در آیہا فنی لان العادۃ رجوعہن
الی الاولیاء مع استبدادہن فیکون النہی محمول علیہ و ہو منقول عن ابن عباسؓ ایضا ثبوتہ فی حق
الولی متنع لان ہما عضل انعزل فلا یقی بعضہ اثر فلا یصور صدہا بعض منہ و قد اضافت النکاح لہما
اضافۃ لفعل الی فاعلہ و التقریر الی مباشرہ و نہی لما منع عن المنع من ذلک و لو کان فاسدا لما
نہی الولی عن منعہا منہ ۱۲ جو ہر نفی۔

بلکہ شوہر اول کا اپنی ذلت سمجھ کر عورت کو دوسری جگہ نکاح نہ کرنا دینا عقد ثانی کے لئے خروج و سمر
وغیرہ امور سے روکتا، عام مجلسوں میں بیٹھ کر عورت کو بے حیائی، بد معاملگی، بے دینی اور سوسر
معاشرت وغیرہ امور صیوہ کے ساتھ یاد کرنا تاکہ لوگ اس کی طرف راغب نہ ہوں۔ اسی طرح
شوہر اول کا عورت کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے ایک طلاق دے کر دوسرے کو لینا اور جب
اس کی عدت گزر جانے کا زمانہ قریب آئے تو دوسری طلاق دے کر اسکا لینا اسی طرح تیسری
طلاق دینا جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کرتے تھے جس طرف آیت: "ولا تمکون من فرار التحدیث" میں
اشارہ ہے یہ سب صورتیں عقل منہی عنہ میں داخل ہیں۔ قال ابو عبیدہ: یقال فی تفسیر آیت
ان یطلقوا احدہ حتی اذا کانت تنقضی عدتها ترجعنا ثم طلقها اخری ثم کذلک یطیل علیہا العدة
یعنی بارہ مذک۔

بہر کیف زیر بحث آیت سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ صحت عقد کے لئے اذن دلی شرط ہے
کہ اس کے بغیر نکاح ہی نہ ہوگا بلکہ یہ آیت تو ہماری دلیل ہے جیسا کہ ہم مسدلات احناف کے
ذیل میں ذکر کریں گے۔

(۲) حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا یعنی زیر بحث باب کی پہلی حدیث: "قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ایما امرأة نکحت بغیر اذن مولیہا نکاح باطل" ثلث مرات فان دخل بها فالمرء باہا اصاب منها
فان تشا جردا فاسلطان من لادلی لہ" (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم،
ابن عدی)

۴۵۳

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے
دلی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ یہ آپ نے تین بار کہا پھر فرمایا
کہ اگر وہ اس عورت سے صحبت کرے تو اس کا ہر دینا بڑے گا اس کے بدلے میں جو اس کو فائدہ
مائل کیا ہے۔ پھر اگر اولیاء اختلاف کریں تو جس کا کوئی دلی نہ ہو اس کا دلی باوشاء ہے۔ اس
حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے اور حاکم نے اس کو بخین کی شرط پر مانا ہے۔

جواب اول:- اس حدیث کو ابن جریر نے عن سلیمان بن موسیٰ عن الزہری عن عروۃ روایت
کیا ہے اور خود ابن جریر کا بیان ہے کہ میں نے ابن شہاب زہری سے ملاقات کی اور اس
حدیث کے متعلق دریافت کیا تو موصوف نے اس کی بابت کوئی شناسائی ظاہر نہیں کی موصوف
کے اس قصہ کو ابن عدی نے اکمال میں امام احمد نے المسند میں حافظ بیہقی نے المعرفہ میں
ذکر کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے بھی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ بلکہ امام طحاوی نے تو شرح آثار میں
اس کو بالاسناد ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: حدیثنا ابن ابی عمران حدیثنا یحییٰ بن معین عن ابن علیہ
عن ابن جریر مذک۔

سوال:- حافظ بیہقی نے کتاب المعرفہ میں امام احمد اور شیخ ابن معین سے نقل کیا ہے کہ ان
حضرات نے اس قصہ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ امام زہری سے سلیمان بن موسیٰ کی

ردایت صحیح ہے۔ اور ابن جریر نے جو امام زہری سے ان کا انکار نقل کیا ہے یہ غلط ہے۔
جواب۔ یہ اعتراض وہی ہے جو حافظ بیہقی نے سنن میں مسودہ ضعف نقل کیا ہے حیث قال:
وان ابن عیین قال لم يذكره اعم ابن جریر غیر ابن علیہ۔ اس سے زیادہ سے زیادہ اسمیل
بن علیہ کا قفرو ظاہر ہوتا ہے جس سے حکایت ابن جریر پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ شیخ اسمیل
بن علیہ ائمہ حفاظ میں سے ہیں۔

امام احمد ان کی بابت فرماتے ہیں۔ ائیمہ المنہی فی التثبت بالبصرة: حافظ شعبہ فرماتے ہیں ابن
علیہ سید المحدثین: شیخ غندر کا بیان ہے۔ نثأت یوم نثأت ولیس احد یقدم فی المحدث علی ابن
علیہ۔ صاحب کمال نے اپنی سند کے ساتھ امام ابوداؤد و ترمذی کا ارشاد نقل کیا ہے۔ اما احد من
المحدثین الا قد اخطا۔ الا ابن علیہ و بشر بن المفضل:

شیخ ابن علیہ کی بابت ان گراں قدر آراء کے بعد اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ ان کا کوئی
مستاج تلاش کیا جائے۔ لیکن اگر حافظ بیہقی کے یہاں بلا متابعت

کام ہی نہیں چلتا تو سنئے شیخ بشر بن المفضل جن کی بابت امام ابوداؤد کی رائے گذر چکی وہ شیخ
ابن علیہ کے ہمراہ ہیں۔ چنانچہ ابن عدی الکمال میں لکھتے ہیں۔ قال الشاذ کوئی ثناء بشر بن المفضل
عن ابن جریر انه قال الزہری فلم يعرفہ:

سوال۔ ان لیا کہ ابن جریر کی بات صحیح اور ثابت ہے لیکن سلیمان بن موسیٰ بھی تو کوئی کم
درجہ کے راوی نہیں۔ حافظ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن مصنفی سے ردایت کیا ہے
قال ثناء بقیۃ ثناء شعیب بن ابی حمزۃ قال لی الزہری ان کھو لا یاتینا و سلیمان بن موسیٰ
دایم اللہ ان سلیمان لا حفظہ الرجلین:

محمد بن مصنفی بواسطہ بقیۃ شعیب بن ابی حمزہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے امام زہری
نے کہا کہ ہمارے پاس کھول بھی آتا ہے اور سلیمان بن موسیٰ بھی۔ لیکن خدا کی قسم ان
دونوں میں سلیمان حافظ تر ہے۔ تو جب سلیمان کی بابت خود امام زہری کی یہ شہادت
موجود ہے پھر ان کی ردایت کیسے نظر انداز ہو سکتی ہے؟

جواب۔ یہ حافظ بیہقی ہی کا مقام ہے جو اتنی پچر اور پوچ اسناد سے جلیل القدر وسیع العلم
اور علماء مصر و شام و دینہ و عراق کے علوم پر عادی حضرت کھول جیسی شخصیت کے مقابلہ
میں سلیمان کی توثیق کرنے سے نہیں چوکتے۔

دیکھئے اس توثیق کا ایک راوی محمد بن مصنفی ہے جس کی بابت شیخ صالح بن محمد سے سوال
ہوا آپ نے فرمایا ان کا حافظہ و ارجوان کیون صد قاذق۔ حدث باعادیث مناکیر۔ دوسرا
راوی بقیہ ہے جس کا حال سب کو معلوم ہے۔ پھر امام زہری حضرت کھول کے شاگرد اور
ان سے ردایت کنندگان میں شمار ہوتے ہوئے اپنے شیخ کی شان میں ایسی گستاخی کب

کر سکتے ہیں کہ وہ یہ کہیں کہ میرے پاس کھول آتا ہے۔
 علاوہ از بن سلیمان بن موسیٰ خود حکم فیہ ہے۔ شیخ ابن جریر اور امام بخاری فرماتے
 ہیں عندہ منا کیر۔ شیخ ابن المدینی کہتے ہیں مطعون علیہ۔ حافظ عقیلی کہتے ہیں خوط قبل
 موتہ مبسر۔ حافظ ابو حاتم فرماتے ہیں فی حدیث بعض الاضطراب۔ صاحب تصحیح کہتے ہیں
 لیس من رجال الثقات۔ امام نسائی فرماتے ہیں یس بالقی فی الحدیث۔
 بھلا جس شخص کی بابت اتنے محدثین نے کلام کیا ہو وہ حضرت کھول سے احفظ ہو سکتا ہے؟
 تعجب ہے حافظ سیوطی پر جو اس جیسی سند سے سلیمان بن موسیٰ کی توثیق تو ذکر کرتے ہیں لیکن
 محدثین نے جو اس کی بابت کلام کیا ہے اس کو ذکر نہیں کرتے اس کے باوجود دوسروں پر جو
 کرتے ہوئے کہتے ہیں قد اعل بعض من یسوی الاخبار علی نہیہ ہذا الحدیث بشین ۱۱۰
 قالی اللہ انشائی۔

سوال۔ بقول حافظ سیوطی یہ روایت سلیمان بن موسیٰ کے علاوہ اور طرق سے بھی مروی ہے
 طریق اول ابن ہبید کا ہے جس کو صاحب کتاب نے یوں روایت کیا ہے۔ حدیثنا عن یس بن
 ہبید عن جعفر یعنی ابن ربیعہ عن ابن شہاب عن عروۃ عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔ طریق دوم حجاج بن
 ارطاة کا ہے جس کو ابن ماجہ وغیرہ نے یوں روایت کیا ہے۔ عن الحجاج بن ارطاة عن الزہری
 عن عروۃ عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نکاح الا بولی وال سلطان دی بن
 لادلی ل۔

۲۵۵

جواب۔ طریق اول میں امام زہری سے پہلے دو راوی ہیں ایک ابن ہبید اور ایک جعفر بن
 ربیعہ۔ ابن ہبید کی بابت تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا حال سب جانتے ہیں
 اور ابن ربیعہ سوا اس کی بابت شیخ ابن معین فرماتے ہیں یس بئشی دحکاء الساجی، صاحب
 کتاب فرماتے ہیں جعفر لم یس من الزہری کتب الیہ۔ دوسرا طریق حجاج بن ارطاة کا ہے جو
 محدثین کے نزدیک مشکم فیہ ہونے کے ساتھ ساتھ امام زہری سے سماع نہیں رکھتا۔ ذکرہ احمد
 و ابو حاتم، معلوم ہوا کہ یہ دونوں طریق بالکل داہی ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ اگر کہیں احناف
 کے متدل میں ابن ہبید یا حجاج آجاتا ہے تو شوافع حضرات چراغ پا ہو جاتے ہیں اور یہاں تک
 کی روایت کا سہارا لیتے ہیں۔

۱۔ قال صاحب الاستدکار لا احفظ الا من حدیث ابن ہبید عن جعفر ۱۱۲ یحییٰ پر عبہ ذکر علی بندہ
 عن شیم قال قال النجاشی صفی الزہری قالی لم ارہ ۱۲۰ فیضا سے دہذا قال ابی یسوی لا یعمد علی
 روایت سلیمان ۱۱۲ فیضا لعلہ قال ابو جعفر دم یسقطون الحدیث انل من ہذا حجاج بن ارطاة لا
 یثبتون لہ سماع من الزہری و حدیث عندہم مرسل دم لا یثبتون بالمرسل۔ ابن ہبید ہم یکر دن علی
 خضمہم الاحجاج بحدیثہ ۱۱۰ قبلین برغصب الراہ۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس متن کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ "لا نکاح الا بولی و شاہدہ عدل" مگر اس کی سند میں محمد بن یزید اور اس کا باپ یزید بن شان دونوں ضعیف ہیں۔ امام نسائی نے اس کو متروک الحدیث اور امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ نیز موصوف نے یہ بھی روایت کیا ہے۔ "لابد فی النکاح من اربعة المولی و الزوج و الشاہدین" لیکن یہ حدیث منکر بلکہ موصوع کے قریب ہے۔ اور اس کا راوی ابو الخسیب ناخ بن میسرہ مجہول ہے۔ جواب دوم: یہ حدیث "عن الزہری عن عروہ عن عائشہ" مروی ہے اور امام زہری (مدظلہ) حدیث، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (مدظلہا) حدیث، خود اس کے خلاف ہیں چنانچہ حافظ بیہقی (مدظلہ) اور امام مالک وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ "انہا زوجت حفصہ بنت عبد الرحمن من الشہز بن الزبیر و عبد الرحمن غائب بالثام" کہ حضرت عائشہ نے حضرت عبد الرحمن کی صاحبزادی حضرت حفصہ کا نکاح حضرت عبد الرحمن کی خدمت موجودگی میں جبکہ وہ ملک شام گئے ہوئے تھے منہ بن الزبیر کے ساتھ کیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ عقد نکاح کے توقف برا ذن دلی کی قائل نہیں تھیں۔ اسی طرح امام زہری بھی اس کے قائل نہیں چنانچہ صاحب استدکار لکھتے ہیں۔ "کان الزہری یقول: اذا تزوجت المرأة بغیر اذن و بیہا جاز"۔

حافظ بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے الفاظ۔ "انہا زوجت حفصہ" کی یہ تاویل کی ہے انہا مہدت تزدیجا۔ مگر یہ تاویل خلاف ظاہر اور بعید از قیاس ہونے کے باوجود اس بات پر دال ہے کہ دلی اترک ہم موجودگی میں ولایت دلی اجد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے و انھو عند الشافعی خلافت۔

جواب سوم: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے الفاظ۔ "ان دخل بہا فامہر بہا بما اصاب منها" میں وجوب عقد و حد کے بجائے اعطار مہر کا حکم ہونا اسی پر دال ہے کہ نکاح کا جواز اذن دلی پر موقوف نہیں بلکہ امام ترمذی کی روایت کے الفاظ "فلما امہر بہا اتحل من فرجہا" تو انعقاد نکاح پر صراحت دال ہیں۔

دس، حدیث ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ یعنی زیر بحث حدیث سے اگلی روایت۔ "ان ابنی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا نکاح الا بولی" (ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

جواب۔ بعض ماہرین علم حدیث سے منقول ہے کہ تین حدیثیں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت نہیں جن میں سے ایک حدیث۔ "لا نکاح الا بولی" ہے۔ اسی وجہ سے تخمین نے محققین میں اس کی تخریج نہیں کی۔ نیز اس حدیث کے وصل و ارسال میں شدید اختلاف ہے چنانچہ اسرائیل، شریک بن عبد اللہ، ابو عوانہ، زبیر بن عواد، یحییٰ بن مصقلہ، مطوف بن طریف حارثی، عبد الحمید بن الحسن ہلالی، زکریا بن ابی زائدہ، ادریس بن الرسیہ نے ایک

عن ابی اسحاق عن ابی بردۃ عن ابی موسیٰ عن ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسباط بن محمد و زید بن حباب نے۔ عن یونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق عن ابی بردۃ عن ابی موسیٰ عن ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو عبیدہ الحدادی، حسن بن قتیبہ، اسباط بن نصر اور قتیبہ بن عقیب نے عن یونس بن ابی اسحاق عن ابی بردۃ عن ابی موسیٰ عن ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو موسیٰ کو ذکر کرتے ہوئے سند روایت کیا ہے۔ اس کے برخلاف حضرت شعبہ اور سفیان ثوری اس کو عن ابی اسحاق عن ابی بردۃ عن ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم مسند روایت کرتے ہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں "اسند بعض اصحاب سفیان عن ابی اسحاق دلا یصح" کہ سفیان کے بعض اصحاب نے اس کو عن سفیان عن ابی اسحاق عن ابی بردۃ عن ابی موسیٰ عن ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم سند روایت کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ یعنی حضرت ابو موسیٰ کا ذکر کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ سفیان نے اس حدیث کو اپنے سند میں بلا ذکر ابو موسیٰ ذکر کیا ہے۔

حافظ بیہقی کہتے ہیں "المحفوظ عنہا غیر موصول" نیز صاحب میزان نے ابن عدی سے نقل کیا ہے ان قال: الاصل فی ہذا الحدیث مرسل۔ یعنی اس حدیث میں اصل اس کا مرسل ہونا ہے۔ اور حدیث مرسل شراخ کے یہاں حجت نہیں ہوتی۔ پھر اس حدیث کی سند میں ایک اور بھی اختلاف ہے جس کی تشریح مع نقشہ قول کے ذیل میں آئے گی۔

۴۵۷ (۴۴) حدیث ابن عباسؓ لا نکاح الا بولی و السلطان ولی من لا ولی له (احمد) اس کی سند میں حجاج بن ارطاة ہے جو اس کو عن عروہ بن عباسؓ روایت کرتا ہے اور حجاج ضعیف ہونے کے باوجود حضرت عکرمہ سے سماع نہیں رکھتا۔ قال فی التتبع قال احمد لم یسمع منہ۔ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ یہ اور طرق سے بھی مروی ہے مگر سب ضعیف ہیں۔ چنانچہ دارقطنی نے سنن میں عن عبد اللہ بن الفضل عن عدی بن عثمان بن حنیم عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ مرفوعاً روایت کرنے کے بعد کہا ہے۔ رجالہ ثقات الا ان محفوظ من قول ابن عباسؓ ولم یروہ الا عبد اللہ بن الفضل مگر موصوف کا یہ کہنا۔ رجالہ ثقات۔ صحیح نہیں کیونکہ اس میں عبد اللہ بن الفضل اور عدی بن عثمان دونوں ضعیف ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً یہ بھی مروی ہے۔ البغیاۃ الحق نیکن انفسہن لایجوز النکاح الا بولی و شاہدین مہر ثلث و کثرۃ درداء ابن الجوزی، مگر اس کی سند میں نہاس بقول شیخ یحییٰ ضعیف ہے۔ بلکہ ابن عدی کہتے ہیں یہ لایسا ہی شایع۔

(۴۵) حدیث ابو ہریرہؓ مرفوعاً لا تزوج المرأة نفسها فان الزانیۃ ہی الیٰ تزوج نفسها۔ ہر

۴۵۸ عہ و راہ بچوں نظر عن بشر عن الازہعی عن ابن سیرین عن ابی ہریرہؓ موقوفاً و ہواشبہ (نصب) و مقدّم فی حدیث آخر عن ابی ہریرہؓ ہذا الحدیث و ذکر فیہ ان ابی ہریرہؓ قال ان یقال الزانیۃ ہی الیٰ تنکح نفسها۔ علیٰ ان ہذا اللفظ خطا باجماع المسلمین لان تزویجاً نفسها لیس بزمان عند احد من المسلمین و الوطء غیر مذکور فیہ فان حملت علیٰ انہا زوجت نفسها و بطحا الزوج فیہ ایضا لا خلاف فیہ ان لیس بزمان لان من لا یجیزہ انما یجوز نکاحاً فانما یجوز لہم و لہذا لعدۃ و ثبت بہ النسب اذا دلت علیٰ ۱۲ احکام القرآن۔

دارقطنی نے دو طریق سے روایت کیا ہے ایک جبیل بن حسن جہنی کے طریق سے اور ایک مسلم بن ابی سلم جرمی کے طریق سے جن کی بابت شیخ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ یہ دونوں مہول ہیں۔
 (۶) حدیث عبد اللہ بن مسعود ؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نکاح الا بولی و شادی عدل۔ دارقطنی، عبد الرزاق، طبرانی، اس کی سند میں بکیر بن بکیر ہے جس کو شیخ یحییٰ نے لیس بشیٰ کہا ہے۔ دوسرا راوی عبد اللہ بن محرز ہے جس کو خود دارقطنی نے مترک الحدیث کہا ہے۔
 (۷) حدیث جابر مرفوعاً لا نکاح الا بولی مرثیٰ و شادی عدل۔ (ابن الجوزی)، اس کی سند میں محمد بن عبید اللہ غزرمی ہے جس کی بابت نسائی اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے مترک لایکتب حدیثہ۔
 (۸) حدیث معاذ بن جبل ؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ایما امرأة زوجت نفسها من غیر ولی فی الزانیۃ۔ (دارقطنی)، اس کی سند میں ابو حصصہ ابن مریم ہے جس کو یحییٰ بن معین نے لیس بشیٰ اور دارقطنی نے مترک کہا ہے۔ ذکر ابن الجوزی احادیث و اہیۃ ضعیفۃ اضر بنا عن ذکرہا۔ احناف کے مستدلات حسب ذیل آیات و احادیث ہیں۔

(۱) آیت: "واذا طلقتم النساء فلیعلنن اعلنن فلا تعصبن عن ان ینکحن ازواجہن اذا تراضوا بینہن بالمعروف" جب تم عورتوں کو طلاق دیدو اور وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب ان کو اپنے شوہر دل کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو جبکہ وہ دستور کے مطابق باہم رضا مند ہو جائیں آیت کی تشریح تو مستدلات شواہح کے ذیل میں گذر چکی۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں نکاح کی نسبت عورتوں کی جانب ہے جو بذریعہ عبارت نام بلا شرط دلی جواز و نکاح بردال ہے۔

۴۵۸

ان الاصل فی الاسناد حقیقۃ ان تباشرا المرأة نفی اسناد النکاح الیہن ایماہ الی عدم القوۃ و الا لازم المجاز و ہذا الظاہر۔ نیز اس میں ادلیا کو نہی کی گئی ہے کہ وہ تراضی نہ کریں کہ بعد عورت کو نکاح کرنے سے نہ روکیں و انہی نقیضی تصویر انہی عنہ۔ (۲) آیت: "و امرأة مؤمنة ان وہبت نفسها للینی ان اراد الینی ان ینکحہا" اور اس مؤمنہ عورت کو دیکھی ہمے آپ کے لئے حلال کیا جو اپنے کو بلا عوض پیغمبر کو دیدے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں۔ عبارت نام اور لفظ ہبہ کے ذریعہ سے نکاح کے منع نہ ہونے میں یہ آیت نص صریح کے مثل جو نکاحات حجت علی المخالف فی المسلمین

عہ قال فی التبیح ما جمیل فہو ابن الحسن الازدی العتقی الابرازی مشہور درودی عنہ ابن خزیمہ و ابن ابی داؤد و خلف درودی عنہ ابن ماجہ و ابن خزیمہ ہذا الحدیث و وثقہ ابن حبان و مکمل فیہ غیرہ۔ و مسلم الجرمی جو ابن عبد الرحمن قال ابن ابی حاتم یوسف بن الشقات روى عن محمد بن حسین و روى عن الحسن بن سفیان ایضاً ہذا الحدیث و قال سألت یحییٰ بن معین عن روائہ یحییٰ بن محمد بن حسان فقال ثقت قلت تذکرت لہ ہذا الحدیث؟ فقال نعم۔ کان عندنا شیخ یروہ عن محمد بن انس۔

(۳) آیت: "فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی یتکلم زوجہا غیرہ" پھر اگر کوئی دتیسری، طلاق دے دے عورت کو تو وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ دعدت کے بعد، نکاح کرے۔ اس آیت میں ایک تو نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہے جس کا معنی یہ ہے کہ عورت کی طرف سے نکاح کا انعقاد منظور ہو سکتا ہے دوسرا یہ کہ اس میں عورت کے نکاح کو حرمت کی غابت قرار دیا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ عورت کے بذات خود نکاح کر لینے سے حرمت منتہی ہو جائے گی۔

(۴) فلا جناح علیہا ان تیراجباہ: اس میں بھی بلا ذکر دلی نکاح کی نسبت زوجین کی طرف ہو جو بلا شرط دلی جواز نکاح پر دال ہے۔

(۵) آیت: "فاذا بلغن اجلہن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف" پھر جب وہ اپنی میعاد ختم کر لیں تو تم کو کچھ گناہ نہ ہوگا۔ ایسی بات میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی (نکاح کی) کریں قاعدہ کے موافق۔ اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا بذات خود مباشر نکاح ہونا جائز ہے۔ اگر صحت عقد کے لئے اذن دلی کو شرط مانا جائے تو موجب آیت کی لغوی لازم آتی ہے۔

ایک یاد نہیں بلکہ قرآن پاک کی یہ پانچ آیاتیں ہیں جن سے امام ابو حنیفہ نے نکاح کے منعقد ہونے کے لئے اذن دلی کے شرط نہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ پس حافظ ابن حجر کا یہ کہنا: "واجب بالقیاس علی البیوع فانہا تستقل"۔ جل الاحادیث الیٰوردہ فی اشتراط الولی علی الصغیرۃ وخص بہذا القیاس عمومہا، کہ امام ابو حنیفہ نے عقد نکاح کو عقد بیع پر قیاس کیا ہے۔ کہ اب بیع میں عورت مستقل بنفسہ ہوتی ہے اور اشتراط دلی کی بابت وارد شدہ احادیث کو صغیرہ پر محمول کیا ہے اور ان کے عموم میں پذیر قیاس تخصیص کی ہے۔ نہایت تعجب خیز بات ہے جو حافظ ابن حجر کی شان کے خلاف ہے کیونکہ امام صاحب نے اس مسئلہ میں صرف قیاس سے احتجاج نہیں کیا بلکہ متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ انعقاد نکاح کے لئے دلی کی کوئی شرط نہیں۔

(۶) حدیث ابن عباسؓ جس کی تخریج صاحب کتاب نے۔ باب فی الشیء کے ذیل میں کی ہے: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "الا یم احن بنفسہا من دیہا والبکرت امر فی نفسہا واذنہا" (المجاہد البخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایم (بے شوہر عورت)، اپنی ذات کی زیادہ سختی ہے نسبت اپنے دلی کے (یعنی وہ خود مختار ہے دلی اس پر چڑھ سکتا) اور کنزاری عورت سے اجازت لینا چاہیے اور اس کا چپ رہنا ہی اس کی اجازت ہے۔

اس حدیث میں لفظ ایم ہے جس کے معنی بے شوہر دالی عورت کے ہیں صغیرہ، ہوا کبرہ، چنانچہ قاضی حیاض نے ابراہیم حربی اور قاضی اسمعیل وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ "انہ یطلق علی کل من طریق بہا صغیرۃ کاغت او کبرۃ"

صاحب قاموس لکھتے ہیں: "الایم کلّیتس من لازوج ہا بکرا کانت ادنیاً من امرأۃ رجب الاول ایام دایامی: فتح القدیر میں ہے: "والایم من لازوج ہا بکرا کانت ادنیاً: تفسیر کثرت میں ہے: "ام دامت: دایما اذام تیز و جا بکریں کا نا ادنیٰ، دھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انا نؤذک من العتمة والغیۃ واللائتہ والکزم والقرم: تفسیر بغیناوی میں ہے: "ایامی مقلوب الایم گیتا می جمع ایم دھو العزب ذکر اکان ادائی بکرا کان ادنیاً، قال ۵ فان تکلی النح دان تتائی می: دان کنت افقی منکم اتائیم۔"

بہر کیف ایم کا اطلاق بے شوہر والی عورت پر ہوتا ہے باکرہ ہو یا شیبہ بلکہ اس کا اطلاق اس شخص بھی ہوتا ہے جس کی جوی نہ ہو۔ اور آپ نے لفظ احن کے ضمن میں عورت اور اس کے دلی دونوں کے لئے حق ثابت کیا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ دلی کے لئے مباشرت کے علاوہ اور کوئی حق نہیں دے بھی اس وقت جبکہ عورت رضا مند ہو پھر اس حق مباشرت میں بھی دلی کی بہ نسبت عورت کو احن بنفسہا قرار دے کر مقدم کیا ہے معلوم ہوا کہ دلی کے لئے عورت کو بذات خود نکاح کرنے سے

رہنے کا کوئی حق نہیں۔ آپ کا ارشاد: "الایم احن بنفسہا: بالکل ایسا ہے جیسے آپ نے ارشاد فرمایا: "بجار احن بعقبہ اور مادہ صبر کی بابت آپ کا ارشاد ہے: "انت احن: بالکل سچھی: نفی بذلک کلام ان کیونکہ مسباح حق: امام شافعی فرماتے ہیں کہ لفظ ایم سے مراد شیبہ ہے کیونکہ ردایت کے بعض طرف میں الشیب احن بنفسہا: مردی ہے۔ اس کے متعلق ہم باب فی الشیب کے ذیل میں عرض کریں گے۔

سوال آیت: "وانکحوا الایامی منکم امو: میں خطاب ادیاء کو ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جواز نکاح کے لئے دلی کا ہونا شرط ہے۔

جواب: یہ خطاب عرف و عادات کے طریق پر ہے کہ عورتیں اپنا نکاح عادتاً خود نہیں کرتیں بلکہ ادیاء ہی کراتے ہیں۔ پس انکو امر مذبی و استجابی ہے نہ کہ حمی و ایجابی اور دلیل یہ ہے کہ انکو الایامی کے بعد حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "والعالمین من عبادکم: امام کم: اس میں صاحبین کی تخصیص ہے حالانکہ جواز نکاح کے لئے صلاح شرط نہیں ہے مسئلہ قولہ تعالیٰ: نکاح تبوہم ان علمتم فیہم خیراً:

(۱) حدیث ابن عباسؓ جس کی تخریج صاحب کتاب نے باب ذکھ کے ذیل میں کی ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس للولی مع الشیب امر و العیثۃ تت امر و صمیتہا اقرار ہا: (ابوداؤد، نسائی و ارقطی) جی کہ یہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شیبہ پر دلی کو کچھ اختیار نہیں اور یتیمہ یعنی باکرہ اپنے سے اجازت لی جائے گی اور اس کا خاموش رہنا ہی اس کا اقرار ہے۔ حدیث کے الفاظ لیس للولی مع الشیب امر سے صاف ظاہر ہے کہ عقد نکاح کیلئے دلی کا ہونا شرط نہیں ہے۔

سوال - یہ حدیث باخبر معمر عن صالح بن کیسان عن نافع بن جبیر بن مطعم عن ابن عباس اھ مروی ہے اور دارقطنی نے اس کو اپنی سند کے ساتھ عن ابن اسحاق حدیثی صالح بن کیسان عن عبد اللہ بن الفضل بن عباس بن ربیعہ عن نافع بن جبیر عن ابن عباس یوں روایت کیا ہے۔
 ۱۰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الا لیم ادلی بامرنا والبیعة تنام فی نفضہا واذنہا صاہبہا۔
 صالح بن کیسان سے سعید بن سلمہ بن ابی الحسام نے بھی اسکو اسی طرح روایت کیا ہے مگر ابن عمر بن راشد نے اس شخص میں وجہ اول یہ کہ اس نے عبد اللہ بن الفضل کا واسطہ ذکر نہیں کیا۔ دوم یہ کہ اس نے الام ادلی بامرنا کے بجائے: لیس لولی مع الثیب امرئ روایت کیا ہے۔ اسی لئے حافظ دارقطنی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق کی حدیث صحیح ہے کیونکہ صالح بن کیسان نے اس حدیث کو براہ راست نافع بن جبیر سے نہیں سنا بلکہ عبد اللہ بن الفضل کے واسطہ سے سنا ہے۔

ابن اسحاق اولیٰ سلیک خلاف کیا ہے۔

جواب - صالح بن کیسان نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور ابن الزبیر کو بحشم خود دیکھا ہے۔ صحیح بخاری کی کتاب الزکوٰۃ میں ہے: صالح اکبر من انہری اور ک ابن عمر اور حضرت نافع بن جبیر کا سن وفات امام داؤدی نے ابن ابی الزناد سے روایت نقل کیا ہے تو حضرت نافع سے صالح بن کیسان کے سماع و لقاء میں کوئی سائل استعمال ہے۔ بہت ممکن ہے کہ انھوں نے ادنا عبد اللہ بن الفضل سے سنا ہو اس کے بعد براہ راست حضرت نافع بن جبیر سے سنا ہو۔ یہی مخالفت کی بات سودہ اس لئے کچھ مضر نہیں کہ شیخ سحر بن راشد ثقہ، ثبت، فاضل، فقیہ، حافظ اور متحقق راوی ۴۶۱ ہیں پس ابن اسحاق اور سعید بن سلمہ

سلمہ کی مخالفت سے کوئی نقصان نہیں بلکہ سعید بن سلمہ بن ابی الحسام کی بابت امام نسائی کا قول ہے: شیخ ضعیف۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابن معین سے اس کی بابت دریافت کیا تو موصوف نے اس کا کوئی تعارض نہیں کرایا۔

(۸) حدیث عائشہ: قالت: جارت فناء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: یا رسول اللہ! ان ابی زحجی ابن اخیه لیرنج بی من خبیثۃ نال فجعل الامر ایہا۔ فقالت انی قد اجزت باضیع ابی ولكن اردت ان تعلم انسا ان لیس الی الا بار من الامر شیء: (نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارقطنی)
 حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک نوجوان عورت نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے باپ نے میری شادی اپنے بھائی کے لڑکے کے ساتھ کر دی تاکہ میرے ذریعے سے اس کی خست و درو ہو جائے۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیا۔ اس نے کہا: میرے باپ نے جو کچھ کیا ہے میں اس کو جائز رکھتی ہوں۔ میں تو عورتوں کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ نکاح کا معاملہ آپ سے متعلق نہیں ہے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں آپ نے عورت کے قول: لیس الی الا بار من الامر شیء پر کوئی تکریر نہیں فرمائی۔ معلوم ہوا کہ انفراد نکاح کے لئے اذن دلی شرط نہیں ہے۔

سوال۔ حافظ دارقطنی و حافظ سیقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے اور ابن بریدہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا۔ نیز شیخ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ تقدیر صحیحہ یہ حدیث اور اس قسم کی دیگر احادیث غیر کھڑکے ساتھ نکاح کرنے پر محمول ہیں۔

جواب۔ امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے کہ متفق علیہ امر یہی ہے کہ اتصال حدیث کے لئے امکان لقادہ سماع کافی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عبداللہ بن بریدہ کے ارکان سماع میں کوئی شک نہیں کیونکہ ان کی پیدائش سلمہ میں ہے اور انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے سنا ہے لہذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی روایت اتصال پر محمول ہوگی۔

علاوہ ازیں صاحب کمال نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے سماع کی تصریح کی ہے نبیہ۔ حافظ ابن حجر تہذیب میں لکھتے ہیں: "ابن بریدہ بن الحصبیب الاسلمی سمع من عائشہ رضی اللہ عنہا ابن الجوزی کا غیر کھڑکے ساتھ نکاح کرنے پر محمول کرنا سودہ اس لئے صحیح نہیں کہ حدیث میں آن ابی زید جینی ابن اخیہ کی تصریح موجود ہے تو اس کا شوہر چچا زاد بھائی ہوا۔ فکیف یصح ان یقال انه زوج من غیر کف وقد کان ابن عمہا۔ قالہ الشیخ ابن الہمام۔"

(۹) روایت علیؑ: "انہ اجاز نکاح امرأۃ زید جیا ابہا برضاہا۔" (سیقی) سوال۔ حافظ سیقی فرماتے ہیں کہ اس کا مدار ابو قیس اودی پر ہے جو مختلف العدالہ ہے۔

جواب۔ ابو قیس اودی سے شیخ ابن المدینی اور امام بخاری نے احتجاج کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس کی حدیث کو صحیح مانا ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقافت میں ذکر کیا ہے۔ ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اس سے روایت کی تخریج کی ہے۔

شیخ علیؑ اس کی بابت فرماتے ہیں: "ثقتہ ثبت" شیخ ابن سعین نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ غرض حافظ سیقی کے علاوہ کسی نے بھی اس کی بابت یہ نہیں کہا کہ یہ مختلف العدالہ ہے بلکہ سب نے توثیق کی ہے علیؑ انہ جار ذلک من وجہ آخر۔ قال ابن ابی شیبہ ثنا ابن فضیل عن ابیہ عن الحكم قال کان علی اذا رفع الیہ رجل تزوج امرأۃ بغیر ولی فدخل بها مضاًءاً۔"

یہ ہیں وہ احادیث و آثار جن سے احناف دشوائف نے استدلال کیا ہے اور یہ اہم متعارض ہیں۔ اب ان پر عمل پیرا ہونے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں ایک صورت ترجیح اور ایک صورت تعلیق اگر صورت ترجیح کو اختیار کیا جائے تو آپ کا ارشاد: "الایم احق بنفسہا من ولہا" راجع قرار پاتا ہے کیونکہ اس کی سند بھی قوی ہے اور اس کی صحت میں کسی کو اختلاف نہیں بخلاف حدیث لا نکاح

عنہ قال ابن الزکائی قلت: اذا نفل الحكم مع سبب فانظر ہر تعلقہ - و تعلقہ بغیرہ محتاج الی دلیل قد نفل الحكم و ہوا نتیجہ ذکر السبب و ہو کراہیۃ الشیبہ ولم یدکر سبب آخر، و فی قولہا: اجزت ما صنع - دلیل علی ان النکاح لا یقف علی الاجازۃ ۱۲ جوہر نفی۔

الابولی کے کہ یہ ضعیف، مضطرب الاسناد اور وصل والنقطع اور ارسال کے اعتبار سے مختلف فیہ ہے۔ اسی طرح حدیث عائشہ وغیرہ بھی مختلف فیہ اور ضعیف ہیں جن کی تفصیل اوپر مذکور ہو چکی۔ اور اگر تطبیق کا پتہ اختیار کیا جائے تو اس کی صورت یہ ہے کہ لائحات الابولی میں کمال کی نفی ہے نہ کہ اصل نکاح کی یا اس کے عیم کو خصوص پر محمول کیا جائے۔ بلکہ شائع فی اطلاعات النصوص :-

(۳۹۸) اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جعفر بن ربیع نے اس حدیث کو ابن ہشام سے زہری سے نہیں سنا بلکہ ان کو اس کی اجازت بالکتابت ہے :-

(۳۹۸) حدثنا محمد بن قدامہ بن اعین نا ابو عبیدہ الحداد عن یونس واسرائیل عن ابی اسحق عن ابی بردہ عن ابی موسیٰ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نکاح الابوی قال ابوداؤد وهو یونس عن ابی بردہ واسرائیل عن ابی اسحق عن ابی بردہ قال ابوداؤد ویونس لقی ابا بردہ -

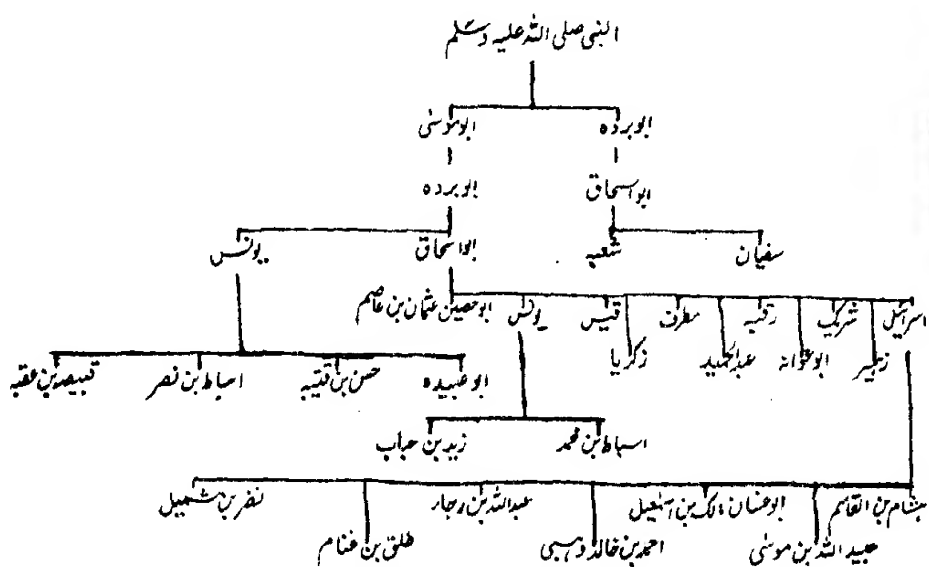
ترجمہ: محمد بن قدامہ بن اعین نے بخدیث ابو عبیدہ الحداد بطریق یونس واسرائیل بردایت ابو اسحاق بواسطہ ابو بردہ حضرت ابو موسیٰ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ سند یوں ہے یونس عن ابی بردہ (عن ابی موسیٰ) اسرائیل عن ابی اسحاق عن ابی بردہ۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ یونس نے ابو بردہ کو ملاقات کی اور گفتگو کی

۳۹۳

(۳۹۹) اس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کتاب نے زیر بحث حدیث کی سند پیش کرتے ہوئے جو عن یونس واسرائیل عن ابی اسحاق

عن ابی بردہ انا کہتا ہے اس سے بظاہر یہ دہم ہوتا ہے کہ یونس اور اسرائیل دونوں ابواسحاق سے روایت ہیں اور ابواسحاق ابو بردہ سے راوی ہے۔ صاحب کتاب اس قول سے اس دہم کو دور کر رہے ہیں کہ اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ یونس کی طرح اسرائیل بھی بلا واسطہ ابو اسحاق سے راوی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس حدیث کو یونس نے ابو بردہ سے بلا واسطہ ابواسحاق روایت کیا ہے اور اسرائیل کی روایت ابواسحاق کے واسطے سے ہے۔ پس لفظ یونس پر لفظ اسرائیل مع اپنے متعلق دہم ابی اسحاق، سطوت ہے نہ کہ صرف لفظ اسرائیل۔ اب سند یونس کی تحلیل یوں ہے: نا ابو عبیدہ الحداد عن یونس عن ابی بردہ انا اور سند اسرائیل کی تحلیل یوں ہے: نا ابو عبیدہ الحداد عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن ابی بردہ انا مگر صاحب کتاب کا یہ قول کہ یونس کی روایت بلا واسطہ ابواسحاق ہے۔ یہ یونس سے ابو عبیدہ الحداد کی روایت کے ساتھ خاص ہے۔ ابو عبیدہ کے علاوہ اسباط بن محمد اور زید بن حباب وغیرہ جو یونس سے راوی ہیں ان کی روایت میں ابواسحاق کا واسطہ موجود ہے۔ چنانچہ امام ترمذی اپنی سنن میں فرماتے ہیں: ورواہ اسباط بن محمد وزید بن حباب عن یونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق عن ابی بردہ عن

ابن موسیٰ و ابن ابی سلمیٰ رحمہ اللہ علیہ وسلم "سند حدیث کی پوری تفصیل اس نقشہ سے معلوم کرو۔"



قول قال ابو داؤد و یونس یقنی الخ (۵۰۰) ۵۰۰
 یہ قول مجتہائی وغیرہ نسخوں کے حاشیہ پر مرقوم ہے جس میں ابو بردہ
 سے یونس کی ملاقات ثابت کر رہے ہیں کہ یونس کو ابو بردہ سے تقاضا
 حاصل ہے۔ حاکم کہتے ہیں است علم بن ائمتہ ہذا العلم خلافاً علی یونس بن ابی اسحاق وان سماع
 من ابی بردہ صحابہ صحیح۔

(۲۵۰) باب فی الاستیمار

(۳۷۰) حدثنا أبو كامل نا يزيد يعني ابن زريع ونا موسى بن اسمعيل نا حماد
 للمعنى حدثني محمد بن عمر نا أبو سلمة عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله
 عليه وسلم تستامر اليتيمة في نفسها فان سكنت فهو اذنها وان ابت فلا جوار عليها
 والاختيار في حديث يزيد، قال أبو داود وكن لك رواة أبو خالد سليمان بن جحيان
 ومعاذ بن معاذ عن محمد بن عمر ورواه أبو عمر وذكوان عن عائشة قالت يا رسول
 الله ان البكر تستحي ان تتكلم قال سكاتهما اقرارها -

ترجمہ

ابو کاظم نے بستہ زید بن زریع اور موسیٰ بن اسمعیل نے بند حماد بن عیث محمد بن عمرو بن وہب بن اسمعیل

حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باکھ
بالغہ عورت سے اس کے نکاح کی بابت پوچھا جائے گا۔ پس اگر وہ حبیب ہو رہے تو یہی اس کا
اذن ہے اور اگر انکار کر دے تو اس پر کوئی جبر نہیں۔ یہ نیزہ کی روایت کے الفاظ ہیں۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابو خالد سلیمان بن حیان اور معاذ بن معاذ نے بھی محمد بن عمرو سے اسی
طرح روایت کیا ہے اور اس کو ذکوان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں
کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کنواری لڑکی بات کرنے سے شرماتی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس
کا خاموش رہنا ہی اس کا اقرار ہے۔ تشریح

قولی باب الخ۔ اس باب میں نکاح کے وقت عورت سے اجازت طلب کرنے کا بیان ہے
یعنی باکرہ سے یوں کہا جائے کہ ہم تیرا نکاح فلاں شخص سے کر رہے ہیں اگر وہ اجازت دے
تو بہتر ہے ورنہ اس کا چپ رہنا بھی اجازت ہی ہے۔ اس باب کی پوری بحث اگلے باب کے
ذیل میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قولی تا مرا لیتیم الخ یتیم اس جھوٹی بچی کو کہتے ہیں جس کا باپ مر گیا ہو۔ یہاں یتیم سے مراد
بالغہ ہے جس کو اس کی سابقہ حالت کے پیش نظر یتیم سے تعبیر کر دیا گیا کہ قولہ تہ۔ "آ تو الیتامی
اموالہم اھ" اور اس تعبیر میں اس کے حق کی مراعات اور اس پر شفقت ملحوظ ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ
بلوغ سے پہلے اس کی اجازت اور اس کے انکار کے کوئی معنی ہی نہیں ہو گیا بچی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کے بلوغ کی شرط کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ فعننا لا تنکح حتی تبلغ فتا مرا
تتاذن، کذا قال المولى علی القاری فی المرقاة۔

قولی مسکا تھا اقرار ہا الخ۔ شیخ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ باکرہ کو یہ بتا دینا محسب ہے کہ تیرا خواہ
رہنا اجازت کے حکم میں ہے۔ لیکن اگر وہ عقد کے بعد یہ کہے کہ میں نہیں جانتی تھی کہ میری خاموشی
اقرار کے درجہ میں ہے تو اس صورت میں اس کا عقد باطل ہو جائے گا یا باقی رہے گا؟ بعض
مالکیہ نے کہا ہے کہ عقد باطل ہو جائے گا لیکن جہیر کے نزدیک باطل نہ ہو گا۔

یعنی جس طرح اس حدیث کو محمد بن عمرو سے نیزہ بن زریع اور حماد نے
قولہ قال الوداؤد الخ (۵۰۱)
روایت کیا ہے اسی طرح اس کو محمد بن عمرو سے ابو خالد سلیمان بن حیان
اور معاذ بن معاذ نے روایت کیا ہے۔ پھر صاحب کتاب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو روایت
تعلیقا ذکر کی ہے اس کو امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے موصول روایت کیا ہے۔

امام بخاری کی ایک روایت میں۔ مسکا تھا اذ نہا۔ الفاظ ہیں اور دوسری روایت
میں رضا صمتہا۔

(۳۸۰) حدثنا محمد بن العلاء نا ابن ادریس عن محمد بن عمر عن هذا الحديث بأسناد زلفیه قال فان بکت او سکتت نراد بکت، قال ابو داؤد و لیس بکت بحفظ و هو وہم فی الحدیث الوهم من ابن ادریس۔

ترجمہ

محمد بن العلاء نے بخدیث ابن ادریس، محمد بن عمر سے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ روئے لگے یا چپ ہو رہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ لفظ بکت غیر محفوظ ہے اور یہ حدیث میں ابن ادریس کا وہم ہے۔۔۔ تفسیر یہ

یعنی عبد اللہ بن ادریس نے اس حدیث کو حدیث سابق کی طرح روایت کیا ہے لیکن اس کی روایت میں یوں ہے۔ "قال دای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان بکت او سکتت۔" پس اس نے لفظ بکت زائد ذکر کیا ہے جو غیر محفوظ ہے اور ابن ادریس کا وہم ہے ابو داؤد کے بعض نسخوں کے حاشیہ پر ہے کہ یا یہ وہم محمد بن العلاء کا یا کسی اور کا ہے۔۔

(۲۵۱) باب فی البکرین وجہا ابوہا ولا یستامرہا

(۳۸۱) حدثنا محمد بن عبید نا حماد بن زید عن ایوب عن عکرمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بهذا الحدیث، قال ابو داؤد لم یذکر ابن عباس وھکذا سرا واک الناس مرسلًا معرُوف۔

۴۶۶

ترجمہ

محمد بن عبید نے بخدیث حماد بن زید بطریق ایوب بواسطہ عکرمہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو مرسل روایت کیا ہے۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ حماد بن زید نے ابن عباس کو ذکر نہیں کیا اور لوگوں نے اس کو اسی طرح مرسل روایت کیا ہے اور یہ یوں ہی معروف ہے۔۔۔ تفسیر یہ

قولی باب الخ۔ عائد بالذہبی عن حماد بن زید کہ اس کا دلی نکاح پر مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟ سفیان ثوری، امام ادراعی، حسن بن حبیب، ابو ثور، ابو عبیدہ، ابن جریر، احناف اور بقول امام ترمذی، اکثر اہل علم کے نزدیک باکرہ بالذہبی پر کسی کو ولایت اجبار نہیں۔ نہ باپ کو اور نہ کسی اور کو بلکہ وہ خود مختار

عہ خبر بتدا معرُوف ای روایت مرسل معروف اور مرسل معروف جامع۔

خواہ بانہ عورت بیوہ ہو یا کنواری ہو۔ ہاں اگر وہ نابالغ ہو (بیوہ ہو یا کنواری) تو اس کے دلی کو اختیار ہے جہاں چاہے نکاح کرے۔ اب اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور دلی نے نکاح کیا تو بلوغ کے بعد عورت کو اختیار ہو گا چاہے نکاح کو رخصت کرالے اور چاہے باقی رکھے۔ اور اگر باپ دادا نے کیا تو اختیار نہ ہو گا۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، سیث، اسحاق اور ابن ابی لیلیٰ اس کے خلاف ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ باپ کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ باکرہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جہاں چاہے وہاں کر دے۔

احادیث کی دلیل زیر بحث باب کی پہلی روایت ابن عباس سے ہے۔ ان جاریہ بکرا است النبی صلی اللہ علیہ وسلم مذکرت لہن ابائہن تزوجھا وہی کاربہ فخرہما النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدودادونائی، ابن ابی احمد، بیہقی

کہ ایک باکرہ لڑکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد نے میری شادی ایسی جگہ کر دی کہ وہ مجھے ناپسند ہے۔ تو آپ نے اسے اختیار دیا کہ چاہے نکاح باقی رکھے اور چاہے رخصت کر ڈالے۔

اس روایت کے رفع و ارسال میں اختلاف ہے جس کی تشریح ہم قول کے ذیل میں پیش کریں گے۔ حافظ بیہقی نے امام شافعی کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث اس پر محمول ہے کہ اس کی شادی غیر کفور میں ہوئی تھی۔ حافظ ابن حجر اس پر مزید رنگ چڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ بیہقی کا جواب نہایت معقول اور قابل اعتماد ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ عین ہے لہذا اس سے حکم بطریق عموم ثابت نہ ہو گا۔

علامہ امیر محمد بن اسماعیل سبیل السلام میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں بزرگوں کی یہ بات امام شافعی کے کلام اور ان کے مذہب کی بڑی حمایت ہے ورنہ ظاہر ہے کہ حافظ بیہقی کی تاویل بلا دلیل ہے اس واسطے کہ اگر شادی غیر کفور میں ہوئی تو عورت اس کو جان کرتی حالانکہ اس نے اس کو ذکر نہیں کیا وہ تو یہ کہتی ہے کہ میری شادی ایسی جگہ ہوئی ہے جو مجھے ناپسند ہے۔ پس علت تخیر ذکر کرنا اس بات ہے کہ عدم کفارت نکاح نہ قال صلی اللہ علیہ وسلم اذ اکتبت کاربہ

عہ قال ابن القیم وقد اختلف الفقہاء فی مناط الاجار علی سبیل اقوال احمد بانہ یجوز البکارۃ وہو قول الشافعی و مالک و احمد فی رواۃ آتانی انہ یجوز بالصغر وہو قول ابی حنیفہ و احمد فی الروایۃ الثانیۃ و الثالث انہ یجوز بہا معاد ہو الروایۃ الثالثۃ عن احمد الرابع انہ یجوز بہا و جد وہو الرابعۃ عن الخاس انہ یجوز بلا یلا و غیر الشیب البان حکاہ القاضی اسماعیل عن الحسن البصری قال وہو خلاف الا جامع قال ولہ وجہ حسن من الفقہ فیالیث شری ماہذا لوجہ الاسود المظلم ات دس انہ یجوز من یکن فی عیالہ ولا یخفی علیک الراج من ہذہ المذاہب ۱۲

فائیت بالخیار۔

نیز حافظ ابن حجر کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ واقعہ عین ہے۔ یہ تو حکم عام ہے کیونکہ اس کی علت میں عموم ہے تو جہاں علت کراہت پائی جائے گی وہیں حکم بھی ثابت ہوگا۔

نیز باب سابق۔ باب فی الاستیثار کے ذیل میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث گزر چکی۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تنکح الشیب حتی تاروا البکر الا باذنہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: باکرہ اور شیبہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ قال ابو عیسیٰ الترمذی حدیث الی

ہریرۃ حدیث حسن۔ علامہ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ اس روایت کا عموم واضح دلیل ہے اس بات کی کہ باکرہ بالغہ پر کسی کو دلالت اجبار نہیں ہے۔

امام شافعی ان اولہ کے عموم و منطوق کو چھوڑ کر باب فی الشیب کے ذیل میں حضرت ابن عباس کی روایت۔ الشیب احق بغضبا من دلیہا، کے مفہوم کو اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ باکرہ پر بھی دلالت اجبار ہے۔

جواب یہ ہے کہ اول تو ہمارے یہاں مفہوم قابل حجت نہیں دوسرے یہ کہ بقول ابن رشد مفہوم کے مقابلہ میں عموم و منطوق اولی ہوتا ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں بالخصوص جبکہ امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ البکر لیسا مرأا ابوا۔ اور اگر مفہوم کو قابل حجت مان لیں تو حدیث کا باقی سیاق یعنی آپ کا ارشاد۔ البکر لیسا مرأا ابوا۔ اس مضمون کے خلاف ہے کیونکہ وجوب استیثار منافی اجبار ہے اس واسطے کہ عورت سے اجازت طلب کرنے کا مقصد تو یہی ہے کہ اس کی رضا اور عدم رضا معلوم ہو اور جب اس پر دوسرے کو دلالت اجبار حاصل ہو گئی تو وجوب استیثار کے کوئی معنی ہی نہیں۔

حافظ بیہقی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ موامرة و استیثار معنی براستطابۃ نفس ہے۔ یعنی طلب اجازت صرف عورت کی خوش دلی کے لئے ہے۔ علامہ ابن الترمذی فرماتے ہیں کہ موامرة کو استطابۃ نفس پر محمول کرنا بلا دلیل خروج عن الظاہ ہے کیونکہ آپ کا ارشاد۔ یت مرأا ابوا خبر معنی امر ہے۔

مہر کیف عام علماء کی رائے یہی ہے کہ بالغہ عورت پر کسی کو دلالت اجبار حاصل نہیں۔ چنانچہ شایخ عمدہ فرماتے ہیں و ہونہب ابی حنیفۃ و تمسک بالحدیث قوی لان اقرب الی العموم فی لفظ البکر۔ کہ یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور آپ کا تمسک بالحدیث نہایت قوی اور مضبوط ہے کیونکہ یہ لفظ البکر کے عموم سے قریب تر ہے۔

شیخ ابن حزم کہتے ہیں ما نعلم من اجازۃ علی البکر الا بالذات انکاح امیہا لہا بغیر امر متعلقا اصلاً۔ کہ جن لوگوں نے باپ کے لئے اپنی باکرہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز مانا ہے ہم ان کے پاس کوئی دلیل نہیں پاتے۔

قامنی شوکالی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں و ظاہر احادیث الباب ان البکر البائتہ اذا زد جنت بغیر اذنیہا لم یصح العقد کہ ظاہر احادیث باب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر باکرہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دیا گیا تو عقد صحیح نہ ہوگا۔

سوال۔ جب احناف لا تنکح البکر حتی تتاذن کے عموم پر عمل کرتے ہیں تو پھر کہا وجہ ہے کہ باکرہ صغیرہ پر ولایت اجبا کے قائل ہیں؟ جواب۔ اس لئے کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کو نکاح ان کی کسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کیا تھا اس لئے یہ حدیث مذکور کے عموم سے مستثنیٰ ہے۔

دقائق، مزید بحث باب کی پہلی روایت ابن عباس۔ ان جاریہ بکرا انت اھۃ میں جس عورت کا تذکرہ ہے یہ اور ہے جو باکرہ تھی اور باب فی النیب کی چوتھی حدیث حسن خضر بنت حماد الانصاریۃ اھۃ میں جس کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے، جس عورت کا تذکرہ ہے وہ اور ہے جو شبہ تھی۔ یہ دونوں جدا جدا عورتیں ہیں جس کی دلیل دارقطنی کی روایت ابن عباس ہے ان ابی صلی اللہ علیہ وسلم رو نکاح بکرہ شیب انھما ابوہما و بھما کار ہتان؟ البتہ امام نسائی نے سنن کبریٰ میں عن الثوری عن عبد الرحمن بن القاسم عن عبد اللہ بن یزید بن ولید عن حسنہ اور حافظ طبرانی نے عن ابن المبارک روایت کہل ہے۔ انہا قالت انکحن ابی و انما کار ہتہ و انما بکرہ اھ۔

۲۶۹

گمریہ روایت شافعیہ اور حنفیہ کا ثبوت ہونا ارجح ہے۔ قال عبد الحق فی احکامہ دفع فی کتاب انسانی انہا کانت بکرا و اصح انہا کانت غیبا لکار و اہ البخاری۔

عہ در ہایزاد علی ذلک ان یقال الاستیذان انما یكون فی حق من لا اذن ولا اذن للصغیرۃ فلا یمکن داخلۃ تحت الارادۃ بخص الی بیث بالبواخ فیکون اقرب الی التناول ۱۲ جو ہر حق عہ قال ابن القلان و تزوجت خضر بن جوہیہ دہو البائتہ بن عبد المنذر، صرح فی سنن ابن ماجہ فولدت لہ اسامیۃ بن ابی مہابۃ۔ فالما بخاریۃ البکر فہی غیر خضر ردی حدیث ابی عمر ابن عباس و جابر و عائشہ عند ابی داؤد سنہا حدیث ابن عباس ۱۲ نصب الرایۃ کبسر المعجۃ و تحفیض المہملۃ کذا ضبط الحافظ فی الفتح و التقریب و قال میرک صحیح فی جامع الاصول و فی شرح الکراخی للبخاری بالذال المبعوثہ و خالفہا السقلائی فی فہم بالذال المہملۃ، قیل اکم ابیہ و ولیدۃ و اصح ان اکم ابیہ خالد و ولیدۃ اکم جدہ ۱۲ بذل و عون۔

للعہ قال الشیخ قلت لا سمارۃ مینہا حتی یحتاج الی التزویج فیحصل ان یمکن دفع بہا ذہ القصۃ مرتین مرۃ وقت لہا کوہنہا کثر ثم وقت لہا کوہنہا ثانیۃ و ہذا ہون ان کوہنہا تصح بہذا العذر البواہی و مع ان القائل کوہنہا ثانیۃ ہو عبد الرحمن و محسن ابی یزید و القائلہ کوہنہا بکرہ ہی خضر نفسہا فلا یرجع قولہا بمقابلۃ قولہا ۱۲ بذل۔

(۵۰۳)

قوله قال ابو داود الخ

زیر بحث روایت کے رفع و ارسال میں اختلاف ہے۔ صاحب کتاب نے اولاً جریر بن حازم سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور حماد بن زید کی زیر بحث روایت مرسل ہے۔ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس کو مرسل روایت کیا ہے اور یہ بطریق ارسال ہی معروف ہے۔ حافظ سیوطی تخریج روایت کے بعد کہتے ہیں کہ اس حدیث کے رفع میں جریر بن حازم نے خطا کی ہے کیونکہ یہ عن ایوب عن عکرمہ عن انسی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل محفوظ ہے۔ جواب یہ ہے کہ راوی رفع جریر بن حازم ہے جو ثقہ اور حبیل القدر راوی ہے اس لئے دو سرول کا مرسل روایت کرنا ان کے لئے کچھ مضرت نہیں بالخصوص جبکہ جریر بن حازم اس میں مستفرد بھی نہیں بلکہ سفیان ثوری اور زید بن حبان نے ان کی متابعت کی ہے۔ چنانچہ امام نسائی اور ابن ماجہ نے روایت زید بن حبان کی تخریج بطریق معمر بن سلیمان عن زید عن ایوب موصولہ کی ہے۔ حافظ سیوطی نے دروی من وجہ آخر عن عکرمہ موصولہ کہہ کر جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اس کے لئے شاہد ہے۔

خصوصاً نے اس دوسری روایت کی بابت کہا ہے کہ اس کی سند میں عبد الملک ذماری ہے جس کے بارے میں دائقنی سے نقل کیا ہے کہ یہ توہی نہیں۔ مگر یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ حاکم نے مستدرک میں ذماری سے روایت کی تخریج کا ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور صاحب کمال نے عمر بن علی صوفی سے نقل کیا ہے کہ ذماری ثقہ راوی ہے۔ ۴۵۰
تہر کیف نہ فخریت ابن عباس بالکل صحیح ہے جس میں کوئی شک نہیں چنانچہ شیخ ابن القطان اپنی کتاب میں فرماتے ہیں حدیث ابن عباس بذات حدیث صحیح، وقال الحافظ فی الفتح والطن فی الحدیث فلا یحییٰ نہ فان طرقه تقویٰ بعضها ببعض۔

بَابُ فِي التَّحْيِيبِ (۲۵۲)

(۳۸۲) حد ثنا احمد بن حنبل حد ثنا سفیان بن زید بن سعد عن عبد الله بن

عہ و قد اور دالحافظ ہذا الحدیث فی التخصیص من مصنف ابی بی شیبہ بالاسناد السابق الموصول قال
ور حالہ ثقات داخل بالارسال و تفرد جریر بن حازم عن ادب و تفرد حسین عن جریر و ایوب ایضاً
بان و یوب بن سید رواہ عن الثوری عن ایوب موصولاً و کذا لک درواہ معمر بن عبد عان الرقی عن
زید بن حبان عن ایوب موصولاً و اذا اختلف فی وصل الحدیث و ارسال حکم لمن وصل علی
طریقہ الفقہاء و عن الثانی بان جریر اقول عن ایوب کما تری و عن الثالث ان سلیمان بن
حرب تابع حنین بن محمد عن جریر ۱۲ عن

الفضل با سند او ومعناه قال الشيب احق بنفسها من وليها واليك رستا مرها
ابوها، قال ابو داود ابوها ليس محفوظ -

ترجمہ

احمد بن حنبل نے بحديث سفیان بطریق زیاد بن سعد، عبد اللہ بن الفضل سے اس کی سند کے ساتھ
حدیث سابقہ کے ہم معنی روایت کیا ہے۔ زیاد بن سعد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ الشیب احق
غیبہ محورت اپنی جان کی خود مختار ہے بہ نسبت اپنے ولی کے اور باکرہ سے اس کا باپ اولیٰ طلب
کرے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ لفظ ابو با غیر محفوظ ہے۔۔۔ تشریح

یہی حدیث ابن عباس میں لفظ ابو با کی زیادتی غیر محفوظ ہے حافظ
قرنہ قال ابو داؤد الخ یہی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ اس کا اصناف سفیان بن عیینہ نے
کیا ہے۔ خود سنن ابو داؤد کے بھی بعض نسخوں کے حاشیہ پر ہے۔ "بذا من سفیان"
شیخ سنذری فرماتے ہیں کہ اس زیادتی کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام نسائی نے سنن میں
کی ہے۔ یہ اس زیادتی کا انکار ہے چاہے لانا زیادۃ ثقہ حافظ۔

(۲۵۲) بَابُ فِي تَرْوِيجِ مَنْ لَمْ يُولَدْ

۴۶۱

(۲۵۲) حدثنا الحسن بن علي ومحمد بن المثنى المعنى قالانا يزيد بن هارون انا عبد
الله بن يزيد بن مقسم الثقفي من اهل لطائف حدثني سارة بنت مقسم انها سمعت
ميمونة بنت كريمة قالت خرجت مع ابي في حجة رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأيت
رسول الله صلى الله عليه وسلم فذنا اليه ابي وهو على ناقه له معه درة كبرية الكتاب
فسمعت الاعراب والناس وهم يقولون الطبطينة الطبطينة فذنا اليه
ابي فاخذ بقلبه فاقوله دو قف عليه واستمع منه فقال اني حضرت جيش عثران
قال ابن المثنى جيش عثران فقال طارق بن المارثع من يعطيني رجلا بثوابه قلت
وما ثوابه قال انما وجه اول بنت تكون لي فاعطيتُه رعي ثم غبت عنه حتى علمت
انه قد ولد له جارية وبلغت ثم جئت فقلت له اهل جهم هن الى تحلف ان لا يفعل
حتى اصدق صدقا جديدا غير الذي كان بيني وبينه وحلفت ان لا اصدق

غیر الذی اعطیتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبقرن ای النساء
ہی الیوم قال قد سرأت القنیر قال اُری ان تترکھا قال فراعن ذلک ونظرت
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما ساری ذلک منی قال لا تاتنم ولا حنکم
یا تم، قال ابوداؤد والقنیر الشیب

ترجمہ

حسن بن علی مور محمد بن الشیخ نے بسند یزید بن ہارون باخبار عبد اللہ بن یزید بن مقسم ثقفی بخبریت سارہ
بنت مقسم سماع یمنہ بنت کردم روایت کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج
کے موقع پر اپنے باپ کے ساتھ نکلی اور میں نے آپ کو دکھا تو میرے والد آپ کے نزدیک
گئے۔ آپ ایک اونٹ پر سوار تھے اور آپ کے دست مبارک میں ایک درہ تھا جیسے کمرتب
کے معلموں کے پاس ہوتا ہے۔ میں نے ہر درہ عام لوگوں سے سنا ہے کہہ رہے تھے طبطبہ،
طبطبہ، طبطبہ۔ پس میرے والد آگے بڑھے اور انھوں نے آپ کے پاؤں پکڑ لئے آپ نے
بھی مسخ نہیں فرمایا چنانچہ میرے والد بھی میرے رہے اور انھوں نے آپ سے مفید باتیں سنیں۔
اس کے بعد کہا کہ میں حبشہ عشران میں تھا وہاں طارق بن المرقع نے مجھ سے کہا: کون شخص
ہے جو مجھ کو ایک نیرہ اس کے ثواب کے عوض میں دے؟ میں نے کہا: اس کا ثواب کیا ہے؟
اس نے کہا: جو بیٹی میری پہلی ہوگی اس کا نکاح اس سے کروں گا۔ میں نے اپنا نیرہ اس کو
دیدیا اور ایک مدت تک اس سے غائب رہا یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ طارق کے یہاں بیٹی
پیدا ہوئی ہے اور وہ جوان بھی ہو گئی۔

۴۷۲

میں نے اس کے یہاں جا کر کہا کہ اب میری بی بی کو رخصت کر۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ جب تک
تو اس مہر کے علاوہ جو میرے اور تیرے درمیان طے ہو چکا تھا نیا مہر مقرر نہ کرے اس وقت تک
اپنی بیٹی نہ دوں گا۔ اسی دن میں نے قسم کھائی کہ اس مہر کے علاوہ اور کچھ نہ دوں گا۔ پس حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: اب اس لڑکی کی کیا عمر ہے؟ میں نے کہا: بڑھ چکی ہو چکی۔ آپ نے فرمایا: میرا
خیال ہے کہ اس کو چھوڑ دے۔ یہ سن کر میں گھبرا گیا اور میں نے آپ کی طرف دیکھا۔ جب آپ نے
میرا یہ حال دیکھا تو فرمایا: نہ تو گنہگار ہو گا اور نہ تیرا ساتھی گنہگار ہو گا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ قنیر کے معنی
بڑھا ہوا ہے۔ ۱۔ قنیر ہے

کرؤم، بفتح کاف و سکون راہ ہملہ و وال مفتوحہ بردزن جعفر۔ ابن سفیان، خرائست، ای بکۃ کافی
روایت سند احمد، و قدہ بکسر وال ہملہ و تشدید راہ ہملہ مفتوحہ بردزن پترہ بمعنی کوڑا۔ طبطبہ، طبطب
کوڑے کی آواز کو کہتے ہیں جو اس سے مارے وقت نکلتی ہے۔ یہاں چلنے وقت پاؤں کی

آواز مراد ہے۔ یعنی لوگ دوڑ رہے تھے اور ان کے پاؤں سے کھٹ پٹ کی آواز نکل رہی تھی۔
 فاقترکہ، فتح الودود اور عون المعبود میں اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ آپ کی رسالت اور آپ
 کے پیغمبر ہونے کا اقرار کیا۔

لیکن شیخ فرماتے ہیں کہ یہ معنی سند امام احمد کی روایت کے خلاف ہیں کیونکہ اس میں یہ الفاظ
 ہیں: "فاقترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اس لئے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم عینہ من اخذ
 القدم ولم نزع القدم من یدہ یعنی آپ نے اس کے ہاتھ سے قدم مبارک نہیں کھینچا اور اس کو
 قدم پکڑنے سے منع نہیں فرمایا جیسا عثمان۔ ودر جاہلیت میں یہ ایک شکر گیا تھا۔ عثمان۔ یعنی شیخ حسن
 بن علی نے عثمان عین مہملہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شیخ محمد بن المنشی نے عین سجد کے ساتھ۔

لکون لی، ای تولد لی، ائی، مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ ای ہی ابلیہ یا ابلیہ عالمہ علی شریطۃ
 النقیہ منضوب ہے ویفرہ قولہ جہرہن۔ جمع کی ضمیر میں لفظ اہل کی رعایت ہے باطریق تعلیم
 ہے۔ بقرن ای النساء ہی، قال الخفاف بی یرید بسن ای النساء ہی یعنی وہ کس عمر کی عورت ہے کہا
 جاتا ہے۔ جو علی قرنی وہ میری عمر کا ہے۔ قال والنشد فی البر عمرو قال النشدنا ابوالعباس احمد بن
 یحییٰ ۵

ان تہ کیا۔ امام احمد کی روایت میں ہے۔ دعبا هنک لاخیر لک فیہا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قبل از
 پیدائش نکاح منقذ نہیں ہوتا۔ بلکہ معدوم العین کا عقد نکاح فاسد ہے اسی لئے آپ نے ترک کا
 حکم فرمایا۔ اگر نکاح منقذ ہو گیا ہوتا تو آپ طلاق دینے کا حکم فرماتے۔ لاقائم ولا صاحبک یا تم۔ یعنی
 اس عورت کو چھوڑ دینے کی صورت میں نہ تو اپنی قسم میں عانت ہوگا اور نہ تیرا ساتھ بھٹی طارق۔
 کیونکہ تیری قسم یہ تھی کہ طے شدہ مہر کے علاوہ اور کچھ نہ دوں گا اور جب اس عورت کو چھوڑ دے گا
 تو تو اپنی قسم میں پورا اترے کیونکہ اب یہ بات صادق ہے کہ تو نے مہر جہد کے ساتھ شادی نہیں
 کی اس طرح طارق بھی اپنی قسم میں عانت نہ ہوگا کیونکہ اسکے حق میں یہ صادق ہے کہ مہر سابق کے عوض
 میں شادی نہیں کی۔

صرف لفظ فقیر کے معنی بتا رہے ہیں کہ اس کے معنی بڑھاپے
 قولہ قال ابو داؤد الخ (۵۰۵) کے ہیں۔

باب الصدق (۲۵۴)

(۳۸۴) حدثنا حجاج بن ابی یعقوب الثقفی نا معلى بن منصور نا ابن
 المبارک نا معمر عن الزہری عن عروۃ عن ارحیبة انها کانت تحت عبد اللہ

بن جحش فہات بارض الحبشة فزوجها النجاشی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 وأمرها عنه أربعة آلاف وبعث بها إلى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مع
 شرحبیل بن حسنہ قال ابوداؤد حسنہ ہی امہ، قال ابوداؤد عییل اللہ
 بن جحش تنصّر ومات نصرانیًا وأوصی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 بعد ما تنصّر، قال ابوداؤد وعقد النکاح عثمان بن عفان وكان بارض الحبشة۔

ترجمہ

حجاج بن ابی یعقوب ثقفی نے بندہ علی بن منصور مجدث ابن المبارک بردایت سمعہ بن زہری
 بواسطہ عروہ حضرت ام حبیبہ رضی سے روایت کیا ہے کہ یہ عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔
 عبید اللہ ملک حبش میں مر گیا تو شاہ حبشہ نجاشی نے ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ کر دیا اور آپ کی طرف سے ان کا ہر چار ہزار سقر کر کے ان کو شرحبیل بن حسنہ کے
 ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ حسنہ، شرحبیل کی والدہ ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن جحش غزوہ
 ہونکر مرا تھا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ عقد نکاح حضرت عثمان بن عفان نے ارض حبشہ میں
 کیا تھا۔ نشر ہے

قولی باب النکاح۔ اس باب میں ہر کا بیان ہے۔ غنائہ وغیرہ میں ہے کہ ہر کے مختلف نام
 ہیں۔ تمہر، غلہ، عقر، عطیہ، اجر، حبار، فریضہ، غلائق، صدق، صدقہ، صدقہ، صدقہ
 صدق کی جمع اصدقہ اور صدق ہے اور صدقہ کی جمع صدقات اور صدقات ہے۔ وقد
 نكحها بعضهم صدق صدق و تمہر غلہ و فریضہ حبار و اجر ثم عقر غلائق

نکاح کی صحت گو ہر پر موقوف نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ہر کو قکونہ کرے یا اس کی نفی کرے
 تب بھی نکاح صحیح ہو جائے گا کیونکہ نکاح عقد انضامی کا نام ہے جس کے نوئی مفہوم میں مال و اہل نہیں
 آیت لا جناح علیکم ان تناموا ام تمشوا او تقرضوا من فریضہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بلا
 تقدیر ہر طلاق کا تحقق ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ طلاق کا ترتب عقد صحیح پر ہی ہو سکتا ہے۔
 معلوم ہوا کہ صحت نکاح ذکر ہر پر موقوف نہیں لیکن شرعاً ہر واجب ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے
 لا اهل لکم باء اور ان تبغوا بما مواکم اھ۔ پھر ہر کتنا بیڑا چاہیو؟ اس کی کم و بیش مقدار میں اختلاف
 ہے جس کی تفصیل اگلے باب کے ذیل میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قولہ قال ابوداؤد حسنہ الخ (۵۰۶) حضرت شرحبیل کی نسبت حسنہ کی طرف ہے اس کی بابت کہتے ہیں
 کہ حسنہ حضرت شرحبیل کی حقیقی ماں ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ان
 کے تہنی تھے، حضرت شرحبیل کے والد کا نام عبد اللہ ہے اور آہائی سلسلہ یوں ہے۔ شرحبیل بن عبد اللہ

بن المطاع بن قطن النخوی۔ یہ اور ان کے بھائی عبدالرحمن بن عبداللہ دونوں صحابی امیر
رضی اللہ عنہما، اور حضرت شرجیل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملک شام کے والی تھے
یہاں سے آخر تک عبارت بعض نسخوں کے حاشیہ
قولہ قال ابو داؤد غیب اللہ بن حش الخ پر ہے۔ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ابی سفیان

بن حرب بن امیہ بن عبد شمس، بہت پہلے مکہ ہی میں مشرف اسلام ہو چکی تھیں اور ان کا شوہر
عبید اللہ بن حش بھی اسلام لے آیا تھا۔ لیکن جب حضرت ام حبیبہ عبید اللہ کے ساتھ ہجرت کر کے
حبشہ گئیں تو یہ مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا تھا۔

حافظ نے الاماہ میں ذکر کیا ہے کہ ابن سعد نے بطریق اسمعیل بن عمرو بن سعید اموی حضرت
ام حبیبہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں اپنے شوہر عبید اللہ بن حش
کو بہترین شکل میں دیکھا جس سے مجھ کو بہت گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا
کہ عبید اللہ نصرانی ہو گیا۔ میں نے اس سے اپنا خواب بیان کیا مگر اس نے کوئی پروا نہ نہیں
کی اور شراب نوشی کرنے لگا یہاں تک کہ نصرانیت ہی پر مر گیا۔

قولہ قال ابو داؤد عقد النکاح الخ (۵۰۸) زیر بحث حدیث کے الفاظ "فزوجہا النجاشی" البنی صلی
اللہ علیہ وسلم اہل میں تزدیج کی نسبت نجاشی کی طرف

ہے اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عاتقہ نکاح نجاشی تھا۔ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ
عاتقہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھیں۔ سیرت عمیری اور ابن الاثیر کی "اسد الثابتہ" میں بھی یہی ہے کہ
عاتقہ حضرت عثمان تھے

نجاشی کی طرف تزدیج کی نسبت صرف اس لئے ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے مہراں کیا تھا فاضیف عقد النکاح الیہ لوجود سبب یہ ہوا لہذا بعض اصحاب
سیرت نے ذکر کیا ہے کہ عاتقہ حضرت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ تھے مگر یہ کسی صحیح طریق سے
ثابت نہیں۔

پھر موضع عقد میں بھی اختلاف ہے کہ عقد نکاح مدینہ میں ہوا یا حبشہ میں؟ سو امام مسلم
نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوسفیان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست
کی کہ ام حبیبہ کو زوجیت کے لئے قبول کر لیجئے۔ آپ نے قبول کر لیا۔ مگر یہ بات امام مسلم کے اوام
میں شمار ہوئی ہے کیونکہ اس کی بابت تو اہل سیر میں سے کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ حضرت ام حبیبہ
کا نکاح ان کے والد ابوسفیان کے اسلام لانے سے قبل ہوا تھا اور اس وقت حضرت ام حبیبہ
حبشہ میں تھیں۔ چنانچہ باب فی الوئی کے ذیل میں ابن شہاب زہری سے شیخ عمر کی روایت گزر چکی
جس میں یہ الفاظ ہیں۔ "فزوجہا النجاشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دی عذیم"

حافظ قتادہ کا قول اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ام حبیبہ مدینہ سے مدینہ
میں واپس آئیں تو آپ نے پیغام نکاح پہنچایا اور یہیں عقد نکاح ہوا۔ لیث نے بھی ہماصل

عقیل امام نہ ہری سے یہی روایت کیا ہے۔ لیکن پہلا قول اصح ہے۔ صاحب کتاب: وکان
بارض الحبشة: سے اسی کو ترجیح دے رہے ہیں۔

(۲۵۵) باب قلة المهر

(۳۸۵) حدثنا موسى بن اسماعيل انا حماد عن ثابت البناني وحميد عن انس
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى عبد الرحمن بن عوف وعليه رثى
زعفران فقال النبي صلى الله عليه وسلم مهيم قال يا رسول الله تزجت امرأَةً
قال ما اصدقها قال وزني نواة من ذهب قال أولع ولوبشاة قال بوداؤد النواة
خمسة دراهم والنش عشرون والاوقية اربعون -

ترجمہ

موسی بن اسماعیل نے اخبار حماد بطریق ثابت بنانی وحمید حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے
کپڑے پر زعفرانی دھبہ تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ عبد الرحمن نے کہا: یا رسول اللہ!
میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ آپ نے پوچھا: اس کا مہر کتنا ٹھہرایا ہے؟ عبد
نے کہا: ایک وزن نواة سونا۔ آپ نے فرمایا: دہمہ کو اگرچہ ایک بکری ہو۔ ابو داؤد کہتے ہیں
کہ نواة پانچ درہم ہیں اور نش بیس درہم اور اوقیہ چالیس درہم۔۔۔ تشریح

۴۷۶

قول باب النخ: ہر زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم کتنا ہونا چاہیے؟ سوزیادہ کی تو کوئی حد نہیں
جتنا چاہے مقرر کرے لیکن شریعت نے بڑے چڑھ ہر مقرر کرنے کو پسند نہیں کیا بلکہ افضل اور
پسندیدہ یہ ہے کہ ہر کم سے کم ہو۔ چنانچہ "باب الصداق" کے ذیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت
ہے: قال: لا لاتعاولوا الصداق النساء فانها لو كانت مكرمة في الدنيا او تقوى عند الله كان
ادلاكم بها النبي صلى الله عليه وسلم، ما اصدق رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة من نساء دلائم
امراة من بنات اكثر من مئتي عشرة اوقية۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگو! خیر دار۔ عورتوں کے بھاری بھاری مہر مت مانڈھو کیونکہ یہ خیر نگہ
دنیا میں بزرگی اور اللہ کے نزدیک بوجہ خیر گاری کا سبب ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ
لاؤ تھے۔ آپ نے بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر نہ اپنی کسی بیوی کا مانڈھا اور نہ اپنی کسی بیوی کا۔
باب مذکور کی پہلی حدیث میں ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے مہر کی بابت دریافت کیا کہ کتنا تھا؟ انھوں نے کہا: بارہ اوقیہ اور ایک نش۔ میں نے کہا: نش کیا

ہے کہ: آوصا اوتیہ۔

حضرت ام حبیبہؓ کے علاوہ تمام ازدواج مطہرات کا اور آپ کی صاحبزادیوں میں حضرت فاطمہؓ ہزارہ کے علاوہ تمام صاحبزادیوں کا مہر ساڑھے بارہ اوتیہ سے زیادہ تھا حضرت عمرؓ نے جو بارہ اوتیہ ذکر کئے ہیں اس میں آپ نے کسر کو شمار نہیں کیا، اور ساڑھے بارہ اوتیہ کے تقریباً ایک سو اکتیس روپے چار آنے ہوتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کا مہر ڈیڑھ سو روپے اور حضرت ام حبیبہؓ کا مہر چار ہزار درہم تقریباً ایک ہزار روپے تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ام حبیبہؓ کا مہر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا تھا بلکہ آپ کی طرف سے شاہ حبشہ نجاشی نے ادا کیا تھا۔

بہر کیف انفل بھی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مہر کم سے کم ہو۔ سوال نہی عن المغالاة قرآن کی آیت دانتیم احدہن قسطا فلا تخذوا مہ شیئاً کے خلاف ہے۔ کیونکہ قسطا کا اطلاق تو مال کثیر پر ہوتا ہے۔ جواب آیت دال بر جواز ہے نہ کہ دال بر افضلیت اور ہاری گفتگو افضلیت میں ہے نہ کہ اصل جواز میں۔

پھر کم سے کم مہر کی مقدار کتنی ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ، سعید بن المسیب، حسن بن صالح، عطاء، ابن ابی سلی، لیث، سفیان ثوری، اسحاق، امام شافعی، اور امام احمد کے نزدیک اقل مہر کی بھی کوئی تحدید نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس پر زوجین قضا ہو جائیں اور ہر وہ چیز جو عقد بیع میں منہ بن سکتی ہو وہ عقد نکاح میں مہر بن سکتی ہے۔ کیونکہ مہر عورت کا حق ہے پس جس مقدار پر وہ راضی ہو جائے وہی مہر ہے، بلکہ سعید بن المسیبؓ یہاں لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے مہر میں ایک کڑا بھی دیا تب بھی عورت حلال ہو جائے گی۔ البتہ شتافع کے یہاں مستحب ہے کہ مہر پانچ سو درہم ہو بشرطیکہ شہر اس کا تحمل ہو سکے (قالہ النوذی، حضرت سعید بن جبیر کے نزدیک مہر کی کمتر مقدار پچاس درہم ہیں اور ابراہیم نخعی کے نزدیک ایک ردایت کے لحاظ سے، چالیس درہم ہیں اور ابن شبرمہ کے نزدیک پانچ درہم اور امام مالک کے نزدیک ربع وینار یا تین درہم۔ ابراہیم نخعی، شعی، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور حسن بن زیاد کے نزدیک مہر کی کمتر مقدار دس درہم ہیں۔

سابق الذکر حضرات کے ادلہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) زہیر بن جث حدیث السنن۔ اس میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ذر بن نواہ بن ذہبؓ کی گھڑی کے بموزن سونے پر نکاح کیا۔ ذر بن نواہ کی تفسیر میں ایک قول پانچ درہم کا ہے اس لئے ابن شبرمہ پانچ درہم کے قائل ہیں۔ اور بعض مالکیہ کے قول کے مطابق اہل مدینہ کے

قال العینی قال اصحابنا اقل المہر عشرة درہم سوار کانت مضرۃ یا غیرہا حتی یجوز ذلک عشرة تبرأ وان کانت قیمۃ اقل بخلاف المسرقۃ ۱۲ بذل

یہاں غافہ سے مراد ریح و بار ہوتا ہے۔ انام مالک اسی کے قائل ہیں۔ اس کے متعلق اور اقوال ہم قول کے ذیل میں ذکر کریں گے۔

(۲) زیر بحث باب کی دوسری حدیث جابر بن عبد اللہ - ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من علی فی صدق امرۃ احب - یہ حدیث زیر بحث حدیث کے بعد آرہی ہے۔

(۳) باب فی التزوید علی اہل یعل: کی پہلی حدیث سہل بن سعد ساعدی - ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جائتہ امرۃ فقال: یا رسول اللہ! انی قد دہبت لفسی لک نقامت تہا طریلا فقام رجل فقال: یا رسول اللہ! زوجنیہا ان لم یکن لک بہا حاجۃ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہل عندک من شیء تقدر تہا یاہ؟ قال: ما عندی الا ازاری نہا۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انک ان عظیمیا ادرک جلدت لا ادرک فائس شیا۔ قال: لا احب شیا۔ قال: فائس ولو فائس من حدید۔ فائس فلم یجد شیا۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ہل معک من القرآن شیء؟ قال: نعم، سورۃ کذا السور ساما، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قد زودتک بما سمک من القرآن.. (بخاری، مسلم، ابوداؤد، الترمذی،

حضرت سہل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی جان آپ کو ہبہ کر دی (آپ نے کچھ جواب نہ دیا)، وہ بڑی دیر تک کھڑی رہی تب ایک صحابی نے اٹھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں تو اس سے میرا نکاح کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا: تیرے پاس کچھ ہے جس سے اس کا مہر ادا کرے؟ اس نے کہا: میرے پاس اس بنگی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تو نے اسے بنگی دیدی تو تو بغیر بنگی کے بیچ رہے گا۔ لہذا تو کوئی چیز تلاش کر کے لے آ۔ اس نے کہا: میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ایک لوبہ ہے کی انگوٹھی جی گھنٹہ لا۔ اس نے دھو ہنڈا لگ کر کچھ نہ پایا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا: تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا: ہاں، فلاں فلاں سورۃ یاد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیرا نکاح اس عورت کے ساتھ اس وجہ سے کر دیا کہ تیرے پاس قرآن ہے۔

(۴) حدیث عامر بن ربیعہ - ان امرۃ حجتی بہا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد تزوجت رجلا علی غلین فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: رضیت من نفک، والک تغلیین؟ قالت: نعم۔ فاجازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - (ترمذی، ابن ماجہ، احمد، وقال الترمذی حدیث حسن صحیح) عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ایک عورت کو حاضر کیا گیا جو ایک شخص کے ساتھ دو جو تئیں پہ نکاح کر چکی تھی۔ آپ نے فرمایا: تو اپنی جان دمال کی طرف سے صرف دو جو تئوں پر رضا مند ہو گئی؟ اس نے کہا: ہاں۔ تو آپ نے اس کے نکاح کو جائز کر دیا۔

(۵) حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما - عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ادا العلق تئیل: اما العلق تئیل؟ قال: اما رضی علیہ الامون ولو کان تغنیاً من اراک: (بخاری، طبرانی، ابوداؤد، ابن ماجہ،

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملائک ادا کرد سوال ہوا: یا رسول اللہ! ملائک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس پر اہل راضی ہو جائیں اگرچہ چلیو درخت کی شاخ ہی ہو۔

(۶) حدیث ابو سعید خدریؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یضرا حدکم بغلیل من مالہ تزوج ام بکثیر بعد ان یشہد۔ (دوارقطنی) آپ نے ارشاد فرمایا، تم میں سے کسی کے لئے یہ بات نقصان دہ نہیں کہ وہ اپنے کم مال کے عوض نکاح کرے یا زیادہ کے عوض بشرطیکہ گواہ قائم کر لینے کے بعد ہو۔

(۷) حدیث جابر بن عبد اللہ عن علی بن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقبضۃ من الطعام "دہی" حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم عہد نبوی میں ایک مٹھی غلہ پر نکاح کر لیتے تھے۔

ان احادیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ پہلی حدیث میں وزن نواۃ ہے جس کی تفسیر پانچ درم سے کی گئی ہے۔ دوسری حدیث میں دو مٹھی ستویا کچھو ہے۔ تیسری حدیث میں نوہے کی مٹھی ہے۔ چوتھی حدیث میں دو جو تیاں مذکور ہیں۔ پانچویں حدیث میں چلو درخت کی شاخ ہے۔ چھٹی حدیث میں کوئی تحدید ہی نہیں۔ ساتویں حدیث میں ایک مٹھی غلہ ہے۔

غرض مہر کی بابت ان احادیث میں کم و بیش قیمت دالی مختلف اشیاء مذکور ہیں۔ معلوم ہوا کہ باب مہر میں مال کی کوئی خاص مقدار حتمی اور ضروری نہیں بلکہ جس مقدار پر بھی رضامندی ہو جائے وہی مہر ہے۔

جو آپ یہ ہے کہ پہلی حدیث میں وزن نواۃ ہے جس کی تفسیر میں پانچ درم متعین نہیں بلکہ اور بھی اقوال ہیں جن کو ہم قول کے ذیل میں ذکر کریں گے۔ اس لئے اس حدیث سے اقل مقدار مہر پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔ دوسری حدیث اول تو موقوف ہے۔ قال ابو داؤد و رواہ عبد الرحمن بن مہدی عن صالح بن رومان عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ عن شیخ عبد الحق: "الاحکام" میں کہتے ہیں لا یعول علی من اسندہ۔ امام حمادی فرماتے ہیں۔ اہل الروایۃ یذکرون ان اسند موقوف علی جابر۔ دوسرے یہ کہ شیخ ذہبی میزان میں اس کے راوی اسحاق بن جبریل بغدادی کے متعلق کہتے: "اسحاق بذالایت" شیخ ازودی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔ نیز اس کے راوی یزید بن ہارون کے شیخ کی بابت ابن عساکر اب ہے کوئی موسیٰ بن مسلم بن دمان کہتا ہے۔ کوئی صالح بن مسلم دمان اور کوئی

۴۷۹

ع قال ابو داؤد و رواہ عبد الرحمن بن مہدی عن صالح بن رومان عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ عن شیخ عبد الحق: "الاحکام" میں کہتے ہیں لا یعول علی من اسندہ۔ امام حمادی فرماتے ہیں۔ اہل الروایۃ یذکرون ان اسند موقوف علی جابر۔ دوسرے یہ کہ شیخ ذہبی میزان میں اس کے راوی اسحاق بن جبریل بغدادی کے متعلق کہتے: "اسحاق بذالایت" شیخ ازودی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔ نیز اس کے راوی یزید بن ہارون کے شیخ کی بابت ابن عساکر اب ہے کوئی موسیٰ بن مسلم بن دمان کہتا ہے۔ کوئی صالح بن مسلم دمان اور کوئی

ع قال ابو داؤد و رواہ عبد الرحمن بن مہدی عن صالح بن رومان عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ عن شیخ عبد الحق: "الاحکام" میں کہتے ہیں لا یعول علی من اسندہ۔ امام حمادی فرماتے ہیں۔ اہل الروایۃ یذکرون ان اسند موقوف علی جابر۔ دوسرے یہ کہ شیخ ذہبی میزان میں اس کے راوی اسحاق بن جبریل بغدادی کے متعلق کہتے: "اسحاق بذالایت" شیخ ازودی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔ نیز اس کے راوی یزید بن ہارون کے شیخ کی بابت ابن عساکر اب ہے کوئی موسیٰ بن مسلم بن دمان کہتا ہے۔ کوئی صالح بن مسلم دمان اور کوئی

صدوق ۳۳۷

صالح بن رومان۔

بہر حال شیخ ابو حاتم نے اس کو مجہول بتایا ہے۔ ابن القطان کہتے ہیں لا یعرف اور شیخ از دی و شیخ ابن عیین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ پھر موسیٰ بن مسلم بن رومان کے شیخ ابو الزہری کی بابت بھی قدسے کلام ہے کیونکہ یہ حضرت جابر کی حدیث میں تدلیس سے کام لیتا ہے۔ حضرت جابر سے اس کی یہی حدیث لی جاتی ہے جس میں سماع کی تصریح ہو یا اس سے لیث بن سعد راوی ہو اس کے علاوہ اس کی اور کوئی روایت قابل اخذ نہیں۔ اسی لئے شیخ ذہبی نے میزان میں اس حدیث کو منکر کہا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس کو ابو عامر نے یوں روایت کیا ہے: عن صالح عن ابی الزہری عن جابر کما علی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نستمتع بالبقعۃ من الطعام: جیسا کہ صاحب کتاب نے اس کی تعلیقاً خارج کی ہے اور قول عطاء کے ذیل میں آرہی ہے۔ پس یہ باب متع سے متعلق ہوئی نہ کہ باب ہرے لہذا اس سے استدلال ہی غلط ہے۔

تیسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں مجہول مراد ہے کہ مجروح کچھ نہ کچھ دیا جاتا ہے۔ چوتھی حدیث کے متعلق گو امام ترمذی نے تصحیح کہا ہے مگر اس کا راوی عامر بن عبد اللہ ہے جس کے متعلق ابن الجوزی نے تحقیق میں شیخ ابن عیین کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ فاحش الخطا ہونے کی بنا پر مشرک ہے۔ علامہ ابن الرکمانی نے جو تہریقی میں شیخ ابو حاتم راوی سے نقل کیا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ کہتے ہیں کہ اسکی کوئی حدیث قابل اعتماد نہیں۔ شیخ ابو حاتم کے صاحبزادے نے پوچھا کہ محدثین کو اس کی کس حدیث کا انکار ہے تو ابو حاتم نے یہی حدیث ذکر کی اور کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔

اور اگر کسی درجہ میں صحیح ہی مان لیں تو یہ کیا ضروری ہے کہ جوئے کی قیمت کم ہی ہو دس درہم یا اس سے زیادہ بھی تو ہو سکتی ہے اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ وہ بیش قیمت ہونگے کیونکہ اس قسم کے مواقع میں معمولی پیرے نہ کوئی دیتا ہے نہ لیتا ہے۔ علاوہ ازیں حدیث میں یہی تو ہے: فاجازہ اور جواز نکاح اس پر کہاں دلالت کرتا ہے کہ مہر بس وہ جو تیار ہی تھیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اس واسطے کہ اگر کوئی بلا مہر نکاح کرے تو نکاح تو اس صورت میں بھی جائز ہوتا ہے لیکن اس کے جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ مہر واجب ہی نہ ہو گا۔ ٹھیک اسی طرح دس درہم سے کم قیمت کی دو جو تیلوں پر نکاح کے جواز کا یہ مطلب نہیں کہ مہر بس وہی دو جو تیاں رہیں گی اور کچھ واجب نہ ہو گا۔

پانچویں حدیث مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے راوی محمد بن عبد الرحمن بلبانی کی وجہ سے معلول ہے۔ شیخ ابن القطان نے امام بخاری کا قول نقل کیا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔

علاوہ ازاں ما یصح بہ العقد من التسمیۃ لا کتفی بأشباتہ فی ذمۃ ما یجوز بہ العقد من السیالۃ عما یجوز فذلک علی انہ لم یرد بہ ما یصح بہا ۱۲ احکام القرآن۔

نیز محمدؐ نے اس کو اپنے باپ عبدالرحمنؓ کے واسطے سکا دیت کیا ہے اور عبدالرحمنؓ کی بھی عدالت ثابت نہیں یہ بھی ظاہر الضعف ہے۔ اور بتقدیر تحت اس سے کیف ماتفق مقدار مراد نہیں بلکہ یہ اسی مقدار کی رضا مندی پر محمول ہے جس کے جواز کی شریعت میں تفسیر ہو۔ چھٹی حدیث کا راوی ابو ہارون عمارہ بن جوثین عبدی ہے جس کے متعلق محدثین نے سخت ترین کلام کیا ہے۔ حماد بن زید اور سعدی کہتے ہیں کہ یہ کذاب تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں یوں بھی کہ یہ کچھ بھی نہیں۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ متردک ہے۔ شیخ یحییٰ کہتے ہیں کہ یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

شنبہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے میری گردن مار دینے کے لئے پیش کیا جائے تو یہ مجھے اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے کہ میں ابو ہارون سے روایت کروں۔ حمان کہتے ہیں کہ اس کی احادیث لکھنا حلال نہیں الا یہ کہ ازراہ تعجب ہو۔

ساتویں حدیث کی سند میں یعقوب بن عطار ناقابل احتجاج ہے جس کو امام احمد اور ابن مسین نے ضعیف کہا ہے۔ صاحب میزان نے اس کی دو منکر روایتیں ذکر کی ہیں جن میں سے ایک حدیث بھی ہے: کنا تنکح امرؤ۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ سب روایات مشکم فیہ اور ضعیف ہیں۔ اسی لئے اخاف نے ان سے صرفاً نظر کرتے ہوئے قرآن سے استدلال کیا ہے۔ اور اگر ان روایات کو کسی درجہ میں لائق اعتناء مان لیا جائے تو یہ ہر معمول پر محمول ہوں گی کیونکہ اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ قبل از دخول کچھ نہ کچھ ہیرا داکرتے تھے یہاں تک کہ حضرت ابن عباسؓ ابن عمرؓ زہریؓ اور قتادہؓ سے منقول ہے کہ عورت کو کچھ دے بغیر دخول نہیں کرنا چاہیے تمنا بمنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیاً عن الدخول علی فاطمہ حتی یطیبہا شیئاً فاعطاهما درعہ ثم دخل بہا۔ اولہ اخاف حسب ذیل ہیں۔

(۱) آیت۔ داخلکم ما دوار ذلکم ان تبستوا بامواکم۔ اس میں حق تعالیٰ نے عورت کی حلت کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ اس کا نہر مال ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ جبہ و دانت اور دو چادر ہونا کمال نہیں کہا جاتا لہذا اتنی مقدار کا ہر ہونا صحیح نہ ہوگا۔

(۲) آیت۔ ومن لم یستطع منکم طولا اھذا۔ اس میں حق تعالیٰ نے اس شخص کو کہ جو طویل حرہ پر قادر ہو باندی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے معلوم ہوا کہ طویل ایک مال عظیم ہونا چاہیے ورنہ ظاہر ہے کہ دو چادر ہوں سے کوئی عاجز نہیں ہوتا۔

عس الا تری انہم لو تراضوا بنجراد خنزیرا و شغار لما جاز تراضیہما کذلک فی حکم التسمیۃ بکون مرتبا علی ما ثبت حکمہ فی الشرع من تسمیۃ العشرة ۱۲ احکام القرآن۔

(۳) حدیث جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنکحوا النساء الا الکفار ولا یزوجبن الا الاولیاء ولا یہرؤن عشرۃ دراہم۔ (دارقطنی، بیہقی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں کا نکاح نہ کرو مگر مہسروں میں اور ان کا نکاح نہ کریں مگر اولیاء اور دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔

سوال۔ حافظ بیہقی نے کہا ہے کہ یہ روایت بالکل ضعیف ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کا راوی مبشر بن عبد مہرؤک الحدیث ہے۔ بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں اور عقیل نے اپنی کتاب میں امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اس کی روایتیں موضوع اور جھوٹی ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ثقہ راویوں سے بھی موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اس کی حدیث کو کھنا حلال نہیں الا یہ کہ ازراہ تعجب ہو۔

جواب۔ اول تو اس حدیث کو حافظ بیہقی نے مختلف طرق سے روایت کیا ہے اور ضعیف حدیث جب متحدہ طرق سے مروی ہو تو وہ درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے اور قابل احتجاج ہو جاتی ہے۔

ذکرہ السنودی فی شرح المہذب، دوم یہ کہ بقول محقق ابن الہمام شیخ برہان الدین طبری نے شرح بخاری میں علامہ نجوی سے اس کی تحسین نقل کی ہے وقال فیہ رداء ابن ابی حاتم من حدیث جابر عن عمرو بن عبد اللہ الاودی ثنا وکیع عن عباد بن منصور قال ثنا القاسم بن محمد قال سمعت جابرًا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یہرؤن من عشرۃ۔ حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ اس اسناد سے یہ روایت حسن ہے اس سے کم درجہ میں نہیں ہے۔

(۴) حضرت علی سے مروی ہے کہ قال: لا تقطع البیہ فی اقل من عشرۃ دراہم ولا یکن المہر اقل من عشرۃ دراہم۔ (دارقطنی، حضرت علی فرماتے ہیں کہ دس درہم سے کم میں قطع نہ نہیں اور دس درہم سے کم مہر نہیں۔ یہ روایت گو حضرت علی پر موقوف ہے مگر چونکہ اس قسم کی چیزوں میں رائے اور قیاس کا کوئی دخل نہیں اس لئے یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگی۔

ابن حبان اور حافظ بیہقی وغیرہ نے اس کے راوی داؤد الاودی کی بابت کچھ کلام کیا ہے، لیکن اول تو داؤد الاودی سے شعبہ و سفیان جیسے محدثین نے روایت کی ہے جس کی تصریح صریحین کی کتاب اور ابن عدی کی الکامل میں موجود ہے کہ: "وکان شعبہ و سفیان یحیران عندہ۔" دوسرے یہ کہ اس کو دارقطنی نے اور طرق سے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ موصوف نے حدود میں عن جویر عن الصفاک عن النزال بن سبرۃ عن علی روایت کیا، اسی طرح ایک اور طریق سے بھی روایت کیا ہے اور ہم پہلے بتا چکے کہ ضعیف حدیث کثرت طرق کے سبب سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

قولہ وعلیہ ردع زعفران الخ۔ احادیث صحیحہ میں مردوں کے لئے زعفرانی رنگ اور خلوک کے استعمال کی ممانعت وارد ہے کہ اس میں تشبہ بالنساء ہے۔ پھر حضرت عبد الرحمن بن عوف نے زعفرانی رنگ کیسے استعمال کیا، بعض حضرات نے کہا ہے کہ ممکن ہے یہ نزدیکی

۸۸۲
ابن زبیر کی سند بطریق صحیح مرفوعہ، قال ابن ابی شامہ عن عبد اللہ الاودی

آپ کے کپڑوں پر جو بدن پر نہ ہو۔ مگر یہ حجاب مالکیہ حضرات کے طریق پر تو چل سکتا ہے کیونکہ ان کے یہاں کپڑوں میں اس کی اجازت ہے لیکن امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے یہاں اس کی بھی مخالفت نہیں اس لئے یوں کہا جائے گا کہ (۱) حضرت عبدالرحمن کا یہ فعل سنت سے قبل کا ہے۔ جیسا کہ سیاق نص سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ ادا اکل ہجرت کا ہے (۲) یا آپ کے بدن پر یہ رنگ آپ کی بیوی کے کپڑوں سے لگ گیا تھا۔ امام نووی نے اسی کو ترجیح دی ہے اور مبنیاً وہی نے اسی کو اصل مانتا ہے (۳) یا یہ بہت معمولی مقدار میں تھا جس کا صرف اثر باقی تھا۔ اسی لئے آپ پر کوئی تکبیر نہیں کی گئی :-

قولہ آدم : لو بشاة الخ۔ ولیمہ خاص طور سے شادی بیاہ کے کھانے کو کہتے ہیں خلیل ثعالب اور دیگر اہل لغت سے یہی منقول ہے۔ جو ہری اور ابن الاثیر نے اسی پر جزم ظاہر کیا ہے۔ اس حدیث میں لفظ آدم۔ بصیغہ امر ہے جو بظاہر وجوب پر دلالت ہے۔ چنانچہ قرطبی نے مذہب مالکیہ سے ابن اثیر۔ مذہب امام احمد سے۔ صاحب بحر نے امام شافعی کے ایک قول سے اور ابن حزم نے اہل اہلبیت سے اس کا وجوب نقل کیا ہے۔ دلیل حافظ طبرانی کی حدیث ہے۔ ابولیمہ حق۔ امام احمد نے حدیث بریدہ میں روایت کیا ہے قال لما خطب علی فاطمة قال ان لا بد للعروس من ولیمہ :-

لیکن صحیح یہ ہے کہ ولیمہ تکب ہے اور صیغہ امر استحباب ہی پر محمول ہے وقال ابن بطلال قولہ حق ای یسیر باطل بل یبذ ابیہا ربی مست فنیفہ۔ چنانچہ ابوالشیخ طبرانی کی ایک روایت میں ہے ابولیمہ حق وسنتہ فمن دعی ابیہا فلم یجب نقد عصی :-

پھر ولیمہ بوقت عقد ہونا چاہئے یا اس کے بعد۔ بوقت صحبت ہونا چاہئے یا اس کے بعد؟ مختلف اقوال ہیں۔ علامہ سبکی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل سے یہی منقول ہے کہ بعد الدخول ہونا چاہئے۔ حدیث انس جس کو امام بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے اس میں بعد الدخول ہونے کی تصریح ہے۔ بقولہ المبع عروساً بزمینب فذعاً النعم۔

امام ترمذی نے حضرت ابن سعد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : پہلے دن کا ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن کا سنت ہے اور تیسرے دن کا محض منانے کے لئے ہے اور چوتھے کا برتاؤ کرنا ہے حق تعالیٰ اس سے سادے کا برتاؤ کرے گا۔ اور ولیمہ میں

عہد جزم ابیہا جی بان الذی یکرہ من ذلک ما کان من زعفران وغیرہ من انواع الطیب والماکان لیس بطیب فیہ جائز۔ قبل ان ینہی عن الزعفران لرجال یس علی التحریم بدلالة تقریرہ لعبد الرحمن بن عوف فی ہذا الحدیث وقیل ان العروس یستشی من ذلک ولا یسما اذا کان شاباً ذکر ذلک ابوہید قال کافرا یضرون للشاب فی ذلک ایام عرسہ ۱۲ بذل عہد وقال شہور الذہب انہا مندوبہ ۱۳ مکن الذی فی المعنی ۱۴ نہایت ۱۵ وہبذ الیکم غوث الخلاف فی ما وجوب لاکما قال ابن بطلال لا أعلم احداً وجہا ۱۶ بذل۔

امراء و فقراء سب کو بلانا چاہیے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: برا کھانا اس دلمیہ کا ہے کہ جس میں امراء مدعو ہوں اور غریب چھوڑ دئے جائیں۔ اور جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی۔

قولہ قال ابوداؤد الخ (۵۰۹) | یہ قول سنن ابوداؤد کے صرف ایک نسخے میں ہے جس میں وزن نوۃ کی تفسیر مقصود ہے کہ وزن نوۃ پانچ درہم ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ وزن نوۃ من ذہب سے مراد وہ چیز ہے جس کی قیمت پانچ درہم ہو۔

علامہ خطابی نے اسی پر جزم ظاہر کیا ہے اور ازہری نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اکثر علماء سے یہی منقول ہے۔

امام احمد نے اس کی تفسیر تین درہم اور ثلث درہم سے کی ہے بعض لکھتے ہیں کہ اہل مدینہ کے یہاں نوۃ ربع دینار ہے بعض علماء کا بیان ہے کہ وزن نوۃ کی قیمت دس درہم تھی حضرت ابراہیم مخفی اسی کے قائل ہیں۔

(۳۸۶) حدثنا اسحق بن جبرئیل البغدادی ان انا یزید انا موسیٰ بن مسلم بن رومان عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اعطی فی صداق امرأۃ ملاً کفنیہ سویقاً و تمرّاً فقد استحل قال ابوداؤد و رواہ عبد الرحمن بن مہدی عن صالح بن رومان عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استمتع بالقبضۃ من الطعام علی معنی للثیۃ قال ابوداؤد و رواہ ابن جریر عن ابی الزبیر عن جابر علی معنی ابی عاصم۔ ترجمہ

اسحاق بن جبرئیل بغدادی نے بندیرید باخباہ موسیٰ بن مسلم بن رومان بواسطہ ابوالزبیر حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عورت کے مہر میں لپ بھر ستو یا کھجوریں دیں تو اس نے عورت کو اپنے لئے حلال کر لیا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو عبد الرحمن بن مہدی نے بطریق صالح بن رومان بواسطہ ابوالزبیر حضرت جابر سے موثقاً روایت کیا ہے اور اس کو ابو عاصم نے بطریق صالح بن رومان بواسطہ ابوالزبیر حضرت جابر سے بول روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک سٹھی آج دے کر ستہ کرتے تھے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو ابن جریر نے بھی بواسطہ ابوالزبیر حضرت جابر سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسے ابو عاصم سے مروی ہے۔۔ کشمیری

قولی شتبع بالعقبۃ الخ۔ یہ بات غالباً ممانعت سے قبل کی ہے کیونکہ ایام غیر تک نکاح مستباح تھا اس کے بعد قیامت تک حرام ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شروع میں جواز متع کے قائل تھے مگر بعد میں آپ نے رجوع کر لیا تھا۔ چنانچہ جامع ترمذی میں مسیح موجود ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے عرض کیا: حضرت! آپ کے فتوے تو شہرہ آفاق ہو گئے اور شہر اترنے چکیاں یعنی شروع کر دیں۔ آپ نے دریافت کیا: کیا ہوا؟ تو میں نے شاہو کے یہ اشعار سنائے ۵

قد قلت للشیخ لما طال مذاہا صاح لہ ملک فی نسیا ابن عباس ذہل ملک فی رخصۃ الاطراف آنت یکنون شہاک حق معادن
آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! بخدا میں نے تو اس کا فتویٰ نہیں دیا۔ میرے نزدیک تو مستحکم بالکل ایسا ہی حرام ہے جیسے خون، مردار اور خنزیر کا گوشت۔

امام شافعی فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ اللہ نے کسی شئی کو حلال کر کے حرام کیا ہو اور پھر حلال کر کے حرام کر دیا ہو بجز مستحکم کے۔

بہر کیف اباحت نکاح مستحکم باجماع صحابہ منسوخ ہے اور قیامت تک کے لئے حرام ہے مضمرات میں ہے کہ جو شخص مستحکم کو حلال جانے دے گا فرجے۔ عماد یہ میں ہے کہ اگر کوئی قاضی اس کے جواز کا فیصلہ کرے تو وہ نافرمان ہو گا۔

۲۸۵

د تہنیک، صاحب ہدایہ نے امام مالک کی طرف جواز متع کو منسوب کیا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ امام ابو یوسف میں سے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں سب کے نزدیک حرام ہے۔ البتہ شیعہ لوگوں کی ایک جماعت قائل اباحت ہے۔ علامہ سرحدی فرماتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک مستحکم جائز نہیں جس کی حرج اباحت ذخیرہ مالکیہ میں موجود ہے۔ علامہ اکل نے عنایہ میں صاحب ہدایہ کی جانب سے اعتدال کرتے ہوئے کہا ہے کہ ممکن ہے صاحب ہدایہ کے استاد شمس الامیر کو امام مالک کا کوئی قول ملا ہو۔ مگر ذخیرہ کی تصریح کے بعد یہ اعتدال بیکار ہے۔

علامہ ازہر امام مالکؒ نے مؤطا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے اور آپ کی عام عادت ہے کہ مؤطا میں جو روایت لاتے ہیں اس پر آپ کا عمل ہوتا ہے۔

قولہ قال ابو داؤد رواہ عبد الرحمن الخ | زیر بحث حدیث مضطرب الاسناد ہونے کی وجہ سے منقول ہے کیونکہ ابوالزبیر سے روایت کنندہ

کا نام کوئی تو موسیٰ بن سلم بن رومان بتاتا ہے اور کوئی صاحب بن سلم بن رومان اور کوئی صاحب بن رومان۔ صاحب کتاب عبد الرحمن بن ہدی کی اس تعلیق کو ذکر کر کے اسکی علت بیان کر رہے ہیں کہ یزید بن ہارون نے جو اپنے شیخ کا نام موسیٰ بن سلم ذکر کیا ہے یہ اس کی غلطی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ صاحب بن مسلم ہے جیسا کہ عبد الرحمن نے ذکر کیا ہے۔ نیز یزید بن ہارون کا اس حدیث کو مرفوعہ روایت کرنا بھی غلط ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ حضرت جابرؓ پر موقوف ہے۔

قول من ورواہ ابو عاصم الخ۔ یعنی حدیث جابر میں مستمع سے مراد استماع بطریق مستمع ہے نہ کہ بطریق کفاح۔ پس یہ روایت مستمع سے متعلق ہوئی نہ کہ باب مہر سے اور یہ معلوم ہے کہ مستمع قیامت تک کے لئے حرام ہو چکا۔ اس تعلیق کا مقصد عبد الرحمن بن مہدی کی حدیث نہ گور کی تائید ہے کہ ابو عاصم نے بھی اس کا نام صالح ہی بتایا ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ ابو عاصم نے اس کو اس کے دادار و مان کی طرف منسوب کیا ہے۔

تعلیق ابن جریر کو ذکر کر کے حدیث ابو عاصم کو تقدیرت
 قول قال ابو داؤد ورواہ ابن جریر الخ (۵۱۱)
 پہنچا رہے ہیں کہ حدیث جابر مستمع ہی سے متعلق ہے نہ کہ نکاح سے۔ حدیث ابن جریر کی تخریج امام سلم نے صحیح میں بایں الفاظ کی ہے۔ عن ابی الزبیر قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول: کنا نستمع بالقبضۃ من التمر والذقیق الا یام علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

باب فیمین تزویجہ ولم یُسِمَّ صلاً قاحتی مات (۲۵۶)

(۳۸۷) حدثنا محمد بن یحییٰ بن فارس الذہلی وعمر الخطاب قال عملاً حدثنی ابو الاصبغ الجزری عبد الغریز بن یحییٰ انا محمد بن سلمة عن ابی عبد الرحیم خالد بن ابی یزید عن زید بن ابی انیسۃ عن یزید بن ابی حبیب عن مرثد بن عبد اللہ عن عقبۃ بن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لرجل ان رضی ان ازوجک فلا تہ قال نعم وقال للمرأة ترضین ان ازوجک فلا تہ قالت نعم فزوج احدھا حتی فدخل بها الرجل ولم یفرض لها صداً ولم یعطھا شیئاً وکان من شہد الحدیبیۃ وکان من شہد الحدیبیۃ لہم سہمٌ بخیر فلما حضرته الوفاۃ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نرؤجنی فلا تہ ولم افرض لها صداً ولم اعطھا شیئاً وانی اشہدکم انی اعطیتھا من صداقھا سہمی بخیر فاخذت سہماً فباعته بمائۃ الف قال ابو داؤد وزاد عمر فی اول الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر النکاح ائیسر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للرجل ثم ساق معناه قال ابو داؤد یخاف ان ینکوز هذا الحدیث ملزماً لان الامر علی غیر هذا۔

ترجمہ

محمد بن یحییٰ بن فارس ذہلی اور عمر بن الخطاب نے سند ابو الاصبغ عبد الغریز بن یحییٰ جزری یا بخار محمد بن سلمہ

بروایت ابو عبیدہ بن جراح بن ابی بردیہ بن ابی انیسہ بواسطہ یزید بن ابی حبیب عن مرثد بن عبد اللہ حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: تو فلاں عورت سے نکاح کرنے پر راضی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر آپ نے اس عورت سے معلوم کیا: تو فلاں شخص کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ پس آپ نے ان دونوں کا نکاح کر دیا اور اس نے عورت سے صحبت کی مگر نہ اس نے عورت کا ہر مقرر کیا اور نہ اس کو کوئی اور چیز دی لیکن وہ شخص جنگ حدیبیہ میں شریک تھا اور اس کا حصہ خیبر میں لکھا تھا۔ جب وہ شخص مرنے لگا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نکاح فلاں عورت کے ساتھ کیا تھا لیکن میں نے نہ اس کا ہر مقرر کیا اور نہ اس کو کوئی چیز دی اب میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس عورت کو اپنا وہ حصہ جو خیبر سے ملنے والا ہے دے دیا۔ چنانچہ عورت نے اس کا وہ حصہ لے کر ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ شیخ عمر بن الخطاب نے آغاز حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر نکاح وہ ہے جو آسان ہو۔ نیز اس کی روایت میں مفلح بن جراح (مکرہ کے بجائے لکھنؤ) ہے پھر حسب سابق روایت بیان کی۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ غالباً یہ روایت محض ہو گئی کیونکہ اصل بات اس کے علاوہ ہے۔۔۔

قولی باب النحر۔ اگر بوقت عقد ہر مقرر نہیں کیا (یا صراحت اس کی نفی کر دی) اور شوہر کا انتقال ہو گیا اور خواہ صحبت یا خلوت صحیح ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو، تو عورت کو اس کا پورا ہر (مہر) ملے گا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود، ابن سیرین، اسحاق، امام احمد اور ائمہ احناف اسی کے قائل ہیں۔

حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر، اوزاعی، لیث، لمادی، امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول اور قاسم سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت صرف میراث پائے گی۔ وہ سخن مجتہد سخت مستند۔ سابق الذکر حضرات کی دلیل زبر بحث باب کی حدیث ابن مسعود ہے جس کی شاہد زبر بحث حدیث ہے۔ حضرت ابن مسعود سے سوال ہوا کہ ایک شخص نکاح کے بعد دخول سے پہلے ہر مقرر کئے بغیر انتقال کر گیا تو اس کی بیوی کے لئے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر مثل دیا جائے گا۔ اس پر حضرت مسقل بن سان انجی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بردع بنت داشت کے لئے یہی حکم فرمایا تھا۔ مؤخر الذکر حضرات اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں اضطراب ہے۔ چنانچہ بعض راوی عن مسقل بن سان کہتے ہیں۔ اور بعض عن رجل من اصحاب اداناس من السجج۔

حاکم نے متدرک میں حرمہ بن یحییٰ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں۔ سمعت اشاغی یقول ان صح حدیث بردع بنت داشت قلت ہاں کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر بردع بنت داشت کی حدیث صحیح ہوئی تو ضرور میں اس کا قائل ہو جاتا۔

لیکن اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں اس کے صحابہ ختمہ، حاکم، بیہقی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ اس سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس کی اسناد بالکل صحیح ہے۔ رہا امام شافعی کا قول مذکور سو حاکم کے شیخ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ اگر میں امام شافعی کے پاس موجود ہوتا تو مجمع عام میں کھڑا ہو کر کہتا کہ حدیث بالکل صحیح ہے لہذا اس کے قائل ہو جائیے۔

زیر بحث حدیث صاحب کتاب کے دو شیوخ سے مروی
قوله قال ابو داود وذا عمر الخ (۵۱۳)

حدیث کے جو الفاظ اوپر مذکور ہوئے یہ شیخ ذہبی کے ہیں۔ شیخ عمر کی روایت کے آغاز میں اتنا اضافہ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر النکاح ایسہ۔ نیز شیخ ذہبی نے قال رجل اترضیٰ بصورت نکرہ ذکر کیا ہے اور شیخ عمر نے قال لرجل کہا ہے لیکن حاکم نے مستدرک میں اور ذہبی نے تلخیص میں جملہ مذکورہ خیر النکاح ایسہ کی تخریج آخر حدیث میں کی ہو نہ کہ اس کے شروع میں۔

قال یسیر فی البذل وکتب علی حاشیۃ النسخۃ المکتوبۃ
قوله قال ابو داود وذا الخ (۵۱۴) والمطبوعۃ المجلد الثانیۃ والقادرۃ۔ قال ابو داود

وذا الخ ان یكون هذا الحديث ملزما لان الامر غير هذا لانه اعطاه زائدة عن المهر في مرض الموت فقلت ولا مضائق فيه لان له ان كان ورثته تعلم رضوا به وان لم يكن فلا مانع عنه۔

۴۸۸

بَابُ فِي خُطْبَةِ النِّكَاحِ (۲۵۷)

(۳۸۸) حد ثنا محمد بن بشار بن عبد بن المحسن ناشعہ عن العلاء بن رزق
 شعيب الرازي عن اسمعيل بن ابراهيم عن رجل من بني سليم قال خطبت الى النبي
 صلى الله عليه وسلم امانة بنت عبد المطلب فالتفتني من غير ان يتشهد، قال انا ابو عيسى
 بلغنا ان ابا داود قيل له يجوز هذا قال نعم وفي هذا الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ

محمد بن بشار نے بندہ بدل بن مجر تجریت شعیب بطریق علاء بن رزق شعیب راہی بردایت
 اسمعیل بن ابراہیم بنی سلیم کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲ قبل ہجرت محمد بن سلیم

کے پاس امام ربیع بن عبد المطلب کے ساتھ نکاح کا پیغام پہنچایا۔ آپ نے ان کے ساتھ میل نکل کر دیا اور خطبہ نہیں پڑھا۔ ابو یسعی کہتے ہیں کہ ہم کو یہ بات پہنچی تھی ہے کہ ابو داؤد سے سوال ہوا کہ: جانز ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اور اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند احادیث مروی ہیں۔۔۔

قول باب النحر: عقد نکاح کے وقت اسی طرح ہر ضرورت کے وقت خطبہ کی مشروعیت میں کسی کو کلام نہیں کیونکہ یہ زیر بحث باب کی حدیث عبد اللہ بن مسعود سے ثابت ہے۔ البتہ عقد نکاح خطبہ پر موقوف نہیں۔ اگر خطبہ نہ پڑھا جائے تب بھی نکاح درست ہے۔ قال الترمذی فی سننہ وقد قال اہل العلم ان النکاح جائز بغیر خطبہ وہو قول سفیان الثوری وغیرہ من اہل العلم۔

اس بعض اہل ظاہر اور شوافع میں سے ابو عوانہ وجوب خطبہ کا قائل ہے۔ ابو عوانہ نے تو اپنی صحیح میں باب وجوب الخطبۃ عند العقد "مستقل ترجمہ قائم کیا ہے۔ لیکن زیر بحث حدیث ان پر حجت ہے۔ کیونکہ اس میں تصریح ہے۔ فاکفنی من غیر ان تیشہد؟۔

قولہ قال ابو داؤد الخ (۵۱۳) سے مراد حافظ اسحاق بن موسیٰ بن صہبہ رلی ہیں جو صاحب

۴۸۹

کتاب سے ان کی سنن کے روایت کرنے والوں میں سے ہیں اور ان سے حافظ ابو عمر واحد بن مدیم بن غیل راوی ہیں وعل قائل: قال لنا اہ تلمیذہ ہذا تلمیذ آخر من تلامذتہ۔۔۔ قول ما دنی ہذا احادیث النحر جیسے حدیث سہیل بن سعد سعدی جو باب فی الترویج علی النخل یعل کے ذیل میں مروی ہے کہ اس کے کسی طریق میں خطبہ کا تذکرہ نہیں ہے۔

(۲۵۸) باب الرجل یدخل بامرأۃ قبل ان ینقلہا شیئاً

(۳۸۹) حدثنا محمد بن الصباح البزاز ناشریک عن منصور عن طلحۃ عن خثیمۃ عن عائشۃ قالت اسر فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ادخل امرأۃ علی زوجہا قبل ان یعطیہا شیئاً، قال ابو داؤد خثیمۃ لم یسمع عن عائشۃ۔

ترجمہ

محمد بن صباح بزاز نے بسند شریک بطریق منصور برضا بیت طلحہ بواسطہ خثیمۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اس کے خاوند کے پاس پہنچا دینے کا حکم فرمایا قبل اس کے کہ خاوند نے اس کو کچھ دیا ہو۔ ابو داؤد

کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے خیمہ کا سماع ثابت نہیں :-۔ تشریح
قولہ باب الخ: جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے تو اس کو چاہیے کہ صحبت کرنے
سے پیشتر عورت کو اس کے مہر سے کچھ نہ دے۔ مگر استیباب کے درجہ میں ہے واجب
نہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی کی زیر بحث حدیث میں اس کی تصریح ہے قال القاضی
الشوکانی دلائل اعراف فی ذلک اختلافاً۔

رحمہا باب کی پہلی حدیث ابن عباس اسی طرح باب کی دوسری حدیث جس میں یہ ہے کہ جب
حضرت علی رضی نے حضرت فاطمہ زہرا رضی سے نکاح کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا:
فاطمہ کو کچھ دو۔ انھوں نے کہا: میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: تیری حلی زرہ کہاں ہے؟
دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی نے اپنی زرہ حضرت فاطمہ رضی کو دیدی اس کے بعد
ہم بستر ہوئے۔ تو یہ صرف حضرت فاطمہ رضی کی تعظیم و تکریم اور ان کی دل داری کے لئے تھا نہ کہ
بطور وجوب :-۔

یہ قول بعض نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں ہے بقصد بالکل واضح
قولہ قال ابو داؤد الخ (۵۱۵) ہے کہ حضرت عائشہ رضی سے خیمہ کا سماع ثابت نہیں۔ قال الحافظ

فی تہذیب التہذیب قال ابن القطان نیظر فی سماع عن عائشہ۔
ویسے ان کی ثقاہت میں کوئی کلام نہیں۔ ابن سعین اور عیسیٰ وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ یہ
خیمہ بن عبد الرحمن بن ابی سبرۃ جعفی کوئی ہیں۔ اپنے والد عبد الرحمن۔ حضرت علی، حضرت
عائشہ رضی، ابو ہریرہ اور ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابراہیم، حکم بن عتیبة
عمر بن مرہ اور طلحہ بن مصرفت وغیرہ راوی ہیں۔ امام اعمش کا بیان ہے کہ ان کو روایت میں ہم
لاکھ دہم ملے اور سب فقرا کو ٹھادے :-۔

(۲۵۹) باب الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ لِلْأَةِ فَيَجِدُهَا حُبْلً

(۳۹۰) حدثنا محمد بن خالد والحسن بن علي ومحمد بن ابی السري المعنى قالوا
نا عبد الرزاق ان ابن جریر عن صفوان بن سليم عن سعيد بن المسيب عن رجل
من الانصار قال ابن ابی السري من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ولم يقل من
الانصار ثم اتفقوا يقال له بَصْرَةٌ قال تزوجت امرأة بكرًا في سترها فدخلت
عليها فاذا هي حُبْلَى فقال النبي صلى الله عليه وسلم لها الصداق بما استحللت من فرجها

نہ

فخالد بن خالد و حسن بن علی اور محمد بن ابی السری نے بلند عبد الرزاق باخبار ابن جریر بطریق
سفيان بن سليم بروایت سعید بن المسيب ایک انصاری شخص سے (امین ابی السری نے کہا ہے
کہ ایک صحابی سے۔ اس نے من الانصار نہیں کہا۔ باقی روایت میں سب متفق ہیں) جس کا نام لہرہ
تھا روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک باکرہ لڑکی سے جو پردہ نشین تھی نکاح کیا
اور جب اس کے پاس گیا تو اس کو خالد پایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ
نے فرمایا، اس عورت کو میرے بھائی کی عورت کو حلال کیا ہے۔ اور جو بچہ
پیدا ہو وہ تیرا غلام ہو گا۔ پھر جب وہ عورت بچہ جن چکے تو اس کو کوڑے مار (ابن ابی السری
کی روایت میں خالد و لہرہ یا خالد ہے)

१११

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو قتادہ نے بواسطہ سعید بن یزید اور کھجی بن ابی کثیر نے بواسطہ یزید بن نعیم اور عطاء خراسانی نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے اور ان سب نے مرسل روایت کیا ہے اور کھجی بن ابی کثیر کی روایت میں ہے کہ بصرہ بن اکثم نے ایک محدث سے اخراج کیا۔ اور ہر ایک نے اپنی حدیث میں کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو اس کا غلام ٹھہرایا :- -

یعنی زیر بحث حدیث کہ صفوان بن سلیم نے عن سعید بن المسیب

(044)

قوله قال ابوداود الخ

فولہ قال ابو داؤد الخ **عن رجل من الانصار يقال له بصرة** اھ مرفوعاً روایت کیا ہے۔
اور سعید بن یزید، یزید بن نعیم اور عطاء خراسانی ان تینوں نے **عن سعید بن السیب** مرسلأ۔
روایت کیا ہے۔ لیکن **دلد الزمان** کے متعلق الاولہ عبد اللہ بن سب کی روایت میں مذکور ہے۔

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ولد الزنا کے متعلق تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اگر اس کی ماں حرہ ہو تو وہ بھی آزاد ہوگا غلام نہ ہوگا۔ قال الخطابی بذال ہی ریث لا أعلم احد اسن الفقہاء قال یہ لا أعلم احد اسن العلماء اختلف فی ان ولد الزنا حر اذ اکان من حرۃ۔ علامہ خطابی کہتے ہیں کہ میں فقہاء میں سے کسی کو نہیں مانتا جو اس حدیث کا قائل ہو اور کسی

عالم کو نہیں جانتا جس نے ولد الزنا کے متعلق جبکہ اس کی ماں حراً ہو اس کے آزاد ہونے میں اختلاف کیا ہو۔ حالانکہ حدیث میں "اولد عبد لک" کی تصریح موجود ہے۔
 اس کی تائید یوں کی جائے گی کہ اولد عبد لک کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچہ مثل غلام کے تیری حفاظت اور خدمت میں رہے گا یا تو اس کو مثل اپنے غلام کے سمجھ کر اس کے ساتھ احسان کر اور اس کی تعلیم و تربیت اور پرورش کر ہو گا قیل فی الاولیٰ تا بابر یستعبد المحرّۃ
 اس حدیث میں دوسرا اشکال لفظ ناجلہ و یا پر ہے۔ کیونکہ امام مالک گو اس پر حد جاری کر نیکی قائل ہیں مگر دوسروں کے یہاں یہ حکم نہیں ہے اس لئے اس کو تعزیر و مادیب پر محمول کیا جائیگا یا اس بات پر کہ عورت نے زنا کا اقرار کر دیا ہو گا۔

(۲۶۰) بَابُ فِي الْقِسْمِ بَيْنَ النِّسَاءِ

(۳۹۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ نَاحِمًا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدٍ الْخَطَّابِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ فَيُعْدِلُ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ هَذَا قِسْمِي فَيَأْمُلُكَ فَلَا تَلْمِزْنِي فِيهَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ قَالَ ابُودَاوُدَ لِيَعْنِي الْقَلْبُ -

۴۹۲

ترجمہ
 موسیٰ بن اسماعیل نے بنہ حاد بطریق ایوب پر روایت ابو قلابة بواسطہ عبد اللہ بن یزید خطمی حضرت عائشہ رضی عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی بیبیوں میں دن تقسیم کرتے تو عدل کرتے اور فرماتے تھے کہ خدا یا: یہ میری تقسیم ہے اس چیز میں جس کا میں مالک ہوں سو جس چیز کے آپ مالک ہیں اور میں اس کا مالک نہیں اس میں مجھ کو ملامت (مواخذہ) نہ کیجیو۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ اس سے مراد قلب ہے۔ - نشریح -

قولی باب النحر۔ شارع کی نظر میں نفس عقد کے لحاظ سے ہر عورت کو برابر کا حق حاصل ہے اس لئے چند بیبیوں کے درمیان عدل کرنا ضروری ہے۔ قسم بفتح تاء و سکون سین مصدر ہے بمعنی عطیہ، رائے، بارش، پانی، قدر اور قسم تاف کے کسر و کیسا تھ بمعنی نصیب و حصہ (قاموس)

یہاں تسبیہ منکوحات مراد ہے جس کا شوہر یا مور ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَمَن تَسْلَبْهَُا ان تَقْدُلُوا مِیْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمْلِكُ اَکْثَرُ اَیْمَانِکُمْ تَمَّ ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے عورتوں

کو اگرچہ اس کی حرص کردہ سر بالکل پھر بھی نہ جاؤ۔
 زیر بحث باب کی پہلی حدیث ابی ہریرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے نکاح میں دو (یا اس سے زائد) عورتیں ہوں اور وہ کسی ایک کی طرف مائل ہو تو وہ نیک کے دن اس حلال میں آئے گا کہ اس کا آدھا بدن ٹیڑھا (مفلوج) ہوگا۔
 ان نصوص سے ثابت ہوا کہ قسم میں عدل واجب ہے یعنی سنگرمات کو شب باشی، تن پوشی، موانست اور کھانے پینے میں برابر رکھنا چاہیے۔ رہا جماع کرنا سودہ نشاطاً طرہ پر موقوف ہے اس لئے اس میں برابر ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے اور تھنہ صرف ایک بار اور دینا نہ گاہ بگاہ جماع کرنے سے عورت کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔

پھر باری و برابر میں ہا کرہ، ثیبہ، جدیدہ، قدیمہ، مسلمہ، کتابیہ، صیحو، مریضہ، حاملہ، حامل، عائضہ، زانیہ، محرمہ، مظاہرہ، عاقلہ، مجنونہ، ارتقار، قنار، صغیرہ (جس سے وطی ممکن ہو) اور کبیرہ چارے یہاں سب برابر ہیں۔ کیونکہ آیت و حدیث مذکور مطلق ہی جس میں کسی کا کوئی فرق مذکور نہیں۔ اگر ثلاثہ کے نزدیک ہا کرہ کے پاس سات دن اور ثیبہ کے پاس تین دن رہے کیونکہ احادیث سے یہ تفصیل ثابت ہے۔

جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں سات دن اور تین دن کے متعلق آیا ہے اسکا مطلب باری میں کمی بیشی کرنا نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ باری کی ابتداء جدیدہ سے ہونی چاہئے یعنی اگر ہا کرہ کے پاس سات دن رہے تو دیگر ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر ہا کرہ کے پاس تین دن رہے تو اور ازواج کے پاس بھی تین ہی دن رہے۔

قوله قتل المؤمن اذا دنا الخ (۵۱۶) ^(۵۱۶) ^(۵۱۷) ^(۵۱۸) ^(۵۱۹) ^(۵۲۰) ^(۵۲۱) ^(۵۲۲) ^(۵۲۳) ^(۵۲۴) ^(۵۲۵) ^(۵۲۶) ^(۵۲۷) ^(۵۲۸) ^(۵۲۹) ^(۵۳۰) ^(۵۳۱) ^(۵۳۲) ^(۵۳۳) ^(۵۳۴) ^(۵۳۵) ^(۵۳۶) ^(۵۳۷) ^(۵۳۸) ^(۵۳۹) ^(۵۴۰) ^(۵۴۱) ^(۵۴۲) ^(۵۴۳) ^(۵۴۴) ^(۵۴۵) ^(۵۴۶) ^(۵۴۷) ^(۵۴۸) ^(۵۴۹) ^(۵۵۰) ^(۵۵۱) ^(۵۵۲) ^(۵۵۳) ^(۵۵۴) ^(۵۵۵) ^(۵۵۶) ^(۵۵۷) ^(۵۵۸) ^(۵۵۹) ^(۵۶۰) ^(۵۶۱) ^(۵۶۲) ^(۵۶۳) ^(۵۶۴) ^(۵۶۵) ^(۵۶۶) ^(۵۶۷) ^(۵۶۸) ^(۵۶۹) ^(۵۷۰) ^(۵۷۱) ^(۵۷۲) ^(۵۷۳) ^(۵۷۴) ^(۵۷۵) ^(۵۷۶) ^(۵۷۷) ^(۵۷۸) ^(۵۷۹) ^(۵۸۰) ^(۵۸۱) ^(۵۸۲) ^(۵۸۳) ^(۵۸۴) ^(۵۸۵) ^(۵۸۶) ^(۵۸۷) ^(۵۸۸) ^(۵۸۹) ^(۵۹۰) ^(۵۹۱) ^(۵۹۲) ^(۵۹۳) ^(۵۹۴) ^(۵۹۵) ^(۵۹۶) ^(۵۹۷) ^(۵۹۸) ^(۵۹۹) ^(۶۰۰) ^(۶۰۱) ^(۶۰۲) ^(۶۰۳) ^(۶۰۴) ^(۶۰۵) ^(۶۰۶) ^(۶۰۷) ^(۶۰۸) ^(۶۰۹) ^(۶۱۰) ^(۶۱۱) ^(۶۱۲) ^(۶۱۳) ^(۶۱۴) ^(۶۱۵) ^(۶۱۶) ^(۶۱۷) ^(۶۱۸) ^(۶۱۹) ^(۶۲۰) ^(۶۲۱) ^(۶۲۲) ^(۶۲۳) ^(۶۲۴) ^(۶۲۵) ^(۶۲۶) ^(۶۲۷) ^(۶۲۸) ^(۶۲۹) ^(۶۳۰) ^(۶۳۱) ^(۶۳۲) ^(۶۳۳) ^(۶۳۴) ^(۶۳۵) ^(۶۳۶) ^(۶۳۷) ^(۶۳۸) ^(۶۳۹) ^(۶۴۰) ^(۶۴۱) ^(۶۴۲) ^(۶۴۳) ^(۶۴۴) ^(۶۴۵) ^(۶۴۶) ^(۶۴۷) ^(۶۴۸) ^(۶۴۹) ^(۶۵۰) ^(۶۵۱) ^(۶۵۲) ^(۶۵۳) ^(۶۵۴) ^(۶۵۵) ^(۶۵۶) ^(۶۵۷) ^(۶۵۸) ^(۶۵۹) ^(۶۶۰) ^(۶۶۱) ^(۶۶۲) ^(۶۶۳) ^(۶۶۴) ^(۶۶۵) ^(۶۶۶) ^(۶۶۷) ^(۶۶۸) ^(۶۶۹) ^(۶۷۰) ^(۶۷۱) ^(۶۷۲) ^(۶۷۳) ^(۶۷۴) ^(۶۷۵) ^(۶۷۶) ^(۶۷۷) ^(۶۷۸) ^(۶۷۹) ^(۶۸۰) ^(۶۸۱) ^(۶۸۲) ^(۶۸۳) ^(۶۸۴) ^(۶۸۵) ^(۶۸۶) ^(۶۸۷) ^(۶۸۸) ^(۶۸۹) ^(۶۹۰) ^(۶۹۱) ^(۶۹۲) ^(۶۹۳) ^(۶۹۴) ^(۶۹۵) ^(۶۹۶) ^(۶۹۷) ^(۶۹۸) ^(۶۹۹) ^(۷۰۰) ^(۷۰۱) ^(۷۰۲) ^(۷۰۳) ^(۷۰۴) ^(۷۰۵) ^(۷۰۶) ^(۷۰۷) ^(۷۰۸) ^(۷۰۹) ^(۷۱۰) ^(۷۱۱) ^(۷۱۲) ^(۷۱۳) ^(۷۱۴) ^(۷۱۵) ^(۷۱۶) ^(۷۱۷) ^(۷۱۸) ^(۷۱۹) ^(۷۲۰) ^(۷۲۱) ^(۷۲۲) ^(۷۲۳) ^(۷۲۴) ^(۷۲۵) ^(۷۲۶) ^(۷۲۷) ^(۷۲۸) ^(۷۲۹) ^(۷۳۰) ^(۷۳۱) ^(۷۳۲) ^(۷۳۳) ^(۷۳۴) ^(۷۳۵) ^(۷۳۶) ^(۷۳۷) ^(۷۳۸) ^(۷۳۹) ^(۷۴۰) ^(۷۴۱) ^(۷۴۲) ^(۷۴۳) ^(۷۴۴) ^(۷۴۵) ^(۷۴۶) ^(۷۴۷) ^(۷۴۸) ^(۷۴۹) ^(۷۵۰) ^(۷۵۱) ^(۷۵۲) ^(۷۵۳) ^(۷۵۴) ^(۷۵۵) ^(۷۵۶) ^(۷۵۷) ^(۷۵۸) ^(۷۵۹) ^(۷۶۰) ^(۷۶۱) ^(۷۶۲) ^(۷۶۳) ^(۷۶۴) ^(۷۶۵) ^(۷۶۶) ^(۷۶۷) ^(۷۶۸) ^(۷۶۹) ^(۷۷۰) ^(۷۷۱) ^(۷۷۲) ^(۷۷۳) ^(۷۷۴) ^(۷۷۵) ^(۷۷۶) ^(۷۷۷) ^(۷۷۸) ^(۷۷۹) ^(۷۸۰) ^(۷۸۱) ^(۷۸۲) ^(۷۸۳) ^(۷۸۴) ^(۷۸۵) ^(۷۸۶) ^(۷۸۷) ^(۷۸۸) ^(۷۸۹) ^(۷۹۰) ^(۷۹۱) ^(۷۹۲) ^(۷۹۳) ^(۷۹۴) ^(۷۹۵) ^(۷۹۶) ^(۷۹۷) ^(۷۹۸) ^(۷۹۹) ^(۸۰۰) ^(۸۰۱) ^(۸۰۲) ^(۸۰۳) ^(۸۰۴) ^(۸۰۵) ^(۸۰۶) ^(۸۰۷) ^(۸۰۸) ^(۸۰۹) ^(۸۱۰) ^(۸۱۱) ^(۸۱۲) ^(۸۱۳) ^(۸۱۴) ^(۸۱۵) ^(۸۱۶) ^(۸۱۷) ^(۸۱۸) ^(۸۱۹) ^(۸۲۰) ^(۸۲۱) ^(۸۲۲) ^(۸۲۳) ^(۸۲۴) ^(۸۲۵) ^(۸۲۶) ^(۸۲۷) ^(۸۲۸) ^(۸۲۹) ^(۸۳۰) ^(۸۳۱) ^(۸۳۲) ^(۸۳۳) ^(۸۳۴) ^(۸۳۵) ^(۸۳۶) ^(۸۳۷) ^(۸۳۸) ^(۸۳۹) ^(۸۴۰) ^(۸۴۱) ^(۸۴۲) ^(۸۴۳) ^(۸۴۴) ^(۸۴۵) ^(۸۴۶) ^(۸۴۷) ^(۸۴۸) ^(۸۴۹) ^(۸۵۰) ^(۸۵۱) ^(۸۵۲) ^(۸۵۳) ^(۸۵۴) ^(۸۵۵) ^(۸۵۶) ^(۸۵۷) ^(۸۵۸) ^(۸۵۹) ^(۸۶۰) ^(۸۶۱) ^(۸۶۲) ^(۸۶۳) ^(۸۶۴) ^(۸۶۵) ^(۸۶۶) ^(۸۶۷) ^(۸۶۸) ^(۸۶۹) ^(۸۷۰) ^(۸۷۱) ^(۸۷۲) ^(۸۷۳) ^(۸۷۴) ^(۸۷۵) ^(۸۷۶) ^(۸۷۷) ^(۸۷۸) ^(۸۷۹) ^(۸۸۰) ^(۸۸۱) ^(۸۸۲) ^(۸۸۳) ^(۸۸۴) ^(۸۸۵) ^(۸۸۶) ^(۸۸۷) ^(۸۸۸) ^(۸۸۹) ^(۸۹۰) ^(۸۹۱) ^(۸۹۲) ^(۸۹۳) ^(۸۹۴) ^(۸۹۵) ^(۸۹۶) ^(۸۹۷) ^(۸۹۸) ^(۸۹۹) ^(۹۰۰) ^(۹۰۱) ^(۹۰۲) ^(۹۰۳) ^(۹۰۴) ^(۹۰۵) ^(۹۰۶) ^(۹۰۷) ^(۹۰۸) ^(۹۰۹) ^(۹۱۰) ^(۹۱۱) ^(۹۱۲) ^(۹۱۳) ^(۹۱۴) ^(۹۱۵) ^(۹۱۶) ^(۹۱۷) ^(۹۱۸) ^(۹۱۹) ^(۹۲۰) ^(۹۲۱) ^(۹۲۲) ^(۹۲۳) ^(۹۲۴) ^(۹۲۵) ^(۹۲۶) ^(۹۲۷) ^(۹۲۸) ^(۹۲۹) ^(۹۳۰) ^(۹۳۱) ^(۹۳۲) ^(۹۳۳) ^(۹۳۴) ^(۹۳۵) ^(۹۳۶) ^(۹۳۷) ^(۹۳۸) ^(۹۳۹) ^(۹۴۰) ^(۹۴۱) ^(۹۴۲) ^(۹۴۳) ^(۹۴۴) ^(۹۴۵) ^(۹۴۶) ^(۹۴۷) ^(۹۴۸) ^(۹۴۹) ^(۹۵۰) ^(۹۵۱) ^(۹۵۲) ^(۹۵۳) ^(۹۵۴) ^(۹۵۵) ^(۹۵۶) ^(۹۵۷) ^(۹۵۸) ^(۹۵۹) ^(۹۶۰) ^(۹۶۱) ^(۹۶۲) ^(۹۶۳) ^(۹۶۴) ^(۹۶۵) ^(۹۶۶) ^(۹۶۷) ^(۹۶۸) ^(۹۶۹) ^(۹۷۰) ^(۹۷۱) ^(۹۷۲) ^(۹۷۳) ^(۹۷۴) ^(۹۷۵) ^(۹۷۶) ^(۹۷۷) ^(۹۷۸) ^(۹۷۹) ^(۹۸۰) ^(۹۸۱) ^(۹۸۲) ^(۹۸۳) ^(۹۸۴) ^(۹۸۵) ^(۹۸۶) ^(۹۸۷) ^(۹۸۸) ^(۹۸۹) ^(۹۹۰) ^(۹۹۱) ^(۹۹۲) ^(۹۹۳) ^(۹۹۴) ^(۹۹۵) ^(۹۹۶) ^(۹۹۷) ^(۹۹۸) ^(۹۹۹) ^(۱۰۰۰)

(۲۴۱) باب فی حق المرأة علی زوجها

(۳۹۲) حد ثنا موسی بن اسمعیل نا حماد نا ابو قرة الباهلی عن حکیم بن معاویة القشیری عن ابیہ قال قلت یا رسول اللہ ما حق نروجة احدنا علیہ قال ان تطعمها اذا طعمت وتکسوها اذا کتبت او کتبت ولا تضرب الوجه ولا تقبح

عہ ظاہر الحدیث النہی عن الضرب مطلقاً وان حصل نشوز بہ اخذوا نافیة فقالوا لا ولی ترک الضرب مع النشوز کذا قال العزیزی قلت یفہم من قوله ولا تضرب الوجه غیر الوجه اذا نظر منہا لیتقنی فیہا کالغیر والفا حاشہ ۱۲ عن المعبود.

ولا تمھجرا فی البیت قال بوداؤد ولا تقبحوا ان تقول قبحک اللہ -

ترجمہ

موسیٰ بن اسماعیل نے بسند صادقہ باخبر ابو قزعمہ ہاشمی بطریق حکیم بن معاذ یہ قشیری اس کے والد معاذیہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے اوپر بیوی کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تو کھانا کھائے اس کو بھی کھلا اور جب تو پیئے اس کو بھی پینا اور اس کے منہ پر دست مار۔ اس کو ہر امت کہے اور سوائے گھر کے اس سے جدا مت رہ۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ لا تقبح کے معنی یہ ہیں کہ "خدا تیرا برا کرے" مت کہہ۔ قشیری

قول باب اخیر: جس طرح بیوی پر اس کے شوہر کے حقوق ہیں اسی طرح بیوی کے بھی شوہر پر کچھ حقوق ہیں۔ شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک اور نرم برتاؤ کرے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و عاشروہن بالمعروف" عورتوں سے خوبی کا برتاؤ کرو۔

امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کامل الاہل ان شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور بیوی کے ساتھ اس کا برتاؤ نہایت نرم ہو۔

جو لوگ بے وجہ اپنی بیویوں کو ستاتے، خدا اور اسی بات پر لڑتے جھگڑتے اور ان کو شکایت کا موقع دیتے ہیں۔ ان کی بابت "باب فی ضرب النساء" کی دوسری حدیث ایسا بن عبد اللہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لین ادنک بخیارکم" کہ یہ لوگ نیک اور اچھے نہیں ہیں اگر عورت کو قصور ہو تو اس کے جرم کے مطابق سزا دے تو قیامت کے روز اس سے سزا دینا ہوگا۔ چنانچہ "باب فی ضرب النساء" کی تیسری حدیث میں: "لا یرجل فی ما ضرب امرأۃ" پس اگر عورت میں کوئی ایسی بات دیکھے جو خلاف شرع ہو یا بے حیائی کی ہو تو اس کی اصلاح کرے جبکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "واللھما تجاؤن نشوزہن فغلظہن" (واہو ہجوہن فی المضاجع) کہ جن عورتوں کی نافرمانی کا تم کو اندیشہ ہو ان کو نصیحت کرو اور ان سے ہم بستری میں علیحدگی اختیار کرو اور ان کو مارو۔

لیکن مارنے سے مراد اتنا مارنا ہے جو شدید نہ ہو۔ امام ترمذی نے حضرت عمرو بن احوص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: "ان کو ایسی مار دو جو گہری نہ ہو۔" فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ چار باتوں پر شوہر کے لئے مارنے کی اجازت ہے۔ اول یہ کہ شوہر بیوی کا زیب و زینت کا خواہاں ہو اور وہ نہ کرے۔ دوم یہ کہ شوہر اس کو صحبت کے لئے بلائے اور وہ عذر شرعی نہ ہونے کے باوجود اس کی اطاعت نہ کرے۔ چنانچہ "باب فی حق الزوج علی المرأة"

مکی دوسری حدیث ابو ہریرہ میں (جو صحیحین میں بھی مروی ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے: "اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فلم تأت فبات غضبان علیها لعنتها الملائكة حتی یلقی" سوم یہ کہ عورت نماز پڑھ چکی ہو۔ چہاں یہ کہ بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلے ان امور پر شوہر کو مارنے کا حق ہے۔ لیکن ان امور میں کبھی چہرہ پر مارنے کی اجازت نہیں کیونکہ چہرہ اجزاء شریفہ اور اعضاء لطیفہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اشرف الاعضاء ہے اور زبردستی چہرہ پر مارنا "ولا تضرب الوجه" کی تصریح ہے جو آیت "فاضرِبْہُنَّ" کے لیے بدوجہ بیان ہے۔

(۵۱۸) قولہ قال ابو داؤد الخ
صرف لفظ لا یفصح کے معنی بیان کر رہے ہیں۔ لا یفصح بتشدید یہ ہے۔
یقال: قبیۃ۔ میں نے اس کے لئے قبیۃ اللہ کہا۔ قبیۃ اللہ عن الخیر۔ خدا
اسے انوار خیر سے محرم کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ عورت کو برا کھلا اور قبیۃ اللہ وغیرہ نہ کہے۔

(۳۹۳) حدثنا محمد بن بشرنا يحيى نا بهر بن حكيم حدثنا ابي عن جدّي قال قلت
يا رسول الله نساءنا ما تأتي منهن وما نذكر قال انت حرثك اتي شئت واطعمها
اذا اطعمت واكسها اذا اكتسيت ولا تقبم الوجه ولا تضرب قال ابوداؤد
مروى شعبه تطعمها اذا اطعمت وتكسوها اذا اكتسيت -

محمد بن بشار نے بلند بھی بخدیث مہر بن حکیم برداشت حکیم بن معاویہ بن حیدہ، قشیری، کورہایت
کیا ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اپنی عورتوں سے کس طرح جماع کریں اور
کس طرح نہ کریں؟ اپنے زنا یا تو اپنی نکستی میں جس طرح سے چاہے آ۔ اور جب تو کھا یا کھائے تو اس کو
بھی کھلا اور جب تو کپڑا پہنے تو اس کو بھی پہنا اور اس کے چہرہ کو پرانہ کر اور مت مار۔
ابوداؤد کہتے ہیں کہ شعبہ نے اس کو یوں روایت کیا ہے۔ تطعھا اذا طلعت و
عکسھا اذا اکتسبت :- قشیری

قولہ قال ابو داؤد (۵۱۹) زیر بحث حدیث کے الفاظ صحیحہ طبعیہا۔ اکسہا: شیخ یحییٰ بن سعید نے بصیغہ امر ذکر کئے ہیں۔

صاحب کتاب کہتے ہیں کہ شعبہ کی روایت میں یہ الفاظ بصیغہ مضارع مخاطب ہیں۔ یعنی قطعہا۔ مکیو ابناہ نے سنن میں جو حدیث شعبہ کی تخریج کی ہے۔ اس میں ان قطعہا اذا طعم ویکو ابناہ کنسی۔ بصیغہ مضارع غائب ہے۔
ادرا ام احمد نے بھی بن سعید کی حدیث کو بایں الفاظ اذا طعموا ترک انی شدت فی ان لا تغرب الوجہ ولا تقیح واطعم اذا طعمت واکس اذا اکتسبت دلائل تہجد۔

عنه عن محمد بن عيسى أنه قال يضربها على ترك الصلوة وترك الغسل عن الجنابة والحيض بمنزلة ترك الصلوة ١٢ مذهب.

(۲۶۲) بَابُ فِي ضَرْبِ النِّسَاءِ

(۳۹۴) حدثنا ابن ابی خلف و احمد بن عمرو بن السرح قال لا تناسفیان عن الزهري عن عبد الله بن عبد الله قال ابن السرح عبید الله بن عبد الله عن ایاس بن عبد الله بن ابی ذباب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تضربوا إماء الله فجاء عمر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال زبرون النساء على أزواجهن فرخص في ضربهن فاطاف بال رسول الله صلى الله عليه وسلم نساء كثير يشكون أزواجهن فقال النبي صلى الله عليه وسلم لقد طاف بال محمد نساء كثير يشكون أزواجهن ليس أولئك بخيارهم قال لنا ابو داود هو عبد الله بن عبد الله -

ترجمہ

ابن ابی خلف اور احمد بن عمرو بن السرح نے ہند سفیان بطریق زہری بروایت عبید اللہ بن عبد اللہ بقول ابن السرح عبید اللہ بن عبد اللہ حضرت ایاس بن عبد اللہ بن ابی ذباب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی بندویں کو نہ مارو۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آپ کے پاس آئے اور کہا: عورتیں اپنے شوہروں پر دیر ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اجازت دے دی۔ پھر بہت سی عورتیں آل بنی ہلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئیں اور اپنے شوہروں کے کچے کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا: آل بنی کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کے کچے کرتی ہیں تمہارے یہ لوگ اچھے نہیں، ابو داود کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن عبد اللہ ہے۔۔۔ تشریح

قوله قال ابو داود الخ | یہ قول صرف ایک نسخہ میں ہے جس میں صرف یہ بتا ہے کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بصورت تصنیف ذکر کیا ہے اور شیخ ابن ابی خلف نے عبید اللہ بن عبد اللہ کبیراً ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

(۲۶۳) بَابُ فِي وَطْئِ السَّبَايَا

(۳۹۵) حدثنا سعيد بن منصور ثنا ابو معاوية عن ابن اسحاق بهذا الحديث قال حتى يستبرئها بحیضه زاد ومن كان یومن بالله وبالیوم الآخر فلا یرکب دابة من فی المسلمین حتی اذا عجزها ردّها فیہ ومن کان یومن بالله والیوم الآخر فلا یلبس ثوبا من فی المسلمین حتی اذا اخلقہ ردّہ فیہ قال ابو داؤد الحیضۃ لیست بحفوظة الوہم من الی معاویۃ۔

ترجمہ

سعد بن منصور نے محمد بن ابی معاویہ، ابن اسحاق سے اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب تک استبراء رحم نہ کر لے ایک حیض سے۔ اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو وہ مال غنیمت کے جانور پر چڑھ کر اس کو دیکھ کر گواہی نہ کرے اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو وہ مال غنیمت کا کوئی کپڑا پہن کر پرانا کر کے داپس نہ کرے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ الحیضہ کی زیادتی غیر محفوظ ہے اور یہ ابو معاویہ کا وہم ہے۔ ۱۔ تشریح

قولہ باب النحر۔ گرفتار شدہ باندیوں کے ساتھ صحبت جائز ہے یا نہیں؟ باب کی پہلی حدیث میں حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم حنین میں ایک لشکر مقام ادطاس کی طرف روانہ کیا۔ لشکر نے اپنے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کیا ان پر غلبہ حاصل کیا اور ان کی عورتیں گرفتار کیں لیکن بعض صحابہ نے ان عورتوں کے ساتھ صحبت کرنا درست نہیں سمجھا کیونکہ ان کے خاوند کافر موجود تھے تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **والمحصنات من النساء الا ما ملکتم اہ** یعنی حرام ہیں تم پر بشوہر والی عورتیں مگر جن کے تم مالک ہو جاؤ۔ یعنی جو عورتیں جنگ میں گرفتار ہو کر آئیں ان سے صحبت درست ہے اگرچہ وہ ذوات الارواح ہوں بشرطیکہ ان کی عدت گزر جائے یعنی حیض آجائے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہیں ورنہ وضع حمل کے بعد صحبت جائز ہوگی بہر کیف یہ حکم عام ہے کہ جو شخص باندی سے استمتاع کا مالک ہو تو جنگ اس کے رحم کی صفائی معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے ساتھ دینی و ملی یعنی بوس دکنار وغیرہ امور حرام ہیں خواہ اس کی ملک باندی خریدنے سے حاصل ہوئی ہو یا میراث میں پانے سے یا جہاد میں گرفتار کر لانے سے یا بعد القبض بیع کے فتح ہو جائے یا حبس یا رجوع عن الہب یا فسخ یا صلح یا عدت یا وصیت یا بھوض احارہ یا کتابت کے ذریعے ہو۔ اب اگر وہ باندی ذوات الحیض میں سے ہے تو ایک حیض آنے تک انتظار کرے اور ذوات الاشرار میں سے ہے تو ایک ماہ گزرنے تک۔ اور حاملہ ہو تو وضع حمل تک۔

علامہ خطابی معالم میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر میاں بیوی دونوں ایک ساتھ گرفتار ہو جائیں یا ان میں سے کوئی ایک گرفتار ہو جائے بہر صورت ان میں فرقت واقع ہو جاتی ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور ابو ثور کا مذہب یہی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرفتار شدہ باندیوں کو تقسیم کر کے صرف یہ فرمایا کہ حاملہ کے ساتھ وضع حمل سے پہلے اور غیر حاملہ کے ساتھ حیض آئے بغیر دھلی نہ کی جائے یہ نہیں پوچھا کہ وہ عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ گرفتار ہوئیں یا تنہا۔ معلوم ہوا کہ میاں بیوی دونوں ساتھ گرفتار ہوں یا تنہا عورت گرفتار ہو سب کا حکم برابر ہے۔

لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک: "الا مالکیت ایما نکم" میں وہی سبب مراد ہے جو تنہا گرفتار ہو کر دارالسلام میں آئی ہو۔ اگر اس کے ساتھ اس کا شہر بھی گرفتار ہو کر آیا ہو تو وہ دونوں اپنے نکاح پر رہیں گے اور ان میں تفریق واقع نہ ہوگی لان الفرقة ثبتت تباین اللہ اربین عندنا لا بنفس ایسی دھارت ہی فی حکم الذمیت۔

پھر جو باندی کسی مسلمان کے نکاح ہو اور اس کو فروخت کر دیا جائے تو فروختگی کی وجہ سے اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا اور وہ خریدار کے لئے حلال ہو جائے گی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود، ابی بن کعب، جابر بن عبد اللہ، ابن عباس، ابن المسیب اور حضرت حسن سے مروی ہے۔ بیع الامتہ طلاق تھا کہ باندی کی فروختگی طلاق کے درجہ میں ہے یعنی نکاح فسخ ہو جائے گا۔ یہ حضرات آیت: "الا مالکیت ایما نکم" کے عموم پر عمل پیرا ہیں لیکن جمہور علماء کے نزدیک نکاح فسخ نہ ہوگا کیونکہ آیت میں عام مملوکہ مراد نہیں بلکہ مملوکہ سبب ہی مراد ہے اس واسطے کہ صحیحین وغیرہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خرید کر آزاد کیا اور ان کے شوہر منیث سے ان کا نکاح فسخ نہیں ہوا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فسخ و بقاء نکاح میں اختیار دیا تھا۔ اگر باندی کی فروختگی طلاق کے درجہ میں ہوتی تو آپ اختیار نہ دیتے۔ فلما خیر ہا دل علی بقاء النکاح وان المراد من الآیۃ المسبیات۔ فقط واللہ اعلم۔

۴۹۸

زیر بحث حدیث کو محمد بن اسحاق سے دورادوں نے روایت کیا ہے **قوله قال ابو داود** (۵۳۱) ایک محمد بن مسلمہ نے جو زیر بحث روایت سے پہلے ہمارا ایک ابو ہریرہ صاحب کتاب کہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ کی روایت میں لفظ الحفیظہ نہیں ہے۔ اس حدیث میں یہ زیادتی ابو ہریرہ کی ہے۔

تیرا ابو ہریرہ کی روایت میں یہ مضمون بھی زائد ہے۔ من کان یومن باللہ والیوم الآخرۃ ہاں حضرت ابو سعید خدری کی حدیث سابقہ۔ لا تو طاء حال حتی یفسخ ولا غیر ذات حل حتی یحییض حیضتہ میں لفظ حیضتہ صحیح ہے۔

بَابُ فِي جَامِعِ النِّكَاحِ (۷۶۴)

(۳۹۶) حدثنا عثمان بن ابی شیبہ وعبد اللہ بن سعید قالنا ابو خالد عن ابن عجلان عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جدّه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا تزوج احکم امرأة او اشتري خادما فليقل اللهم اتي اسئلك خيرا وخيرا ما تحب لهما عليه واعوذ بك من شرها وشر ما تحب لهما عليه واذا اشتري بعيرا فليأخذ بلذوة سنامه وليقل مثل ذلك قال ابو داود زاد ابو سعيد ثم ليأخذ بناصيتهها وليدع بالبركة في المرأة والخادم۔

توضیح اللغۃ : خادما یعنی غلام یا باندی۔ خیرا تا نہایت خیر یا متبارک قلب اکثر ہے۔ جبکہ ہا و صنف، ن، جہلا۔ پیدا کرنا یا قال۔ جید اللہ علی اکرم۔ اللہ نے شرافت و کرم اس کی فطرت میں رکھ دی۔ بعیرا اونٹ۔ لذوة۔ توفیق ہر چیز کا پسند حصہ۔ سنام۔ سنام کو بان، بناصیتہا۔ ناصیتہ پیشانی سر کا اگلا حصہ۔ ترجمہ

عثمان بن ابی شیبہ اور عبد اللہ بن سعید نے ابو خالد و سلیمان بن حیان، بطریق ابن عجلان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے یا کوئی خادم خریدے تو چوں کہے اللہم اتی اسئلك اھ اے اللہ ! میں اس کی ذات کی اور اس کی طبیعت کی جو تو نے بنائی ہے پناہ چاہتا ہوں اور اس کی ذات کی اور اس کی طبیعت کی جو تو نے بنائی ہے پناہ چاہتا ہوں اور جب اونٹ خریدے تو اس کی کو بان کی لذوة پر ہاتھ رکھ کے یہی کہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابو سعید (عبد اللہ بن سعید) نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ تم لیاخذ بناصیتہا کہ پھر اس عورت یا باندی کی پیشانی پر ذکر برکت کی دعا مانگے۔۔۔ تشریح قولہ قال ابو داؤد الخ (۳۹۶) قول کا مقصد ترجمہ ہی سے ظاہر ہے کہ اخیر ابو سعید یعنی عبد اللہ بن سعید کی روایت کے زائد الفاظ بتا چاہتے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَزْلِ (۷۶۵)

(۳۹۷) حدیثنا اسحق بن اسماعیل الطالقانی ناسفیان عن ابن ابی نجیم عن مجاہد عن قرعۃ عن ابی سعید ذکر ذلک عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی الغزل قال فلم یفعل احدکم ولم یقل فلا یفعل احدکم فانه لیست من نفس مخلوقۃ الا اللہ خالقہا، قال ابوداؤد قرعۃ مولیٰ ریا د۔

ترجمہ

اسحق بن اسماعیل طالقانی نے بنہ سفیان بطریق ابن ابی نجیم بردایت مجاہد بواسطہ قرعہ حضرت ابوسعد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عزل کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا ایسا کیوں کرتے ہو؟ یہ نہیں فرمایا کہ نہ کیا کرو۔ اس لئے کہ کوئی جان پیدا ہونے والی نہیں مگر اللہ اس کو پیدا کرے گا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ قرعہ زیاد کا آزاد کردہ غلام ہے۔۔۔ تشریح قول ابی داؤد۔ عزل کے معنی یہ ہیں کہ مرد اپنی عورت کے ساتھ صحبت کرے اور جب انزال کا وقت آئے تو عضو مخصوص کو اس کی شرمگاہ سے باہر نکال کر خارج شرمگاہ انزال کرے۔ عزل کی بابت ذکر اہت اور عافیت کی بابت علماء کا اختلاف ہے۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ عزل نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میری اولاد میں سے کوئی عزل کرتا ہے تو میں اس کو سزا دوں گا۔ نیز فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنی بعض اولاد کو عزل کرنے کی بنا پر مار لگائی۔ حضرت ابوامامہ سے عزل کی بابت سوال ہوا آپ نے فرمایا۔ اکثر اری مسلماً یفعل۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمرو عثمان عزل سے منع فرماتے تھے۔

ابن حبان، ابن حزم اور امام احمد کے بعض اصحاب کے نزدیک عزلی علی الاطلاق ممنوع ہے کیونکہ امام مسلم نے صحیح میں عکاشہ کی بہن جدامہ بنت دہب سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ لوگوں نے آپ سے عزل کی بابت دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ذلک ابوداؤد یحییٰ کہ عزل ایک قسم کا خفی زندہ درگدہ کرنا ہے۔

حضرت ابوسید خدری کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لا تفعلوا اذا کم قانما ہو المقدّر سے من بھری نے مخالفت ہی سمجھی ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد کے بعض اصحاب، احناف بلکہ جمہور اہل علم کے نزدیک عزل علی الاطلاق جائز اور سباح ہے۔ کیونکہ عزل کے متعلق حضرت علی، سعد بن ابی وقاص، ابوالوہاب زید بن ثابت، حابر، ابن عباس، حسن بن علی، خیاب بن الارت، ابوسید خدری اور عبد اللہ بن مسعود دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے رخصت مروی ہے۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ حضرت جابر، ابن عباس، سعد بن ابی وقاص، زید بن ثابت، اور حضرت ابن مسعود سے تو عزل کی اجاحت بالکل صحیح طریق سے مردی ہے۔

(۱) حدیث ابو سعید: قال اصبا سبیا فکنا نعزل فاکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اداکم لتفعلون؟ قالہا ثلثا، ما من منۃ کانتہ الی یوم القیامۃ الا وہی کانتہ۔ (صحیحین) حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ باندیاں حاصل ہوئیں جن سے ہم عزل کرتے تھے۔ پس ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپ نے تین بار فرمایا، کیا تم ایسا کرتے ہو؟ قیامت تک کوئی جان ہونے والی نہیں مگر یہ کہ وہ ہو کر رہے گی۔

(۲) حدیث جابر: قال کنا نعزل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن یزل (صحیحین) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے اور قرآن نازل ہوتا رہتا تھا۔

(۳) حدیث جابر: قال کنا نعزل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینہا۔ (صحیح مسلم) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم عہد نبوی میں عزل کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ہمیں منع نہیں کیا۔

(۴) حدیث جابر: قال سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان عندی جاریۃ وانا اعزل عنها فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ذلک لایسئ شیاً ارادہ اللہ۔ قال فہام الرجل، فقال یا رسول اللہ! ان الحاریۃ الہی کنت ذکر تہاک حیات۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا عہد اللہ ورسولہ۔ (صحیح مسلم) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے پاس ایک باندی ہے جس سے میں عزل کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر حق تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کر چکے ہیں اس کو یہ (عزل کرنا) روک نہیں سکتا۔ کچھ دن بعد اس شخص نے پھر کہا: یا رسول اللہ! جس باندی کا میں نے آپ سے تذکرہ کیا تھا وہ حاملہ ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

(۵) حدیث اسامہ بن زید: ان رجلاً جار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! انی اعزل عن امرأتی فقال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم تفعل ذلک؟ فقال الرجل: اشفت علی ولدہا وادخال علی اولادہا فقال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان ضاماً لفرقنا۔ (صحیح مسلم)

حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا: یا رسول اللہ! میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیوں کرتا ہے؟ اس نے کہا: مجھے اس کی اولاد سے خطرہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ ضرر رساں ہوگی تو فارس و روم کو بھی نقص پہنچا کے رہے گی۔

(۶) حدیث ابو سعید خدری: یعنی زیر بحث باب کی دوسری حدیث کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک باندی ہے جس سے میں عزل کر لیتا ہوں کیونکہ مجھے اس سے حمل کا قرار تاہن ہے، مگر شہوت کی وجہ سے جامع کرنا ہی پڑتا ہے۔ ادھر یہودی یہ کہتے ہیں ان النزل والمؤدۃ الصغریٰ کہ عزل کرنا چھوٹا جیسا گارنا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہودی محبوب ٹھے ہیں۔ اگر حق تعالیٰ اس کو پیدا کرتا چاہے تو اس کو روک نہیں سکتا۔ حافظ ابن القیم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: وحسب بہذا الاسناد حجة فکلمہ ثقات حفاظہ۔

بعض حضرات نے اس کو مضطرب الا ساد ہونے کی وجہ سے معذرت قرار دیا ہے کیونکہ اسکا سند میں سحی بن ابی کثیر پر اختلاف واقع ہوا ہے۔ بعض راویوں روایت کرتے ہیں۔ عن سحی عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان عن جابر بن عبد اللہ اس طریق سے اس کی تخریج امام ترمذی اور امام نسائی نے کی ہے، اور بعض عن ابی مطیع بن زفاعة کہتے ہیں اور بعض عن ابی زفاعة اور بعض عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ۔

مگر یہ اختلاف حدیث کے نئے قادیح نہیں کیونکہ ممکن ہے کبھی کو یہ حدیث بطریق محمد بن عبد اللہ عن جابر اور بطریق ابن ثوبان عن ابی ہریرۃ اور بطریق ابن ثوبان عن رفاعہ عن ابی سعید ہر سہ طریق سے پہنچی ہو۔ رہ گیا ابورفاعہ کے نام میں اختلاف کہ وہ ابورافع ہے یا ابن رفاعہ یا ابویعلیٰ سو یہ اختلاف رفاعہ کا حال معلوم ہونے کے بعد مضر نہیں ہے۔ امام احمد کے بعض اصحاب کے نزدیک عزل علی الاطلاق مکروہ ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد کا ذکر ہوا آپ نے فرمایا: لیس فی فعل احدکم تا یا کیوں کہتے ہو؟ چ نہیں فرمایا۔ لا یفعل۔ کہ عزل نہ کیا جائے۔ یعنی آپ نے صراحت منہ نہیں کیا بلکہ اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس کا ترک اولیٰ ہے کیونکہ جبکا چیدا ہونا مقدر ہو چکا ہو وہ ضرور پیدا ہوگا پھر عزل کر کے اولاد سے بچاؤ محض نضول ہے بعض حضرات نے عورت کے حرہ اور باندی ہونیکے لحاظ سے تفصیل کی جو چنانچہ حافظ کہتے ہیں کہ مذہب غلط اس بارے میں متفق ہیں کہ حرہ عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہیں کر سکتا اور باندی

عنه قال ابن القيم وقد اتفق عمر وعلي رضي الله عنهما على انها لا تكون مودودة حتى تمر عليها التارات السبع فردى
الفاخي ابو يعلى وغيره بسناد من عبيد بن رفاعه عن ابيه قال جلس الى عمر علي والوزير وسعد في نفر من الصحابة
رسول الله صلى الله عليه وسلم وتذاكرهم والعزل فقالوا الا باس - فقال رجل انهم يريدون ان يهاجموه ولما هم
فقال علي لا يكون مودودة حتى تمر عليها التارات السبع حتى يكون من سلالة من طين ثم يكون بطفة ثم
يكون علقة ثم يكون مضغة ثم يكون علماً ثم يكون نخلاً ثم يكون خيراً ثم يكون خلقاً آخر فقال عمر رضي الله عنه صدقت
الحال والله تعارك ١٢ اذا ما عاد.

عنه : المرأة حق في الولد كما للرجل حق فيه ولهذا كانت احق بحضانته ١٢

سے بلا اجازت بھی کر سکتا ہے۔ امام احمد سے صالح، ابن منصور، حنبل، ابوالحارث، فضیل بن یزید اور مردی کی روایت بھی ہے۔

سنہ ۱۱۱۱ھ امام احمد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے۔ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یبزل عن الحجر الا بذنبہا نیز ابوداؤد کہتے ہیں یموت ابی عبد اللہ ذکر حدیث ابن ہبیتہ عن جعفر بن ربیعہ عن الزہری عن المحرر بن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبزل عن الحجر الا بذنبہا فقال ما الکفرۃ

اور اگر چوری کسی کی باندی ہو تو مالکیہ کے نزدیک عزل کی اجازت کا اختیار باندی کے آقا کو ہوگا نہ کہ باندی کو۔ امام ابو حنیفہ سے ظاہر الروایہ اور امام احمد کا راجح قول یہی ہے۔ صاحبین، اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کی اجازت باندی کے اختیار میں ہے کیونکہ وطی اسی کا حق ہے یہاں تک کہ اس کو مطالبہ کا حق ہے اور عزل میں اس کے حق کی تحقیق ہے اس لئے اسی کی رضا شرط ہوگی جیسے حرہ سے عزل کرنے میں اسی کی رضا شرط ہے۔ ظاہر الروایہ کی وجہ یہ ہے کہ بچہ مولیٰ کا حق ہے اور عزل غل بالمقصود ہے لہذا آقا کی رضا کا اعتبار ہوگا۔ اس قبیل سے معلوم ہوا کہ باندی باندہ ہونی چاہئے تا بانہ سے عزل کرنے میں آقا کی اجازت ضروری نہیں کیونکہ تا بانہ کے بچہ نہیں ہو سکتا۔

(تنبیہ) صحیح مسلم میں حدیث جدامہ کے الفاظ ذلک الواد الخفی اور زیر بحث حدیث سے ۵۳ بعد والی حدیث ابوسعید خدری کے الفاظ ان ایہود تحذر ان العزل موؤدہ الصغری قال کذبت یہود اہوت میں کھلا تعارض ہے جس کو اہل علم نے مختلف طرق سے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۱) حدیث جدامہ ضعیف ہے کیونکہ یہ اکثر طرق سے مردی ہونے والی دیگرا حدیث کے معارض ہے۔ لیکن حافظ کہتے ہیں کہ حدیث جدامہ بلا شک و شبہ صحیح ہے اور احادیث صحیحہ کو عرف و ہم دکان کے ذریعہ نظر انداز کرنا جائز نہیں۔

دسی حدیث جدامہ منوخ ہے۔ مگر یہ توجیہ تاریخ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(۲) حدیث جدامہ چونکہ صحیح مسلم کی روایت ہے اس لئے یہ راجح ہے بخلاف دیگر احادیث کے کہ ان کی اسناد میں اختلاف و اضطراب ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ یہ اختلاف اس وقت قادح ہو سکتا ہے جب حدیث کا کوئی طریق قوی نہ ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے۔

(۳) ابن حزم کہتے ہیں کہ حدیث جدامہ پر عمل کرنا راجح ہے کیونکہ یہ مانفت پر دال ہے اور دیگر احادیث باحت پر دال ہیں اور ایسی حدیث میں مانفت کو ترجیح ہوتی ہے۔ لیکن بعض حضرات نے ابن حزم کو تاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ معنی مانفت پر حدیث جدامہ کی دلالت صریح نہیں۔ اس واسطے کہ عزل کو بطریق تشبیہ و اذخفی سے تعبیر کرنا اس کی حرمت کو مستلزم نہیں۔

ابا هريرة بالمدينة فلم أدر جلا من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم اشد تشهيراً ولا اقوم على ضيف منه فبينما انا عنده يوماً وهو على سرير له معه كيس فيه حصي او نوى واسفل منه جارية له سوداء وهو يستريح بها حتى اذا انقضى ما في الكيس القاها اليها فجمعته فاعادته في الكيس فرفعته اليه فقال الا احذ لك عني وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قلت بلى قال بينا انا اؤعك في المسجد اذ جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى دخل المسجد فقال من احسن الفتي الدؤسي ثلاث مرات فقال رجل يا رسول الله هوذا ابو عك في جانب المسجد فاقبل عيشي حتى انتهى الى موضع يده تلى فقال لي معر فافهضت فانطلق بمشي حتى اتى مقامه الذي يصلي فيه فاقبل عليهم ومعه صفان من رجال وصف من نساء اوصفان من نساء وصف من رجال فقال ان نسا في الشيطان شيئاً من صلاتي فليستهم القوم وليصفق النساء قال فصلي رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم ينس من صلواته شيئاً فقال مجالسكم مجالسكم ناد موسى ههنا ثم حمد الله واشتفى عليه ثم قال اما بعد ثم اتفقوا ثم اقبل على الرجال قال هل منكم الرجل اذا اتى اهله فاغلق عليه باباً والقي عليه ستره واستتر بستر الله قالوا نعم قال ثم يجلس بعد لك فيقول فعلت كذا فعلت كذا اقال فسكتوا قال فاقبل على النساء فقال هل منكن من تحدثت فسكتن فبحث فتاة على احدى ركبتيهما وتطاولت لرسول الله صلى الله عليه وسلم ليراهن ويسمع كلامها فقالت يا رسول الله انهم ليمتدون وانهم ليمتدثنه فقال هل تدرون ما مثل ذلك فقال انما مثل ذلك مثل شيطانة لقيت شيطانا في السكة فقضى منها حاجته والناس ينظرون اليه الا ان طيب الرجال ما ظهر رجي لم يظهر لونه الا ان طيب النساء ما ظهر لونه ولم يظهر رجي قال ابوداود ومن ههنا حفظته عن مؤمل وموسى الرازي يفضين رجل الى رجل ولا امرأة الى امرأة الا الى ولي او والد وذكرنا لثمة نفسيها وهو في حديث مسدد ولكن لم انقنه وقال موسى ناحماد عن الجري عن ابى نصر عن الطفناوى -

توضیح اللغہ

تَوَاتُرٌ مِّمَّانَ بِنَا۔ تَوَاتُرٌ دَضٌ، تَوَاتُرٌ۔ تَوَاتُرٌ۔ الْمَكَانَ وَفِيهِ دَبٌّ، وَتَوَاتُرٌ۔ بِہِ طَهْرًا، اِقَامَتِ كَرْنَا، تَشْيِيرًا
فِي الْأَمْرِ حَسْبِي كَرْنَا۔ لِلْمَرْءِ آدَاہُ جَوْنًا، اِقَامَ عَلَى ضَعْفٍ اِیْ كَثْرَ ضَعْفٍ لِّلضَّعْفِ مِثْقَلُ مِثْقَلِ كَثْرَ حَسْبِي
كُنْكَرَى، اِدْلَاكٌ مِّنَ الرَّادِی، فَوَى جَمْعُ نَوَاةٍ كُغْطَلَى، لَقَدْ دَسَّ، لَقَدْ دَا، خَمَّ یُوجَانًا۔ لَقَدْ زَادَ الْعَوَمَ
قَوْمٌ كَا تَوَشَّخَمَ یُوجَا۔ اِدْلَاكٌ بِضَمِّ نَوَاةٍ مَّجْهُولٌ دَلَاكٌ سَعِیٌّ دَضٌ، دَعَا، وَغَلَا، كَرَمَى اِذْ رَجَا وَغَيْرَ كَا تَسِزْ
یُوجَانًا۔ مِّنَ احْتِسَ اِیْ مِّنَ الْبَرِّ اِطْلَعَ عَلَیْهِ فَبَدَّلَ لَیْ عَیْهِ دِیْخَرَانِی، اَلْعَیْ الدَّوَى مَرَادُ حَضْرَتِ ابُو ہَریرَہِ قَا بِل
اِیْ تَوَجُّہِ، فَقَالَ لَیْ مَعْرُوفًا اِیْ تَوَلَّاهُ مَعْرُوفًا وَكَلَامًا حَسَنًا، فَتَبَدَّلَتْ دَفٌّ، فَتَبَدَّلَتْ، فَتَبَدَّلَتْ، فَتَبَدَّلَتْ، فَتَبَدَّلَتْ، فَتَبَدَّلَتْ
اِدْلَاكٌ مِّنَ الرَّادِی۔ نَشَاتِی بَشَّہُ یَسْمِنُ اِذَا بَابُ تَفْعِيلٍ مِّمَّنْ اَنْ لَیْ یَتَمَّی مِثْلًا دَسَّ فَرَامُوشَ كَرَادَسَ۔
اَلْقَوْمُ، جَاعَتِ، مَرْدُوں كَے سَاخِہُ خَاصَّہُ ہِے۔ قَالِ زَہِرَہُ دَمَا اِدْرِی دَسُوفَ اِفَالِ اِدْرِی۔
اِقَوْمٌ اَلْ حَصْنِ اَمَّ نَارِ فَلَیْسَ الْعَوَمُ كَے مَقَابِلَہُ مِیْنِ لِّلضَّعْفِ اَلنَّاسِ بَہِیْ اِیْ بِرَدَالِ ہِے كَے قَوْمٌ كَا اِطْلَاقِ۔
مَرْدُوں ہِے بِرَہُ تَابَہِ۔ وَیُصَحِّحُ ذَلِكُ قَوْلَ تَنَالِی۔ لَّا یَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ۔ وَیُصَحِّقُ دَضٌ، مَضًی، مَضْفُودٌ
مَضْفُوقٌ تَصْفِیْقًا۔ اَلرَّجُلُ یَدِیْہِ مَالِیْ یُجَانَا مَجَانَسُ كَمِ اِیْ اِذَا مَوَّجَا كَمِ مَجْشَتِ دَضٌ، مَجْشُودٌ دَضٌ، مَجْشُودٌ
پَر مِثْقَلِ اِیْ اَلْکَلْبُ كَے ہَلْ كُھَرَا ہِے تَا نَفَاةٌ نَوَاجُوں عَوْرَتِ تَخَاوُكُ، كَرَدَن اُٹھانا، عَوْرَاؤُ كَرْنَا۔ سَكْتِ
رَاہ۔ كُوجہ۔

ترجمہ: مسدود نے بند بشار، موبل نے بند اسماعیل اور موسیٰ نے بند حماد، بروایت جریری بواسطہ ابو نضرہ
بعد میں شیخ حفصہ داری روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں حضرت ابو ہریرہ کے پاس ہوا
ہو تو میں نے صحابہ میں اونٹنی عبادت پر اور مہمان کی خاطر داری پر اتنے مستعد کسی کو نہیں پایا جیسا کہ
حضرت ابو ہریرہ کو پایا۔ ایک روز میں آپ کے پاس بیٹھا تھا اور آپ ایک سخت پر تھیلی لئے ہوئے تشریف
فرماتے تھے جس میں کنکریاں یا ٹھنڈیاں بھری تھیں۔ تخت سے نیچے ایک سیاہ فام لونڈی بیٹھی تھی اور آپ
ان کنکریوں یا ٹھنڈیوں پر بیج پڑھ رہے تھے۔ جب کنکریاں ختم ہو جاتیں تو وہ لونڈی ان کو اکٹھا کر کے
تھیلی میں ڈالتی اور اٹھا کر آپ کو دیریتی۔ اسی اشار میں انھوں نے مجھ سے کہا: کیا میں اپنا حال اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تم کو نہ سناؤں؟ میں نے کہا: ہاں ذکیوں نہیں، انھوں نے کہا:
ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں بخار میں لوٹ رہا تھا اتنے ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف
لائے اور تین مرتبہ فرمایا: دوہی جو ان کو کسی نے دیکھا ہے؟ ایک شخص بولا: یا رسول اللہ! وہ مسجد کے
کونے میں بخار کی شدت سے کڑکڑا رہا ہے۔ آپ میرے پاس تشریف لائے اور ازراہ شفقت اپنا
دست مبارک مجھ پر رکھا اور بہت ہی پیار کے لہجہ میں بات کی۔ پھر میں آپ کے ساتھ چلا یہاں تک کہ
آپ اس جگہ پہنچے جہاں آپ نماز پڑھتے تھے۔ اور آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ
دو نصف مردوں کی اور ایک نصف عورتوں کی با دو نصف عورتوں کی اور ایک نصف مردوں کی تھی
آپ نے فرمایا: اگر مجھے شیطان نماز سے کچھ فراموش کرادے تو مرد مہمان اللہ کہیں اور عورتیں دستک دیں
ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ پھر آپ نے نماز پڑھی اور کہیں آپ کو سہی نہیں ہوا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا:

سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ شیخ موسیٰ نے اتنا زیادہ کیا کہ پھر آپ نے اللہ کی حمد و ستائش کی اور
ابا بعد کہا۔ اس کے بعد موسیٰ، مومل اور مسدوسب متفق ہیں کہ پھر آپ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر
فرمایا: تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو اپنی بیوی کے پاس جا کر دروازہ بند کر کے پردہ ڈالنے کے بعد
اللہ کے پردہ میں چھپ جاتا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: پھر وہ لوگوں سے کہنے
بٹھتا ہے کہ میں نے ایسا کیا۔ دیا کیا۔ یہ سکرانگ خاموش ہو رہے۔ پھر آپ عورتوں کی طرف مخاطب
ہوئے اور فرمایا: تم میں کوئی ایسی عورت ہے جو ایسی باتیں دوسری عورت سے کہتی ہو؟ عورتیں یہ سکر
چپ ہو رہیں۔ اتنے میں ایک نوجوان عورت نے گھٹنے ٹیک کر گردن دراز کی تاکہ آپ اس کو
دیکھ لیں اور اس کی بات سنیں۔ چنانچہ اس نے کہا: یا رسول اللہ! مرد بھی اس کا ذکر کرتے ہیں اور
عورتیں بھی۔ آپ نے فرمایا: جانتے ہو اس کی مثال کیا ہے؟ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شیطان
ایک شیطان سے راہ میں ملے اور اس سے اپنی حاجت روائی کرے درآٹھا لیکر لوگ اسے دیکھ
رہے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ مردوں کی خوشبو یہ ہے کہ اس کی بو معلوم ہو اور رنگ معلوم نہ ہو اور
عورتوں کی خوشبو وہ جس کا مویم ہو اور خوشبو معلوم نہ ہو۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ مجھے شیخ مومل اور موسیٰ کے یہ الفاظ یاد ہیں۔ خبردار کوئی مرد دوسرے مرد
کے ساتھ ایک بستر پر نہ لیٹے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ گرا اپنے بچے یا والد کے
ساتھ۔ اور تیسرے کا ذکر میں بھول گیا۔ اور یہ مضمین حدیث مسدوس بھی ہے لیکن مجھے عجیب
طرح محفوظ نہیں اور موسیٰ نے یوں کہا ہے حدیثنا حماد عن الجری عن ابی نصرۃ عن الطفادی۔

۵۰۷

تشریح

قول باب النحر شیخ ابن تیمیہ نے متقی الاخبار میں اس موقع پر باب کا عنوان یہ رکھا ہے: باب
نہی الزوجین عن التحدث بما یجری حال الفقاع۔ جس سے یہ بتانا ہے کہ تفصیل امور جماع بیان
کرنے کی ممانعت میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ لیکن اس کا وقوع اکثر اوقات مردوں کی
طرف سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے صاحب کتاب نے ذکر الرجل پر اکتفاء کیا ہے۔
بہر کیف مرد کو اپنی عورت کے ساتھ اسی طرح عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ کرنا چاہا اور اسکی تفصیل دوسروں کو
برائ کرنا بقول امام نووی و قاضی شوکانی حرام ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں ہے کہ اس
کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شیطان ایک شیطان سے راہ میں ملے اور اپنی حاجت روائی
کرے اور لوگ اس کا تماشا دیکھیں۔

رہ نفس جماع کا تذکرہ لکھنے کے ذکر میں کوئی فائدہ یا اس کے ذکر کی کوئی ضرورت نہ ہو تو
خلافت مردت اور از قبیل مالا یعنیہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور اگر کسی موقع پر اس کے ذکر

عن فکون الفاعل لذلك من اشرار الناس وكونه بمنزلة شیطان ابن غنیم او لا تحریم النشر لان مجرد فعل المکره
لا یعتبر فاعله من الاشرار ففعلنا عن کونه من اشرارهم ۱۲۔

کی ضرورت ہو۔ مثلاً عورت نکاح زوج کی منکر ہو یا شوہر کے متعلق جماع سے عاجز ہونے کی مدعی ہو تو ایسی صورت میں تذکرہ کمروہ نہیں جیسا کہ رکاز بن عبد یزید اور عبد الرحمن بن الزہیر کے قصہ میں اس کا تذکرہ موقوف ہے۔ نیز روایت میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے نامزد جو بیکا دعویٰ کیا تو اس کے شوہر نے کہا: یا رسول اللہ! انی لا نفصھا الا ذم۔ اور اپنے اس پر کوئی ٹکیر نہیں فرمائی۔ قول شیخ من طفاۃ النحر۔ طفاۃ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ شیخ طفاۃ حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں اور اس سے ابوہریرہ عبدی راوی ہے۔ اس کا نام کسی نے ذکر نہیں کیا اور محمد بن عبد الرحمن طفاۃ ہی اس سے بعد کا ہے

موصوف نے تقریب میں بھی یہی کہا ہے۔ امام ترمذی تخریج حدیث کے بعد فرماتے ہیں: ہذا حدیث حسن الاثر الطفاۃ لا تعرف الا فی ہذا الحدیث ولا یعرف اکثر۔ شیخ ابوالفضل محمد بن طاہر کہتے ہیں۔ الطفاۃ مجہول۔

قولس ان طیب السار النحر۔ ملا علی قاری مرقاۃ میں شرح السنکے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ اس پر محمول ہے کہ عورت ایسی خوشبو لگا کر باہر نکلے اور مردوں کی رغبت کا باعث ہو۔ اگر وہ گھر میں رہ کر خوشبو استعمال کرے تو ہر طرح کی خوشبو لگا سکتی ہے کوئی قباحہ نہیں۔ و یؤیدہ حدیث آیا امراۃ اصابت بخوراً فلا تشہد سنا الثار۔

۵۲۴) قولہ قال ابو داؤد ^{۵۲۴} بن مفضل سے روایت کی ہے اور روایت کے الفاظ۔ الا لا یفصین الی قولہ والذہ ان تینوں شیوخ کی روایت میں موجود ہیں مگر صاحب کتاب کہتے ہیں کہ مجھے یہ الفاظ شیخ موسیٰ اور شیخ مومل کی روایت سے محفوظ ہیں۔ شیخ مدد کی روایت سے یہ الفاظ مجھے اچھی طرح محفوظ نہیں۔ روایت میں غایت احتیاط کی طرف اشارہ ہے۔

پھر شیخ موسیٰ نے سند حدیث میں۔ احمد عن الجری عن ابی ہریرۃ عن الطفاوی کہا، لغی صیغہ مذکر کیا ہے اور شیخ مدد کی روایت میں تحدیث کی تصریح ہے۔ نیز شیخ موسیٰ لفظ طفاۃ کی یاد نسبت کے ساتھ لائے ہیں۔ اور شیخ مدد نے اس کے بجائے شیخ من طفاۃ کہا ہے۔

قد تم وکل المجلد الثانی من فلاح و بہبود شرح قال ابو داؤد۔ ولیبہ المجلد الثالث اور کتاب الطلاق

والحمد للہ اولاً و آخراً و اما وسعداً و الصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ وسلم

محمد حنیف گنگوہی۔

یکم شبان ۱۳۹۲ھ